سیرت وسوانح

حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ

امۃ الشافی سیال

بنت حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ

صفدر نذیر جاوید گولیکی (واقف زندگی) کینیڈا

سیرت وسوانح
حضرت چوہدری فتح محمد سیال رضؓ

امۃ الشافی سیال
بنت حضرت چوہدری فتح محمد سیال
چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی ۔ کینیڈا

مصنفین مکرمہ امۃ الشافی سیال

چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی واقف زندگی حال کینیڈا

تاریخ اشاعت باراوّل 1999ء

باردوم 2025ء

تعداد 100

کمپوزنگ احمد داؤد، انیس احمد، سلامت محمود

ملنے کا پتہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	ابتدائیہ۔ چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی	v
	عرض حال ۔ امۃ الشافعی سیال	xii
	مکرم ومحترم ملک صلاح الدین صاحب ۔ مصنف اصحاب احمد کا خط	xvii
	خلافت کا وفادار اسلام احمدیت کا عظیم سپوت ۔ ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز	xxvii
	حضرت مولانا فتح محمد سیال صاحبؓ ۔ حافظ مظفر احمد	xxxi
	تاریخ احمدیت کا درخشندہ ستارہ ۔ عبدالسمیع خان	xxxvi
	باب ایک ۔ خاندانی حالات اور ابتدائی زندگی	1
	باب دو ۔ پہلے مبلغ احمدیت	28
	باب تین ۔ لنڈن میں دوبارہ آمد	60
	باب چار ۔ داعی الی اللہ	85
	باب پانچ ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اندورن ملک سفروں میں آپکی معیت	91
	باب چھ ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی معیت میں سفر لنڈن 1924ء	97
	باب سات ۔ کارزار شدھی	166
	باب آٹھ ۔ چوہدری صاحب بطور ناظر	178

باب نو۔ سیاسی خدمات 211

باب دس۔ قید و بند 12 ستمبر 1947ء تا 8 اپریل 1948ء 226

باب گیارہ۔ وفات، سیرت، روایات، تاثّرات 231

باب بارہ۔ مجالس عرفان میں آپکی شمولیت 280

باب تیرہ۔ آپ کے شائع شدہ، خطوط، مضامین، تقاریر، 289

باب چودہ۔ ازدواجی زندگی۔ خراج تحسین 373

باب پندرہ۔ ماحاصل 393

باب سولہ۔ جماعتہائے برطانیہ کے قیام پر سو سال پورے ہونے 422
پر مبارک صد مبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (الجمعہ:4)

وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ (الصّف:7)

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا — مبارک وہ جو اب ایمان لایا

وہی مے ان کو ساقی نے پلادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو مقام حاصل ہے کسی سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کی ابدی خوشنودی کی سند عطا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے اصحاب کی مثال ستاروں کی سی ہے ان میں سے جس کی بھی پیروی کی جائے ہدایت کا موجب بنے گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس پاک گروہ کے ایک حصہ کے آخری زمانہ میں پیدا ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو بعث ہیں اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ واخرین منھم لما یلحقوا بھم ہے۔ تمام اکابر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہوں گے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض اور ہدایت پائیں گے۔ پس جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت کو فیض ہوگا تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔“

(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن حاشیہ صفحہ 249-248)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہؓ کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کی مماثلت صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہوئے

بروز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا:

''وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اس لئے اس کے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنھم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔'' (حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ 67)

سیدنا حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ نے اپنے ایک خطبہ میں احباب جماعت کو رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدرومنزلت کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کئی لوگ ایسے تھے جنہیں قادیان میں صرف دو تین دفعہ آنے کا موقعہ ملا اور انہوں نے اپنے دل میں یہ سمجھا کہ خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا کہ ہمارا قادیان سے تعلق پیدا ہوگیا اور ہم نے زمانہ کے نبی کو دیکھ لیا۔مگر آج اس چیز کی اس قدر اہمیت ہے کہ ہماری جماعت میں سے کئی لوگ ہیں جو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یاد کر کے بڑی خوشی سے یہ کہنے کے لئے تیار ہوجائیں گے کاش ہماری عمر میں سے دس یا بیس سال کم ہوجاتے لیکن ہمیں زندگی میں صرف ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے کا موقع مل جاتا............

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تو گذر گیا اب آپ کے خلفاء اور (رفقاء) کا زمانہ ہے مگر یادرکھو کچھ عرصہ کے بعد ایک زمانہ ایسا آئے گا جب چین سے لے کر یورپ کے کناروں تک لوگ سفر کریں گے اس تلاش، اس جستجو اور اس دھن میں کہ کوئی شخص انہیں ایسا مل جائے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات کی ہو مگر انہیں کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا۔ پھر وہ کوشش کریں گے کہ انہیں کوئی ایسا

شخص مل جائے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات نہ کی ہو، آپ سے مصافحہ نہ کیا ہو صرف اس نے آپ کو دیکھا ہی ہو مگر انہیں ایسا بھی کوئی شخص نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ تلاش کریں گے کہ کاش انہیں کوئی ایسا شخص مل جائے جس نے گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات نہ کی ہو، آپ سے مصافحہ نہ کیا ہو، آپ کو دیکھا نہ ہو، مگر کم از کم وہ اس وقت اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دیکھا ہو مگر انہیں ایسا بھی کوئی شخص نہیں ملے گا۔ لیکن آج ہماری جماعت کے لئے موقع ہے کہ وہ ان برکات کو حاصل کرے۔''

(الفضل قادیان 15/اپریل 1944ء صفحہ 3، 4)

بزرگوں کی تاریخ کو اکٹھا کرنے کی مبارک تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کی دوسری صدی میں قدم رکھنے سے معاً بعد پہلی صدی کے آخری خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ مارچ 1989ء میں اپنے اپنے خاندان کے بزرگوں کے حالات اوران کے احسانات کو جمع کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے افریقہ کے دورے میں ایک یہ ہدایت دی تھی کہ اپنے بزرگوں کی نیکیوں اور احسانات کو یاد رکھ کے ان کے لئے دعائیں کرنا، یہ ایک ایسا اچھا خلق ہے کہ اس خلق کو ہمیں اجتماعی طور پر نہیں بلکہ ہر گھر میں رائج کرنا چاہیئے ان کے حالات کو زندہ رکھنا تمہارا فرض ہے ورنہ تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔ اس سلسلہ میں میں نے ایک ملک غالباً کینیا میں ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ چنانچہ اس کمیٹی نے بڑا اچھا کام کیا اور ایک عرصہ تک ان کا میرے ساتھ رابطہ رہا اور بعض ایسے بزرگوں کے حالات اکٹھے کئے گئے جو نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ اس لئے ہر خاندان کو اپنے بزرگوں کی تاریخ اکٹھا کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ ان کی بڑائی کے لئے شائع کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے آپ کو بڑائی عطا کرنے کے لئے ان کی مثالوں کو زندہ کرنے کے لئے ان کے واقعات کو محفوظ کریں اور پھر اپنی نسلوں کو بتایا کریں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے آباؤ اجداد تھے کس طرح وہ لوگ دین کی خدمت کیا کرتے تھے۔

بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو یہ استطاعت ہوگی کہ وہ ان واقعات کو کتابی صورت میں چھپوادیں......

میں امید رکھتا ہوں کہ اگر اس نسل میں ایسے ذکر زندہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے ذکر کو بھی بلند کرے گا اور آپ یاد رکھیں گے کہ اگلی نسلیں اسی طرح اور محبت سے اپنے سر آپ کے احسان کے سامنے جھکاتے ہوئے آپ کا مقدس ذکر کیا کریں گے اور آپ کی نیکیوں کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔''

(روزنامہ الفضل 27 مارچ 1989ء)

اسی امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 17 اکتوبر 2003ء میں ارشاد فرمایا:

''یہ تو چند نمونے تھے جو میں نے پیش کئے، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت میں ایسے ہزاروں لاکھوں نمونے بکھرے پڑے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے وقت میں لاکھوں کا ذکر کیا، اب تو اور بھی بڑھ چکے ہیں جنہوں نے اپنے اخلاص اور اپنی قربانیوں کے بڑے اعلیٰ معیار قائم کئے۔ بہت سے ایسے ہیں جن کے وفا، اخلاص، تعلق، محبت، اطاعت کے واقعات سامنے نہیں آئے۔ یہ لوگ خاموش سے آئے اور محبت و تعلق وفا اور اطاعت کی مثالیں رقم کرتے ہوئے خاموشی سے چلے گئے۔ ایسے مخلصین کی اولادوں کو چاہئے کہ اپنے ایسے بزرگوں کے واقعات قلم بند کریں اور جماعت کے پاس محفوظ کروائیں اور اپنے خاندان میں بھی ان روایتوں کو جاری کریں اور اپنی نسلوں کو بھی بتاتے رہیں کہ ہمارے بزرگوں نے یہ مثالیں قائم کی ہیں اور ان کو ہم نے جاری رکھنا ہے۔''

(خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 413-412)

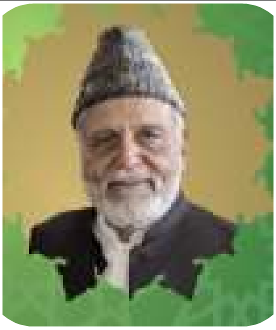

زہے نصیب

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ جماعت احمدیہ کی وہ مایہ ناز ہستی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیاوی لحاظ سے خوب نوازہ اور انہوں نے بھی اسکی راہ میں جانی نفسانی جذباتی اور مالی قربانی میں خوب حصہ لیا۔

آپ ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحب جائیداد تھے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ آپ نے ایسی دنیاوی ملازمتوں کو جن میں ترقی اور اعلیٰ عہدوں کے حصول کے بھرپور امکانات تھے کو لات ماردی اور مہدیؑ اور اس کے خلفاء کے آستانہ پر سر رکھ دیا۔ جماعت کے کاموں میں بھی ان کو اعلیٰ عہدے نصیب ہوئے لیکن آپ نے نہ ان کو ذخیرہ اندوزی کا ذریعہ بنایا اور نہ ہی ان کی وجہ سے آپ میں کسی قسم کا غرور پیدا ہوا اور نہ نخوت پیدا ہوئی۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کو نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرونی ممالک میں بھی بے شمار روحوں کی روحانی پیاس بجھانے اور ان کو حضرت مہدیؑ کے آستانے پر لانے کی بھی سعادت حاصل ہوئی اور دیار حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی زیارت اور حج کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

آپ کے ذریعہ لنڈن جیسے عظیم الشان مشن کی بنیاد پڑی اور ہر جماعت کی طرف سے سیاسی میدان میں حکومت کی خدمت کرنے کا بھی موقعہ ملا۔ لیکن ان تمام باتوں نے آپ کے لباس اور طرزِ زندگی کی سادگی میں فرق نہ آنے دیا۔ آپ عمر بھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور خلیفۃ المسیح الثانی کے دست راست رہے ہندوؤں کی شدھی کی تحریک کے قلع قمع کرنے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے طفیل اس میدان کارزار میں قیادت نصیب ہوئی اور اس میدان میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قربانی اور ایثار کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کیا کہ اپنے اور غیر سب عش عش کر اُٹھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیاوی اطمینان کے علاوہ ایک کثیر نیک اولاد سے بھی نوازا۔ الغرض آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ترقیات عطا فرمائیں۔ لیکن انکی وجہ سے ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ آپ کے

مشفقانہ عاجزانہ انداز میں کوئی فرق نہ آیا۔

عاجز اپنے آپ کو بڑا ہی خوش قسمت سمجھتا ہے کہ مجھے ایسی عظیم ہستی کے اس مقالہ کے ذریعے مختصر حالات زندگی کو یکجا طور پر اکٹھا کر کے ترتیب دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اسی طرح عاجز نے چوہدری صاحب موصوف کے اعزاء اقرباء کی تلاش شروع کی اور پھر ان کو خطوط لکھے ان میں سے ایک ہستی حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی بھی ہے۔ ان کو خط لکھتے ہی یہ خیال آیا کہ حضرت چوہدری صاحب اس قدر پیرانہ سالی میں بھی اس قدر مصروفیات کی وجہ سے شاید جواب بھی نہ دے سکیں۔ لیکن ان کے پر شفقت اور حوصلہ افزائی سے بھر پور جواب سے خاکسار کا نہ صرف حوصلہ بڑھا بلکہ اس کی وجہ سے مجھ میں بشاشت اور انبساط کی روح بیدار ہوگئی۔

جن احباب نے میری کسی نہ کسی رنگ میں استعانت وراہنمائی کی ان کی فہرست تو لمبی ہے خاکسار چند ایک کا خاص طور پر ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

ان میں سے اوّل الذکر استاذی المکرم شیخ نصیر الدین صاحب احمد ہیں جنہوں نے بڑی محنت سے میرے مسّودے کو پڑھا اور پھر اصل کاپی کو پڑھا اور بہت سی مفید ہدایات سے نوازا۔ جن پر خاکسار چل کر یہ مقالہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اسی طرح برادر اصغر شوکت نذیر صاحب شاہد کا بڑا تعاون حاصل رہا اور ان تمام بزرگوں کا میں شکر گذار ہوں جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

قارئین کرام! آئندہ صفحات میں اس عاجز نے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کے حالات زندگی کو بقدرِ استطاعت جمع کرنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے میری کاوش کو قبولیت کا شرف عطا فرمایا اور مکرمہ ومحترمہ امۃ الشافی صاحبہ بنت حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو یہ توفیق دی کہ اور مزید مواد کے ساتھ اس مقالہ کو شائع کرنے میں 1999ء میں کامیاب ہوگئیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ثم الحمد للہ علیٰ ذالک

اب دوسری بار پھر اللہ تعالی کا فضل ہوا برطانیہ میں جماعت کے قیام پر 100 سو سال

(1913-2013) مکمل ہونے پر اس میں مزید اضافہ بعد از تحقیق کیا گیا اس عظیم مبلغ احمدیت کی سیرت وسوانح کو بھرپور طریقہ سے پیش کرنے کی سعادت مل رہی ہے۔ اس طرف توجہ مکرم مولانا شاہد محمود کاہلوں صاحب مبلغ سلسلہ فن لینڈ نے دلائی۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**۔ اسی طرح مکرم مولانا شیخ مجاہد احمد شاستری آف قادیان کا ذکر نہ کیا جائے تو ناشکر گزاری ہوگی اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر دے **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**

مکرمہ امۃ الشافی سیال صاحبہ بنت حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ اب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ خاکسار نے اُن کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں تعزیت کا خط بھیجا تھا۔ جس کا جواب حضور انور ایدہ اللہ کی جانب سے موصول ہوا تھا۔

آخر میں خدائے غفور و رحیم سے عاجزانہ دعا ہے کہ باوجود سینکڑوں کوتاہیوں کے اس حقیر سعی کو قبول فرمائے۔

خاکسار

چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی

واقفِ زندگی حال کینیڈا

14 دسمبر 2025ء

انتساب

ان مبارک وجودوں کے نام

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی لازوال محبت کے

شیریں جام پیئے

اور پھر پلائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

عرض حال

غالباً 1989ء کی بات ہے جب خاکسار کراچی سے اپنے محترم ابا جان مرحوم حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے آبائی گاؤں جوڑا کے قرب میں موضع نور پور شفٹ ہوئی۔ اپنے ددھیال میں آ کر بڑی شدت کے ساتھ یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے ابا جان مرحوم کے حالاتِ زندگی رقم کروں اِس خواہش کو مزید تقویت یوں ملی کہ قادیان جلسہ سالانہ پہ حاضر ہوئی تو مکرم و محترم ملک صلاح الدین صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے شکوہ کیا کہ میں نے کئی بار کوشش کی کہ میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے حالاتِ زندگی قلم بند کروں۔ مگر آپ لوگوں نے توجہ نہیں دی مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ محترم ملک صاحب نے ہمارے خاندان میں سے کس سے بات کی ہوگی بہر حال کچھ اپنی دِلی خواہش تھی دوسرا محترم ملک صاحب کی خواہش کو بھی پورا کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ مجھے ذاتی طور پہ اپنے ابا جان کے حالات کا زیادہ علم نہیں ہے وجہ یہ ہوئی کہ بچپن میں ہی اپنی امی جان کی وفات ہونے کے باعث اپنے ننھیال میں پرورش پائی اور میں صرف تین برس اپنے ابا جان کے پاس رہی' پاس رہنے کے باوجود میں کبھی بھی ابا جان سے بے تکلف نہ ہوسکی وجہ وہی کہ بچپن کہیں اور گذارا تھا لہٰذا حجاب اِتنا تھا کہ بہت کم ہی اپنے ابا جان سے کھل کر بات کر پائی۔ اس لئے بحیثیت بیٹی جتنا فیض حاصل کرسکتی تھی اُس سے محروم رہی۔ اسی تشنگی کو مٹانے کیلئے میں اپنے اُن عزیزوں سے جو حضرت ابا جان کی محبت سے فیضیاب ہوتے رہے تھے اُن سے دریافت کرنے کی کوشش کرتی رہی اور یہ خیال بھی جا گزین رہا کہ کچھ معلومات ہوں تو تبھی کچھ تحریر کیا جاسکتا تھا۔ گو ابا جان کی تمام زندگی سلسلہ احمدیہ کیلئے وقف تھی آپکا دائرہ کار جتنا بھرپور اور جتنا وسیع جماعتِ احمدیہ میں تھا اُس کا عشر عشیر بھی گھر میں نہیں تھا۔ اصل کام کے متعلق سلسلہ کے لٹریچر سے ہی آگاہی مل سکتی تھی مگر اُن کی بیٹی ہونے کے ناطے آپکی گھریلو زندگی پہ روشنی تو گھر سے ہی مل سکتی تھی۔ مگر میری یہ بھی بدقسمتی ہوئی کہ جب مجھے اپنے ابا جان پہ کچھ لکھنے کا خیال آیا تو اُس وقت میری بڑی بہن محترمہ آپا آمنہ بیگم صاحبہ اور آپا عائشہ صدیقہ اور

بڑے بھائی صالح محمد سیال وفات پا چکے تھے۔گویا یہ راہ بھی میں کھو چکی تھی' باقی بہن بھائی اور عزیز و اقارب جو حیات ہیں اُن سے جو میسر آیا ہے اُس خزانے کو ہدیہ قارئین کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہوں! اِس خواہش کے ساتھ کہ ایک فدائی انسان کی ہر چھوٹی و بڑی بات شاید ہمارے لئے مشعل راہ بن سکے جو ہم سب کیلئے باعثِ برکت ہو اور میرے اَبا جان کیلئے بلندی درجات کا موجب ہو۔ اے اللہ تعالیٰ تو ایسا ہی فرمادے۔ آمین

اب خاکسار حضرت ابا جان کی وہ زندگی جو آپ کی اصل زندگی تھی بلکہ اگر یہ کہوں کہ اُن کی زندگی کی رُوح تھی تو بے جانہ ہوگا یہ اُن کے وہ لمحات تھے جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی پاک صحبت سے فیضیاب ہو کر اپنی زندگی کو اسلام کی روشن کرنوں سے منور کیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء کرام کی پورے دِل اور پوری جان کے ساتھ تابعداری کرتے ہوئے گذارے تھے۔ یہ لمحات قابلِ ذکر اور قابلِ تقلید ہیں۔ اتنے لمبے عرصہ میں کہیں بھی کبھی بھی کوئی لغزش نہیں آئی ہمیشہ پختہ ایمان اور غیر متزلزل یقین پہ قائم رہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء' ورنہ انسان کا کیا بھروسہ ہے۔ پل میں بدل جاتا ہے۔ جوڑا ضلع قصور میں آ کر شدت سے یہ احساس بھی ہوا کہ اِس اندھیرے علاقہ میں جہاں پہ آج بھی ظلمت کی گھٹائیں چھائی ہوئیں ہیں۔ گونا گوں گناہوں کا بسیرا ہے حال جہاں کا آج بھی روشن نہیں ہے وہاں کے ماضی کا کیا حال ہوگا۔ اس وقت جبکہ جہالت و گمراہی انتہائی عروج پہ تھی ایسے وقت میں میرا باپ کس قدر خوش بخت تھا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزہ صحبت سے فیضیاب ہو کر اِتنا مصفیٰ ہو گیا کہ ہزاروں انسانوں کو اِس ابدی چشمہ کی طرف لانے کا باعث بنا الحمدِللہ۔ گذشتہ دنوں اپنے ابا جان کے حالاتِ زندگی اکٹھے کرنے کی غرض سے ربوہ گئی ہوئی تھی وہاں پہ میری ایک عزیزہ شمیم اختر صاحبہ سے اِسی موضوع پہ گفتگو ہو رہی تھی اُس نے ایک بات کہی اور وہ بات دِل کو ایسی بھلی معلوم ہوئی ہے کہ تحریر کئے بنا رہ نہیں سکتی۔ جوڑا کے لوگوں کے حالات اور ابا جان کا کردار موضوع گفتگو تھا اور ابا جان کی جماعت کیلئے فدائیت اور مساعی کا ذکر ہو رہا تھا تو وہ بے اختیار بولیں کہ واقعی ''بابا فتح محمد'' ایسا تھا تو پھر وہ جوڑے میں کس طرح رہ سکتا تھا۔ انتہائی سادگی اور پیار میں ڈوبے ہوئے یہ دو بول میرے دِل کی گہرائیوں میں اُتر گئے' واقعی یہ حقیقت ہے

کہ اتنی پاک فطرت کا انسان یہاں کی الائشوں میں کیسے گذارہ کرسکتا تھا۔ جوعموماً گاؤں کے رہنے والے جاہل لوگوں کا خاصا ہوتا ہے۔ گاؤں ہی نہیں اب تو شہروں کے باسی بھی بعض انتہائی غلط باتوں میں ملوث نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو راہ ہدایت پہ لائے۔ آمین

ہوسکتا ہے میری اتنی لمبی تمہید پڑھ کر میرے قارئین کو خیال آئے کہ کہاں 1989ء اور کہاں آج 1999ء کی یکم جنوری ہے۔ یہ اتنا لمبا عرصہ کیوں اِس کام کو شروع نہ کیا گیا سو عرض ہے کہ پہلے دو تین سال نئی جگہ، نئے مسائل اور میری اپنی ذہنی اور قلبی مجبوریاں حائل رہیں۔ پھر کینسر کی بیماری اور علاج کی وجہ سے ذہنی یکسوئی نہ رہی اور یہ نیک کام التوء میں پڑتا رہا۔ اِس التوءِ میں بھی میرے لئے ایک بہت بڑی برکت پوشیدہ تھی جس کا ذکر آگے چل کر کرونگی۔

گذشتہ سال میری بھتیجی عزیزی نائمہ منصور پاکستان آئیں تو اُن سے میں نے اپنی اِس دِلی خواہش کا ذکر کیا اور بات پھر آئی گئی ہوگئی۔ اب کے یعنی اکتوبر 1998ء میں وہ پھر آئیں۔ تو اُس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں نے اس سلسلہ میں کچھ کام کیا ہے میرے نفی کے جواب میں اس نے مجھے کہا پھوپھو اب ضرور اِس کام کو کرلیں ورنہ اِس کے بعد یہ بالکل بھی نہیں ہوسکے گا کیونکہ ہم لوگوں کو تو اِتنا بھی علم نہیں ہے جتنا آپ لوگوں کو ہے۔ اس کی اِس بات نے مجھے مزید سوچنے پہ مجبور کیا اور اس کام کو پائیہ تکمیل تک پہنچانے کے ارادہ کو مضبوط کیا۔ سو خدا تعالیٰ کی دی ہی توفیق سے سب سے پہلے ربوہ گئی اور یہ سوچتی ہوئی گئی کہ اتنے بڑے اور اہم کام کو میں کر بھی پاؤنگی یا نہیں۔ کتنے دن یا کتنے مہینے بلکہ میری جیسی بے کار صحت کی مالک کو ممکن ہے سال بھر یا اِس سے بھی ذیادہ عرصہ لگ جائے۔ غرض اِسی کشمکش میں دعائیں کرتے ہوئے ربوہ پہنچی تو وہاں اپنی بہن عزیزہ بشریٰ سیال صاحبہ سے ذکر کیا تو انہوں نے اُسی وقت فون پر مکرم محترم ریاض باجوہ صاحب مربی سلسلہ شعبہ تاریخ احمدیت سے بات کی تو انہوں نے بتایا کہ آپکا مسئلہ تو حل ہوچکا ہے اور وہ اِس طرح کہ ہمارے سلسلہ احمدیہ کے ایک مربی سلسلہ جناب صفدر نذیر صاحب گولیکی نے چوہدری صاحب کی زندگی پہ مقالہ تیار کیا ہوا ہے چنانچہ اُن سے محترم صفدر نذیر صاحب کا فون نمبر لیا اُن سے بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ وہ مقالہ میں نے تیار کیا ہے لیکن آپ محترم سید میر محمود احمد صاحب سے بات کر

لیں۔ اگلے دِن صبح سویرے مکرم محترم جناب سید میر محمود احمد صاحب سے بات کی تو انہوں نے کمال شفقت کے ساتھ فرمایا کہ اصل مقالہ تو ہم کسی کو دیتے نہیں ہیں البتہ آپکو فوٹو اسٹیٹ کروا کر بھجوا دیں گے چنانچہ اُن کی نوازش و مہربانی اور ذاتی توجہ سے اگلے دِن تین سو ستائیس صفحات پہ مشتمل یہ مقالہ میرے ہاتھوں میں تھا۔ میں نے دو دن لگا کر پڑھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائی کہ یہ کام جو کہ میری طاقت سے باہر تھا میرے مولا نے یقینا میری دلی خواہش دیکھتے ہوئے ربوہ میں بسنے والے ایک عظیم واقفِ زندگی مربی سلسلہ کے ذریعہ میرے لئے تیار کروا رکھا تھا۔ الحمدللّٰہ ثم الحمدللّٰہ

میں دل کی گہرائیوں سے مکرم و محترم سید میر محمود احمد صاحب اور مکرم و محترم صفدر نذیر صاحب گولیکی صاحب اور محترم ریاض احمد باجوہ اور اپنی بہن بشریٰ سیال کی مشکور ہوں اور دعا کرتی ہوں اللہ تعالیٰ اِن سب کو اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطاء فرمائے آمین

محترم گولیکی صاحب نے بڑی محنت اور جان فشانی سے کام کیا ہوا ہے اُن کے لئے تو میرے پاس شکریہ کے لئے الفاظ ہی نہیں ہیں ہاں البتہ نیک دِلی جذبات ہیں دعا کرتی ہوں خدا تعالیٰ اُن کے ہر آڑے وقت پہ کام آئے نیکی و تقویٰ میں قدم آگے بڑھتے چلے جائیں۔ آمین ثم آمین

خدا تعالیٰ کو علم تھا کہ میں اپنی کوشش سے یہ کام اِس خوش اسلوبی سے نہ کر سکوں گی جس طرح ایک مربی سلسلہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھی کیا کیا نرالے ڈھنگ ہیں اپنے بندوں پہ فضل نازل فرمانے کے! میری کیفیت حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر کے مطابق تھی کہ

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زبان لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

امۃ الشافی سیال

محترم ملک صلاح الدین صاحب
مصنف اصحاب احمد کا خط

یہ وہ خط ہے جس نے مجھے ابا جان پہ کچھ لکھنے کی خواہش کو مضبوط کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادیان

16 /دسمبر 1998ء

بخدمت مکرمہ محترمہ امۃ الشافی سیال صاحبہ

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔

خوشی ہے کہ آپ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتاب تالیف کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے اور کامیاب فرمائے۔ (آمین)

حضرت چوہدری صاحب کے بڑے بڑے کام یہ تھے۔

(1) غالباً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں زندگی وقف کی تھی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی تالیف ''ذکر حبیب'' میں اس کا ریکارڈ کیا ہے۔

(2) حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انگلستان تبلیغ کے لئے بھجوایا گیا۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے ذریعہ آپ کو انجمن انصار اللہ کی طرف سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے کچھ رقم کرایہ کے لئے دی۔

کچھ رقم حضرت میر ناصر نواب صاحب نانا جان نے اور کچھ رقم صدر انجمن احمدیہ نے دی۔

حضرت چوہدری صاحب نے فوراًلاہور جا کر دینی کتب خریدیں اور پارجات وغیرہ کی پرواہ نہیں کی اُس وقت ووکنگ مسجد میں جانب خواجہ کمال الدین صاحب کا اڈہ تھا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرنا سم قاتل سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت میر صاحب کا ذکر کرتے تھے۔

خلافتِ ثانیہ کے قیام پر خواجہ صاحب اوران کے ساتھی خلافت سے الگ ہوگئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر حضرت چوہدری صاحب ووکنگ سے یعنی خواجہ صاحب سے الگ ہوگئے۔ اورالگ احمدیہ مشن قائم کریں۔ آپ ہی نے موجودہ مسجد مشن لندن خریدا اور پھر واپس آ کر دوبارہ انگلستان بھجوائے گئے۔

اس کا ذکر تاریخِ احمدیت جلد پنجم میں مل جاتا ہے۔ دوسری بار آپ حضرت نیرؔ صاحب کو لے کر 1919ء میں انگلستان میں تشریف لے گئے۔ اس کا ذکر بھی تاریخ احمدیت جلد پنجم میں مل جائے گا۔

(3) واپس آنے پر آپ ایک عرصہ تک ناظر اعلیٰ رہے۔ سالانہ رپورٹوں سے نظارت علیاء کی رپورٹوں سے استفادہ ہوسکتا ہے۔

(4) تقسیم ملک سے پہلے ناظر تبلیغ مضافات قادیان ہوئے جس کی تفصیل آخری سالوں کی صدر انجمن قادیان کی سالانہ رپورٹوں میں موجود ہے۔ ان تبلیغی سرگرمیوں میں بہت کامیابی ہوئی اور یہ تبلیغی علاقہ گورداسپور، لاہور وغیرہ اضلاع پر مشتمل تھا۔ اور آپ کے ذریعہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بااثر بزرگان ان علاقوں میں تبلیغ کے لئے جاتے رہے۔ بہت سے مالی اخراجات حضرت سیال صاحب خود جمع کرتے تھے۔

(5) تقسیم ملک کے تکلیف دہ حالات میں حضرت چوہدری صاحب حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب، خواجہ عبدالعزیز صاحب بھامڑی اور محترم چوہدری شریف احمد باجوہ گرفتار کر لئے گئے۔ اس الزام پر کہ یہ قتل وغارت کرتے ہیں۔ ان کی نیکی اور دعاؤں کو دیکھ کر سکھ جو افراد آپ کے ساتھ قید تھے ان سے محبت کا سلوک کیا۔ غالباً 1948ء ان سب کو پاکستان بھجوایا گیا۔ الفضل میں ان کا ذکر مل جائے گا۔

(6) پاکستان میں مضافات ربوہ اور کئی اضلاعات میں تبلیغ کا کام آپ کے سپرد ہوا۔ جس میں محترم

مولانا احمد خان صاحب نسیم آپ کے معاون تھے۔

(7) اس قید کے عرصہ میں حضرت مرزا عبدالحق صاحب آپ اسیران کی ملاقات کے لئے گئے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل نے حکم دکھایا کہ ان سے کسی کو ملاقات نہ کرنے دی جائے۔

پھر ایک سکھ دوست آئے جو مرزا صاحب کے ایک وکیل دوست کے والد تھے اور اسمبلی کے ممبر۔ انہوں نے اپنے رسوخ سے ملاقات کرادی۔ ملاقات کئی گھنٹے جاری رہی۔ پھر تحائف وغیرہ لے گئے۔

عدالت میں ایک دفعہ منصور احمد صاحب سیال آپ کے بیٹے نے بھی ملاقات کی۔

(8) دیوانند مشہور ایکٹر کے والد جناب لالہ پشوری مل صاحب نیک طینت ایڈووکیٹ گورداسپور تھے اور وہ ان اسیران کی پیروی کرتے تھے۔ اور ہمارے تقسیم ملک کے بعد صدر انجمن کے جائیدادوں کے مقدمات میں پیروی کرتے تھے۔

لالہ جی نے خاکسار کو سنایا کہ میں نے ان اسیران کو ملاقات کے وقت بتایا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ آپ کیلیے دعا کرتے ہیں۔ کوئی فکر نہ کریں۔

میں نے پوچھا کہ آپ کو کس طرح علم تھا کہ حضور دعا کرتے ہیں۔ کہنے لگے کہ یہ اسیران ظلماً قید کئے گئے تھے جبکہ خصوصاً پنجاب میں فرقہ وارانہ حالات نہایت کشیدہ تھے یہ کس طرح ممکن ہے کہ ان حالات میں ان کے لئے دعا نہ کرتے ہوں۔

(9) محترم مولوی احمد خان صاحب نسیم نے میرے پوچھنے پر بتایا کہ جب ربوہ مضافات کی مقامی تبلیغ کے سلسلہ میں حضرت چوہدری صاحب غالباً ضلع جھنگ کے ایک گاؤں میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے خاندان نے کہا کہ ہمارا ایک شخص قتل کے الزام میں قید ہے۔ اس کی بریت کے لئے آپ دعا کریں۔ اگر وہ بری ہو گیا تو ہم احمدیت قبول کرلیں گے۔ حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ آپ پہلے احمدیت قبول کرلیں پھر میں دعا کروں گا اور آپ کا عزیز بری ہو جائے گا چنانچہ اس خاندان نے احمدیت قبول کرلی۔

کچھ عرصہ کے بعد اس خاندان کے افراد نے کہا کہ ہمارا وہ عزیز سیشن سپرد ہو گیا ہے۔ حضرت چوہدری

صاحب نے کہا کہ مقدمہ کی پیروی کریں وہ بری ہو جائے گا۔ پھر وہ افراد آئے اور کہا کہ اسے سزا مل گئی ہے آپ نے کہا ہائی کورٹ میں اپیل کر دیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ بری ہو جائے گا۔

پھر ہائی کورٹ نے بھی سزا قائم رکھی تو آپ نے مشورہ دیا کہ صدر پاکستان سے رحم کی اپیل کر دو۔ یہ اپیل بھی نامنظور ہو گئی۔

حضرت چوہدری صاحب نے اطمینان دلایا کہ یہ عزیز بری ہو جائے گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے چنانچہ عرصہ بعد محمد ایوب خاں صدر پاکستان نے اپنی کامیاب صدرات پر جشن منایا۔ اس تقریب پر بہت سے قیدی رہا کر دیئے گئے۔ جس میں یہ صاحب بھی رہا کر دیئے گئے۔

(10) حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کتاب ''تحدیث نعمت'' میں Alphabatical انڈیکس کو دیکھ کر حضرت سیال صاحب کے صفحات دیکھیں تو کئی قسم کی معلومات حاصل ہوں گی۔

(11) کئی کروڑ نیم مسلمان ملکانوں کے ارتداد کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ 1923ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس تحریک کا مقابلہ 1923ء میں شروع کیا اور تحریک کی کہ احباب رضا کارانہ طور پر تین تین ماہ وقف کریں۔ اپنا خرچ کریں۔ کسی پر بوجھ نہ ڈالیں۔

بعض غیر مسلم راجے اور حکام شدید مخالفت کرتے تھے۔ اور ان مجاہدین نے بہت سی تکالیف برداشت کیں۔ اور بالآخر اس ارتداد کی زوردار لہر کو ختم کر کے رکھ دیا۔

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے امیر المجاہدین مقرر فرمایا تھا۔ آپ کی ایک تقریر اس بارے میں ایک جلسہ سالانہ پر بھی ہوئی تھی۔ آپ اس مہم کے چلانے میں نہایت کامیاب رہے۔

ان مجاہدین کی روانگی کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ان کو قادیان کے موڑ پر الوداع فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تالیف میں آپ کو کامیاب فرمائے۔ اس وقت میں بہت بیمار ہوں۔ میرے لئے دعا کرتے رہیں۔

(11) حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے فرزند مولوی برکات احمد راجیکی بی اے درویش مرحوم نے بتایا کہ حضرت سیال صاحب نے حضرت صاحبزادی امۃ الجمیل کا رشتہ اپنے ایک بیٹے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے درخواست کی اور حضرت مولانا راجیکی سے دعا کروائی تھی۔

والسلام

ملک صلاح الدین

قادیان

عکس مبارک
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جن کے دست مبارک پہ چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ
نے صرف بارہ سال کی عمر میں عہد بیعت باندھا!

شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ

درخشندہ ستارہ

حضرت مسیح موعودؑ کی نگاہ جوہر شناس نے جن لوگوں کو کندن بنایا ان میں سے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال آسمان احمدیت کے وہ درخشندہ ستارے تھے جن کی چکا چوند نے برصغیر پاک و ہند کے علاوہ انگلستان کو ایک طویل عرصہ تک جگمگائے رکھا۔ آپ کے نام کی طرح ہر معرکے میں فتح وظفر نے آپ کے قدم چومے۔ اخلاص و وفا کے جن پیمانوں کو آپ نے متعارف کرایا وہ تاریخ احمدیت میں تاابد حصول منزل کیلئے ''راہنما'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی سیرت کا مطالعہ کر کے بے اختیار یہ دعا نکلتی ہے کہ

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

جن کے مبارک عہد میں یہ کتاب شائع کرنے کی سعادت ملی

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حسن اتفاق

حضرت چوہدری صاحب کی مبارک زندگی کے کچھ پہلو نہایت ادب و احترام سے پیش ہیں

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال آج سے سو سال قبل جماعت احمدیہ میں 1899ء میں داخل ہوئے۔ حسن اتفاق کہ ٹھیک سو سال بعد 1999ء میں خدا تعالیٰ نے انکے متعلق اس کتاب میں پہلی بار آپ کے حالاتِ زندگی یکجا کرنے اور شائع کرنے کی توفیق بخشی۔ الحمدللہ

امتہ الشافی سیال

بنت حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

09-06-1999

اٹھیں ہاتھ اپنے لیے تو پھر بھی میرے لیے ہی دعا کرے

دلپذیر تحریر

سب سے پہلے خاکسار اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی وہ دلپذیر تحریر جو حضرت اقدس نے خاکسار کو اپنی کمال شفقت سے اِس کتاب کی تیاری کے لئے ارسال فرمائی اور میری ہمت کو کس قدر خوبصورت انداز میں ابھارا۔ جزاکم اللہ احسن الجزا

میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جس سے شکریہ ادا کرسکوں اللہ تعالیٰ ہی اپنے پیار سے اور بے انداز لطف سے نوازے۔ آمین ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کرتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دلی خواہش

فرمایا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین، دیدہ زیب اور سیال صاحب کی شایانِ شان کتاب تیار کرنے کی سعادت عطا فرمائے''

PS London ☎ 0181 8705234 06/30/99 11:04 :04/04

لندن
11-6-99

عزیزہ امۃ الشافی سیال صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ بہت خوشی ہوئی کہ آپ حضرت چوہدری فتح محمد سیال رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ بہت اچھی بات ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین، دیدہ زیب اور سیال صاحب کی شایان شان کتاب تیار کرنے کی سعادت عطا فرمائے ___ جماعتی لٹریچر میں ان کی خدمتوں اور حالات کا کافی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی توفیق کو بڑھائے اور حضرت سیال رضی اللہ عنہ کے درجات کو بلند فرمائے۔

والسلام
خاکسار

مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

دارالصدر شرقی ربوہ
معرفت فضل عمر ہسپتال ربوہ

خلافت کا وفادار اسلام احمدیت کا عظیم سپوت

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ

ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز۔ لندن

تقسیم ہند 1947ء کے قبل کی بات ہے خاکسار ابھی بچپن کی عمر میں تھا، قادیان دارالامان میں حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کے انتخاب میں جیتنے کی خوشی میں جشن کا سماں تھا۔ اُس زمانہ کے دستور کے مطابق آپ کے گلے میں ہار ڈالے گئے۔ اور جلوس کی شکل میں آپ رواں دواں تھے۔ زمانہ کے حساب سے سڑکوں کو صاف ستھرا کیا گیا۔ ہم بچوں نے بھی اس میں اپنی طاقت کے مطابق حصہ لیا تھا۔

یہ تھی خاکسار کی حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کے بارے میں اوّلین یادداشت۔ زمانہ گزرتا گیا۔ تعلیم اور پھر تعلیم کے بعد دیگر جماعتی کاموں کی سعادت۔ آہستہ آہستہ حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام ومرتبہ اور آپ کی خدمات کا بخوبی علم ہونے لگا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے محترم مولانا صفدر نذیر جاوید گولیکی صاحب کو۔ آپ نے خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں حضرت چوہدری صاحب کی بیٹی امۃ الشافی سیال صاحبہ کے ساتھ مل کر خلافت کے اس عظیم فرزند کی حالات زندگی کماحقہ لکھی۔ اور ایک بار پھر خلافت خامسہ میں اپنی پہلی تصنیف کو از سرنو کئی اضافوں نئے ابواب کی ترتیب اور نئے دیدہ زیب ڈیزائن میں پیش کر رہے ہیں۔ گویا اب یہ پرانی کتاب نہ رہی بلکہ نئی کتاب بن گئی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انگلستان میں باقاعدہ مشن کا آغاز حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کے ذریعہ ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نگاہ جوہر شناس نے جن لوگوں کو کندن بنایا ان میں سے چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ آسمان احمدیت کے وہ درخشندہ ستارے تھے جن کی چکاچوند نے برصغیر پاک و ہند کے علاوہ انگلستان کو ایک طویل عرصہ تک جگمگائے رکھا۔ آپ کے نام کی طرح ہر معرکے میں فتح وظفر نے آپ کے

قدم چومے۔ اخلاص ووفا کے جن پیمانوں کو آپ نے متعارف کرایا وہ تاریخ احمدیت میں تا ابد حصول منزل کے لئے ''مشعل'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت الحاج مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول ؓ نے جب ولایت میں احمدیہ مشن کا آغاز فرمانے کی خواہش کا اظہار فرمایا تو اس بات کی تحریک فرمائی کہ کوئی نوجوان اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے وقف کرے۔ اس وقت ایک نوجوان نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا۔ خلیفہ وقت نے اس قربانی کو قبول فرمایا اور لندن روانگی کا ارشاد ہوا۔ وہ نوجوان ہمارے ایک پیارے بزرگ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ؓ صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام تھے۔

حضرت فتح محمد سیال ؓ صاحب کی سیرت وسوانح اور آپ کی تفصیلی خدمات، آپ کے عادات واخلاق، آپ کے تقویٰ وزہد، آپ کے انداز تبلیغ کے بارے میں اس کتاب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے۔ آپ کے بے شمار واقعات میں سے صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ جو قبل ازیں خاکسار اپنی کتاب ''واقفین زندگی کے ساتھ الٰہی تائیدات ونصرت کے ایمان افروز واقعات صفحات 239،240 میں بیان کر چکا ہے۔ اس واقعہ سے جہاں ازدیاد ایمان ہوتا ہے۔ وہاں چوہدری سیال صاحب کے جذبہ تبلیغ اور ایمانی غیرت کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مکرم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب سابق امیر ضلع لاہور نے بتایا کہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب چوہدری فتح محمد سیال صاحب ؓ لندن تشریف لے کر گئے تو آپ نے ایک پمفلٹ بعنوان ''وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' چھپوایا اور اس کو تقسیم کر دیا۔ جب جناب خواجہ کمال الدین صاحب کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے چوہدری صاحب سے کہا کہ تم نے یہ پمفلٹ کیوں شائع کیا؟ یہ تو تم نے غضب کر دیا ہے۔ عیسائیوں کے ملک میں آکر جہاں پر ان کی حکومت بھی ہے وہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا کس قدر فتنہ کا باعث ہوگا۔ کیونکہ عیسائیت کی بنیاد ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر چلے جانے پر ہے۔ یہ تو گویا تم نے عیسائیت کی جڑ پر ہی تبر رکھ دیا ہے جو کہ بہت برے اور سنگین نتائج کی حامل بات ہوسکتی ہے۔ ان کی تمام گفتگو سننے کے بعد چوہدری صاحب نے ان کو جواب دیا کہ اگر مَیں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ہی ثابت نہیں کرنا۔ تو پھر میرا لندن آنے کا مطلب ہی کیا ہے؟

مکرم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب نے ایک اور واقعہ بھی بیان فرمایا وہ بھی بڑا دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کا میں خود راوی ہوں ۔ حضرت ابا جان (چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ۔ ناقل) نے خود مجھ سے بیان فرمایا تھا کہ میں ہائیڈ پارک لندن میں جا کر روزانہ تبلیغ کرتا تھا۔ ہائیڈ پارک لندن کا طریق کار یہ ہے کہ وہاں پر جو شخص بھی چاہے اپنی ایک میز رکھ لیتا ہے اور اس پر کھڑے ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور لوگ خود بخود ارد گرد آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور تقریر سنتے ہیں ۔ یہاں پر تقریر کرنے والوں پر کوئی پابندی نہیں ہوتی جس کا جو دل چاہے کہے اور اپنا نکتہ بیان کرے۔

لہٰذا حضرت ابا جان تقریر کر رہے تھے کہ ایک پادری صاحب جو انڈیا میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے پر مامور رہ کر لندن واپس گئے تھے کہنے لگے کہ میں آپ کی تقریر کا جواب دینا چاہتا ہوں ۔ چنانچہ میں میز سے اتر گیا اور ان کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ پادری صاحب میز پر کھڑے ہو گئے اور یوں گویا ہوئے ، کہ یہ شخص جو بیان کر رہا ہے کہ انڈیا میں ایک شخص حضرت مرزا غلام احمد (علیہ السلام) آئے ہیں اور ان کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے، ان کو الہام ہوتے ہیں اور کشف میں نظارے نظر آتے ہیں ، وہ مسیح موعود علیہ السلام اور امام مہدی کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ گرم ملک کے رہنے والے ہیں اور گرمی کی وجہ سے بارشیں بھی بہت ہوتی ہیں ۔مچھر بھی بہت ہوتے ہیں اور سرکنڈوں کی چھپر کھٹ بنا کر پانی کے اوپر رکھ کر اُس پر سوتے ہیں ۔ لہٰذا ان کو نیند بھی اچھی طرح نہیں آتی اور نہ ہی ان کی صحت اچھی ہوتی ہے ۔خراب صحت کی وجہ سے پھر ان کو عجیب عجیب قسم کی خواب آتے ہیں جس کو یہ پھر الہام اور کشف کا نام دیتے ہیں (غالباً یہ پادری صاحب بنگال میں رہ کر گئے ہوں گے ۔) جب پادری صاحب اپنا بیان دے چکے اور میز سے اتر گئے تو میں پھر میز پر چڑھ گیا تو میں نے لوگوں کو کہا کہ جیسے ان پادری صاحب نے بیان کیا کہ ہم انڈیا کے لوگ ان نامساعد حالات اور خراب ترین موسم میں رہتے ہیں اور ہماری صحتیں نہایت خراب اور ناگفتہ بہ ہیں تو میں محترم پادری صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ یہاں میز پر میرے سامنے آ کر کھڑے ہو جائیں اور میں ایک مکا مار کر ان کے بتیس کے بتیس دانت نہ نکال دوں تو میں جھوٹا اور یہ سچے ہیں ۔ میرے اس بیان کے بعد تمام حاضرین نے ان سے کہا کہ آپ میز پر کھڑے ہو جائیں مگر نہ مانے حتٰی کہ لوگوں نے پکڑ کر میز پر چڑھانے کی کوشش کی مگر پادری صاحب بالکل بھی نہ مانے یوں جاء الحق وزھق الباطل کا نظارہ لوگوں نے دیکھا۔ مکرم چوہدری حمید

نصراللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ابا جان سے پوچھا کہ ابا جان اگر وہ پادری میز پر چڑھ جاتا تو آپ کیا کرتے۔ابا جان نے بڑے جلال سے فرمایا ’’میاں‘‘ میں اس کے بتیس کے بتیس دانت نکال دیتا۔ سبحان اللہ کتنا اعتماد تھا احمدیت کی سچائی پر اور کتنا اعتماد تھا اپنے مولیٰ کی ذات پر۔

(واقفین زندگی کے ساتھ الٰہی تائیدات ونصرت کے ایمان افروز واقعات صفحات 239،240)

چوہدری صاحب کو جن مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی ہے اُن کا کچھ ذکر درج ذیل ہے:

1906ء انجمن تشحیذ الاذہان کے اعزازی ممبر، 1913ء تا 1916ء انچارج لندن مشن برطانیہ ،1917ء تا 1919ء افسر صیغہ اشاعت، 1919ء تا جولائی 1921ء لندن مشن برطانیہ کے امیر، 1922ء میں آپ ناظر تالیف واشاعت تھے، 1923ء تا 1924ء امیر وفد برائے شدھی تحریک، جولائی 1924ء کو چوہدری صاحب سیکرٹری تبلیغ کے طور پر حضور کے ساتھ لندن گئے، دسمبر 1924ء تا 1950ء ناظر دعوت وتبلیغ رہے، 1931ء تا 1932ء ناظر تعلیم وتربیت کے طور پر کام کیا، فروری 1937ء کو چوہدری صاحب نے نظارت علیا کا چارج لیا، 1940ء میں مجلس انصاراللہ کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور آخری دم تک رہے، اکتوبر 1950ء میں ناظر دعوۃ تبلیغ وناظر اعلیٰ کے ممتاز عہدوں پر رہنے کے بعد ریٹائر ہوئے اور پھر 1954ء سے 1960ء (تا وفات) ناظر اصلاح وارشاد کے عہدہ پر فائز رہے۔(واقفین زندگی کے ساتھ الٰہی تائیدات ونصرت کے ایمان افروز واقعات صفحہ 238)

28 فروری 1960ء کو خلیفہ وقت کے یہ عظیم سلطان نصیر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔

تقریباً 65 سال بعد حضرت چوہدری صاحب کی سیرت سوانح نئی آپ کی خدمات کے شایان شان شائع ہو رہی ہے۔اللہ تعالیٰ مولانا صفدر نذیر جاوید صاحب گولیکی کو جزائے خیر دے۔اور ہماری نئی نسل کو اپنے اکابرین کے نقش پا پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

خاکسار

ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز۔لندن

حضرت مولانا فتح محمد سیال صاحبؓ

حافظ مظفر احمد

مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب مربی سلسلہ احمدیہ حضرت ''سلطان القلم'' کے مستعد قلمکاروں میں سے ہیں۔ آپ کو جامعہ احمدیہ سے شاہد کی ڈگری کے لیے 1980ء میں حضرت مولانا فتح محمد سیال صاحب کی سیرت وسوانح پر اپنا مقالہ تحریر کرنے کا موقع ملا جو بلاشبہ ایک اعزاز کی بات تھی۔

1999ء میں حضرت چوہدری صاحب موصوف کی صاحبزادی امۃ الشافی صاحبہ (سابق صدر لجنہ ضلع قصور) کو بھی اس مقالہ میں مزید تکمیل و اضافہ جات کی سعی جمیل کی توفیق ملی۔ اگرچہ دو مصنّفین کی مشترکہ کوشش کے نتیجہ میں کچھ تکرار بھی شامل کتاب ہوگیا ہے۔ مگر وہ بھی قند مکرّر کی طرح ہی ہے۔ تاہم دونوں مصنّفین کی کاوش کا خوشکن نتیجہ یہ سامنے آیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس محبوب رفیق اور اسم با مسمّٰی جماعت کے ایک فتح نصیب جرنیل کی سیرت وسوانح پر نہایت مفید خاطر خواہ مواد جمع ہوگیا جو نہ صرف حضرت چوہدری صاحب کے خاندان اور اولاد کے لیے بلکہ خصوصاً داعیان، مربیان اور واقفین زندگی کے لیے بھی ایمان افروز اور قابل تقلید نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں مصنفین کی یہ کاوش قبول فرمائے اور اس کتاب کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی یہ خواہش بھی پوری ہوئی کہ یہ کتاب چوہدری صاحب مرحوم کے شایان شان ہو۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں مصنفین کو بھی اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین

چوہدری صاحب موصوف کی کلیدی خدمات میں ناظر دعوت وتبلیغ، ناظر مضافات، ناظر اصلاح وارشاد مقامی کے علاوہ ناظر تعلیم وتربیت، ناظر تالیف واشاعت، ناظر اصلاح وارشاد اور ناظر اعلیٰ تک کے اہم کام شامل ہیں۔

مکرم صفدر نذیر جاوید گولیکی صاحب نے شاید اس جزوی مناسبت سے کہ اس عاجز کو بھی 1991ء سے تاحال قریباً 35 برس سے اوّل ناظر دعوت الی اللہ اور پھر ناظر اصلاح وارشاد مقامی خدمت کی توفیق مل

رہی ہے خاکسار سے حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کی سیرت وسوانح کے دوسرے ایڈیشن پر تعارفی کلمات لکھنے کے لیے فرمائش کی ہے جو میرے لیے تو باعث اعزاز ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے ایسے عظیم مجاہد، داعی الی اللہ اور صاحب عزم و ہمت، باوفا خادم سلسلہ کی سیرت وسوانح میں چند سطور لکھ کر اپنا حصہ ڈال لوں۔ مگر اس سے کہیں زیادہ خوشی مجھے اس کتاب کے مطالعہ سے ہوئی ہے۔ جس سے نہ صرف حضرت چوہدری صاحب کی عظمت اور مقام کا صحیح اندازہ ہوتا ہے اور یہ ادراک ہوتا ہے کہ ان کا نمونہ ہمارے جیسے مربیان کے لیے کس قدر اہم اور قابل تقلید ہے۔ مزید یہ پتہ چلا کہ احمدیت کے ایک فتح نصیب جرنیل کے طور پر وہ جماعتی تاریخ کا ایسا اہم حصہ ہیں جسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مولانا فتح محمد صاحبؓ سیال صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جماعت احمدیہ انگلستان کے پہلے مبلغ کے علاوہ دیگر مذکورہ بالا کلیدی خدمات کے اعزاز بھی عطا ہوئے۔ خلافت ثانیہ میں 1923ء کی تاریخ شدھی میں چوہدری صاحب نے بطور امیر المجاہدین ایسی عظیم الشان خدمات کی توفیق پائی جس پر حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو کمانڈر انچیف کا خطاب دیا اور ان کی وفات پر فرمایا کہ ملکانہ تحریک ساری انہوں نے چلائی تھی۔

چوہدری صاحب کے والد بزرگوار رجوڑا کلاں ضلع قصور کے ایک معزز زمیندار حضرت چوہدری نظام الدین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ جو ایک درویش منش بزرگ اور تبلیغ احمدیت کا غیر معمولی شوق رکھنے والے تھے۔ اس زمانہ میں ضلع قصور میں آپ کی تبلیغ کے ذریعہ کئی دیہاتی جماعتیں کھر پپڑ وغیرہ قائم ہوئیں۔ ان کی دلی تمنا تھی کہ بیٹے کو بھی خدمت دین کی توفیق ملے۔ چنانچہ اپنے بیٹے فتح محمد کی اعلیٰ تعلیم وتربیت کے لیے پانچویں جماعت سے ہی انہیں قادیان میں داخل کر دیا۔

زمانہ طالبعلمی میں ہی آپ کی دوستی اپنے ہم جماعت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے ساتھ ہوگئی۔ قادیان سے میٹرک کے بعد آپ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا۔ بعد میں ایم اے عربی (علیگ) کی ڈگری حاصل کی۔

قادیان کے پاکیزہ ماحول میں ابتدائی تعلیم وتربیت کی برکت سے چوہدری صاحب کو حضرت مسیح

موعودؑ، آپؑ کے خاندان اور اہل قادیان سے دلی محبت وعقیدت پیدا ہوگئی۔ چنانچہ زمانہ طالبعلمی میں آپ لاہور میں ہفتہ وار رخصت پر بجائے لاہور سے اپنے گھر قصور جانے کے نہایت ہمت اور مشقت سے با قاعدگی سے قادیان آیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ہفتہ کی رخصت پر آپ قادیان نہ جا سکے تو حضرت مسیح موعودؑ نے لوگوں سے پوچھا کہ فتح محمد نہیں آیا اور ایک خاص آدمی لاہور میں پرسش احوال کے لیے بھجوایا۔ نیز فرماتے تھے کہ جب میں واپس لاہور جانے لگتا تو بعض اوقات حضور مجھے دروازہ تک چھوڑنے آتے۔

اٹھارہ سال کی عمر سے ہی جب آپ ایف اے کے طالبعلم تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدادا دبصیرت اور چوہدری صاحب کے اخلاص کی وجہ سے ان سے خاص محبت تھی۔ اسی زمانہ میں ایک موقع پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے انہیں بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر میں فرما رہے تھے کہ فتح محمد نے ابھی زندگی وقف نہیں کی؟ چوہدری صاحب نے اسی وقت حضور کی خدمت میں وقف قبول کرنے کے لیے خط تحریر کر دیا۔ جس پر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ تم نے بھی اپنی زندگی اسلام کی راہ میں وقف کی۔ خدا تعالیٰ اس پر استقامت بخشے۔ آمین۔ والسلام۔ مرزا غلام احمد''

حضرت مسیح موعودؑ کی یہ دعا آپ کے حق میں معجزانہ رنگ میں قبول ہوئی۔

حضرت چوہدری صاحب ایک مجاہد، بہادر اور نڈر مبلغ، تہجد گزار، دعا گو اور صاحب رؤیا وکشف بزرگ تھے۔ طالبعلمی کے زمانہ میں ہی انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ''میں یورپ میں تبلیغ اسلام کروں گا۔'' پھر حضورؑ کی دعاؤں کی بدولت جب 1913ء میں بطور مبلغ انگلستان گئے تو دوسال کے عرصہ میں ہی اپنے لیکچرز اور تبلیغ کے ذریعہ دو درجن انگریزوں کو احمدی کر لیا۔ پھر 1919ء میں دوبارہ بطور مبلغ انگلستان گئے تو لنڈن میں مسجد فضل کی تعمیر جیسے اہم کام کا انتظام کیا۔

1924ء کے سفر یورپ میں آپ کو بطور سیکرٹری تبلیغ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ بحری سفر کے دوران متلی وغیرہ ہونے پر آپ کو اور بھائی عبدالرحمان صاحب کو اہل قافلہ کی ایسی

خدمت کا موقع ملا۔جس پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ اس دوران بھائی جی اور چوہدری صاحب نے شیروں کی طرح کام کیا ہے۔

یوں تو آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ کئی شہروں اور ملکوں کے سفر میں رفاقت کی سعادت پائی۔مگر عمر بھر خدمت دین کے طویل سفر میں آپ ہمیشہ حضور کے معتمد اور باوفا ساتھی رہے۔

حضور کو آپ پر اتنا اعتماد تھا کہ جماعتی یا سیاسی معاملات کے سلسلہ میں حکومت کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کے لیے آپ کو ہی بھجواتے تھے۔بعض لوگوں کے اس اعتراض پر کہ چوہدری صاحب نہایت سادہ طبیعت ہیں۔حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا کہ فتح محمد کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔میرا مافی الضمیر جس طرح وہ ادا کرتا ہے کوئی دوسرا شخص نہیں کرسکتا۔

مکرم چوہدری صاحب اپنی اسی سادگی ،ہمدردیٔ طبع اور خدمت خلق کے باعث مقبول عوام تھے۔ 1946ء کے انتخابات میں قادیان کے حلقہ سے آپ ممبر پنجاب اسمبلی بھی منتخب ہوئے۔

تقسیم ملک کے زمانہ میں آپ کو اور جماعت کے بعض دیگر سرکردہ احباب کو مسلمانوں کی خدمت و تعاون کے جرم میں بھارتی حکومت نے 12 ستمبر 1947ء کو ایک جھوٹے مقدمہ میں ملوث کر کے گرفتار کرلیا۔

گورداسپور جیل میں آٹھ ماہ راہ مولیٰ کی اس اسیری کے دوران بھی آپ نے کمال صبر و استقامت کے ساتھ دعوت الی اللہ کا علم بلند رکھا جس کے نتیجہ میں 58 افراد کو جیل میں آپ کے ذریعہ قبول احمدیت کی سعادت ملی۔

تبلیغ احمدیت کا آپ کو انتہائی جوش اور جنون تھا۔بات ایسی سادگی سے کرتے کہ دل میں اتر جاتی اور بعض دفعہ ایک آدھ ملاقات میں ہی لوگ بیعت کر لیتے۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے آپ کی وفات پر تحریر فرمایا:

مقامی تبلیغ کے تو آپ ہیرو تھے۔تبلیغ کے لیے جس جنون کی ضرورت ہوتی ہے وہ آپ میں تھا۔انہیں خدا نے تبلیغ کا ایسا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا کہ دوسرے کا دل صداقت کے حق میں جیت لیتے تھے۔زمینداروں

پرتو گویا آپ کا جادو چلتا تھا۔۔نوافل کے پابند اور دعاؤں میں بہت شغف رکھنے والے بزرگ تھے۔میں جن دوستوں اور بزرگوں کو عموماً دعا کے لیے لکھا کرتا تھا ان میں چوہدری صاحب مرحوم کا نام بھی شامل تھا۔مجھے ایسے مخلص اور بے ریا اور وفادار بھائی کی وفات کا بڑا صدمہ ہے۔

ایک دفعہ حضرت سیدہ آپا ناصرہ صاحبہ (والدہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ) نے آپ کے بارہ میں فرمایا کہ چوہدری صاحب درویش انسان تھے اور بے حد لگن سے دعوت الی اللہ کرنے والے تھے۔

الغرض یہ کتاب نہ صرف ایک بہترین مثالی داعی الی اللہ کی شاندار سوانح عمری اور داعیان کے علاوہ تمام مربیان سلسلہ اور واقفین زندگی کے لیے ایک گراں قدر تحفہ ہے بلکہ تاریخ احمدیت کے کئی اہم باب بھی پیش کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور جہاں قارئین کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے وہاں مصنفین کو اس کا بہترین اجر عطا کرے۔آمین

والسلام

خاکسار

حافظ مظفر احمد

26 دسمبر 2025ء

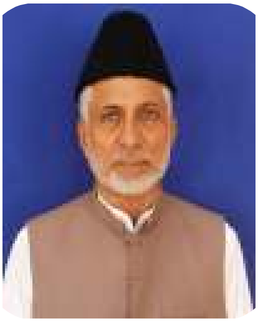

تاریخ احمدیت کا درخشندہ ستارہ

حضرت مسیح موعود کی قوت قدسیہ سے جماعت احمدیہ میں ہزاروں خدا رسیدہ پیدا ہوئے بے شمار بزرگوں نے دین کی مثالی خدمت کی اور غیر معمولی قربانیاں دینے کی توفیق پائی ان میں سے ایک حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مگر آپ کو دوسرے بہت سے بزرگوں اور خدام دین پر کچھ امتیازات بھی حاصل ہیں جو خاص خدائی فضل کے بغیر نہیں مل سکتے۔

1۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔

2۔ آپ کے والد صاحب بھی صحابی تھے۔

3۔ آپ نے مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اپنی زندگی اسلام کے لئے وقف کر دی جو حضور نے قبول فرمائی۔

4۔ اپ کو بیرون ھند جماعت کا پہلا مبلغ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

5۔ مسجد فضل لندن کے لئے زمین کی خریداری میں اہم کردار ادا کیا۔

6۔ اپ کو تحریک شدھی میں احمدی مجاہدین کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔

7۔ خدا کے دین کی خاطر اسیری کی تکالیف بھی برداشت کیں۔

8۔ انتظامی طور پر جماعت کے اعلی ترین عہدوں پر کام کیا۔

9۔ آپ کی اولاد بھی خادم دین ہے۔

10۔ خاندان مسیح موعود علیہ السلام سے بھی آپ کا جسمانی رشتہ قائم ہوا۔

اس کے علاوہ بھی کئی برکتوں اور نشانوں کے گواہ تھے ایسے باخدا لوگوں کی یاد کو زندہ رکھنا چاہیے اور یہ کتاب یہی ضرورت پوری کرتی ہے وہ نوجوانوں کے لیے بھی نمونہ ہیں مربیان کے لئے بھی اور منتظمین کے

لئے بھی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع الناس بنائے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کریں مکرم مولانا صفدر نذیر جاوید صاحب واقف زندگی کینیڈا کو اللہ جزاء خیر دے کہ انہوں نے اس کو دوبارہ نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا۔

خاکسار

عبدالسمیع خان۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

باب 1

خاندانی حالات اور ابتدائی زندگی

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(سورۃ جمعہ آیت 4)

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا وہی مے اُن کو ساقی نے پلا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعَادِیْ

(کلام پاک حضرت مسیح موعودؑ)

چوہدری صاحب کے والد چوہدری نظام الدین صاحب کے مختصر حالات زندگی

پیدائش

آپ کے والد صاحب حضرت چوہدری نظام الدین صاحب اپنی پیدائش کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ ’’میری پیدائش غدر سے کچھ پہلے ہوئی‘‘ (الفضل 2/مارچ 1960ء صفحہ 1)

آبائی وطن

آپ کا آبائی وطن جوڑا کلاں تھا جو تحصیل قصور ضلع لاہور میں واقع ہے۔

چوہدری نظام الدین صاحب اپنے گاؤں کے بہت بڑے زمیندار تھے اور چوہدری صاحب (فتح محمد صاحب) کے دادا ذیلدار تھے۔ (الفضل 4/جنوری 1931ء صفحہ 7)

قبول احمدیت

حضرت چوہدری نظام الدین صاحب احمدیت قبول کرنے سے پہلے اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم شخصیت کا علم سب سے پہلے 1884ء میں آپ کی کتاب

شجرہ نسب

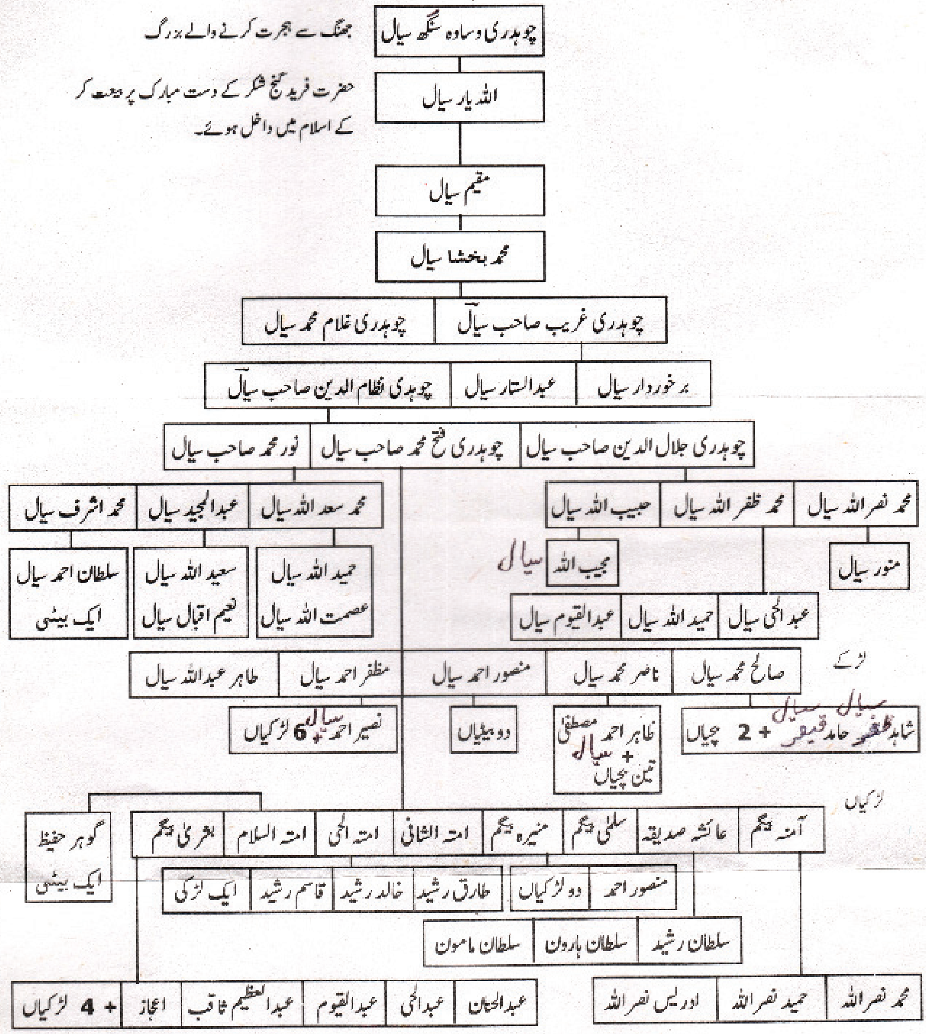

از نعیم اقبال سیال ابن عبدالمجید سیال

حضرت چوہدری نظام الدین سیال صاحبؓ
والدِ گرامی چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ

براہین احمدیہ سے ہوا جو سید عبدالوحید صاحب ڈپٹی کلکٹر نہر کے ذریعے انہیں ملی۔

(الفضل 15/اپریل 1942ء)

خاندانی حسب ونسب اور قبولِ احمدیت ووقف زندگی

میں نے اپنے تایازاد بھائی محترم حبیب اللہ سیال سے دریافت کیا کہ ابا جان کے خاندان کے متعلق صحیح حالات سے آگاہ فرمائیں۔ چنانچہ وہ یوں رقم طراز ہوئے۔

حضرت چوہدری فتح محمد سیال ولد چوہدری نظام الدین سیال رضی اللہ عنہ موضع جوڑا تحصیل و ضلع قصور کے رہنے والے تھے۔ سیال قوم راجپوت جٹ ہے اور اِن کے آباؤ اجداد ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے۔ حضرت فرید گنج شکر کے ہاتھ پر سیال قوم کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ کے دادا چوہدری غریب سیال ذیلدار تھے اور اپنے وقت کے ایک ترقی یافتہ زمیندار تھے۔ آپ کے آباواجداد تقریباً تین چار پُشت پہلے سکھ حکومت کے وقت جھنگ سے ہجرت کر کے اِس جگہ آ کر رہائش پذیر ہو گئے اور اِسی حکومت سے تعاون کے نتیجہ میں معزز معاشی پوزیشن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ چوہدری غریب خان ذیلدار کے تین بیٹے تھے جن میں سے حضرت چوہدری نظام الدین (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) سب سے چھوٹے تھے اور ہر لحاظ سے ایک متمول زمیندار کے چھوٹے بیٹے کی حیثیت سے بے فکر زندگی گذار رہے تھے۔ عین جوانی کے زمانے میں ہمسایہ گاؤں ''کھرپڑ'' کے حضرت مولوی جلال الدین صاحب کے ذریعے حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام سے روشناس ہوئے اور ان کی خوش بختی انہیں عین جوانی میں کشاں کشاں حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں لے گئی اور آپ بلا تردد ان کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے۔ آپ کا گاؤں قادیان سے جنوب مغرب میں تقریباً ایک سو میل کے فاصلے پر ہے۔ اِس زمانے میں احمدیت کی مخالفت زوروں پر تھی۔

عین ممکن تھا کہ آپ کے والد اور دونوں بڑے بھائی آپ کے اِس عقیدے کی وجہ سے آپکو تکلیف پہنچاتے مگر ہوا یوں کہ آپ کے سعید الفطرت باپ نے خود کسی طرح کی مخالفت نہ کی بلکہ اپنے دونوں بڑے بیٹوں کو تنبیہ کی کہ اِس وجہ سے نظام الدین کو کسی طرح تنگ نہ کیا جائے آپ حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کی خدمت میں حاضری کے سلسلے میں عاشقانہ رنگ رکھتے تھے اور نہ صرف خود بلکہ اپنے اہل وعیال کو مرکز حاضری کیلئے اپنے ساتھ شامل رکھتے تھے۔ آپ کے دو بیٹے جب اوپر کی جماعتوں میں داخل ہونے کے قابل ہوئے اُن میں سے بڑے حضرت چوہدری فتح محمد سیال تھے اور چھوٹے نور احمد سیال تھے آپ دونوں کو لیکر قادیان پہنچ گئے۔ اور انہیں داخل کرانے کے بعد اُس وقت موجود بزرگ ہستیوں کی خدمت میں عرض کیا کہ گورنمنٹ ہائی سکول قصور ہمارے گاؤں سے صرف آٹھ دس میل پر واقع ہے اور پڑھائی وغیرہ کیلئے بھی تسلی بخش ہے۔ لیکن میں اِن بچوں کو حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں کے نزدیک رکھ کر دنیوی تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم سے بھی روشناس کرانا چاہتا ہوں۔ اِس معاملے میں میری مدد فرماتے رہیں۔

آپکی اِس بابرکت نیت کو اللہ تعالیٰ نے اِس طرح شرفِ قبولیت بخشا کہ آپ کے بیٹے حضرت چوہدری فتح محمد سیال کو سکول میں حضرت فضلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوستی اور قرب حاصل رہا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ لاہور آ کر کالج میں داخل ہو گئے۔ اِس زمانے میں دوسرے احمدی دوستوں کے ساتھ آپ ہر ہفتے قادیان جایا کرتے تھے۔ اُن دِنوں ہفتہ کے دِن نصف رخصت ہوتی تھی آپ پچھلے پہر امرتسر سے پٹھانکوٹ جانے والی ٹرین پکڑ کر بٹالہ پہنچتے اور وہاں سے آگے پیدل یا ٹمٹم لے کر بارہ کوس کچا راستہ طے کر کے مغرب سے پہلے قادیان پہنچ جاتے اور دوسرے دِن یعنی اِتوار کی سہ پہر کو واپسی کیلئے اِسی طرح بٹالہ پہنچ کر لاہور کی ٹرین پکڑ لیتے۔

ابا جان پڑھائی کے دوران زیادہ تر وقت تو اکثر قادیان میں ہی گذارا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک اتوار کسی وجہ سے قادیان نہ جاسکے تو حضرت مسیح موعودؑ نے دریافت فرمایا کہ فتح محمد نہیں آیا جواب جب نفی میں ملا تو اُسی وقت آپکا پتہ کرنے کیلئے آدمی لاہور بھجوایا کہ جا کر پتہ کریں کہ کیا وجہ ہے۔ ایسی محبت کرنے والی شفیق ہستی سے انسان کیوں محبت نہ کرے۔

قادیان کے ایک ایسے ہی سفر کے دوران گرمیوں میں دوپہر کے وقت آپ مسجد مبارک کے نزدیک ایک درزی خانہ میں لیٹے ہوئے سو رہے تھے کہ حضرت صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندرون خانہ سے آ کر آپ کے پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر آپکو جگایا اور فرمایا کہ ''حضرت مسیح موعودؑ'' گھر

میں پوچھ رہے تھے کہ کیا میاں فتح محمد نے ابھی زندگی وقف نہیں کی؟ یہ سنتے ہی آپ نے اِسی وقت وقف کی درخواست لکھ کر حضرت امام مہدیؑ کی خدمت میں پیش کر دی جس پر حضورؑ نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا کہ وقف منظور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ ہجرت کے بعد ذیابطیس کے مریض ہونے کے باوجود اور ریٹائرمنٹ کے بعد حضرت خلیفۃ الثانی کی خواہش کے احترام میں انتہائی نامساعد حالات کے باوجود دارالہجرت ربوہ کام کرنے کیلئے حاضر ہو گئے اور تا دم آخیر احمدیت کا یہ فتح نصیب جرنیل ہرطرح کامیابی سے خدمت دین میں مصروف رہا۔ اللھم اغفر وارحم وانت خیر الرحمین

سیرت چوہدری نظام الدین صاحب

چوہدری صاحب کی والدہ نے 1940ء میں وفات پائی جبکہ آپ کے والدمحترم حضرت چوہدری نظام الدین صاحب 1942ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے آپ کی وفات پر ان کی سیرت سے متعلق بہت کچھ شائع ہوا اس میں سے صرف چند اقتباسات تحریر کئے جاتے ہیں۔ جن سے چوہدری صاحب کے والد مرحوم کی اہم شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ سے عقیدت

آپ کو حضرت مسیح موعودؑ سے بیعت سے پہلے ہی گہری عقیدت تھی جیسا کہ عرفانی صاحب رقمطراز ہیں۔

وہ بیعت سے قبل بھی اس قدر غیور تھے کہ حضرت اقدسؑ کے خلاف کچھ سن نہ سکتے تھے اور حضرت اقدسؑ کے اشتہارات اور تصنیفات کو سنتے اور تصدیق کرتے چونکہ اپنے علاقہ میں وہ ایک با اثر اور دلیر معزز رئیس تھے اسلئے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ ان کے سامنے سلسلہ کی مخالفت کرے اس عہد جوانی میں باوجود زمیندار ہونے کے میں نے ان کو منہیات شرعیہ سے ہمیشہ مجتنب پایا۔ ان کی طبیعت میں خشونت تھی شاید یہ لفظ ثقیل ہومگر میں نے ایسے انکی طبیعت کے لحاظ سے لکھا ہے لیکن جیسے حضرت عمرؓ کا غصہ حالت اسلام میں صحیح مقام حاصل کر چکا تھا اسی طرح چوہدری صاحب کی خشونت غیرت دینی کے رنگ میں رنگین ہوگئی وہ بہت صاف دل اور صاف گو تھے۔ دلیری اور جرأت قابل تقلید تھی۔ حق کہنے میں وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان ایام میں باوجود اس کے کہ ابھی انہوں نے بیعت نہیں کی تھی

آپ حضرت اقدسؑ کی تحریک چندہ میں حصہ لیتے تھے اور اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت اور تبلیغ میں سرگرمی کا اظہار کرتے تھے۔(الفضل 15/اپریل 1942ء صفحہ 4)

بیعت

حضرت چوہدری نظام الدین صاحب نے بیعت 1899ء میں کی۔(الفضل یکم اپریل 1942ء صفحہ 4)

سلسلہ سے عقیدت

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں:''چوہدری فتح محمد صاحب کی شادی کی تجویز جب مفتی فضل الرحمن صاحب مرحوم کی صاحبزادی ہاجرہ مرحومہ سے ہوئی تو چوہدری صاحب مرحوم قادیان آئے ان کا معمول تھا کہ وہ قادیان آتے تو مجھے ضرور ملنے کیلئے آتے اور تمام ضروری باتیں اپنے معاملات کی کرتے وہ اسطرح پر عہد اخوت ومودت کا ایک قابلِ تقلید نمونہ پیش کرتے تھے۔غرض وہ میرے پاس آئے اور اس واقعہ کا ذکر کر کے کہنے لگے میں نے احمدی ہو کر اپنا ارادہ ختم کر دیا ہے۔اب جو منشاء یہاں کا ہوتا ہے وہی میرا ہوتا ہے اس معاملہ میں میری رائے کا دخل ہی نہیں اور میں خوش ہوں کہ فتح محمد کیلئے جو میں نے ارادہ کیا تھا خدا اسے پورا کر رہا ہے۔اور سلسلہ کیلئے ان کے دل میں ہر قسم کی قربانی کا جذبہ تھا۔حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے اہل بیعت کے ساتھ انہیں والہانہ محبت تھی۔(الفضل 15۔اپریل 1942ء صفحہ 4)

جوش تبلیغ:: چوہدری صاحب موصوف کو تبلیغ کا بہت شوق تھا کھرپیڑ،لدھیکے نیویں لدھیکے اوچے لکھے کے علی پور ضلع لاہور کی جماعتیں آپ کے ذریعے قائم ہوئیں۔(الفضل 15۔اپریل 1942ء صفحہ 4)

وفات:: حضرت چوہدری نظام الدین صاحب نے 29 مارچ 1944ء بعمر 85 سال وفات پائی ۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاریخ احمدیت کا روشن باب

1899ء کے اہم واقعات کا ذکر کرتے ہوئے محترم دوست محمد صاحب شاہد نے حضرت ابا جان کا اِتنے اچھے الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ میری روح اپنے مولاِ حقیقی کی درگاہ میں سجدہ ریز ہوگئی ہے۔یہ بھی ایک

حسین اتفاق ہے کہ 1899ء میں میرے دادا جان نے احمدیت قبول کی تو اپنے بیٹے کو بھی اِس سعادت میں شامل فرما کر ہم آنے والی نسلوں کو بار آور فرمایا۔

چنانچہ روزنامہ الفضل کے سالانہ نمبر دسمبر 1998ء کے پرچہ میں 1899ء کے اہم واقعات میں محترم دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت رقم کئے اور 1899ء کے سال میں تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ''کوکب دری'' اور ''گوہر نایاب'' میری مراد حضرت فتح محمد صاحب سیال ہیں۔افق احمدیت پر نمودار ہوا۔کے عنوان سے مضمون لکھا: (بحوالہ ضمیمہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم ص 49)

حضرت دادا جان مرحوم کے ذکر خیر کی کچھ تفصیل

ہمارے دادا جان حضرت چوہدری نظام الدین سیال بہت سعادت منداور نیک و بزرگ انسان تھے اللہ تعالیٰ نے اوائل جوانی میں ہی حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ پھر اپنی اولاد کو وقف کرنے اور آخری دم تک احمدیت پہ قائم رہنے کی بھی توفیق پائی۔آپ بڑے رُعب و دبدبہ والے تھے کسی کو آپ پہ تنقید کرنے کی جرأت نہ تھی۔آپکو اللہ تعالیٰ کی ذات سے بھی گہرا لگاؤ اور دِلی تعلق تھا۔حضرت مسیح موعودؑ کی ذات سے بھی بڑی محبت تھی۔ایک دفعہ آپکے ساتھ زمینوں کی وجہ سے سکھوں کا جھگڑا ہو گیا معاملہ قتل و غارت تک پہنچ گیا دشمنوں کے بھی کچھ لوگ زخمی ہوئے اور مارے بھی گئے اِن کے اپنے لوگ بھی زخمی ہوئے۔حتیٰ کہ آپ کے خاندان کے لوگوں پہ قتل کا مقدمہ ہو گیا۔مقدمہ ہوتے ہی آپ قادیان حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعات بیان کر کے دعا کیلئے عرض کیا حضور اقدس نے فرمایا کہ مجھے روز یاد کروا دیا کریں دادا جان کو چونکہ مقدمہ کی پیروی بھی کرنی تھی لہٰذا ایک دوست کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ روزانہ حضور کی خدمت اقدس میں یاددھانی کروا دیا کریں۔ واپس آ کر دیگر کاموں کے علاوہ خود بھی دعاؤں میں مشغول ہو گئے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور چند دنوں بعد خواب میں دیکھا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس ایک بزرگ ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ والی سورۃ پڑھا کرو۔آپکو اِس سورۃ کا ترجمہ نہیں آتا تھا تب انہوں نے اپنے بیٹے فتح محمد کو جگایا جس کی عمر اسوقت بارہ تیرہ سال کی تھی کہ جاؤ مسجد میں مولوی صاحب کو میری خواب سنا کر تعبیر پوچھ کر آؤ۔صبح

کی اذان کا وقت تھا مولوی صاحب نے خواب سن کر کہا کہ ترجمہ تو مجھے بھی نہیں آتا البتہ اتنا پتہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پہ اِس سورۃ کا نزول ہوا تھا۔ اِس لئے آپ لوگ برَی ہو جائیں گے۔ یہ مقدمہ سپریم کورٹ لنڈن تک گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نا اُمیدی میں فتح وظفر کے دروازے کھول دیئے تھے۔ وہ جس پہ چاہے اپنا فضل کرے۔ یہ کامیابی یقیناً حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کے طفیل نصیب ہوئی۔

ہمارے دادا جان کو بچوں کو تعلیم دلانے کا بڑا شوق تھا انہوں نے نہ صرف اپنے بیٹوں بلکہ اپنے پوتوں کو بھی تعلیم دِلانے کیلئے بڑی محنت کی۔ تعلیم کے سلسلہ میں تو اتنا خیال تھا کہ بعض دفعہ بعض عزیز کہتے کہ فلاں جگہ پہ زمین کا ٹکڑا فروخت ہو رہا ہے وہ آپ خرید لیں آپ جواب میں فرماتے کہ نہیں میرے بچے پڑھ رہے ہیں۔ بچوں کے اور پھر ان کی اولادوں کے ساتھ بھرپور شفقت کا سلوک رکھتے اگر کسی نے باہر سے آنا ہوتا چاہے بیٹا ہوتا یا بیٹی اسٹیشن پہ گھوڑی اور نوکر کو لینے کیلئے خود بھجواتے............ میری تایازاد بہن آپا نور بی بی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو سلام کے بعد مجھ سے دریافت کیا کہ فتح محمد کی وہ بیٹی جو مغل ماں سے ہے اُس کا کیا نام ہے میں نے اُس کیلئے دعا کرنی ہے۔ تب میں نے بتایا کہ اُس کا نام شافی ہے۔ پھر نماز پڑھنے لگ گئے۔ اللہ اللہ دیکھئے اُس بچی کو جس کو شاید ایک آدھ دفعہ ہی دیکھا ہوگا اُس کیلئے دعائیں کیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ اِسی طرح اپنی ''زوجہ محترمہ'' کا بہت احترام کیا کرتے نہایت عزت سے پیش آتے اور اکثر یہ فرماتے کہ میں اپنی بیوی کی اِس لئے زیادہ قدر کرتا ہوں کہ میری ساری اولاد نیک ہے۔ یعنی اولاد کی نیکی اپنی بیوی کے پلڑے میں ڈالتے۔ یہ یاد رہے کہ یہ اُس علاقہ کے رہنے والے زمیندار شخص کے الفاظ ہیں جہاں پہ آج بھی عورت کو وہ مقام نہیں ملا جسکی وہ حق دار ہے۔ ہماری دادی جان محترمہ کا نام امام بی بی تھا اور یہاں کے بھلر خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ہماری دادی جان کے ایک بھتیجے محترم چوہدری فتح محمد صاحب بھلر نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور تھے۔

کہتے ہیں درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جب باپ اور ماں دونوں نیک' خدا ترس اور محبتِ الٰہی سے سرشار ہوں وہاں چوہدری فتح محمد سیال جیسا بیٹا پیدا ہونا خدا تعالیٰ کا بڑا انعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے چوہدری نظام الدین صاحب اور امام بی بی صاحبہ کو اپنے فضلوں سے نواز دیا اور اُن دونوں کی ذہنی وقلبی نیکیوں اور محبتوں کو قبول فرمایا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

چوہدری فتح محمد صاحب کے ابتدائی ایام

پیدائش

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؔ 1887ء میں جوڑا کلاں میں پیدا ہوئے۔

(الفضل 8؍مارچ 1960ء صفحہ 1)

حضرت ابا جان کا فتح محمد نام رکھنے کا پس منظر

یہ روایت مجھ سے میری نانی جان محترمہ فضل بیگم صاحبہ مرحومہ جو صحابیہ بھی تھیں بیان کی کہ میرے نانا جان محترم حضرت مرزا محمود بیگ آف پٹی کے والد محترم کا نام نامی مرزا فتح محمد بیگ تھا۔ انہوں نے انگریزوں کے زمانہ میں سرکار کی کچھ خدمات انجام دی تھیں جس کے صلہ میں اُن کو قصور شہر سے 7‘8 کوس کے فاصلہ پہ لاہور جاتے ہوئے آٹھ مربعے زمین دی۔ کچھ نقد رقم دی اور کرسی نشین کا لقب بھی دیا گیا۔ اِن وجوہات کی بنا پر جناب مرزا فتح محمد بیگ صاحب کو اس علاقہ میں بڑی شہرت حاصل ہوگئی۔ اِسی اثنا میں میرے ابا جان کی پیدائش ہوئی تو ہمارے دادا جان مرحوم نے اپنے نومولود بیٹے کا نام فتح محمد رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ میرے اِس بیٹے کو بھی ایسی ہی شہرت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نیت کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ محترم مرزا فتح محمد بیگ صاحب کو صرف قصور ضلع لاہور میں شہرت ملی تھی کیونکہ انہوں نے دنیاوی حکومت کیلئے خدمات انجام دیں تھیں مگر اللہ تعالیٰ کی حکومت کی خدمات سرانجام دینے پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابا جان کو ابدی صلہ دیا اور ایسی دائمی شہرت عطا فرمائی جو کبھی انشاء اللہ ماند نہیں پڑے گی اور اکناف عالم میں رہتی دنیا تک آپ کا نام زندہ رہے گا اور دنیا پر ہی بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی ہمیشہ مقرب رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ

اک فتح نصیب جرنیل

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال۔ایم۔اے

بچپن

اباجان فرماتے ہیں:۔

مرزا سلطان بیگ صاحب سے میری پہلی ملاقات 1896ء میں قصور میں ہوئی۔میری عمر اس وقت 8 سال کی تھی اور مرزا صاحب مجھ سے سات آٹھ سال بڑے تھے۔اور ایک ہی سکول میں پڑھتے تھے۔ اسی لئے مجھ سے چھوٹے بھائیوں کی طرح محبت کرتے تھے وہ میری ہر قسم کی مدد کرتے اور میری حفاظت بھی کرتے تھے کھیل اور سیر و تفریح کے وقت بھی مجھے ساتھ لے جاتے۔

(الفضل 15 رجون 1958ء صفحہ 5)

دیار حبیب کی زیارت اور بیعت

1899ء میں آپ اپنے والد صاحب کی معیت میں قادیان تشریف لائے اور حضرت اقدسؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔(الفضل 2 رمارچ 1960ء صفحہ 1)

آپکی روحانی زندگی کا آغاز

ویسے تو آپ کی روحانی زندگی کا تولد اُسی وقت شروع ہو گیا تھا جب آپ نے 1899ء میں موعود زمانہ کے دست مبارک پہ بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی مگر اصل شاندار و کامیاب زندگی کا آغاز اُس وقت ہوا جب آپ نے باقاعدہ ''وقف زندگی کی پہلی منظم تحریک'' کے تحت حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت اقدس میں عریضہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اِس کی تفصیل تاریخ احمدیت جلد سوم کے صفحہ نمبر 510 اور 511 پر درج ہے اور آپ کا نمبر 2 ہے نمبر 1 والے صاحب محترم شیخ تیمور صاحب بعد میں جماعت سے ہی علیحدہ ہو گئے۔اِس طرح سب سے پہلے زندگی وقف کرنے کی سعادت آپ کو ہی حاصل ہوئی۔ذالك فضل الله يو تيه من يشاء

قادیان کے ابتدائی حالات

چوہدری صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

میں پہلی دفعہ 1899ء میں قادیان آیا۔اس وقت صرف بعض ہندوؤں کے اور

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے مکانات پختہ تھے۔اس وقت قادیان کی آبادی تقریباً دو 2 ہزار ہوگی ڈاکخانہ کا یہ حال تھا کہ ایک ہندو ڈاک وصول کرتا اور روانہ کیا کرتا تھا۔ہم میں سے کسی کا خط آتا تو ہم خود جا کر ڈاکخانہ کے منشی سے خط لایا کرتے تھے۔جب میں قادیان آیا تو وہ ایک خوشی کا موقع تھا۔یعنی صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کے عقیقہ کی تقریب تھی۔اس وقت مہمانوں کی تعداد اس قدر قلیل تھی کہ ہم سب نے حضرت مسیح موعودؑ کی معیت میں گول کمرہ میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔اس وقت تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ کے کمرے کچے اور معمولی حالت میں تھے۔اس کا ایک حصہ ہوسٹل ہوا کرتا تھا اور اسی میں آٹھویں جماعت کی پڑھائی ہوا کرتی تھی۔ اِن دنوں غالباً معروف احمدیوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد نہ تھی۔ اِس وقت نہ کوئی تار گھر تھا اور نہ بجلی تھی۔نہ ریل تھی اور نہ آج سی رونق تھی مہمان خانہ میں اکثر مہمان مٹی کے پیالوں میں پانی پیتے اور وہی سالن کیلئے استعمال ہوتے تھے۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں جوڑا میں حاصل کی۔

دوسری بار قادیان میں

1900ء میں جب آپ پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے آپ کے والد ماجد نے آپکو تعلیم کیلئے قادیان بھیج دیا۔اس کے بعد آپ نے دسویں جماعت تک وہیں تعلیم پائی۔

2:صوفی غلام محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”ایک مرتبہ جب کہ چوہدری صاحب تقریباً 16 سال کے تھے حضور گورداسپور میں کسی کام کیلئے یکے پر سوار ہو کر گئے تو چوہدری صاحب اور عبدالرحمن صاحب دوڑتے ہوئے ساتھ گئے۔“

3: چوہدری صاحب اس بارے میں فرماتے ہیں:۔

’’جب میں گورنمنٹ کالج میں پڑھا کرتا تھا تو حضورؓ ازراہِ شفقت اپنی ہرنئی تصنیف شائع ہونے پر مجھے بذریعہ ڈاک مفت بھجوا دیتے۔ مجھے حضورؓ کی طرف سے ایسی متعدد کتب موصول ہوئیں جب میں کسی تعطیل کے دوران لاہور سے قادیان نہ پہنچتا تو حضورؓ دریافت فرماتے کہ فتح محمد کیوں نہیں آیا۔ جب میں لاہور واپس جانے لگتا تو بسا اوقات مجھے رخصت کرنے کے لئے دروازے پر تشریف لاتے۔ اُس زمانے میں محض ایک ایف اے کا نوعمر طالب علم تھا۔‘‘

(الفضل 31 دسمبر 1955ء)

4: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

’’حضرت مسیح موعودؑ ان سے بہت محبت کرتے تھے رات کے وقت تار دینے کی ضرورت پڑتی تو ان کو ہی بٹالہ بھجوایا کرتے تھے۔‘‘ (الفضل 2 مارچ 1940ء صفحہ 1)

آپ کے حق میں حضرت مسیح موعود کی دعائیں

ایک مرتبہ چوہدری صاحب نے ’’ذکر حبیب‘‘ کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ:۔

’’1900ء کے اوائل میں میرے آبائی گاؤں موضع جوڑا ضلع لاہور میں سکھوں اور مسلمانوں کی شدید لڑائی ہوئی جس میں کئی آدمی زخمی اور دو ایک ہلاک بھی ہو گئے۔ ہر چند کہ حضرت چوہدری نظام الدین صاحب لڑائی کے وقت گاؤں میں موجود نہیں تھے۔ پھر بھی مخالف پارٹی نے انہیں بھی اس مقدمہ میں ماخوذ کرا دیا اس پر حضرت نظام الدین صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باعزت بریت کیلئے حضورؑ سے دعا کی درخواست کی حضورؑ نے فرمایا دعا کوئی جنتر منتر نہیں ہے کہ آپ ہمارے پاس آئے اور ہم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور آپ بری ہو گئے۔ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے آگے عرض کرنا ہے۔ قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ سب کچھ اس کے فضل اور احسان پر منحصر ہے۔ اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مصیبت سے نجات دیکر مقدمہ سے بری کر دے یا پھر ہمیں اطلاع دے دے کہ آپ کو بری کر دیا جائے گا۔ ممکن ہے کہ اس بارے میں ایک لمبا عرصہ دعا

کرنی پڑے اس لئے آپ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور مان لیں یا تو آپ بذریعہ خط روزانہ یاد دلایا کریں یا پھر یہاں کوئی ایسا آدمی مقرر کر جائیں جو ہمیں ہر روز یاد دلایا کرے۔ تا کہ ہم اہتمام سے آپ کی بریت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے چلے جائیں۔ چنانچہ میرے والد چوہدری نظام الدین صاحب ایک صاحب کو یہاں تاکید کر گئے کہ وہ حضورؑ کو روزانہ دعا کیلئے یاد کراتے رہیں۔ اور خود واپس چلے گئے اور پھر مقدمے کی پیروی اور دیگر کاروبار میں مصروف ہو گئے۔

یہ لڑائی کا واقعہ مارچ 1900 میں ہوا تھا۔ اسی سال مئی کے مہینے میں ہماری پیشی ہوئی اور دو تین دن حوالات میں رہنے کے بعد پہلے ضمانت پر رہا ہوئے اور حضور کی دعاؤں کے طفیل ایک فتح عظیم نصیب ہوئی اور کلیۃً رہا ہو گئے۔'' (الفضل 31 دسمبر 1954ء صفحہ 8)

وقف کی باقاعدہ تحریک

احمدیت کا پیغام اب تک محض اللہ تعالیٰ کے تصرفات اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب وغیرہ سے پہنچ رہا تھا۔ واعظین کا کوئی باقاعدہ انتظام اس غرض کیلئے موجود نہیں تھا۔ لیکن چونکہ سلسلہ کا کام بہت بڑھ چکا تھا اور ایک تنظیم سے ساتھ اندرون ملک اور بیرونی دنیا کو حق پہنچانے کی ضرورت بشدت محسوس ہو رہی تھی۔ اس لئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ستمبر 1907ء میں جماعت کے سامنے وقفِ زندگی کی پرزور تحریک فرمائی۔ (ماخوذ بدر 3/اکتوبر 1907ء صفحہ 4)

اس تحریک پر قادیان میں مقیم نوجوانوں کے علاوہ بعض اور دوستوں نے بھی زندگی وقف کرنے کی درخواستیں حضورؑ کی خدمت میں پیش کیں۔ حضرت اقدسؑ کی ڈاک ان دنوں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے سپرد تھی اسلئے مفتی صاحب موصوف ہی کو ہدایت فرمائی کہ ایسے واقفین کی فہرست بنائیں چنانچہ انہوں نے اس غرض کیلئے ایک رجسٹر کھول دیا۔

چوہدری صاحب کا وقف زندگی

ابتداً جن اصحاب نے زندگی وقف کی ان میں سے دوسرے نمبر پر چوہدری صاحب کا نام ہے۔ ان کی درخواست پر حضورؑ نے تحریر فرمایا تھا ''منظور''

قادیان میں وآنے کا مقصد

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سے حضرت چوہدری نظام الدین صاحب نے اپنے بیٹے (فتح محمد) کو قادیان کے مدرسہ میں داخل کرنے کا مقصد اِن الفاظ میں بیان فرمایا:۔

''میں نے تو فتح محمد کو اس واسطے داخل کیا ہے کہ ہم زمیندار لوگ ہیں بچے جوان ہو جاتے ہیں تو اپنے کاروبار میں لگانا ہم کو عزیز ہوتا ہے میں نے اس کو یہاں بھیج دیا ہے۔کہ ہم تو اپنی زمینداری کے دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔فتح محمد جوان ہے کوئی دین کا کام کرے ورنہ ہمارے پاس قصور میں کیا سکول نہیں۔''

(الفضل 15/اپریل 1942ء صفحہ 4)

مندرجہ بالا بیان سے آپ کے والد صاحب کی مخلصانہ نیت عیاں ہے انہوں نے اپنے طور پر چوہدری صاحب کو بچپن میں وقف کر دیا تھا۔آخر چوہدری صاحب نے 1907ء میں اپنی زندگی کو خدا کی راہ میں پیش کر دیا اور یوں آپ کے والد صاحب کی پرخلوص نیت بارآور ہوئی۔

چشمہ معرفت میں آپ کا ذکر

حضرت مسیح موعودؑ ''چشمہ معرفت'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔''ہماری جماعت کے معزز ارکان میں سے جس جس نے موقع پر پہنچ کر اس قرآن شریف کی زیارت کی ہے ان کے نام یہ ہیں۔''

1: مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر قادیان

2: مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان

3: مرزا محمود (میرا بڑا لڑکا) ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان

4: سید امیر علی شاہ صاحب انسپکٹر جلال آباد

5: حکیم ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور

6: شیخ عبدالرحیم نومسلم سابق جگت سنگھ

7: چوہدری فتح محمد صاحب سیال طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور

(چشمہ معرفت صفحہ 353 ایڈیشن اوّل صفحہ 338)

نیز حضرت مسیح موعودؑ اہم امور کیلئے جن اصحاب کو کام پر بھیجتے ان میں چوہدری صاحب موصوف بھی شامل ہوتے اس کی مزید شہادت ذیل کی روایات سے بھی ملتی ہے۔

عباداللہ گیانی صاحب اپنی کتاب ''گوروہرسہائے کا قرآن شریف'' میں لکھتے ہیں۔

جن دنوں جماعت احمدیہ کا وفد گوروہرسہائے ضلع فیروزپور گیا تھا۔ آپ (چوہدری صاحب) گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پارہے تھے آپ بھی اس وفد میں شامل ہوکر گوروہرسہائے گئے اس سلسلہ میں چوہدری صاحب موصوف نے جو حلفیہ شہادت دی وہ یہ ہے۔

''1908ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وفد گوروہرسہائے حضرت بابا نانک صاحب کے تبرکات دیکھنے کیلئے بھیجا تھا۔ میں ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں طالب علم تھا اور بی۔اے میں پڑھتا تھا۔ میں بھی اس وفد میں شامل ہوکر گوروہرسہائے گیا تھا وہاں ہم نے تبرکات دیگر کے علاوہ ایک کتاب بھی دیکھی تھی۔ جو حقیقت میں ایک حمائل شریف تھی۔ یعنی چھوٹی تقطیع کا قرآن شریف تھا جو کہ قلمی تھا اور نہایت خوبصورت تھا۔ یہ تبرکات ہمیں گوروبشن سنگھ صاحب کے گدی نشین گوروہرسہائے نے دکھائے تھے۔ میں نے اس حمائل شریف کو ہاتھ میں لے کر بھی دیکھا تھا اور کہیں کہیں سے اس کو پڑھا بھی تھا اور سوائے قرآن شریف کے کچھ اور نہ تھی۔

میں اللہ کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ جو کتاب ہم نے گوروہرسہائے میں 1908ء میں دیکھی وہ (ایک حمائل شریف جو کہ) ایک قلمی قرآن مجید تھا۔'' فتح محمد سیال 16رجون 1946ء

(الفضل 26رستمبر 1946ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت

1: ان کے بارے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب یوں رقمطراز ہیں:۔

''گو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں چوہدری صاحب بالکل نوعمر طالب علم تھے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ انہیں ذاتی تعارف کا شرف حاصل تھا۔ اور حضور ان کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی سفر میں مصاحبت کا سوال تھا تو ساتھ جانے والوں کی فہرست کو دیکھ کر خود چوہدری صاحب کا نام لکھوایا۔

بلکہ نام لکھنے والوں سے کہا کہ شاید آپ لوگوں نے فتح محمد کا نام اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ تو بہر حال پہنچ جائے گا۔"(الفضل 28/فروری 1960ء)

خلافت کا قیام

1908ء میں جب حضرت مسیح موعود اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے تو جنازہ اور تدفین کے وقت چوہدری صاحب قادیان میں موجود تھے۔(ماخوذ از اصحاب احمد جلد نمبر 10 صفحہ 11)

جب خلافت اولیٰ کا انتخاب ہوا تو چوہدری صاحب نے بھی بیعت کی اور اس عہد کو آپ نے خوب نبھایا۔ (ماخوذ از اصحاب احمد جلد نمبر 10 صفحہ 11)

چوہدری صاحب فرماتے ہیں:

"میں علی گڑھ یونیورسٹی کا ایم اے ہوں۔ بی۔اے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا تھا۔ 1910ء میں بی۔اے کیا اور 1912ء میں ایم۔اے پاس کیا۔

وقف زندگی کی شرائط

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے "وقف زندگی" کی تحریک کا اعلان کرنے کے بعد میر حامد شاہ صاحب سے اس کی شرائط لکھوائیں اور کچھ اصلاح کے ساتھ اُن کو پسند فرمایا۔

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ "میں کوئی معاوضہ نہ لوں گا چاہے مجھے درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑے میں گزارہ کروں گا اور تبلیغ کروں گا۔" 1؎

ایک ضروری ہدایت حضورؑ نے یہ دی کہ واقفین کو ہر ہفتہ با قاعدگی سے اپنی رپورٹ بھجوانی ہوگی

تحریک "وقف زندگی" کی بنیاد گو حضرت اقدسؑ ہی کے ہاتھ سے رکھی گئی۔مگر حضورؑ کی زندگی میں اپنے نام پیش کرنے والے واقفین کو اندرون ملک یا بیرون ملک میں بغرض تبلیغ مقرر کرنے کی نوبت نہیں آ سکی۔تاہم حضور کے منشاء مبارک کی ابتدا خلافت اولیٰ کے زمانے میں ہوئی۔

(بیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی الفضل 24 دسمبر 1944 ص 5 کالم 2)

معاہدہ وقف زندگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ہادی ومولانا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور بندہ کا مدت سے ارادہ تھا کہ اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دوں۔اس کا میں نے اپنے والد صاحب سے کئی دفعہ ذکر بھی کیا اور انہوں نے ایسا کرنے کی بندہ کو اجازت دی ہوئی ہے۔ پہلے بھی اس قسم کی ایک عرضی میں نے حضور کی خدمت مبارک میں لکھی تھی۔مگر اس وقت حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا تھا کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا۔اس لئے بندہ نے توقف کیا۔نہیں تو بندہ کی یہی خواہش رہی ہے۔اب بندہ حضور سے استدعا کرتا ہے کہ اس مرتبہ قبول کیا جائے اور دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی اس قربانی کو قبول فرمائے۔ کیونکہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اللہ متقی کی قربانی قبول کرتا ہے۔دوسری کے رو سے انما یتقبل اللہ من المتقین

حضور کا ادنیٰ غلام

فتح محمد مورخہ 25ستمبر 1907ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہادی و مولانا ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

حضور بندہ کا مدت سے ارادہ تھا ۔ کہ اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دوں
میں اسکا پہلے اپنے والد صاحب سے کئی دفعہ ذکر بھی کیا ۔ اور انہوں نے ایسا کرنے کی بندہ کو
اجازت دی ہوئی ہے ۔ پہلے بھی اس قسم کی ایک عرضی میں نے حضور کی خدمت مبارک میں
لکھی تھی ۔ مگر اسوقت حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا تھا
کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا ۔ اسلئے بندہ نے توقف کیا ۔ نہیں تو بندہ
بھی خواہش رکھتا ہے ۔ اب بندہ حضور کی [illegible] کہ اس کو
قبول کیا جاوے ۔ اور دعا کی جاوے ۔ کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی اس قربانی کو قبول فرماوے
کیونکہ قرآن شریف میں لکھا ہے ۔ کہ اللہ متقی کی قربانی قبول کرتا ہے اور
دوسری جگہ ہے ان اللہ یحب المتقین ۔ والسلام

انما یتقبل اللہ من المتقین

حضور کا ادنیٰ خادم
غلام محمد
مورخہ ۲ ستمبر [illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ تم نے اپنی زندگی اسلام کی راہ میں وقف کی
خدا تعالیٰ [illegible] انجمن [illegible] ہے [illegible] صاحب
اسکی ہدایت [illegible] [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ تم نے بھی اپنی زندگی اسلام کی راہ میں وقف کی خدا تعالی اس استقامت بخشے امین مناسب ہے کہ مفتی محمد صادق صاحب اس کی فہرست بناتے جائیں

والسلام

مرزا غلام احمد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آپ پر اعتماد

حضرت مسیح موعودؑ! آپ پہ بہت اعتماد کیا کرتے تھے۔ بھروسہ یا اعتماد انسان اُسی شخص پہ کر سکتا ہے جس کے متعلق انسان کو یہ یقین ہو کہ جو بھی کام اسکو کہا جائے گا اُس کو وہ دیانتداری سے پورا کرے گا۔ اس کے ایمان، یقین اور وفا پہ بھروسہ ہو۔ اس اعتبار سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابا جان پہ پورا پورا اعتماد تھا۔

اگر کبھی رات کے وقت بٹالہ کا کوئی کام پڑ جاتا تو حضور اقدس حضرت مسیح موعودؑ کی بصیرت افروز نگاہ اپنے اِس فدائی نوجوان پہ پڑتی جو صرف جسمانی طور پہ ہی نہیں تھا بلکہ روحانی طور پر بھی تندرست وتوانا تھے۔ ابا جان جاتے اور کام کر کے جلد تر اپنے آقا کے حضور پہنچ جاتے۔

آپکی اِسی کیفیت کی طرف آپکی وفات پہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی نظم کا ایک شعر تحریر کرتی ہوں جس میں آپکی اس پاک فطرت ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' کی طرف اشارہ ملتا ہے آپ فرماتی ہیں

وہ چل دیتے جدھر کرتے اِشارہ
علمبردار ذی شانِ محمدؐ

حضرت اماں جان سے عقیدت

چوہدری صاحب فرماتے ہیں:۔

''میں سب سے پہلے جون 1899ء میں قادیان آیا۔ میں بچہ تھا اور قصور ضلع لاہور کے ڈسٹرکٹ بورڈ سکول میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت اماں جان مہمان نوازی میں خاص طور پر حصہ لیتیں۔ مہمان حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ گول کمرہ میں کھانا کھاتے تھے ایک مرتبہ جب مہمان کھانا کھا چکے تو ایک شخص نے آواز دی کہ اگر کسی مہمان کو کوئی خاص ضرورت ہو یا اسکی کھانے کے متعلق کوئی خاص عادت ہو تو بتا دے میں نے بے تکلفی سے کہا کہ مجھے لسّی کی عادت ہے تھوڑی دیر کے بعد دہی کی میٹھی لسّی لائی گئی اور میں نے پی اور بعض دوسرے دوستوں نے بھی لی۔

حضرت اماں جان تمام بچوں سے یکساں محبت اور احسان کا سلوک کرتیں خواہ آپ کی ان سے یا انکے والدین سے ذاتی طور پر واقفیت ہو یا نہ ہو۔ میں ایک دہقانی لڑکا تھا۔ اور حالات کے تحت مجھے اچھی طرح یقین ہے کہ حضرت اماں جان میرے والدین سے روشناس نہ تھیں تاہم کئی دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ جب ہم دارالمسیح کے پاس کہیں بیٹھے ہوتے تو اندر سے کوئی خادم کھانے کی چیز لے آتا تھا۔ یہ آپ کی طرف سے ایک تعلق اور خوشی کا اظہار تھا۔''

پہلا پان

چنانچہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اور ایک دوسرا طالب علم مسجد مبارک کی دوسری منزل پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خادمہ پان لائی اور کہا اماں جان نے بھیجے ہیں ہم نے یہ پان کھائے وہ پہلا پان تھا جو میں نے کھایا۔ (الفضل 28 مئی 1952ء صفحہ 5 تا 8)

آنکھوں کی بیماری اور حضرت اماں جان کی ہمدردی

چوہدری صاحب فرماتے ہیں 1917ء کا واقع ہے کہ مجھے ککروں کی بیماری ہونے کی وجہ سے بہت تکلیف تھی۔ ایک رات جب مجھے سخت تکلیف تھی اور میں ساری رات سو نہ سکا۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کو بلوایا گیا۔ حضرت میر صاحب تشریف لائے اور خود اپنے ہاتھ سے دوائی لگا کر تشریف لے گئے اور واپس گھر جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر فرمایا کہ فتح محمد کی دائیں آنکھ تقریباً ضائع ہو چکی ہے۔ اور آنکھ کی پتلی سے لے کر آنکھ کے آخر تک زخم ہے۔ اور آنکھ کے اندر کی سفیدی نظر

آتی ہے۔اور دوسری آنکھ کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اماں جان کے دلوں میں درد اور ترحم پیدا ہوا اور اسوقت میرے لیے دعا کی۔رات کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رؤیا میں دیکھا کہ میں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیٹھا ہوں اور میری دونوں آنکھیں صحیح سلامت ہیں۔یہ رؤیا حضرت صاحب نے حضرت اماں جان کو سنایا تو حضرت ممدوحہ اسی وقت خوش خوش اور ہشاش بشاش ہمارے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں تشریف لا کر مجھے مبارک باد دی کہ اللہ تعالیٰ جلدی صحت دے گا۔

حضرت اماں جان کو میری بیماری کا خاص خیال تھا۔اور یہ دلی تعلق کا ثبوت ہے کہ علم ہوتے ہی سب سے پہلے یہی کام کیا۔اور غریب خانہ پر تشریف لائیں ورنہ سہولت کے ساتھ دن کے وقت تشریف لاتیں۔

(الفضل 28 مئی 1952ء صفحہ 5 تا 8)

چوہدری صاحب کے مکان میں حضرت اماں جان کی آمد

نیز چوہدری صاحب فرماتے ہیں۔

''میں نے دارالانوار میں مکان بنایا تو حضرت اماں جان وہاں بھی تشریف لاتیں۔حالانکہ میرا مکان کافی دور تھا۔اور دارالانوار کا پہلا مکان تھا۔''

(الفضل 28 مئی 1952ء صفحہ 5 تا 8)

حضرت اماں جان کا تحفہ

چوہدری صاحب فرماتے ہیں:۔

''میری بیوی ہاجرہ کو امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ اور سیدہ امتہ السلام صاحبہ کو ناظرہ قرآن شریف پڑھانے کی خدمت کا موقع ملا وہ دوسروں کو بھی پڑھاتیں۔مگر ہم معاوضہ نہیں لیا کرتے تھے۔لیکن اماں جان نے ان بچیوں کے قرآن ختم کرنے پر میری بیوی کو سونے کا ہار عنایت فرمایا اور ہم نے اس نوازش کو تبرک اور خاص امتیازی نشان کے طور پر قبول کر لیا۔''

(الفضل 28 مئی 1952ء صفحہ 5 تا 8)

چوہدری صاحب کی رؤیا

چوہدری صاحب فرماتے ہیں: ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘ کی وحی الٰہی میں آپ بھی شامل تھیں میں نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ حضرت اماں جان کی شان میں دوسرے دوستوں نے جن الہامات کا ذکر کیا ہے ان میں اس الہام کا ذکر نہیں۔

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اماں جان محبت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر رہی ہیں (برکت دینے کیلئے) میں (ان کے پاس) بے تکلف گویا حقیقی ماں کے پاس بیٹھا ہوں۔ جب خواب کی حالت دور ہوگئی تو میری توجہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کی طرف ہوئی۔

’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘

اور پھر اس کلام الٰہی یعنی ’ھن لباس لکم وانتم لباس لھن‘‘ کی طرف پھر گئی۔ اس سے پہلے میرا ذہن کبھی اس طرف نہیں گیا تھا۔

(الفضل 28 مئی 1952ء)

1923ء میں جب شدھی کی تحریک زوروں پر تھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے۔ شدھی کو روکنے کے لیے ایک وفد تیار کیا تھا جس نے میدان کارزار میں جا کر کام کرنا تھا اس وفد کے امیر چوہدری صاحب ہی تھے اس وفد کو الوداع کہنے کے لیے حضرت اماں جان دور تک خود گئیں اور دعا کی (الفضل مارچ 1923ء) حضرت اماں جان کے ساتھ آپکو دلی عقیدت تھی جس کا اظہار مجھ سے میرے تایا زاد بھائی ظفر اللہ سیال نے اِن الفاظ میں بیان کیا کہ ایک دفعہ عید کا دِن تھا عید کی نماز کے بعد ہم سب لوگ گھر آ گئے اور کھانے کا وقت ہو گیا کھانا میز پہ لگ گیا تو ہم سب بچے اور اہل خانہ کھانے پہ آپکا انتظار کرنے لگے مگر آپ برآمدے میں ٹہل رہے تھے اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ بے چین سے ہیں اور کسی کا انتظار بھی ہے۔ ہم سب دم سادھے بیٹھے تھے کہ ابا جان آئیں اور کھانا شروع کریں۔ مگر ابا جان ہیں کہ ٹہلتے ہی چلے جا رہے ہیں اِتنے میں دروازے پہ دستک ہوئی اور ابا جان جلدی سے دروازے کی طرح لپکے اور جب واپس آئے

توآپکے چہرہ پر خوشی کے آثار تھے اور ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ ابا جان نے لفافہ میں سے پانچ روپیہ کا نوٹ نکال کر ہم سب کو دکھایا کہ دیکھو! مجھے حضرت اماں جان نے عیدی بھجوائی ہے۔ میں اسی کے انتظار میں تھا اور نہایت عقیدت سے لفافہ کو اپنی آنکھوں سے لگایا اور لفافہ کو نہایت ادب و محبت سے اپنی جیب میں ڈال کر کھانے کی میز پہ تشریف لے آئے اور ہم سب نے کھانا شروع کیا۔ اِسی عقیدت کا ذکر میری عزیز بہن نے بھی اپنے خیالات کے اظہار میں کیا ہے جو آپ اُنکے حصہ مضمون میں ہی پڑھیں گے اور لطف اندوز ہونگے۔ ابا جان مرحوم نے میرے سامنے بھی ایک دفعہ ذکر کیا کہ میں جب قادیان آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس معمول کو دیکھا کہ حضور اکثر آنے والے مہمانوں سے دریافت فرمایا کرتے کہ کسی کو کسی خاص چیز کھانے کی عادت ہے تو بتادیں تو میں نے بھی عرض کیا کہ حضور مجھے لسّی پسند ہے۔ تب گھر سے لسّی میرے پینے کیلئے آنے لگ گئی اور پھر تو جب بھی قادیان آتا تو حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے لئے خاص طور پر لسّی بھجوایا کرتی تھیں۔

ایک دفعہ آپ پر ایک مقدمہ ہو گیا تو حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کثیر رقم اُس کے اخراجات کیلئے عنایت فرمائی۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہوا اور اُس رقم کی ضرورت ہی نہیں پڑی!

اس کے علاوہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شفقت کو دیکھا کہ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر صبح سیر کیلئے جب تشریف لاتیں تو ہمارے غریب خانہ کو ضرور رونق بخشتیں۔ میری بڑی ہمشیرہ منیرہ بیگم صاحبہ اور میرے بھائی منصور احمد سیال نے جب میٹرک کے امتحان میں کامیابی حاصل کی تو دوسرے ہی دن صبح صبح حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبارک باد دینے کیلئے تشریف لائیں جس سے ہماری خوشیوں کو چار چاند لگ گئے۔ حضرت اماں جان کی آمد ہمارے لئے ہمیشہ ہی باعث مسرت ہوا کرتی تھی۔

بھائی ظفر اللہ سیال ہی کا بیان ہے کہ میری امی آپا صادقہ بیگم وفات پا گئیں تو حضرت اماں جان کسی نہ کسی کو بھجواتیں کہ جائیں اور چوہدری صاحب کے بچوں کا پتہ کر کے آئیں (اُس وقت آپا عائشہ جن کی عمر تقریباً پندرہ سولہ برس ہو گی گھر میں ہوتی تھیں) اور گھر کی صفائی وغیرہ کو دیکھتیں چنانچہ اس دوران بہت

سی معزز ہستیاں ہمارے گھر تشریف لاتیں کبھی حضرت سیدہ اُم طاہر صاحبہ کبھی سیدہ اُم مظفر احمد صاحبہ کبھی بیگم صاحبہ سیدہ ولی اللہ شاہ صاحب اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک ابا جان کی شادی سیدہ آپا رقیہ بیگم صاحبہ سے نہ ہوگئی۔ بھائی ظفر اللہ سیال بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ گھر میں باورچی نہیں تھا تو ابا جان نے مجھے فرمایا کہ جاؤ اور لنگر خانے سے روٹیاں پکوا کر لاؤ۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ میں گھوڑی پہ سوار ہو کر آٹا لے گیا۔ کیونکہ قادیان سے ہمارا گھر فاصلہ پہ دارالانوار میں تھا۔ چنانچہ میں آٹا لیکر حضرت سید میر اسحق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت میر صاحب خود آٹا لیکر تنور پہ گئے اور خود کھڑے ہو کر روٹی پکوا کر لادی میں نے گھر آ کر ابا جان کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت میر صاحب نے خود کھڑے ہو کر روٹی پکوا کر دی ہے۔ کیا بات ہے جو حضرت میر صاحب نے خود اتنی تکلیف اُٹھائی تو ابا جان نے فرمایا کہ دیکھو ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ اللہ اللہ کیا سماں محبت و پیار کا تھا کہ سب ایک دوسرے کا اتنا خیال رکھتے تھے اور بنیان مرصوص کا نظارہ نظر آتا تھا۔ مجھے بھی یاد پڑتا ہے کہ اکثر و بیشتر حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کی مبارک و مبشر ہستیاں ہمارے گھر کو رونق بخشا کرتی تھیں۔ مثلاً حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی شفیق و پیار کرنے والی ہستی، حضرت میاں شریف احمد صاحب اسی طرح خواتین مبارکہ کو بھی اپنے گھر میں یوں ہی دیکھا کہ جیسے بہت قریبی عزیز ہوتے ہیں اور گھر کے کاموں میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا کرتے تھے۔

قید سے رہائی کے بعد حضرت سیدہ اماں جان سے ملاقات

مکرمہ منیرہ بیگم تحریر کرتی ہیں:

دوسرے ہی دن صبح ابو جان (حضرت چوہدری صاحب) حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اماں جان کی ملاقات کیلئے رتن باغ چل پڑے۔ جب حضرت اماں جان کے ساتھ ملاقات کیلئے حاضر ہوئے تو خوش قسمتی سے میں ساتھ تھی حضرت اماں جان سیڑھیوں پر تشریف فرما تھیں۔ حضرت اماں جان بڑی سی چادر لیکر اوپر کی سیڑھی پر بیٹھی تھیں۔ ابا جان نے آنکھیں اُٹھا کر دیکھا تک نہیں صرف انکے قدموں میں جھک گئے اور ہچکیاں بندھ گئیں۔ بار بار صرف ایک ہی جملہ سنائی دیتا

''اماں جان میں تہاڈا پُتر آں'' اماں جان میں تہاڈا پُتر آں

حضرت اماں جان بھی کمال شفقت سے داہنے ہاتھ سے ابا جان کا کندھا سہلاتی رہیں۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ جو میں سمجھ سکی وہ یہ تھا کہ میں صرف آپکی اور حضرت مصلح موعود کی دعاؤں سے رہائی پا سکا ہوں۔ یہ واقعہ میرے دِل پر گہرا اثر چھوڑ گیا۔ حضرت اماں جان جس شفقت سے پیش آئیں اس سے یہی احساس ہوتا تھا کہ آپ ابا جان کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھیں۔

حضرت خلیفہ اوّل سے جسمانی تعلق

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

''حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے ساتھ تو ان کا جسمانی رشتہ بھی تھا یعنی خلیفہ اوّل کی زوجہ اوّل کے بطن سے حضور کی نواسی ہاجرہ بیگم مرحومہ (جو میری رضائی بہن تھیں) چوہدری صاحب کے عقد میں آئیں۔ اور چوہدری صاحب کی زیادہ تر اولاد انہیں کے بطن سے ہوئی۔'

گویا آپ کا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے ساتھ روحانی تعلق تو تھا ہی اس عقد کے ذریعہ آپ کا ان سے جسمانی تعلق بھی پیدا ہو گیا۔ اسی طرح حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سے بھی چوہدری صاحب کا جسمانی تعلق پیدا ہو گیا۔ کیونکہ ہاجرہ بیگم ان کی رضائی بہن تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ''کا آپ پر اعتماد''

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو بھی آپ پہ پورا اعتماد تھا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے بھی دور دراز کے ایک گاؤں سے آنے والے نیک بخت نوجوان پہ اعتماد کیا پہلے تو اپنی نواسی اپکے عقد میں دی آپ کی نیکی وتقویٰ پہ اعتماد ہی کی وجہ سے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہوگا اور پھر ہندوستان سے باہر لنڈن جیسے ترقی یافتہ شہر میں تبلیغ دین کی خدمت آپکے سُپرد فرمائی اور جب آپ سے دریافت فرمایا کہ آپکو لنڈن آنے جانے کیلئے کتنی رقم کی ضرورت ہوگی تو آپ نے عرض کیا کہ حضور بس وہاں تک پہنچنے کیلئے جو کرایہ خرچ ہوگا اُتنا کرایہ دے دیں بس یہ رقم ہی کافی ہوگی۔ جبکہ محترم مولوی محمد علی صاحب سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے دریافت فرمایا تھا تو انہوں نے اسوقت کے غالباً دس ہزار تک کا اندازہ لگایا تھا جو اُس وقت میں جماعت ادا نہیں کر سکتی تھی۔ کرایہ کیلئے پھر کچھ رقم حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے عنایت فرمائی اور کچھ رقم بلکہ زیادہ رقم حضرت میاں بشیر

الدین محمود صاحب نے عنایت فرمائی جو انجمن انصار اللہ نے جمع کی ہوئی تھی اور یہ بندۂ خدا اتنی ہی رقم لیکر عازم لنڈن ہوا۔

آپکی حضرت المصلح الموعود سے دوستی

چوہدری صاحب کی دوستی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بچپن سے ہی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 1900ء میں ایک مجلس قائم کی جس کا نام حضرت مسیح موعودؑ نے ''انجمن تشحیذ الاذہان'' رکھا بعدازاں اس مجلس کا ترجمان رسالہ 1906ء میں شائع ہونا شروع ہوگیا۔ اس کا نام بھی حضرت مسیح موعودؑ نے ''تشحیذ الاذہان'' ہی رکھا (یعنی ذہنوں کو تیز کرنے والا) تو اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:۔

''میں نے تشحیذ الاذہان جاری کیا تو جن لوگوں نے ابتداء میں میری مدد کی ان میں چوہدری صاحب بھی شامل تھے۔'' (الفضل 2مارچ 1960ء صفحہ 1)

اس طرح تو گویا چوہدری صاحب بھی تشحیذ کے ایک اعزازی ممبر تھے۔ اسی طرح چوہدری صاحب نے حضرت صاحب کے ساتھ بہت سے سفر بھی کئے۔ مثلاً 1924ء میں لنڈن آپ کے ساتھ گئے۔ اسی طرح ہوشیار پور، گورداسپور، سندھ اور قصور وغیرہ کی طرف سفر میں بھی آپ حضور کی معیت میں رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ''کا آپ پہ اعتماد''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ توسکول کے زمانہ میں سے ہی تعلق و دوستی تھی مگر ابا جان نے کبھی احترام کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ ہمیشہ ادب کی حدود میں رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو آپ پہ پورا پورا بھروسہ اور اعتماد تھا۔ جماعتی کاموں میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ سندھ میں جماعت کیلئے حضور نے جب بھی زمین خریدنی ہوتی تو پہلے ابا جان کو بھیجتے آپ وہاں پہ جا کر زمین کا سروے کرتے قیمت وغیرہ کا تعین کرتے اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ساتھ تشریف لے جاتے اور زمین کا سودا ہوتا۔ سندھ میں اُن دنوں جانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ایک تو اُس زمانہ میں حرٌ ہوتے تھے جو ڈاکوؤں کی طرح لوگوں کو لوٹ لیتے تھے۔ جان اور مال دونوں کو خطرہ لاحق رہتا تھا۔ دوسرے راستہ بڑا دشوار گذار ہوا کرتا تھا۔ چاروں طرف

ریت ہی ریت اور اونٹوں پہ سفر کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر ابا جان کو جب بھی حکم ہوتا چل پڑتے۔ تقریباً 1980ء کی بات ہے کہ میں اپنی ایک عزیز دوست جس کی شادی کُنری میں ہوئی ملنے گئی۔ میں ڈگری سے ٹرین میں سوار ہوئی تو دیکھا کہ ٹرین اس قدر دھیمی رفتار سے چل رہی تھی کہ پیدل چلنے والا انسان ٹرین سے آگے نکل جاتا تھا۔ میں جب واپس ڈگری اپنے ماموں جان (نانا جان محترمہ شکیلہ طاہرہ صاحبہ خلافت لائبریری) مرزا محمد احمد بیگ کے گھر آئی تو میں نے ذکر کیا کہ یہ کیسی ٹرین ہے اور کیسا سفر ہے تو بے ساختہ بولے کہ تم اب اِس سفر کو برداشت نہیں کر رہی جبکہ تمہارا باپ تو اِس راستہ پہ اونٹوں کے ذریعہ سفر کیا کرتا تھا۔ اِسی طرح 1930ء کے لگ بھگ کی بات ہے جب صوبہ سرحد میں سرخ پوشوں کی جماعت قائم ہوئی تو حالات کا جائزہ لینے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی نظرِ انتخاب بھی ابا جان پر پڑی چنانچہ آپ کو وہاں بھجوایا گیا۔ اس واقعہ کا تذکرہ میری خوشدامن صاحبہ اہلیہ محمد اکرم صاحب خان درّانی نے اِن الفاظ میں کیا کہ سخت گرمی کے دن تھے اور تمہارے ابا جان تین چار آدمیوں سمیت جیپ میں ہمارے گھر آئے اور ساتھ ہی ڈھیر ساری برف بھی لائے ہم گاؤں میں رہتے تھے اور تمہارے ابا جان کو احساس ہو گیا ہو گا کہ ٹھنڈا پانی گاؤں میں ملنا مشکل ہو گا بہر حال ہم نے جلدی جلدی کھانا تیار کیا میرے سسر محمد اکرم خان صاحب گھر پہ موجود نہ تھے لیکن اُن کے بیٹے محمد ہاشم درّانی گھر پہ تھے اُن کو ساتھ لیکر پشاور اور مردان کے سرکردہ احمدی احباب سے ملاقات کی اور وہاں کے حالات کا جائزہ لیکر حضور کی خدمت اقدس میں رپورٹ پیش کی۔ ابا جان کا یہی سفر آگے چل کر میری شادی کا باعث بنا۔ کیونکہ وہاں جانے سے جو تعلق قائم ہوا وہ پھر ہمیشہ قائم رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو جب بھی جماعتی یا سیاسی معاملات کیلئے گورنمنٹ سروس میں بڑے سے بڑے افسر حتیٰ کہ وائسرائے تک کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پڑتی تو ہمیشہ ابا جان مرحوم کا ہی انتخاب فرمایا کرتے۔ بعض دفعہ بعض دوست حضور سے شکایت بھی کرتے کہ آپ فتح محمد سیال کو اتنے بڑے بڑے لوگوں کے پاس بھجوا دیتے ہیں حالانکہ وہ نہایت سادہ طبیعت کے ہیں اور اپنے لباس کا دھیان نہیں رکھتے۔ تو حضور فرمایا کرتے تھے کہ میں فتح محمد کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میرا مافی الضمیر جس طرح وہ

ادا کرتا ہے کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ اِسی سلسلہ میں کسی نے آپ سے بھی کہا کہ چوہدری صاحب آپ اتنے بڑے بڑے افسروں کے پاس جاتے ہیں اور آپکا لباس بھی بس واجبی سا ہوتا ہے کیا آپ کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا تو آپ نے جواب دیا کہ میرے سامنے تو اِن لوگوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہوتی میں خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہوں اور یہ لوگ تو مجھے چڑی کے بوٹ کی طرح لگتے ہیں۔ اِسی واقعہ کا ذکر کراچی میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ اماء اللہ کراچی کی تعلیم القرآن کلاس کے افتتاح کے موقع پر محبت الٰہی پیدا کرنے کی ضرورت پہ روشنی ڈالتے ہوئے بیان فرمایا کہ چوہدری فتح محمد سیال کو خدا تعالیٰ کی ذات سے ایسی محبت تھی کہ دنیا کی باقی چیزیں اُن کیلئے کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھیں۔ جب لوگوں نے آپ کی توجہ آپ کے لباس کی طرف دلائی کہ آپ بڑے بڑے لوگوں سے ملنے جاتے ہیں تو اس وقت تو اچھا لباس زیب تن کر لیا کریں تو چوہدری صاحب نے بے ساختہ کہا کہ میں اِن لوگوں سے بالکل مرعوب نہیں ہوتا کیونکہ میرے پیچھے ''خلیفہ'' ہوتا ہے اور ''خلیفہ'' کے پیچھے ''خدا تعالیٰ'' ہوتا ہے تو پھر میں کیوں اِس بات کیلئے وقت ضائع کروں۔ سادگی تو انتہا سے زیادہ تھی۔

45 سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت کے زیر سایہ کام کرنے کا موقعہ ملا مگر ایک بار بھی حضور آپ سے ناراض نہیں ہوئے الحمد للہ

حضرت مسیح موعود اور خلفاء کرام کی خوشنودی

گذشتہ صفحات میں قارئین پڑھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ آپ سے ہمیشہ راضی رہے بلکہ آپ نے بچوں کی طرح پیار و شفقت سے حصہ پایا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمیشہ آپ سے خوش رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ کے ہم عمر اور ہمجولی بھی تھے دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو حضرت ابا جان بہت زیادہ ادب و احترام کرنے لگ گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زیر ہدایات آپ نے قریباً نصف صدی تک کام کیا اور ہمیشہ ہی خلیفہ وقت کی خوشنودی حاصل رہی۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ ایک دو دن نہیں بلکہ پورے 45 سال تک کام کیا مگر ایک دن کی بھی ناراضگی کا علم نہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بہت بلند فرمائے اور وہاں بھی اپنی محبوب ہستیوں کے ساتھ اپنا انتہائی قرب عطا فرمائے آمین اللّٰھم آمین۔ گو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ کی بابرکت خلافت سے پہلے آپ کی وفات ہو چکی تھی مگر آپ صاحبزادہ صاحب کی بہت قدر کیا کرتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ بھی اکثر و بیشتر جماعتی دوروں میں آپ کے ساتھ ہوتے تھے اور جلسوں میں تقاریر بھی کیا کرتے تھے۔ جب ابا جان مرحوم فوت ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے پھوپھی زاد بھائی چوہدری محمد عمر صاحب سے ابا جان کی وفات پہ اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ ''چوہدری صاحب آپ سے زیادہ ہمارے تھے۔'' کس قدر پیار میں ڈوبے ہوئے الفاظ ہیں جن سے تعزیت کی گئی اور تسلی دلانے کے ساتھ آپکی ذات کے ساتھ اپنے دِلی تعلقات کا اظہار فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بھی گو آپ کی وفات کے بعد خلافت کے تخت پہ متمکن ہوئے مگر آپ بھی ہمیشہ ابا جان مرحوم کا ذکر بڑے پیار سے کرتے ہیں۔ آپ کے کاموں پہ ہمیشہ اظہار خوشنودی فرمایا کرتے ہیں۔

چنانچہ 14 راگست 1998ء کی اردو کلاس میں حضور نے کس قدر خوشنودی و محبت کیساتھ ابا جان کے کاموں کا ذکر فرمایا اور بار بار آپکی تصویر کو اپنے دستِ مبارک سے اُٹھا کر تمام ناظرین کو دکھایا۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے یہی نہیں اور بھی بہت سے اعزازات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا جس کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باب 2
پہلے مبلغ احمدیت

ممالک بیرون میں تبلیغ کے میدان میں مرکز قادیان سے جماعت احمدیہ کے پہلے باقاعدہ بھیجے گئے مبلغ اسلام

بطور مبلغ انگلستان کی طرف روانگی سے قبل

چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی بیرون ملک تبلیغی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا جب خواجہ صاحب نے (جو کہ لنڈن میں پہلے سے موجود تھے) تبلیغی مہم کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں ایک مبلغ بھجوانے کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی اپیل پر چوہدری صاحب نے اس عظیم مہم کے لئے اپنا نام پیش فرمایا جسے حضور نے شرفِ قبولیت بخشا۔ اس تبلیغی مہم کے آغاز کی تفصیل اس باب میں درج کی جاتی ہے۔ اس بارے میں چوہدری صاحب اس آغاز کے متعلق خود تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں حضور کے حکم کے مطابق اپنی زندگی خدمتِ اسلام کے لئے وقف کی تھی۔ واقفین کے نام ایک رجسٹر میں درج تھے۔ جو حضرت مفتی محمدؓ صادق صاحب کی تحویل میں تھا۔ اب معلوم نہیں وہ رجسٹر کہاں ہے۔''

میں 1912ء میں ایم اے کر کے واپس قادیان آ گیا اور اپنے وقف کے عہد کے مطابق مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیونکہ اس وقت وہ صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری تھے اور کرتا دھرتا بھی وہی تھے۔ میرے عرض کرنے پر مولوی صاحب مرحوم نے کہا

''عیسائی مشنریوں کی طرح ہم کوئی مشن قائم نہیں کرنا چاہتے''

میں نے عرض کیا کسی غیر ملک میں کام کی تجویز مدنظر نہیں ہے تو آپ مجھے کوئی خدمت قادیان میں ہی دے دیں مثلاً ریویو آف ریلیجنز کے لئے آپ کو اسسٹنٹ ایڈیٹر کی ضرورت ہوگی۔ آپ کو جماعت کے انتظامی امور میں وقت دینا پڑتا ہے۔ اس طرح آپ کی مدد ہو جائے گی۔ مولوی صاحب نے فرمایا

''مجھے ضرورت نہیں آپ باہر جا کر کوئی سرکاری نوکری کرلیں''

اس وقت تک مجھے خلافت کے متعلق اختلاف کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں نے اس کوشش میں کہ قادیان میں رہ جاؤں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں عرض کیا کہ صدر انجمن احمدیہ مجھ سے کوئی کام لینے کے لئے تیار نہیں ہے اور میں ابھی یہاں سے جانا پسند نہیں کرتا۔ میرے گذارہ کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو میں قادیان میں ٹھہر جاؤں اور بوقت ضرورت سلسلہ کے لئے اپنی خدمات پیش کرسکوں۔

مدّرس:۔ اس زمانہ میں تعلیم کا انتظام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے سپرد تھا۔ حضور نے مجھے چھٹی جماعت میں انگریزی ٹیچر کے طور پر مقرر فرمادیا۔ تنخواہ غالباً 30 یا 35 روپے تھی اور میں نے یہ کام شروع کردیا۔

حضرت خلیفہ اوّل کی اپیل پر لبیک

اس تقرری کے چند ماہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے ایک دن درس میں فرمایا کہ ''ہمیں لنڈن مشن میں ایک مبلغ کی ضرورت ہے کوئی مناسب دوست جانے کے لئے تیار ہوں تو اپنا نام دیں اور پھر شکایت کے طور پر فرمایا کہ میں کئی ماہ سے مناسب آدمی کی تلاش میں ہوں چند آدمیوں کو کہا ہے انہوں نے انکار کر دیا ہے۔'' اس زمانہ میں میری انکھوں میں آشوب تھا اور میں لمبے سفر پر جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے مولوی محمد دین صاحب کے مکان پر گیا اور ان کو کہا کہ آپ اپنا نام کیوں نہیں دیتے۔ جب کہ خلیفہ اوّل متعدد بار پبلک میں مطالبہ فرما چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب کی رائے میرے خلاف ہے وہ اور کوئی آدمی بھجوانا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں نے اگر کہا بھی تو مولوی محمد علی صاحب کوئی ایسی ترکیب کریں گے جس سے حضرت خلیفہ اوّل مجھ سے ناراض ہو جائیں گے اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ میں نے کہا یہ تو شیطانی خیال ہے آپ نے ان کو خوش کرنا ہے یا حضرت خلیفۃ المسیح کو۔ آپ نیک نیتی سے اپنے آپ کو پیش کریں۔ اس کو منظور کرنا یا نہ کرنا ان کے اختیار میں ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے اجر مل جائے گا۔اس پر مولوی محمد دین صاحب نے کہا اگر ایسی بات ہے تو آپ اپنے آپ کو کیوں پیش نہیں کرتے۔ میں نے کہا میری آنکھوں میں تکلیف ہے اور بیمار ہوں مولوی محمد دین صاحب نے کہا یہ بھی شیطانی خیال ہے۔آپ پیش کر دیں آپ صحت کے لحاظ سے کام کرنے کے قابل ہیں یا نہیں یہ فیصلہ کرنا حضرت صاحب کے اختیار میں ہے۔ مجھے یہ جواب معقول معلوم ہوا۔تو میں نے کہا کہ بہت بہتر۔آپ بھی لکھ دیں اور میں بھی لکھ دیتا ہوں۔اسی وقت ہم دونوں نے لنڈن جانے کیلئے پیش کش کر دی۔اور درس کے وقت مولوی محمد علی صاحب اور ہم دونوں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے قریب ہی بیٹھے تھے تو حضور نے مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ تو کہتے تھے کہ کوئی نوجوان جانے کے لئے تیار نہیں ہے میرے پاس تو ایک کی بجائے دو نوجوانوں کے خط آ گئے ہیں اور پھر میرا اور مولوی محمد دین صاحب کا نام لیا۔

مولوی محمد علی صاحب نے مجھے کہا کہ ''تم دونوں کل فلاں وقت پر میرے گھر پر آ جاؤ۔'' ہم مقررہ وقت پر دونوں حاضر ہو گئے تو اس وقت مولوی محمد علی صاحب نے ایک لمبی تقریر فرمائی کہ میری رائے میں اگر انگلستان جائیں تو یکصد روپیہ ماہوار فی کس آپ کے اہل وعیال کو ملنا چاہیے یہ دوصد ماہوار ہوا۔اور تین صد روپیہ لنڈن کی خوراک پر خرچ ہوگا۔اور یہ بھی چھ صد 600 ماہوار ہوا۔ یہ نو ہزار چھ سو روپیہ سالانہ ہوتا ہے اور کم از کم دو ہزار روپیہ آنے کا خرچ بھی ہوگا۔اس طرح یہ خرچ گیارہ ہزار چھ سو(11600) روپیہ فی کس ہو جاتا ہے۔اس سارے وقت میں کسی مقررہ رقم کا مطالبہ ہماری طرف سے نہیں کیا گیا تھا۔کیونکہ واقف زندگی کے لیے یہ بات درست نہ تھی۔اور سفر خرچ اور لنڈن کے خوارک کے متعلق چونکہ مجھے معلوم نہیں تھا۔اس لیے میں خاموش رہا۔ میں نے یہ فیصلہ کیا ہوا تھا کہ میں اپنے اہل وعیال کے لئے مطالبہ نہیں کروں گا۔(اور نہ بعد میں میں نے کیا)۔اس پر ہم واپس آ گئے۔

دوسرے دن نو بجے کے قریب میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ مولوی محمد علی نے کہا ہے کہ تم دونوں نے دس دس ہزار روپے کی پیشگی کا مطالبہ کیا ہے۔ میرے پاس اتنی رقم کہاں ہے۔ میں نے عرض کیا حضور ہمارا کوئی مطالبہ نہیں۔ یہ تاویل مولوی محمد علی صاحب کی اپنی تھی اس پر حضور نے فرمایا۔

''یا تم جھوٹ بولتے ہو یا مولوی محمد علی جھوٹ بولتا ہے''

اس پر میں خاموش ہو گیا اور مولوی محمد دین صاحب کو جا کر واقعہ کی اطلاع دی۔ اس پر مولوی صاحب مجھ پر سخت ناراض ہوئے کہ تمہاری ضد نے ہم دونوں کو ذلیل کیا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب امور کو الٹ پلٹ کرنا خوب جانتے تھے۔ میں نے کہا کہ اس بات کا جواب اب باتوں سے یا دروغ وراست سے نہیں ہوسکتا۔ اس کا صحیح جواب تو یہ ہے کہ ہم لنڈن پہنچ جائیں۔ کسی طرف سے مدد ہو یا نہ ہو۔ اس کی پرواہ نہ کی جائے۔

مولوی محمد دین صاحب نے کہا آپ جائیں میں ان حالات کے ماتحت نہیں جاسکتا۔ میں وہاں سے اسی نیت اور ارادہ سے چلا آیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا کی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تلاش میں نکلا۔ حضور مجھے مسجد مبارک کی چھتی ہوئی گلی میں مسجد کی اندرونی سیڑھیوں کے پاس مل گئے۔ میں نے ان سے سارا واقعہ بیان کیا اور انہوں نے فرمایا۔ کہ ''انصار اللہ کا چندہ جو غیر ممالک میں تبلیغ کے لیے جمع ہے وہ میں تم کو دیتا ہوں۔ لیکن میرا اس طرح خود دینا مناسب نہیں ہے۔ تبرک اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ میں رقم ابھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوا دیتا ہوں تم وہاں مطب میں جا کر انتظار کرو وہ اپنے ہاتھ سے رقم آپ کو ادا فرمائیں گے۔'' چنانچہ میں خوش خوش جا کر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور روپے آنے کا انتظار بھی نہ کیا اور عرض کیا کہ میں لنڈن جا رہا ہوں۔ حضور نے فرمایا کرائے کا کیا انتظام کیا میں ابھی عرض ہی کر رہا تھا۔ کہ ایک خادم رقعہ اور رقم لے کر حاضر ہوا جو ایک رومال میں بندھی ہوئی تھی۔ یہ پانچ سو اور کچھ روپے تھی۔ خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رقم بڑی خوشی سے مجھے دے دی اور مجلس میں چرچا ہو گیا کہ میں 500 روپے لے کر لنڈن جا رہا ہوں۔

وہاں حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے اپنی جیب سے 105/ روپے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں میرے لیے پیش کر دیئے۔ اس طرح یہ رقم تقریباً 675 روپے کے قریب تھی۔ اور بعض لوگوں نے ایک ایک یا دو دو روپے

دیئے سوائے نور محمد ایجنٹ کے۔لیکن یہ رقم اتنی قلیل تھی کہ پورے سات صد روپیہ تک نہ پہنچی۔حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تمام رقم اس وقت مجھے دے دی۔(الفضل 25/دسمبر 1956ء)

قرآن شریف کے درس کے وقت ہم جب پھر جمع ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا آپ تو کہتے تھے کہ فتح محمد دس ہزار روپیہ مانگتا ہے اب یہ چند صد روپیہ لے کر جا رہا ہے۔

مطلب صاف تھا کہ عملی رنگ میں آپ کی رپورٹ غلط ثابت ہوگئی ہے۔حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اس قول کی طرف اشارہ فرما رہے تھے "یا تم جھوٹ بولتے ہو یا محمد علی جھوٹ بولتا ہے۔"

اس کے بعد حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"تم بھی کچھ دے دو اور ثواب میں شامل ہو جاؤ۔"

انہوں نے اپنے خاص انداز میں مسکرا کر کہا کہ میں بھی صدر انجمن کی طرف سے کچھ دے دوں گا اور مجھے صبح دفتر آنے کو کہا میں حاضر ہوا۔اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 105 روپے دیئے ہیں انہوں نے مجھے باخذ رسید 105 روپے دیئے۔میرا خیال تھا کہ کم از کم /500 روپے کی رقم دیں گے تا کہ انصار اللہ کے عطیہ کے برابر ہو جائے۔لیکن مولوی صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب جماعت سے چندہ کرتے ہیں اور صدر انجمن بھی جماعت سے چندہ کرتی ہے۔اس لیے میں /105 روپے دوں گا۔صوفیاء کی سنت کے مطابق میں نے یہ رقم قبول کر لی۔میں نے کوئی نئے کپڑے نہیں بنوائے۔ڈیڑھ صد روپیہ کی کتب خریدیں جن میں بخاری شریف اور صحیح مسلم شامل تھیں۔

قادیان سے لنڈن تک

میں تھرڈ کلاس میں سفر کر کے بمبئی پہنچ گیا۔اور سیٹھ اسماعیل آدم کی مدد سے ایک اٹالین جہاز کی ڈیک پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جولائی 1913ء میں لنڈن پہنچ گیا۔

اس طرح میرا ایک طالب علمی کے زمانہ کا خواب پورا ہوا۔میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ "میں یورپ میں تبلیغ اسلام کروں گا۔" (تقریر جلسہ سالانہ بحوالہ الفضل 26/دسمبر 1921ء)

آپ نے لنڈن پہنچنے پر حضورؓ کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا جس میں آپ نے لکھا۔
''ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخریت لنڈن پہنچ گئے ہیں میری طبیعت اچھی ہے اور آب وہوا موافق معلوم ہوتی ہے یہاں کے لوگوں کا جتنا مطالعہ کیا ہے۔نفرت بڑھتی جاتی ہے۔ان کی عورتیں بچے نوجوان بوڑھے سب شراب پیتے ہیں ہاں قوت نظم ہے ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے ہیں۔اور ایک دوسرے کے کام میں بہت کم دخل دیتے ہیں۔اس لئے مشین کی طرح صحت کے ساتھ کام ہوتے جاتے ہیں۔
ووکنگ میں ایک باغ میں ایک اعلیٰ درجہ کا مکان اور مسجد ہم کو مل گئی ہے۔حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بڑے استقلال کی ضرورت ہے۔اور جب تک کہ صبر سے کام نہ لیا جاوے اور اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ان لوگوں پر اثر کی امید بہت کم ہے یورپ کو عام طور پر مذہب سے لا پرواہی ہے اور سب سے زیادہ انگلستان میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اب تک خواجہ صاحب سے جتنا بھی کام لیا ہے۔اس پر تعجب آتا ہے۔ رسالہ کی اشاعت البتہ روبہ ترقی ہے اور لوگوں نے لیکچروں پر بلانا شروع کر دیا ہے۔فرانس میں جو کانفرس عیسائیوں کی ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے اگر یہ لوگ مذہب کی نسبت سوچنے کا موقع پائیں تو عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کی طرف جھک جائیں۔لیکن اسلام سے پرانی نفرت اور دنیوی مصروفیت ان لوگوں کو اس طرف آنے سے روکتی ہے۔پادری لوگ جو روپیہ ان سے لیتے ہیں۔بنی نوع انسان کی ہمدردی کے نام پر لیتے ہیں کہ تعلیم پھیلائیں گے عورتوں اور بچوں کے ہسپتال بنوائیں گے۔اسلام کے ظلم سے عورتوں کو آزاد کرائیں گے۔ایسی ایسی باتیں کر کے لوگوں سے روپیہ لیتے ہیں مذہب کے نام پر کم ہی کوئی روپیہ دیتا ہے۔'' (بدر 14/اگست 1913ء صفحہ 4'5)
آپ مزید تفصیل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔
ایک دن خواجہ کمال الدین صاحب نے ہندوستان سے آئی ہوئی ڈاک میرے سامنے پڑھنی شروع کردی ایک خط بڑے غور سے پڑھا۔اور مجھے کہا کہ یہ خط مولوی محمد علی کا ہے وہ لکھتے ہیں۔
''تم میاں صاحب (میاں محمود احمد صاحب) کے خاص آدمی ہو اور انہوں نے تم کو میری جاسوسی کے لیے بھیجا ہے یہ کیا بات ہے۔''

میں نے عرض کیا یہ بات بالکل غلط ہے اور بالکل جھوٹا الزام ہے آپ بے فکر رہیں میں آپ کی مدد کے لیے اور تبلیغ اسلام کے لیے آیا ہوں۔ مجھے میری درخواست پر حضرت میاں محمود احمد صاحب نے رقم دی ہے۔ اور اس کی وجہ بھی مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے متعدد بار مدد سے انکار تھا۔ اگر صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے مجھے ایک ہزار روپیہ مل جاتا تو مجھے ایسی ضرورت پیش نہ آتی۔

ووکنگ میں

اس کے بعد جلد ہی ہم ووکنگ میں چلے گئے اور میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں مولوی محمد علی صاحب کے خط کے متعلق لکھ دیا اس کا مجھے حضور کی طرف سے جواب آیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایسے خط کی تحریر کی نسبت قطعی طور پر انکار کرتے ہیں۔ میں نے وہ خط خواجہ صاحب کو دکھلایا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں بھی لکھ دیا کہ میں نے خط پڑھا تو نہیں جو خواجہ صاحب نے فرمایا تھا۔ میں نے وہ حضور کی خدمت میں لکھ دیا۔ اب یہ دونوں احباب آپس میں فیصلہ کرلیں (ماہنامہ خالد 1956ء)

اور اس الزام کی تردید جو مولوی محمد علی صاحب نے چوہدری فتح محمد صاحب پر لگایا تھا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے پوری جماعت کے سامنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمائی۔

آپ نے فرمایا۔

’’تم میں سے بعض کہتے ہیں فتح محمد کو کمال الدین کی جاسوسی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں حد سے مت بڑھو حد سے بڑھ جاؤ گے تو ہماری آیتوں کے کافر بن جاؤ گے۔‘‘

(الفضل 22/اکتوبر 1913ء صفحہ 15)

شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اپنے مضمون ’’خواجہ کمال الدین کی خودکشی‘‘ میں تحریر کرتے ہیں۔

’’خواجہ صاحب چوہدری صاحب کی ان کے طالب علمی کے زمانے میں بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کے لنڈن جانے سے خوش نہیں تھے۔ کیونکہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کے بھیجے ہوئے تھے۔ اس لئے بظاہر وہ انکار بھی نہیں کرسکتے تھے۔

بہرحال خواجہ صاحب چوہدری صاحب کو کوئی کریڈٹ نہیں دینا چاہتے تھے۔ جس سے چوہدری

صاحب کا نام بلند ہوتا چوہدری صاحب چونکہ اس مقصد اور غرض کو لے کر نہیں گئے تھے۔اس لئے انہیں کبھی اس کا وہم نہیں آ سکتا تھا۔ دوسری طرف خواجہ صاحب چوہدری صاحب جیسے بے لاگ اور صاف گو آدمی سے خائف تھے۔ایسا نہ ہو کہ کسی وقت وہ اظہار حالات میں صفائی سے کام لیں۔اس لیے ان کی کوشش ہمیشہ یہی رہی کہ کسی طرح سے ان کو الگ کریں۔خواجہ صاحب اپنی اس تجویز اور منصوبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی زندگی میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔اگرچہ انہوں نے اپنی مدبرانہ چالوں سے کوشش بہت کی کہ انہیں محض نکما اور بیمار ثابت کرتے رہیں اور بیمار رکھنے کے لئے ان سے ایسا کام لیا جاتا جو ان کی صحت پر اثر انداز ہوتا۔''

چنانچہ خواجہ صاحب اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

''چوہدری صاحب جون سے آئے ہیں کم وبیش بیمار رہے اب دردِ چشم تکلیف دہ ہے پہلے ماہ تو ان کے ذریعہ کچھ اچھا کام ہوا لیکن چوہدری صاحب کی آنکھ پر اس کا برا اثر ہوا۔آنکھ کا معاملہ ہے۔اس لیے میں نے انہیں کام سے روک دیا ہے اور دو ہفتہ آرام دیا ہے۔اب اس گذشتہ ہفتہ میں کچھ کام کیا ہے دو تین دن بعد پھر تکلیف شروع ہوگئی۔اب ارادہ ہے کہ ایک ماہ تک چوہدری صاحب کو کام کی طرف نہ آنے دیا جاوے اللہ تعالیٰ رحم کرے۔کچھ میری شامت اعمال ہے یا امتحان ہے میرا خیال تھا کہ فتح محمد کے آنے پر محنت مزدوری کم ہوگی۔لیکن شاید ابھی وقت نہیں آیا کہ کمر سیدھی ہو۔''

(زیر مدینۃ المسیح الفضل نومبر 1913ء)

حالانکہ خواجہ صاحب انہیں خود کام سے دور رکھنا چاہتے تھے۔یہی وجہ ہے وہ چوہدری صاحب سے زیادہ تر لکھائی کا کام لیتے اور لیکچروں یا تبلیغ سے دور رکھتے۔اس طرح آپ کی آنکھوں پر اثر پڑتا۔ حالانکہ زبانی تبلیغ وہ عمدگی سے کر سکتے تھے۔(ماخوذ از سلسلہ عالیہ احمدیہ از مرزا بشیر احمد صاحب)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ''تحدیث نعمت'' میں صفحہ 95،96،97 پر تحریر فرماتے ہیں۔

سفر سے واپس آنے پر معلوم ہوا کہ محترم چوہدری فتح محمد صاحب سیالؔ ووکنگ پہنچ چکے ہیں میں ان

سے ملا تو انہیں بہت ملول پایا ایک تو انہیں اشوب چشم کی تکلیف تھی دوسرے کھانے کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا اور ماحول بھی موافق نہیں تھا۔ حقیقت یہ تھی خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں یہ تو لکھ دیا کہ وہ کام کرتے کرتے نڈھال ہو جاتے ہیں اور یہ ہو گا بھی درست لیکن ایسا لکھنے سے ان کی غرض یہ نہیں تھی کہ حضور ان کے لئے کوئی مددگار بھیج دیں۔ اور مددگار چوہدری صاحب جیسا مخلص خادم سلسلہ۔ انہیں اگر ضرورت تھی تو ایسے معاون کی تھی جو ان کا مخلص خادم ہو۔ چنانچہ انہوں نے لاہور سے اپنے منشی صاحب شیخ نور احمد صاحب کو بلوا لیا تھا۔ جو بہت نیک سیرت بزرگ تھے اور گو انگریزی کی مہارت نہیں رکھتے تھے لیکن خواجہ صاحب کی ذاتی خدمت شوق سے ادا فرماتے تھے اور ان کے لئے بہت سہولت کا موجب تھے۔ ضعف ہونے کی وجہ سے وہ دودھ اور ڈبل روٹی پر گزارہ کر لیتے تھے جو لباس وہ اپنے ساتھ لائے تھے وہی انہیں کفایت کر رہا تھا چونکہ انہیں کہیں ملاقات وغیرہ کے لئے جانا نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے انگریزی لباس کی انہیں ضرورت نہیں تھی اور وہ یورپین لباس اور وضع قطع سے مانوس بھی نہیں تھے۔ چوہدری صاحب سے خواجہ صاحب کو توقع تھی کہ وہ شیخ نور احمد صاحب کے نائب کے طور پر کام کریں گے اور انہیں کی طرح بود و باش رکھیں گے یہ صورت چوہدری صاحب کو بہت ناگوار تھی لیکن اس کی اصلاح کا بھی کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ خواجہ صاحب سے انگریزی لباس کیلئے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا آپ کو کہیں باہر تو جانا نہیں۔ اس لئے سوٹ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں کھانے کے متعلق توجہ دلائی تو فرمایا شیخ نور احمد صاحب باوجود پیرانہ سالی اور ضعیف کے جس خوراک کو کافی سمجھتے ہیں وہ آپ کے لئے بھی کافی ہونی چاہیے میں اپنے لاہور کے طالب علمی کے زمانے سے چوہدری فتح محمد صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں اور ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کالج کے زمانے میں بھی وہ اچھی غذا کھاتے تھے۔ کچن کے دو وقت کے کھانے کے علاوہ دودھ اور پھل وغیرہ باقاعدہ استعمال کرتے تھے۔ ان کی طبیعت میں شوقینی نہیں تھی بہت سادہ مزاج تھے۔ لیکن زمیندار طبقہ میں سے تھے اور ہاتھ کھلا تھا سب سے بڑھ کر ان کے لئے یہ امر پریشانی کا موجب تھا کہ خواجہ صاحب انہیں تبلیغی کام میں شامل نہیں کرتے تھے بلکہ احتیاط کرتے تھے کہ انہیں اس میں کوئی دخل نہ ہو چوہدری صاحب کے نزدیک بغیر حضورؑ کی تعلیم کو پیش کرنے کے اور کوئی

ذریعہ تبلیغ اسلام کا نہیں تھا۔ ان حالات میں دونوں اصحاب کے درمیان تعاون اور اتحادِ عمل کی بہت کم گنجائش تھی۔ خواجہ صاحب نے ووکنگ میں مشن تو قائم کیا لیکن اسکے کرتا دھرتا وہ خود ہی تھے چوہدری فتح محمد صاحب کی معروضات پر توجہ نہیں فرماتے تھے اور چوہدری فتح محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں یہ حالات گذارش کر کے حضور کی پریشانی کا موجب ہونے سے گھبراتے تھے۔ ان حالات میں مَیں نے ان کی خدمت میں گذارش کی کہ وہ دو تین ہفتے لنڈن میں میرے پاس گزاریں وہ رضامند ہو گئے اور خواجہ صاحب سے اجازت لے کر میرے پاس آ گئے میں نے ان کے لئے کمرے اور کھانے کا انتظام کر دیا اور مناسب پارچات بنانے کا بھی۔ کھانا مسنرمی کے ہاں بہت عمدہ ملتا تھا۔ پھل وغیرہ بھی میسر تھے مکان کے باغ میں عمدہ ناشپاتی اور سیب کے درخت بھی تھے۔ اگست ستمبر کا موسم پھل کا تھا اور یہاں ان کی طبیعت بہت شگفتہ رہی۔ کچھ لنڈن آ جانے سے شہر اور سوسائٹی کا بھی اندازہ ہو گیا۔

چوہدری فتح محمد صاحب خود بیان فرماتے ہیں:

”ووکنگ میں خواجہ صاحب مرحوم نے مجھے سختی سے منع کر دیا تھا کہ تبلیغ کے وقت یا عام گفتگو میں حضرت صاحب کا نام ہرگز نہیں لینا۔ اس اختلاف کی بنا پر ووکنگ سے نوکسٹن چلا گیا۔“

(ماہانہ خالد نومبر 1956ء صفحہ 39)

نیز چوہدری صاحب فرماتے ہیں:

”کیونکہ میں دو سال اور آٹھ ماہ جو ولایت میں رہا ہوں اس میں سے دس ماہ خواجہ صاحب کے ساتھ گذرے جن میں مجھے کام کرنے یا لیکچر دینے کا موقع بہت کم ملا یہ بالکل صحیح بات ہے کہ خواجہ صاحب مجھ سے جس طرح کا کام لینا چاہتے تھے وہ میں نہیں کرسکتا تھا اور جس قسم کا کام میں کرسکتا تھا وہ خواجہ صاحب مجھ سے کسی نامعلوم وجہ سے نہیں لینا چاہتے تھے یا لے نہیں سکتے تھے۔“

(ماخوذ الفضل 25 رجولائی 1916ء صفحہ 5)

یورپ میں خواجہ صاحب نے تبلیغ اسلام کیلئے ایک خاص پالیسی اختیار کی ہوئی تھی جس سے ان کو کئی ایک مشکلات کا سامنا بھی تھا۔

یورپ کی طبیعت دہریت اور مادہ پرستی کی طرف مائل ہے اس لئے الہام و وحی کا ان لوگوں سے منوانا ذرا مشکل کام تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور پیشگوئیوں کا ذکر بھی خواجہ صاحب کو چھوڑنا پڑا۔ (الفضل 4/جولائی 1916ء صفحہ 4)

مولوی صدرالدین صاحب کا لیکچر

چوہدری صاحب ایک دفعہ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:۔

"چنانچہ ایک دفعہ مولوی صدرالدین صاحب لیکچر دینے بیٹھ گئے اور حاضرین سے کہا کہ اگر کوئی سوال ہو تو پوچھ لو ایک ڈاکٹر کی بیوی نے کھڑے ہو کر پوچھا

"کیا اسلام میں وحی والہام جاری سمجھا جاتا ہے؟ "

مولوی صاحب نے مثبت جواب دیا۔ اس کے بعد اس خاتون نے پھر پوچھا اگر یہ سچ ہے تو موجودہ زمانہ میں کسی مسلمان کی مثال دو جس سے مکالمہ الہیہ ہوا ہو۔ مولوی صاحب اس سوال پر کچھ خاموش سے رہ گئے۔ اس خاموشی کی وجہ غالباً خواجہ صاحب کا معاہدہ تھا۔ جس میں انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں سے اقرار کیا ہوا ہے کہ آپ یا آپ کے ماتحت لوگ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر بالکل نہیں کریں گے۔ یا یہ کہ حاضرین میں غیر احمدی بھی موجود تھے مولوی صاحب کا یہ سکتہ اس قدر لمبا ہو گیا کہ حاضرین نے بھی محسوس کیا۔ اس لئے لارڈ ہڈلے نے حاضرین میں سے اٹھ کر مولوی صاحب کے کان میں جا کر کچھ کہا لیکن مولوی صاحب خاموش رہے پھر تھوڑے تامل کے بعد کہا ہاں میرے ایک دوست ہیں جن پر الہام ہوتا ہے لیکن یہ بات ایسی بے دلی اور مصیبت زدہ لہجہ میں تھی کہ اس عورت کو پھر جرأت نہ ہوئی کہ اس دوست کے متعلق مزید سوال کرے۔ میں سوچتا تھا کہ آخر یہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے نام لینے کو اتنا مضر کیوں سمجھتے ہیں۔ (الفضل 27/جون 1916ء صفحہ)

چوہدری صاحب فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ میری طرف سے تحریک پر کہ ووکنگ کے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کی دعوت کی جاوے۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ ہمیں نہ اس بات کی ضرورت ہے کہ کسی کے گھر جاویں اور نہ ہمیں یہ

ضرورت ہے کہ کسی کو گھر پر بلائیں اور دعوت کریں۔ دوسرے الفاظ میں اس کے معنے یہ تھے کہ نہ میں کسی کے ملنے کو جاؤں اور نہ کوئی آئے۔'' (الفضل 25 /جولائی 1916ء صفحہ 5)

ووکنگ سے فوکسٹن اور واپسی

چوہدری صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں:۔

اسی اختلاف کی وجہ سے میں فوکسٹن چلا گیا اور وہاں جا کر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں لکھا کہ ان حالات کے تحت کیا کیا جاوے۔ حضور کا حکم ملا فوراً ووکنگ واپس چلے آؤ اور تبلیغ میں جب موقع آئے تو حضورؑ کا نام ضرور لیں۔ تبلیغ کے لئے میں نے آپ کو بھیجا ہے باقی امور میں آپ خواجہ صاحب کی اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ امیر ہیں۔ اس پر میں پھر ووکنگ واپس آ گیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی ہدایت کے مطابق تبلیغ کرتا رہا۔ (ماہانہ خالد نومبر 1956ء)

جہاں تک ہو سکا میں نے ایسی باتوں میں خواجہ صاحب کی اطاعت کی اور کئی ماہ تک ووکنگ میں نکما پڑا رہنے کی وجہ دراصل یہی اطاعت تھی۔ یہ بات یہاں تک بڑھ گئی کہ آخر سیدنا خلیفۃ المسیح اوّل نے مجھے لکھا کہ ہمیں تعجب ہے کہ تم کسی رنگ میں بھی مفید ثابت نہیں ہوئے اور کسی قسم کا کام نہیں کر سکے میں نے اپنے دل میں سوچا اگر میں لکھوں کہ اس کی وجہ خواجہ صاحب ہیں جو مجھ سے مناسب کام نہیں لیتے تو حضور کے لئے یہ ماننا ذرا مشکل ہوگا اور اس میں سوائے شکایت کے اور جھگڑے کے اور نتیجہ نہیں نکلے گا اس لئے میں نے یہ تجویز سوچی کہ خواجہ صاحب کے علم اور اجازت کے بغیر کوئی کام شروع کر دوں اس لئے میں نے ووکنگ کی مسجد میں لیکچروں کا سلسلہ جاری کرنے کی کئی مرتبہ تجویز کی لیکن خواجہ صاحب نے ہر بار ٹال دیا۔
(ماخوذ الفضل 25 /جولائی 1916ء صفحہ 5)

پوسٹر کی اشاعت اور خواجہ صاحب کی بے چینی

چوہدری صاحب مزید فرماتے ہیں:۔

''میں نے خواجہ صاحب کے علم اور اجازت کے بغیر ایک پوسٹر چھپوا کر تمام ووکنگ میں تقسیم کر دیا ہے کہ آئندہ اتوار کی صبح کو ووکنگ میں اسلام کی خوبیوں پر لیکچر ہوگا اور ہر خاص و عام کو دعوت ہے کہ مسجد میں

وقت مقررہ پر آ کر لیکچر سے مستفید ہوں اور بعض پوسٹر میں نے مقررہ جگہوں پر چسپاں بھی کر دیئے ہیں اور باقی خواجہ صاحب کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔

خواجہ صاحب ان پوسٹروں کو دیکھ کر بہت گھبرائے اور کہا انہیں مت شائع کرو میں نے سارا واقعہ بتایا کہ اس کی تشہیر ہو چکی ہے آئندہ کے لیے آپ بند کر دیں۔ لیکن یہ لیکچر ضرور ہوگا۔ اور اگر آپ کو بلوہ کا خطرہ ہے تو میں جو کوئی نقصان ہوگا بھر لوں گا۔ آپ گھر تشریف لے جائیں۔ خواجہ صاحب نے ایک وکیل سے مشورہ کیا اس نے اور بھی ڈرایا بہر حال اتوار آیا اور مسجد میں تقریباً 50 یا 60 مرد عورتیں تھیں۔ ان میں ایک اسٹریلین نو مسلم تھا۔ انہوں نے بڑے اطمینان سے 45 منٹ تک میرے لیکچر کو سنا اور بعد میں ایک پادری صاحب نے سوالات کیے اور ان کے جواب بھی دیئے گئے اور وہ لوگ حسب دستور بہت خوشی کے ساتھ میرا شکریہ ادا کر کے چلے گئے۔

میں نے ساری روئیداد خواجہ صاحب کو سنائی تو خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور کمر درد جو ڈر سے اور لیکچر سے پہلے شروع ہو گیا تھا دور ہو گیا اور بے ساختہ کہنے لگے آئندہ اتوار میں خود لیکچر دوں گا ولایت میں یہ میرا پہلا لیکچر تھا۔ جو جنوری 1914ء میں ہوا۔ (الحکم 21، 28/دسمبر 1937ء صفحہ 11، 12)

ووکنگ مسجد میں میرا پہلا لیکچر دراصل آخری لیکچر تھا۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نے پھر مجھے لیکچر کا موقع نہیں دیا۔

خلیفہ اوّل کی وفات کی خبر

چوہدری صاحب ''برکات خلافت'' میں فرماتے ہیں۔

''خلافت کا معاملہ بہت اہم ہے اور اس پر جماعت کی اور مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی بہتری کا انحصار ہے۔ جب میں ووکنگ میں تھا تو مکرم خواجہ صاحب اور میں ایک ہی مکان میں رہتے تھے تو مجھے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی طرف سے خط آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل فوت ہو گئے ہیں اور جماعت نے صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کو خلیفہ ثانی منتخب کر لیا ہے۔ میں نے وہ تار خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ میں بیعت کا خط لکھ رہا ہوں۔ آپ بھی لکھ دیں انہوں نے خط لکھنے سے انکار کر دیا اور کہا

اگر ساری جماعت بلا اختلاف خلافت کے انتخاب میں شریک ہو جاتی تو انتخاب کا تار میرے نام آتا اور مولوی محمد علی کی طرف سے آتا۔اس لیے میں بیعت میں شریک نہیں ہوتا اس کے بعد میں نے بیعت کا خط لکھ دیا اور دعاؤں میں مشغول ہو گیا۔'' (4ر ستمبر 1958ء صفحہ 3)

لیکن چوہدری فتح محمد صاحب کی طرف سے بیعت خلیفۃ المسیح الثانی سے متعلق خط آنے سے قبل ہی الفضل مورخہ 6ر مئی 1914ء میں آپ کو خلافت سے وابستہ قرار دے دیا گیا۔جس کا باعث آپ کا سابقہ رویہ تھا۔(زیر مدینۃ المسیح الفضل 6ر مئی 914ء)

ان حالات کے تحت یہ ناگزیر تھا کہ چوہدری صاحب خواجہ صاحب کے ساتھ نہ رہتے چنانچہ چوہدری صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم کے ماتحت لنڈن چلے گئے اور وہاں جا کر علیحدہ مشن احمدیہ قائم کیا۔

(ماخوذ ماہانہ خالد نومبر 1956ء)

اس پر خواجہ صاحب نے شور ڈالنا شروع کر دیا کہ (نعوذ باللہ) خلیفۃ المسیح الثانی نے خلیفہ اوّل کے حکم کو توڑا ہے اور چوہدری صاحب کو مجھ سے الگ کر کے قوم پر ایک اور بوجھ ڈال دیا ہے۔

(الحکم 21ر مارچ 1915ء صفحہ 3)

اس الزام کا جواب دیتے ہوئے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی نے چوہدری صاحب کو خواجہ صاحب سے الگ کروایا ہے۔اپنے 18ر مئی 1915ء کے خط میں چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

خواجہ کمال الدین نے یہ جو شائع کیا ہے کہ حضرت میاں صاحب نے مجھے ان سے اور ووکنگ سے علیحدہ کیا بالکل جھوٹ ہے بلکہ میرے ووکنگ سے چلے آنے اور علیحدہ مشن قائم کرنے کے صرف خواجہ صاحب ذمہ دار ہیں۔اور میاں صاحب کا انہوں نے یونہی قوم کو دھوکہ دینے کے لیے ذکر کیا ہے۔

خواجہ صاحب کو میرا وجود انگلستان میں کسی زمانہ میں بھی پسند نہ تھا اور میں بھی ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتا تھا۔اپریل 1914ء میں خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد آپ نے مجھے واپس قادیان بھجوانے کا منصوبہ بنایا اور مجھے کہلا بھیجا کہ آپ کو جلد از جلد قادیان واپس چلے جانا چاہیے اور اپنے والد کو تار دے دو کہ واپسی

کا خرچ شیخ رحمت اللہ صاحب کے پاس جمع کروا دیں۔لیکن میں سرزمین انگلستان کو بغیر اجازت خلیفۃ المسیح الثانی کے چھوڑنا گناہ اور گستاخی سمجھتا تھا۔اس لئے میں نے صاف انکار کر دیا یہ پہلی کوشش علیحدگی کی تھی جو ناکام رہی۔اس کے بعد خواجہ صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ میں خواجہ صاحب کے ساتھ کام کروں اور اس کے عوض میں مجھے خواجہ صاحب 60 روپے ماہوار دیں گے۔میں نے عرض کیا میں روپیہ وغیرہ کے بارے میں کوئی شرط نہیں کرتا۔آپ میری طرف سے ایک بات مان لیں میں آپ کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہوں اور وہ یہ کہ میں آپ سے شرط کرتا ہوں کہ ووکنگ میں حضرت مسیح موعودؑ کا نام نہیں لوں گا نہ لیکچروں میں نہ گفتگو میں اور نہ ہی ان مضمونوں میں حضورؑ کا ذکر کروں گا لیکن ووکنگ سے باہر پرائیویٹ طور پر میں خود لیکچروں کا انتظام مختلف سوسائیٹیوں کے ساتھ کروں گا۔اور ان لیکچروں کے ساتھ آپ کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہوگا۔اور نہ ہی آپ سے ان لیکچروں کے انتظام کے لئے کسی قسم کی مدد طلب کروں گا ایسے لیکچروں میں آپ مجھے حضورؑ کے نام کا ذکر کرنے میں اجازت دیں۔اور چونکہ ان لیکچروں میں آپ کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہوگا۔اس لئے آپ پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں ہوگی لیکن انہوں نے میری درخواست نامنظور فرمائی اور کہا کہ اگر تم نے حضورؑ کا ذکر کرنا ہے تو تم اور میں ایک چھت کے نیچے مل کر کام نہیں کر سکتے اس کے بعد میں لنڈن چلا گیا۔(الحکم 21/مارچ 1915ء صفحہ 4)

علیحدگی کے بعد چوہدری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں خط لکھا جس میں آپ نے تحریر فرمایا۔

''حضرت مسیح موعودؑ کے نام کو چھپانے سے مجھے سخت نفرت تھی۔اور واقعہ میں اس طریق تبلیغ میں مشکلات ہیں۔خواجہ صاحب بھی مخالفت کریں گے اور دوسرے مسلمان بھی مخالفت کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے میں کام شروع کرتا ہوں۔کامیابی اور ناکامی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔یہاں لیکچر سوسائیٹیوں کے تحت ہو سکتے ہیں۔جس کے لیے میں انشاءاللہ کوشش کروں گا اور زبانی تبلیغ لوگوں سے گفتگو کے ذریعے بھی ہو سکتی ہے اور آہستہ آہستہ واقفیتیں پیدا ہو رہی ہیں۔'' (الفضل 10/جون 14ء)

چوہدری صاحب نے لنڈن میں اپنا کام شروع کر دیا اور ہر ہفتہ رپورٹ حضور کی خدمت میں ارسال

کرتے۔آپ کی پہلی رپورٹ جو الفضل میں شائع ہوئی یہ تھی کہ ''چوہدری صاحب سیال بدستور اپنے فرض تبلیغ میں سرگرمی سے مشغول ہیں۔فوکسٹن میں ان کے لیکچر بخیر وخوبی انجام پذیر ہوئے۔چند نئے متلاشیان حق سے تعلقات پیدا کر لئے ہیں یہ لوگ جماعت احمدیہ کا لٹریچر بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔''

(الفضل یکم جولائی 1915ء صفحہ 6)

پھر اپنی دوسری رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے ایک اور خوشی دکھائی کہ حسن روحش جو ایک ثقہ آدمی ہے۔اور کئی ایک کتابوں کا مصنف بھی ہے۔اس ہفتہ احمدی ہوا حضرت مولوی شیر علی صاحب نے 1908ء میں ریویو اف ریلیجنز میں ایک مضمون ''مسیح کی آمد ثانی'' پر لکھا تھا۔یہ حضرت اس مضمون کو پڑھنے کے بعد احمدی ہو گئے۔میرے بات کرنے پر انہوں نے کہا کہ ''اگر میں عرب کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا ہوں تو میرے لیے ضروری تھا کہ مسیح موعود اور ان کے وعدہ کردہ مسیح کو بھی مانوں۔کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئے گئے سب وعدے احمدؑ کی ذات سے پورے ہو گئے ہیں۔'' (الفضل 8 / جولائی 1915ء)

چوہدری صاحب نے 20 جولائی 1915ء کی رپورٹ میں لکھا کہ

''پچھلے جمعہ کو ایک بین الاقوامی مجلس موسومہ ''انٹرنیشنل سوسائیٹی'' میں قرآن شریف پر میرا لیکچر تھا۔جس میں بفضلہٖ تعالیٰ بہت کامیابی ہوئی۔اس سوسائیٹی کا سکریٹری عربی زبان کا بڑا عالم تھا۔اس نے اہتمام کیا کہ لیکچر مذکورہ چھپ جائے تیار ہونے پر اس لیکچر کی اشاعت مختلف اطراف میں کی جائے گی اور سوسائیٹی موصوفہ کے ماہوار رسالہ میں بھی چھاپا جائے گا۔''

نیز چوہدری صاحب فرماتے ہیں۔کل لنڈن میں ایک اور جگہ لیکچر ہے اس سوسائیٹی کا نام Higher Thought Circle (عالی خیال حلقہ احباب) ہے اسکا سب انتظام خواتین یورپ کے ہاتھ میں ہے۔اور وہی اس کی ممبر ہیں۔مجوزہ لیکچر کا عنوان انہوں نے True Spirit of Islam (حقیقی روح اسلام) تجویز کیا ہے۔اسلامی اصول کی فلاسفی کا فرانسیسی ترجمہ تیار ہو چکا ہے اور جلد احباب تک پہنچ جائے گا۔

(الفضل 15 / اگست 1915ء)

چوہدری صاحب اپنی اگلی رپورٹ میں اپنے لیکچر کی کامیابی کا بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

’’میرا ’’عالی خیال سوسائٹی‘‘ میں لیکچر بفضل تعالیٰ بڑی کامیابی سے ہوا۔لیکچر کے بعد قرآن شریف کے اوراق اور ٹریکٹ موضوعہ ’’Warning‘‘ (انتباہ) جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کا ذکر بھی ہے۔ حاضرین میں تقسیم کی گئیں۔اور بعض احباب کے ایڈریسیز لیے گئے۔

مزید تحریر فرماتے ہیں:

’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ ’’پیشگوئیاں جن کا سب کو علم ہونا چاہیے‘‘ کا فرانسیسی ترجمہ اور ٹریکٹ From faith to certainty کا انگریزی ترجمہ زیر طبع ہیں۔

(الفضل 22راگست 1915ء صفحہ 8)

پھر اپنی 26رستمبر کی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

’’اس ہفتہ کی ایک خوشی کی خبر یہ ہے کہ مسٹر حسن روحش کو ایک مصری اخبار Truth (ٹروتھ) نامی کے ایڈیٹوریل سٹاف میں ملازمت مل گئی ہے۔اس طرح مصر میں اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احمدیت کا ایک عمدہ موقع پیدا کر دیا ہے۔

مسٹر موصوف کہتے ہیں کہ مجھے ریویو آف ریلیجنز کے پرچے جتنے بھی آسانی سے مہیا ہوسکیں بھیجے دیں تا کہ ان کو پڑھ کر اسلام کے متعلق مضامین لکھے جائیں۔(الفضل 26رستمبر 1915ء صفحہ 7)

فریضہ تبلیغ ادا کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

’’پچھلے ہفتے ایک لیکچر ’’الہام‘‘ پر تھا۔اس مضمون پر ہی پونے دو گھنٹے کے قریب بولتا رہا۔اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالات اور الہامات کا ذکر کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کا ذکر کیا بیس 20 کے قریب لوگ موجود تھے۔ان میں سے پانچ نے علیحدہ گفتگو میں کہا کہ الہام کے بارے میں ان کے اکثر شبہات دور ہو گئے ہیں۔

3راکتوبر بروز اتوار لنڈن میں ایک اور لیکچر ہے۔ان لوگوں نے بھی ’’الہام‘‘ اور ’’ترقی ایمان‘‘ کے مضامین پسند کئے ہیں اس ہفتہ ایک اور خاتون احمدی ہوئی ہیں۔

نیز چوہدری صاحب رقم طراز ہیں۔قاضی عبداللہ صاحب کے پہنچنے سے مجھے بہت فائدہ پہنچا ہے۔ 4/اکتوبر کو جو لیکچر تھا بفضلہٖ تعالیٰ کامیابی سے ہوا۔ان لوگوں نے پھر 4/اکتوبر کو ''الہام'' پر لیکچر دینے کی دعوت دی ہے۔ 11/اکتوبر کو ایک اور لیکچر ہے۔جس کا عنوان Early Muslim Missionary (ارلی مسلم مشنری) تجویز ہوا ہے'' (الفضل 7/نومبر 1915ء صفحہ 7)

قاضی عبداللہ صاحب رپورٹ میں تحریر کرتے ہیں۔

''چوہدری صاحب کے تین مضمون اب تین ٹریکٹ ''الہام''۔''پیشگوئیاں جن کا سب کو علم ہونا چاہیئے'' اور''وارننگ'' شائع ہوئے ہیں (الفضل 24/نومبر 1915ء صفحہ 10)

پھر تحریر فرماتے ہیں۔اس ہفتہ ساؤتھ سی میں چوہدری صاحب کے دو لیکچر تھے۔پہلا لیکچر ''انقلاب مذہبی'' پر تھا۔آپ نے یہ تقریر ایک گھنٹہ تک فرمائی یہ تقریر بہت پُر اثر تھی اور سامعین کے قلوب میں اس اشتیاق نے جوش مارا کہ جس پاک انسان کے شاگردان رشید اس وقت سات سمندر پار آ کر اسلام کا اصلی نورانی چہرہ اس خوبصورتی سے دکھلا رہے ہیں وہ خود کتنا برگزیدہ بندہ ہوگا۔

اس کے حالات بھی سننے چاہیں۔سامعین نے متفقہ طور پر درخواست کی کہ پچھلے لیکچر میں آپ نے ''احمد نبی اللہ'' کا جو مختصر ذکر کیا تھا وہ اب ہمیں مفصل سنایا جائے۔پریذیڈنٹ صاحب کے کہنے پر چوہدری صاحب آدھ گھنٹہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق تقریر فرماتے رہے۔جس کو حاضرین نے بڑی توجہ سے سنا۔'' (الفضل 11/دسمبر 1915ء صفحہ 4)

ایک صاحب کشف انگریز کا قبول اسلام

قاضی عبداللہ صاحب رقم طراز ہیں

مبلغ احمدیت مولانا چوہدری فتح محمد صاحب سیال سؤتھ سی واقع انگلستان میں ایک دفعہ لیکچر کے لیے گئے تو ایک شخص نے ملاقات کی اجازت مانگی۔اجازت دیئے جانے پر اس شخص نے آتے ہی السلام علیکم کہا اور چوہدری صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا کیا آپ مجھے جانتے ہیں۔مکرم چوہدری صاحب نے جواب دیا نہیں اس نو وارد نے کہا میں آپ کو جانتا ہوں۔کیا آپ غیب کی مدد پر ایمان رکھتے ہیں چوہدری

صاحب نے جواب دیا میں خدا کی امداد پر ایمان رکھتا ہوں۔اس پر نووارد انگریز بولا مجھے رویا میں ایک ہندوستانی جو آپ کے علاوہ کوئی اور ہے نہیں یہ بتایا تھا کہ سَو تھسی میں ایک ہندوستانی مسلمان آئے گا جو تم کو اسلام سکھائیگا۔

اس ملاقات کے بعد چوہدری صاحب نے براہ راست بھی اور بتوسط ایک برٹش احمدی خاتون بھی ان صاحب کو اسلام سکھانے کا سلسلہ جاری رکھا آخر کار خدا کے دین اور اس زمانے کے رسول کی صداقت نے اس نوجوان انگریز کے قلب پر اپنا اثر کیا۔ چنانچہ اب وہ سلسلۂ عالیہ احمدیہ میں سیدنا محمود احمد کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔انہوں نے بیعت فارم خود اپنے ہاتھوں سے پُر کر کے بھیجا ہے۔''

(الفضل 4/ جولائی 1916ء صفحہ 2)

قاضی صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں:۔''چوہدری صاحب نے انگلینڈ کے مقررہ لیکچروں کے علاوہ سکاٹ لینڈ کا بھی کامیاب دورہ کیا۔(الفضل 2/ فروری 1916ء صفحہ 10)

انگلستان سے واپسی

چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایک لمبا عرصہ سات سمندر پار رہنے کے بعد اور پیاسی روحوں کی کسی قدر پیاس بجھانے کے بعد دیارِ حبیب میں 29/ مارچ 1916ء کو جب واپس تشریف لائے اس کی مختصر روئیداد یہ ہے۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال لنڈن سے قادیان واپس 29/ مارچ 16ء کو ساڑھے چار بجے تشریف لائے۔

پرجوش استقبال

جب حضرت خلیفہ برحق کو اطلاع ہوئی تو آپ استقبال کے لیے تشریف لے گئے اور جوں جوں احباب کو اطلاع ہوتی گئی وہ بھی ساتھ ملتے گئے۔حضور سے موڑ پر لب سڑک جو کنواں ہے اس سے دو تین سو قدم آگے ملاقات ہوئی پھر ان کو ٹم ٹم پر سوار کرا کے مع احباب واپس تشریف لائے۔ جمعہ کے دن شام کے وقت حضور نے چودہ پندرہ احباب کے ساتھ چوہدری صاحب کے اعزاز میں دعوت دی 3 اپریل بعد نماز مغرب مسجد اقصیٰ میں چوہدری صاحب نے سوا گھنٹہ اردو لیکچر دیا۔ چوہدری صاحب نے لنڈن میں جو

کام کیا اس کا خلاصہ چوہدری صاحب ہی کی زبانی سنئے۔ آپ نے فرمایا کہ

''جب میں نے یہاں سے روانہ ہونے کا قصد کیا تو میری راہ میں بہت سی مشکلات ڈالی گئیں مگر اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور میں اپنی دلی خواہش کو پورا کرسکا۔ سب سے بڑی روک جو بیان کی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ ایک نوجوان کے لیے انگلستان میں جانا بہت ابتلاؤں کا موجب ہوسکتا ہے۔ اس کے لیے بمبئی پہنچ کر میرے دل میں ڈالا گیا کہ سورۃ یوسف کا وظیفہ کروں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ میں بارہ بارہ بار ایک دن میں یہ سورۃ تلاوت کرتا۔ اس سے مجھے بہت ہی فائدہ ہوا۔ اس پر تدبر کرنے کا خوب موقع ملا اور وظیفہ کی غرض بھی یہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ یوسفؑ کے قویٰ مجھ سے زیادہ مضبوط تھے وہ شادی شدہ بھی نہ تھے۔ ایک شہزادی ان کو اپنی طرف بلاتی ہے وہ ان کی ملکہ ہے محسنہ ہے۔ ان کو سزا بھی دلا سکتی ہے۔ مجبوراً اس کے پاس بھی ہر وقت رہنا پڑتا ہے باوجود اس کے یوسف علیہ السلام ہر طرح سے محفوظ رہے تو میں کہ شادی شدہ ہوں اور دو بیویاں رکھتا ہوں اور ان مشکلات میں بھی نہیں جو حضرت یوسفؑ کو تھیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ میں محفوظ نہ رہوں یہ بات میخ آھنی کی طرح میرے دل میں گڑ گئی اور میں خدا کے فضل کے ساتھ بڑی جرأت کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ مجھے جن باتوں سے ڈرایا جاتا تھا ایک بھی مجھے پیش نہ آئی اور کبھی خیال تک بھی نہ آیا نہ صرف خود گناہ سے بچا۔ بلکہ میں نے کئی روحوں کو احمدیت کی رہنمائی کی۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ بتاتے ہیں۔

مجھے وہاں پہلے پہلے خواجہ صاحب کے ساتھ کام کرنا پڑا اس مدت میں جو کچھ میرے ساتھ سلوک ہوا یا جو کچھ اوروں نے دیکھا۔ آپ مجھ سے توقع نہ رکھیں کہ میں اس بارہ میں آپ کے سامنے بیان کروں گا کیونکہ میں خواجہ صاحب یا مولوی صاحب کی نسبت کچھ نہیں کہنا چاہتا نہ اس کی ضرورت ہے۔ میں اپنے بارے میں ذکر کروں گا اور وہ بھی اس لیے کہ آپ لوگوں کو وہاں کے حالات کا پتہ چلے اور آپ یقین کریں کہ احمدیہ مشن وہاں کامیاب ہوا اور اس سے زیادہ کامیاب ہوسکتا ہے اور یہ کہ احمدیت کی وہاں سخت ضرورت ہے اور اس کے لیے آپ کی مشفقانہ ہمت اور امداد کی ضرورت ہے۔ میں اپنی ذات کے متعلق ہر ایک تکلیف برداشت کرسکتا تھا۔ مگر ایک اصولی اختلاف جو طرز تبلیغ میں پیش آ رہا تھا اس کا میرے پاس

کوئی علاج نہ تھا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر ضرورت کے وقت کرنا بھی غیر احمدیوں کی طرف سے بوجہ حصول چندہ مانع سمجھتے تھے اور یہ خوف بھی تھا کہ اس پر ہنسی ہوگی اور میں اس کو سمجھتا تھا۔

دوسرے مجھے یہ شکایت تھی کہ کسی سے اختلاف ہے تو ہو مگر کم از کم میرے سامنے اسے گالیاں تو نہ دی جائیں۔ آخری بات بھی ایک حد تک قابل برداشت ہوسکتی تھی مگر یہی بات بہت مشکلات میں ڈالنے والی تھی۔ کیونکہ اس قدر بھی منظور نہ تھا کہ میں ووکنگ سے باہر اپنے طور پر اپنے ذاتی اثر رسوخ و کوشش سے کام لے کر کہیں اگر لیکچر دوں تو اس میں حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کروں پھر اس کے ساتھ ہی خلافت کا جھگڑا بھی پیش آ گیا۔ میں کہتا تھا کہ قیام خلافت سے مطلقاً انکار احمدی جماعت کی ترقی میں سخت حارج ہے۔ کیونکہ بغیر ایک شخص کی ماتحتی کے نظام وحدت قائم نہیں رہ سکتا اور جب تک کوئی قوم نظام کے نیچے کام نہیں کرتی وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ ہندوستان میں ہندوؤں پر جو زوال آیا تھا اسکی وجہ بھی یہ تھی کہ وہ مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے اور کسی نظام وحدت کے نیچے نہ تھے راجپوتانہ کی ریت کے ذرے اور ہمالیہ پہاڑ کے ذرے ایک ہی جنس رکھتے ہیں مگر ایک متفرق ہیں اور آپس میں کسی خاص ذریعہ سے ایک حکم میں نہیں اور دوسرے بوجہ شدت تعلق مل کر ایسے مستحکم ہوگئے ہیں کہ ہوا کا طوفان انہیں اڑا نہیں سکتا۔ پھر وہ نہ خود اپنی حفاظت کرتے ہیں بلکہ دوسروں کے آرام کا موجب بھی ہیں کہ ان سے چشمیں بہتے ہیں اور قسم قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ پھر آپ تو خلیفہ کو کثرت رائے پر اختیار دینا موجب نقصان اور آجکل کے آئین کے خلاف سمجھتے ہیں مگر آپ دنیا کی تمام سلطنتوں کو دیکھ لیں کہ جو بادشاہ کی قائل ہیں وہ بھی بادشاہ کی ذات کو قانون سے بالاتر محسوس کرتی ہیں اور جو قوم پریذیڈنٹ تجویز کرتی ہے وہ بھی عملاً یہی کرتی ہے۔ امریکہ کے پچھلے صدر کا واقعہ سب کو معلوم ہے کہ کثرت رائے نے ایک قانون دو بیویاں کرنے والوں کے متعلق پاس کر دیا مگر صدر نے اس کے خلاف کیا تو پھر اس کثرت رائے پر عمل نہ ہوا۔ اور اس صدر کے حکم کا لحاظ یہاں تک ہے کہ پھر دوسرے ہر صدر کے عہد میں بھی وہ مسئلہ نہیں چھیڑا گیا اور ہم تو خلیفہ مانتے ہیں وہ تو ماتحت ہے۔ قرآن مجید کے احکام کا۔ رسول اللہ کے احکام کا اور حضرت مسیح موعودؑ کے احکام کا یہ دو اصولی اختلاف تھے کہ ان کے ساتھ مل کر کام کرنا دشوار تھا۔ آخر میں الگ ہوا اور میری

مضطرانہ دعاؤں کے جواب میں ایک صبح کشف کی حالت میں الہاماً میں نے عالم بیداری میں یہ آواز زور سے سنی کہ ”میاں محمود کی بیعت پشاور سے بہار تک کے لوگ کریں گے اور پھر آواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر“ میں اس کے معنی نہیں سمجھا مگر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ غیر معمولی طور پر مجھ پر علوم کا انکشاف ہوا اور لیکچر دینے کے لئے میرا سینہ کھول دیا گیا۔ ورنہ میرے لئے یہ بات بہت ہی مشکل تھی چار ماہ تو مجھے خط و کتابت اور اثر رسوخ پیدا کرنے میں لگ گئے۔ باقی ایک سال مجھے کام کرنے کا موقعہ ملا اور وہاں کے لوگ کام کرنے میں ایسا انہماک رکھتے ہیں کہ اتوار ہی کو لیکچر ہو سکتا ہے اس طرح پر 48 لیکچر ہو سکتے ہیں مگر میرے 54 لیکچر ہوئے کیونکہ بعض سوسائیٹیوں نے لکھا کہ آپ ایک لیکچر ہفتہ کی شام کو دیں اور ایک اتوار کو۔

ایک لیکچر قابل ذکر ہے جو مسئلہ الہام و وحی پر تھا جسے سن کر ایک دہریہ نے پہلے مجھ پر ٹھٹھا کیا مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور وہ کہنے لگا کہ آپ کے دلائل نہایت معقول اور زبردست ہیں میں خدا کو نہیں مانتا تھا اب مانتا ہوں پھر اسکی استدعا پر میں نے اسے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی بتائی جو ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ جب جنگ شروع ہوئی اور اخبارات میں بعینہٖ وہی خطرات چھپنے لگے جو میں نے حضرت اقدسؑ کی نظم اور عبارت سے بتائے تھے تو وہ احمدیت پر ایمان لایا اور اب مخلص احمدی ہے اور پرجوش مبلغ ہے۔

پھر ایک اور لیکچر قابل ذکر ہے جس کے خاتمے پر بوڑھا پریذیڈنٹ جو عیسائی تھا بول اٹھا کہ اگر اسلام یہ ہے جو تم نے بیان کیا تو وہ عیسائیت سے بہت ہی اعلیٰ ہے پھر ایک یہودی تھا جس کو میں نے ٹیچینگز آف اسلام دی اس کے پڑھنے پر وہ احمدی ہو گیا بعض لوگ ایسے بھی احمدی ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے میرے پاس پہنچے۔

ایک خاتون نے اپنا رویاء سنایا کہ میں ایک مشرقی ملک میں گئی ہوں اور ایک دربار ہے جس کے تین حلقے ہیں اور میں تیسرے حلقہ میں بیٹھی ہوں میں نے اس سے کہا کہ مسیح موعودؑ حضرت خلیفہ اوّل کے بعد اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ہیں انکی بیعت میں داخل ہو گی یہ خاتون بھی احمدی ہے اور حضرت اقدسؑ سے اس کی محبت کا یہ حال ہے کہ تقریباً ہر وقت یہی ذکر کرتی ہے۔ ان احمدیوں میں سے جو خدا کے فضل سے میرے تعلق کے سبب ہوئے تین ایسے مرد ہیں جو رائیٹر ہیں جن کا پیشہ ہی یہی ہے۔ کہ بذریعہ تحریر و تصنیف

کے ذریعہ معاش پیدا کرنا وہ سلسلہ احمدیہ کیلئے بہت مفید کام دے سکتے ہیں وہ عمر میں بھی جوان نہیں بلکہ 40.50،60 سال کے ہیں یعنی پختہ کار ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے کہ میں نے کسی کے مسلمان کئے ہوئے لوگوں کو احمدی خیالات کا بنایا ہے بلکہ جن لوگوں کا ذکر میں نے کیا یہ وہی ہیں جو براہ راست محض بافضال خداوندی میری تبلیغ سے احمدی ہوئے۔

چوہدری صاحب مزید فرماتے ہیں:۔

''جو امانت حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے سپرد کی ہے ہمارا فرض ہے کہ اسے اکناف عالم میں پہنچائیں اور ہمت نہ ہاریں اور ایک نظام وحدت میں ہو کر خلیفہ کے ماتحت کام کریں کیونکہ ذاتی اور شخصی کام جو انفرادی حالت میں کیے جائیں کبھی بارآور نہیں ہوتے اور ہوتے ہیں تو بہت جلد زوال پذیر ہو جاتے ہیں۔ پس وہی کام ہے جو جماعت نظام وحدت کے اندر کرے اور کسی مشن کو ذاتی مشن اور اسکی آمد کو ذاتی ملکیت قرار نہ دے۔'' (الفضل 8 اپریل 1916ء صفحہ 10)

قادیان سے ووکنگ مشن تک (اپنی کہانی اپنی زبانی)

از قلم حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال مؤسس احمدیہ مشن لندن

میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں حضورؑ کے حکم کے مطابق اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کی تھی۔ واقفین کے نام ایک رجسٹر میں درج تھے جو حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تحویل میں تھا۔ اب معلوم نہیں کہ وہ رجسٹر کہاں ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ زندگی وقف کا طریق پُرانا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا جاری اور بناء کردہ ہے۔

میں نے 1910ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی اور ایم۔اے کی ڈگری کے لئے میں علی گڑھ چلا گیا اور 1912ء میں عربی میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی اور 1912ء میں قادیان واپس آ کر اپنے وقف کے عہد کے مطابق مولوی محمد علی صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا کیونکہ اس وقت وہ صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری تھے اور کرتا دھرتا وہی تھے۔ میرے عرض کرنے پر مولوی

صاحب مرحوم نے فرمایا۔عیسائی مشنریوں کی طرح ہم کوئی مشن مقرر کرنا نہیں چاہتے۔ میں نے عرض کیا کہ کسی غیر ملک میں کام کی تجویز مدنظر نہیں ہے تو آپ مجھے کوئی خدمت قادیان میں ہی دیدیں۔ مثلاً ریویو آف ریلیجنز کے لئے آپ کو اسسٹنٹ ایڈیٹر کی ضرورت ہوگی۔ آپ کو جماعت کے انتظامی امور میں وقت دینا پڑتا ہے اس طرح آپ کی مدد ہو جائیگی۔ مولوی صاحب نے فرمایا مجھے ضرورت نہیں آپ باہر جا کر کوئی سرکاری ملازمت کرلیں۔

اُس وقت تک مجھے خلافت کے متعلق اختلاف کا کوئی علم نہ تھا۔ میں نے اس کوشش میں کہ قادیان میں رہ جاؤں.......... حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ صدر انجمن احمدیہ مجھ سے کوئی کام لینے کیلئے تیار نہیں ہے اور میں ابھی یہاں سے جانا پسند نہیں کرتا۔ میرے گذارہ کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو میں قادیان میں ٹھہر جاؤں اور بوقت ضرورت سلسلہ کیلئے اپنی خدمات پیش کردوں۔ اُس زمانہ میں تعلیم کا انتظام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے سپرد تھا۔ حضور نے مجھے چھٹی جماعت میں انگریزی ٹیچر کے طور پر مقرر فرمادیا۔ تنخواہ غالباً 30 یا 35 روپے تھی۔ اور میں نے کام کرنا شروع کر دیا۔

اس تقرری کے چند ماہ کے اندر اندر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن درس میں فرمایا کہ ہمیں لنڈن مشن میں ایک مبلغ کی ضرورت ہے۔ کوئی مناسب دوست جانے کیلئے تیار ہوں تو اپنا نام دیں اور پھر شکایت کے طور پر فرمایا کہ میں کئی ماہ سے مناسب آدمی کی تلاش میں ہوں۔ چند آدمیوں کو کہا ہے انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ اس زمانہ میں میری آنکھوں میں آشوب تھا۔ اور میں لمبے سفر پر جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اسلئے میں حضرت مولوی محمد دین صاحب کے مکان پر گیا اور ان کو کہا کہ آپ اپنا نام کیوں نہیں دیتے۔ جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح متعدد بار پبلک میں مطالبہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب کی رائے میرے خلاف ہے وہ کوئی اپنا آدمی بھجوانا چاہتے ہیں۔ اسلئے اگر میں نے کہا بھی تو مولوی محمد علی صاحب کوئی ایسی ترکیب کریں گے جس سے حضرت خلیفۃ المسیح مجھ سے ناراض ہو جائیں گے اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ یہ تو شیطانی خیال ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کو۔ آپ نیک نیتی سے اپنے آپ کو پیش کر دیں۔ اس کو منظور کرنا یا نہ کرنا ان کے

اختیار میں ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر مل جائے گا۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو آپ اپنے آپ کو پیش کیوں نہیں کر دیتے۔ میں نے کہا کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے اور بیمار ہوں مولوی صاحب نے کہا کہ یہ بھی شیطانی خیال ہے۔ آپ پیش کر دیں۔ آپ صحت کے لحاظ سے کام کے قابل ہیں یا نہیں یہ فیصلہ کرنا حضرت صاحب کے اختیار میں ہے۔ مجھے یہ جواب معقول معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ بہت بہتر آپ بھی لکھ دیں اور میں بھی لکھ دیتا ہوں۔ اسی وقت ہم دونوں نے لنڈن جانے کیلئے پیشکش کر دی۔ درس کے وقت مولوی محمد علی صاحب اور میں دونوں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے قریب ہی بیٹھے تھے تو حضور نے مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ تو کہتے تھے کوئی نوجوان جانے کیلئے تیار نہیں ہے میرے پاس تو بجائے ایک کے دونو جوانوں کے خط آ گئے اور پھر میرا اور مولوی محمد دین صاحب کا نام لیا۔ مولوی محمد علی صاحب نے مجھے کہا کہ آپ دونوں صاحب کل فلاں وقت میرے مکان پر آ جائیں۔ ہم مقررہ وقت پر دونوں حاضر ہو گئے تو اس وقت مولوی محمد علی صاحب نے ایک لمبی تقریر فرمائی کہ مسلمانوں کے تمام کام خراب ہو رہے ہیں۔ کیونکہ دُور اندیشی سے کام نہیں لیا جاتا۔ میری رائے میں اگر آپ لنڈن جائیں تو ایک صد روپیہ ماہوار فی کس آپ کے اہل وعیال کو ملنا چاہیے۔ یہ دوصد ماہوار ہوا۔ اور 3 صد روپیہ ماہوار لنڈن کی خوراک پر خرچ ہوگا۔ تو یہ بھی 6 صد روپیہ ماہوار ہوا۔ یہ فی کس 9600 روپیہ سالانہ ہوتا ہے اور کم از کم 2 ہزار روپیہ آنے کا خرچ بھی ہوگا۔ اس طرح یہ خرچ 11600 روپیہ فی کس ہو جاتا ہے۔ اس سارے وقت میں ہماری طرف سے کسی مقررہ رقم کا مطالبہ پیش نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ واقف زندگی کیلئے یہ بات درست نہ تھی اور سفر خرچ اور لنڈن کے خرچ خوراک کے متعلق چونکہ مجھے علم نہیں تھا اسلئے میں خاموش رہا۔ میں نے یہ فیصلہ کیا ہوا تھا کہ میں اپنے اہل وعیال کیلئے کوئی مطالبہ نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی بعد میں میں نے کیا۔ اس پر ہم واپس آ گئے۔

"دوسرے دن نو بجے کے قریب میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ مولوی محمد علی نے کہا ہے کہ تم دونوں نے دس ہزار روپے کی پیشگی کا مطالبہ کیا ہے۔ میرے پاس اتنی رقم کہاں ہے۔ مَیں نے عرض کیا حضور! ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ یہ تجویز مولوی محمد علی صاحب کی اپنی

تھی۔اس پر حضور نے فرمایا ''یا تم جھوٹ بولتے ہو یا مولوی محمد علی جھوٹ بولتا ہے''

اِس پر میں خاموش ہوگیا اور مولوی محمد دین صاحب کو جا کر واقعہ کی اطلاع کر دی۔ اس پر مولوی صاحب مجھ سے سخت ناراض ہوئے اور مجھے کہا کہ تمہاری ضد نے ہم دونوں کو ذلیل کیا ہے۔مولوی محمد علی صاحب امور کو الٹ پلٹ کرنا خوب جانتے ہیں میں نے کہا کہ اس بات کا جواب اب باتوں کے دروغ وراست سے نہیں ہوسکتا۔اس کا صحیح جواب تو یہ ہے کہ ہم لنڈن پہنچ جائیں۔کسی طرف سے مدد ہو یا نہ ہو اسکی پرواہ نہ کی جائے۔مولوی محمد دین صاحب نے کہا آپ جائیں میں اِن حالات کے ماتحت نہیں جا سکتا۔ میں وہاں سے اسی نیت اور ارادہ سے چلا آیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور دُعا بھی کی۔اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تلاش میں نکلا۔حضور مجھے مسجد مبارک کی چھتی ہوئی گلی میں مسجد مبارک کی اندرونی سیڑھیوں کے پاس مل گئے۔ان سے میں نے سارا واقعہ بیان کیا اور انہوں نے فرمایا کہ انصار اللہ کا چندہ جو غیر ممالک میں تبلیغ کیلئے جمع ہے وہ میں تم کو دیتا ہوں۔لیکن میرا اس طرح خود دینا درست نہیں ہے۔تبرک اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ میں رقم ابھی حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوا دیتا ہوں اور حضور اپنے ہاتھ سے آپ کو رقم ادا فرمائیں۔ میں رقم بھجواتا ہوں تم وہاں مطب میں جا کر انتظار کرو۔ چنانچہ میں خوش خوش جا کر حضور کی خدمت میں حاضر ہؤا اور روپے کے آنے کا انتظار بھی نہ کیا اور عرض کیا کہ حضور میں لنڈن جا رہا ہوں۔حضور نے فرمایا کہ کرایہ کا کیا انتظام کیا۔ میں ابھی عرض کر ہی رہا تھا کہ ایک خادم رقعہ اور رقم لے کر حاضر ہؤا۔ جو ایک رومال میں بندھی تھی۔ یہ پانصد اور کچھ روپے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے وہ رقم بڑی خوشی سے مجھے دی اور مجلس میں چرچا ہوگیا کہ میں پانصد روپے لیکر لنڈن جا رہا ہوں۔تو وہاں حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور 125 روپے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں میرے لئے پیش کر دیئے اور اس طرح یہ قریباً 675 روپے کے قریب رقم ہوگئی اور بعض لوگوں نے ایک ایک یا دو دو روپے دیئے سوائے شیخ نور محمدؐ کے۔لیکن یہ رقوم اتنی قلیل تھیں کہ رقم پورے 700 تک نہ پہنچی۔حضور نے وہ تمام رقم اسی وقت مجھے دے دی۔

قرآن شریف کے درس کے وقت ہم پھر جمع ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح نے مولوی محمد علی صاحب کو پھر مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ تو کہتے تھے فتح محمد دس ہزار روپیہ مانگتا ہے اب یہ چند صد روپیہ لے کر روانہ ہو رہا ہے۔ مطلب صاف تھا کہ عملی رنگ میں آپ کی رپورٹ غلط ثابت ہوگئی ہے۔ حضور اپنے اس قول کی طرف اشارہ فرما رہے تھے ''یا تم جھوٹ بولتے ہو یا مولوی محمد علی جھوٹ بولتا ہے۔'' اس کے بعد حضور نے فرمایا ''تم بھی کچھ دیدو۔ اور ثواب میں شامل ہو جاؤ۔'' انہوں نے اپنے خاص انداز میں مسکرا کر کہا کہ میں بھی صدر انجمن کی طرف سے کچھ دیدوں گا اور مجھے صبح دفتر میں آنے کیلئے کہا۔ میں حاضر ہوا اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت میر صاحب نے 105 روپے دیئے ہیں انہوں نے مجھے باخذ رسید 105 روپے دیئے۔ میرا خیال تھا کہ کم از کم پانصد کی رقم دیں گے۔ تا کہ انصار اللہ کے عطیہ کے برابر ہو جائے۔ لیکن مولوی صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب جماعت سے چندہ کرتے ہیں اور صدر انجمن احمدیہ بھی جماعت سے چندہ کرتی ہے۔ اس شق میں ہم دونو برابر ہیں۔ اسلئے میں 105 روپے دوں گا۔ صوفیا کی سنت کے مطابق میں نے وہ رقم قبول کر لی۔ میں نے کوئی نئے کپڑے نہیں بنوائے۔ ڈیڑھ صد روپیہ کی کتب خرید لیں۔ جن میں بخاری شریف اور صحیح مسلم شامل تھیں اور تھرڈ کلاس میں سوار ہو کر بمبئی پہنچ گیا اور سیٹھ محمد اسماعیل صاحب کی مدد سے ایک اٹالین کی ڈیک پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جولائی 1913ء میں لنڈن پہنچ گیا۔ مکرم خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ 4 یا 5 دن کے بعد واپس آئے اور میرے سامنے ہندوستان سے آئی ہوئی ڈاک پڑھنی شروع کر دی۔ ایک خط بہت غور سے پڑھا اور مجھے کہا کہ یہ خط مولوی محمد علی صاحب کا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تم میاں محمود احمد صاحب کے خاص آدمی ہو اور کہ انہوں نے تم کو میری جاسوسی کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ یہ کیا بات ہے میں نے عرض کیا کہ یہ بات غلط ہے اور بالکل غلط الزام ہے آپ بے فکر رہیں۔ میں آپ کی مدد کیلئے اور تبلیغ اسلام کیلئے آیا ہوں۔ مجھے میری درخواست پر حضرت میاں صاحب نے رقم دی اور اس کی وجہ بھی مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے متعدد دفعہ صاف انکار تھا۔ اگر صدر انجمن کی طرف سے ایک ہزار بھی مل جاتا تو مجھے ایسی ضرورت پیش نہ آتی۔ ضمنی طور پر میں یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میری خوش دامن حفصہ بنت حضرت مولوی نور الدین خلیفہ اول اور مفتی

فضل الرحمن صاحب نے مجھے کہہ دیا تھا کہ تمہاری بیوی اور بچی کے تمام اخراجات کے متعلق ہم خود کفیل ہوں گے اور میں نے اپنی بیوی ہاجرہ بیگم کو کہہ دیا تھا کہ کسی کی امداد نہیں لینی اور اگر کوئی پیش بھی کرے تو انکار کر دینا۔ دوسرا مجھے اس زمانہ میں دو مبشر خواب آئے۔ اوّل یہ تھا کہ میں ہندوستان سے ایک جہاز پر سوار ہؤا ہوں اور میرے ساتھ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم ہیں اور ہم دونوں مختلف ممالک کی سیر کرنے کے بعد پھر بخیریت واپس ہندوستان آ گئے ہیں۔ چونکہ تعبیر نام سے ہوتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ شدید خطرات کے باوجود میں انشاءاللہ زندہ واپس قادیان پہنچ جاؤں گا۔

دوسرا خواب یہ تھا کہ میں ایک کشتی پر سوار ہوں اور ساحل انگلستان پر اُترا ہوں اور ساحل سے اونچی جگہ پر گیا ہوں تو تمام انگلستان میں سخت زلزلہ آیا ہے اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہے اور خسف فی الارض سے بہت مخلوق ہلاک ہوگئی۔ مجھے پر سخت دہشت طاری ہوتی ہے اور سخت حیرت اور وحشت کی حالت میں دل میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہ کیا معاملہ ہے؟ تو مجھ پر القاء ہوتا ہے کہ صرف وہی لوگ نجات پائیں گے جو یا تو خود مسلمان ہو جائیں گے یا ان کی اولاد مسلمان ہونے والی ہے۔ اس جملہ معترضہ کے بعد میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم جلد ووکنگ چلے گئے اور میں نے حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں مولوی محمد علی صاحب کے خط کے متعلق لکھ دیا کہ انہوں نے خواجہ صاحب کو ایسا خط لکھا ہے۔ اس کا مجھے حضور کی طرف سے جواب آیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایسے خط کی تحریر کی نسبت قطعی طور پر انکار کرتے ہیں۔ میں نے وہ خط خواجہ صاحب کو دکھلا دیا اور حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں بھی لکھ دیا کہ میں نے خط پڑھا تو نہیں۔ جو خواجہ صاحب نے فرمایا تھا وہ میں نے حضور کی خدمت میں لکھ دیا تھا۔ اب یہ دونوں صاحب آپس میں فیصلہ کر لیں۔

ووکنگ میں جو واقعات ہوئے وہ متعدد دفعہ پریس میں آ چکے ہیں۔ ووکنگ میں خواجہ صاحب مرحوم نے مجھے سختی سے منع کر دیا کہ تبلیغ کے وقت یا عام گفتگو میں حضرت مسیح موعودؑ کا نام ہرگز نہیں لینا۔ اس اختلاف کی بناء پر ووکنگ سے نوکسٹن چلا گیا اور وہاں جا کر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں لکھا کہ ان حالات کے ماتحت کیا کیا جائے۔ حضور کا حکم ملا فوراً ووکنگ واپس چلے آ ؤ۔ اور تبلیغ میں جب موقع آئے

توحضورؑ کا نام ضرور لیں۔تبلیغ کیلئے میں نے آپ کو بھیجا ہے باقی امور میں آپ خواجہ صاحب کی اطاعت کریں کیونکہ وہ امیر ہیں۔اس پر میں پھر ووکنگ واپس آ گیااور حضرت خلیفہ اوّل کے حسب منشاء تبلیغ کرتا رہا۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے منشاء کے خلاف پبلک کیلئے میں نے ہی مسجد ووکنگ کا افتتاح کیا اور سب سے پہلا پبلک لیکچر مسجد ووکنگ میں میں نے دیا۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات ہوئی اور بیعت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تار مولوی شیر علی صاحب کی طرف سے آئی تو میں نے وہ خواجہ صاحب کو دکھلائی تو خواجہ صاحب نے کہا کہ جماعت میں اختلاف ہوا ہے۔اگر جماعت کے اتفاق سے بیعت ہوتی تو تار میرے نام ہوتا اور غالباً مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے ہوتا۔میں نے منذر خواب دیکھا تھا کہ میں ایک پہاڑ پر چڑھ رہا ہوں تو نصف منزل پر جا کر ایک دلدل آ گئی ہے اور میں اس میں پھنس گیا ہوں اور دلدل نے مجھے نیچے جذب کرنا اور کھینچنا شروع کر دیا ہے۔حتیٰ کہ میں ناف تک دلدل میں دھنس گیا ہوں اور اتنے میں اُوپر سے ایک وزنی پتھر آیا ہے جو میرے سر پر پڑا ہے اور میں دلدل میں بالکل غرق ہو گیا ہوں۔اس دہشت میں ڈر کر بیدار ہو گیا اور میں نے ابھی نیچے آ کر قرآن مجید سے فال نکالی ہے تو یہ آیت نکلی ہے ومتی یحی العظام وھی رمیم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔میرا انجام بخیر ہوگا۔فال کا معاملہ تو مشتبہ ہے لیکن مری رائے خوب صاف تھی۔ پہاڑ پر چڑھنا روحانی ترقی کی طرف اشارہ ہے۔ جب خواجہ صاحب نے خلافت کا انکار کیا تو ترقی رُک گئی۔ جڑھ بند ہو گئی۔اس زمانہ میں مجھے بھی بیداری میں صبح کے وقت ایک کشف ہوا۔غلام حسین صاحب بن محمد یوسف صاحب ساکن مد میرے دوست اور کلاس فیلو تھے۔ان کو میں نے دیکھا کہ وہ میرے سامنے کھڑے ہیں اور چار دفعہ اللہ اکبر کہتے ہیں اور بازو بلند کر کے انگلی سے اشارہ کرتے ہیں کہ پشاور سے لے کر مدارس تک سب بیعت کریں گے۔ یہ خواب میں نے خواجہ صاحب کو سنا دیا تھا۔اس کے بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حکم کے ماتحت لنڈن چلا گیا۔وہاں جا کر علیحدہ احمدیہ مشن قائم کیا۔اس سے قبل مکرم خواجہ صاحب مرحوم مجھے کہہ چکے تھے تم ہندوستان چلے جاؤ۔ ہم مل کر کام نہیں کر سکتے۔ واپسی کا کرایہ میں ادا کر دیتا ہوں۔تمہارے

والد میرے دوست ہیں میں بعد میں اُن سے رقم وصول کرلوں گا۔میری رائے میں خواجہ صاحب مرحوم سے جو غلطی ہوئی اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ خلافت سے تعلق نہیں تھا۔اسلئے مسجد ووکنگ کے حصول کیلئے انکو زبانی یا تحریری مسجد کمیٹی لنڈن کو وعدہ دینا پڑا کہ وہ اپنی تبلیغ میں فرقہ وارانہ امور کا ذکر نہیں کریں گے۔جس کا مطلب یہ تھا کہ احمدیت کا ذکر نہیں کریں گے۔میں نے اتنی زمین اوراس سے بڑا چار منزلہ مکان فری ہولڈ میں 2200 پونڈ میں خریدا اور اللہ تعالیٰ نے بعد میں مسجد بنانے کی توفیق بھی عطاء کی لیکن اہل پیغام کا مشن ابھی تک مستعار مسجد میں ہے اور کمیٹی ووکنگ جس وقت چاہے یہ مسجد اُن سے واپس لے سکتی ہے اور اپنے معاہدہ کے ماتحت وہ حضرت مسیح موعودؑ کو اس جگہ بحیثیت مجدد بھی پیش نہیں کر سکتے۔جو ان کا اپنا مذہب ہے اور نہ انہوں نے کبھی کہا ہے۔(حضرت یعقوبؑ کے بھائی کی طرح دال کی ایک ہانڈی کے بدلہ نبوت فروخت کردی تھی۔) اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ

(بحوالہ ماہنامہ خالد نومبر 1956ء)

بیان عزیزم حمید نصر اللہ خان صاحب (سابق امیر جماعت احمدیہ ضلع لاہور)

عزیزم حمید نصر اللہ صاحب بتاتے ہیں کہ مجھ سے ''بابا جی'' یعنی قابل قدر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب چوہدری فتح محمد سیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ لنڈن تشریف لے کر گئے تو آپ نے ایک پمفلٹ بعنوان ''وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' چھپوایا اور اُس کو تقسیم کر دیا۔ جب محترم خواجہ کمال الدین صاحب کو اس پمفلٹ کا پتہ چلا تو انہوں نے چوہدری صاحب سے کہا کہ تم نے یہ پمفلٹ کیوں شائع کیا یہ تو تم نے غضب کر دیا ہے۔عیسائیوں کے ملک میں آ کر جہاں پر اُنکی حکومت بھی ہے وہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا کس قدر فتنہ کا باعث ہوگا۔کیونکہ عیسائیت کی بنیاد ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر چلے جانے پر ہے۔یہ تو گویا تم نے عیسائیت کی جڑ پر ہی تبر رکھ دیا ہے۔جو کہ بہت بُرے اور سنگین نتائج کی حامل بات ہوسکتی ہے۔اُن کی تمام گفتگو سننے کے بعد چوہدری صاحب نے اُن کو جواب دیا کہ اگر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ہی ثابت نہیں کرنا ''تو پھر میرا لنڈن آنے کا مطلب ہی کیا ہے''

اس واقعہ کے بعد حضرت چوہدری صاحب کو محترم خواجہ کمال الدین صاحب نے تقاریر کرنے سے سختی سے منع کر دیا اور کہا کہ اگر تقاریر کریں تو حضرت مسیح موعودؑ کو مسیح موعودؑ کے طور پر پیش نہ کریں گے۔

دوسرا واقعہ جو عزیزم حمید نصر اللہ صاحب نے بیان فرمایا وہ بھی بڑا دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ اِس واقعہ کا میں خود راوی ہوں۔ حضرت ابا جان نے خود مجھ سے بیان فرمایا تھا کہ میں ہائیڈ پارک لنڈن میں جا کر روزانہ تبلیغ کرتا تھا۔ ہائیڈ پارک لنڈن کا طریق کار یہ ہے کہ وہاں پر جو شخص بھی چاہے اپنی ایک میز رکھ لیتا ہے اور اُس میز پر کھڑے ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور لوگ خود بخود ارد گرد آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور تقریر سنتے ہیں۔ یہاں پر تقریر کرنے والوں پر کوئی پابندی نہیں ہوتی جس کا جو دل چاہے کہے اور اپنا نکتہ نظر بیان کرے۔

لہٰذا حضرت ابا جان تقریر کر رہے تھے کہ ایک پادری صاحب جو انڈیا میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے پر مامور رہ کر لنڈن واپس گئے تھے کہنے لگے کہ میں آپ کی تقریر کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں میز سے اُتر گیا اور اُن کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ پادری صاحب میز پر کھڑے ہو گئے اور یوں گویا ہوئے کہ یہ شخص جو یہ بیان کر رہا ہے کہ انڈیا میں ایک شخص حضرت مرزا غلام احمدؑ آئے ہیں اور اُن کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ اُن کو الہام ہوتے ہیں اور کشف میں نظارے نظر آتے ہیں وہ مسیح موعودؑ اور امام مہدی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ گرم ملک کے رہنے والے ہیں اور گرمی کی وجہ سے بارشیں بھی بہت ہوتی ہیں۔ مچھر بھی بہت ہوتے ہیں اور سرکنڈوں کی چھپر کھٹ بنا کر پانی کے اوپر رکھ کر اُس پر سوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو نیند بھی اچھی طرح نہیں آتی اور نہ ہی اِنکی صحت اچھی ہوتی ہے۔ خراب صحت کی وجہ سے پھر اِنکو عجیب عجیب قسم کے خواب آتے ہیں جس کو یہ پھر الہام اور کشف کا نام دیتے ہیں۔ (غالباً یہ پادری صاحب بنگال میں رہ کر گئے ہونگے ناقل) جب پادری صاحب اپنا بیان دے چکے اور میز سے اُتر گئے تو میں پھر میز پر چڑھ گیا تو میں نے لوگوں کو کہا کہ جیسے اِن پادری صاحب نے بیان کیا کہ ہم انڈیا کے لوگ اِن اِن نامساعد حالات اور خراب ترین موسم میں رہتے ہیں اور ہماری صحتیں نہایت خراب اور ناگفتہ بہ ہیں تو میں محترم پادری صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ یہاں میز پر

میرے سامنے آ کر کھڑے ہو جائیں اور میں ایک مکا مار کر ان کے بتیس کے بتیس دانت نہ نکال دوں تو میں جھوٹا اور یہ سچے ہیں میرے اِس بیان کے بعد تمام حاضرین نے اُن سے کہا کہ آپ میز پر کھڑے ہو جائیں مگر نہ مانے۔حتیٰ کہ لوگوں نے پکڑ پکڑ کر میز پر چڑھانے کی کوشش کی مگر پادری صاحب بالکل بھی نہ مانے یوں جاء الحق وزھق الباطل کا نظارہ لوگوں نے دیکھا۔عزیزم حمید نصر اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابا جان سے پوچھا کہ ابا جان اگر وہ پادری میز پر چڑھ جاتا تو آپ کیا کرتے۔ابا جان نے بڑے جلال سے فرمایا ''میاں'' میں اُس کے بتیس کے بتیس دانت نکال دیتا سبحان اللہ کتنا اعتماد تھا احمدیت کی سچائی پر اور کتنا اعتماد تھا اپنے مولیٰ کی ذات پر۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے ایک بیرون ملک جانے والے مبلغ اسلام کو زریں ہدایات جس میں ابا جان کا تذکرہ بھی ہے

مکرم ومحترم حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب 1915ء میں لندن تشریف لے جارہے تھے تو حضور اقدس نے آپکو بہت سی مفید نصائح سے نوازا اور اپنے قلم مبارک سے جو نصائح تحریر فرمائیں۔ان میں بہت سی مفید باتوں کے علاوہ یہ بھی تحریر تھا کہ چوہدری صاحب (فتح محمد سیال) کے کہنے کے مطابق عمل کریں وہ آپکے امیر ہوں گے۔جب تک وہاں رہیں ان کی باتوں کو قبول کریں۔جہاں تک اسلام آپکو اجازت دیتا ہے محبت سے انکا ساتھ دیں۔اُن کے راستہ میں روک نہ ثابت ہوں بلکہ اُن کا ہاتھ بٹائیں۔تحریر کا کام آپ کریں تا اُن کی آنکھوں کو آرام ملے آپ دونوں کی محبت دیکھ کر وہاں کے لوگ حیران ہوں۔

(ماخوذ از رسالہ خالد اپریل 1957ء)

باب 3

لنڈن میں دوبارہ آمد

حضور نے چوہدری صاحب کو پھر لنڈن میں تبلیغ کے لئے روانہ کیا تاکہ آپ اپنے سابقہ تجربے کی بنا پر مشن احمدیہ کو مزید تحقیق کی راہ پر گامزن کرسکیں اس کی مختصر روئیداد پیش کی جاتی ہے۔

لنڈن میں دوبارہ ورود

جولائی 1919ء کو چوہدری صاحب نے دوبارہ لنڈن تشریف لے جانے کے لئے رختِ سفر باندھا۔ اس دفعہ حضرت مولانا عبدالرحیم نیرؔ صاحب بھی ساتھ تھے۔

گاڑی میں ''کھانے کی گاڑی'' بھی ہے اور مکرم چوہدری صاحب نے مناسب سمجھا کہ مجھے انگریزی طور پر کھانے کا پہلا سبق دیں چنانچہ میں نے یہ سبق جہاز کی تیاری کے لئے قدرے وقت کے ساتھ یاد کرلیا ہے۔اور چھری کانٹے کے ساتھ تھوڑی سی مشق کرلی ہے۔

''تجربہ کار ساتھی خدا کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے۔''

مزید تحریر فرماتے ہیں: 28/جولائی 1919ء سمندر پر دور سورج ڈوبنے کا منظر عجیب دلکش ہوتا ہے۔ سرخ زردی مائل بڑی سی گیند دور پانیوں میں غرق ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور قرآن پاک نے جو ذوالقرنین کے نظارہ کا ذکر فرمایا ہے وہ بڑی صفائی سے اور وضاحت کے ساتھ دکھائی دیتا ہے اور مغرب کے بعد میں اور چوہدری صاحب درمیانی تختہ جہاز پر ساحل عرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور چوہدری صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے یہ فارسی اشعار پڑھے۔

عجب نور است در جان محمدؐ	عجب لعل است درکان محمدؐ

اس ذوق وابتہاج کے ساتھ پڑھے جو اس موقع پر ایک مومن کے قلب میں پیدا ہوسکتا ہے۔ اللھم صلی علیٰ محمد۔ (الفضل 20/دسمبر 1919ء صفحہ 11)

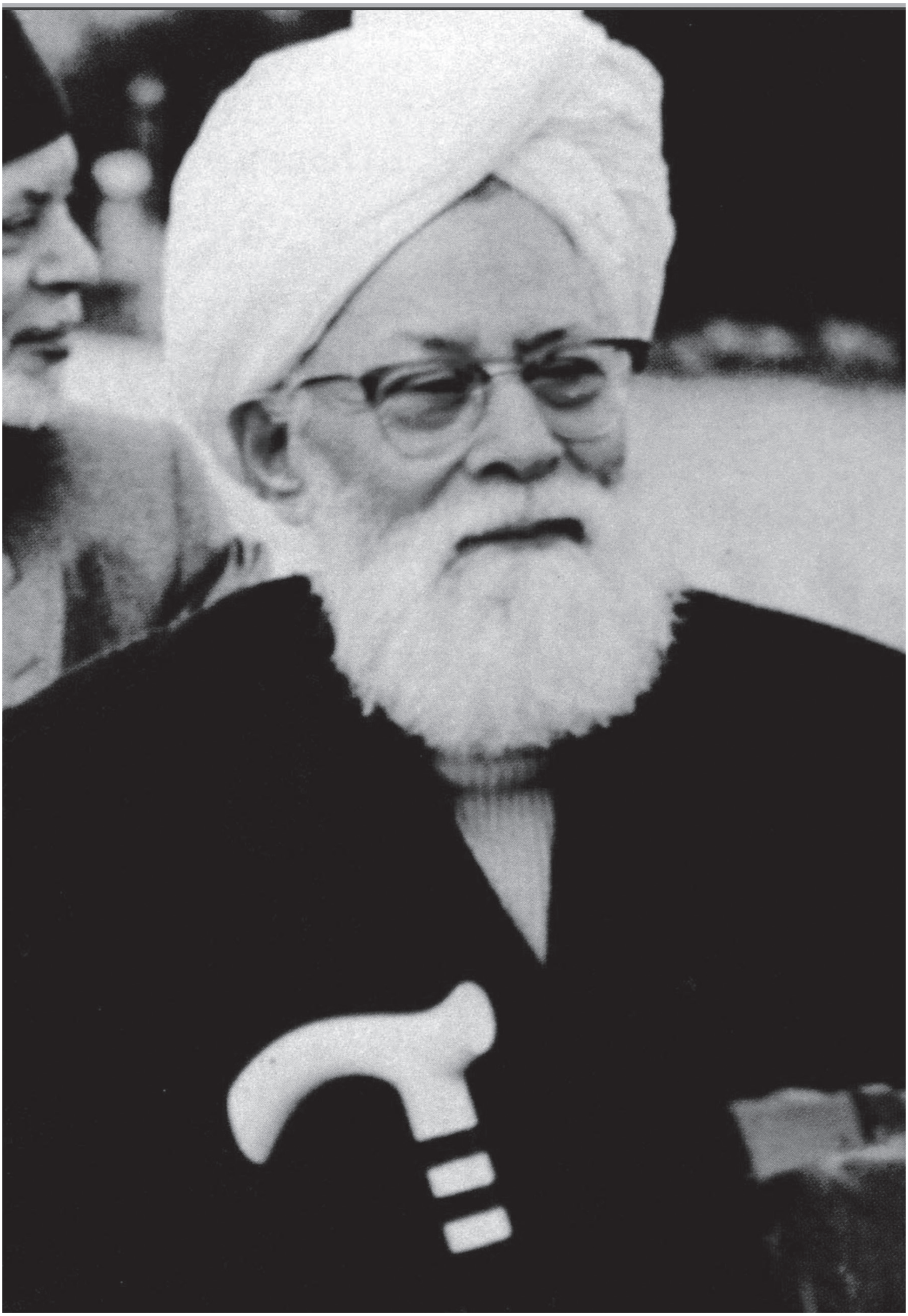

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یقین کامل

18ر جولائی کو مکرم چوہدری صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ میں وہ فقرہ کہا جو ’’داعیان احمدیت‘‘ کی تمام کوششوں کا قاعدہ اور آئندہ کام کی عمارت کا بنیادی پتھر ہے یعنی یہ کہ

’’انگریزوں کے مسلمان ہونے کا ہمیں یقینِ کامل ہے‘‘ (ماخوذ الفضل 20ر ستمبر 1919ء)

سفر میں تبلیغ

مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؔ فرماتے ہیں ’’ہندوستانی طلباء کو چوہدری صاحب نے قریب نصف گھنٹہ تبلیغ کی اور جہاز پر سے ہم نے ان کو کچھ لٹریچر بھجوایا۔‘‘ (الفضل 4ر اکتوبر 1919ء)

لنڈن میں رہائش

مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؔ لنڈن پہنچنے پر رہائش کے بارہ میں ذکر کرتے ہیں کہ ’’دومنزلہ مکان ہے نیچے کے ایک کمرہ کے کونے میں نیرؔ کا دفتر ہے ساتھ کے کمرہ میں صادق و نیرؔ رات بسر کرتے ہیں اور سب سے اوپر کی منزل میں ایک طرف قاضی و سیالؔ کا ڈیرہ پائیں گے۔‘‘

(الفضل 7ر اکتوبر 1919ء صفحہ 2)

ایک سعید روح کا قبول احمدیت

چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب اور چوہدری صاحب کی تبلیغ سے ایک مصری نوجوان حسن گوہر جو انگریزی بھی اچھی طرح جانتے ہیں سلسلہ میں داخل ہوئے۔ (الفضل 11ر اکتوبر 1919ء صفحہ 2)

تسلی بخش کام

چوہدری صاحب فرماتے ہیں:

’’اللہ کے فضل سے یہاں تبلیغ کا کام ہر رنگ میں ترقی کر رہا ہے۔ بہت سے انگریز مرد عورتیں جو ایک عرصہ سے حضرت قاضی صاحب و مفتی صاحب کے زیر تبلیغ چلے آئے تھے اسلام کے بہت قریب آرہے ہیں۔ لیکچروں کا سلسلہ شروع ہے ہفتہ گذشتہ میں ایک لیڈی جناب ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر کے ہاتھ پر

داخل دین حقہ ہوئی۔ مسیحی نام ابنی مے تھا۔ اسلامی نام عائشہ رکھا ہے۔ اس کے علاوہ ایک معزز خاتون بھی جلد احمدیت میں داخل ہونے والی ہیں۔ گذشتہ اتوار مسٹر نیر (عبدالرحیم صاحب نیر) کا لیکچر ''آنحضرت کے اسوہ حسنہ'' پر ہوا لیکچر بہت کامیاب ہوا۔

ایک نئی تجویز یہ ہے کہ ایک مدرسہ عربیہ اور درس قرآن مجید جاری کئے جائیں کیونکہ ان ذرائع کے تبلیغی کام کو انشاء اللہ بہت مدد ملنے کی امید ہے۔ (الفضل 27 ستمبر 1919ء صفحہ 2)

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر اپنی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

''مسٹر عبدالعزیز پیچ اور مسٹر سلمان شائخ سے ملاقات ہوئی یہ دونوں اصحاب چوہدری صاحب کی تبلیغ سے اسلام لائے تھے۔''

اپنی اگلی رپورٹ میں نیر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''گذشتہ اتوار 28 اگست کو چوہدری فتح محمد صاحب سیال کا لیکچر ''دعا'' پر ہوا۔ یورپین حاضرین میں وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ انگریز خواتین بھی تھیں۔ بہت دلچسپ لیکچر تھا۔''

اسی طرح آئندہ اتوار اور جمعہ کو چوہدری صاحب کے لیکچر فوکسٹن میں ہوں گے۔

(الفضل 11 نومبر 1919ء)

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر چوہدری صاحب کی تبلیغی سرگرمیوں کی رپورٹ میں رقمطراز ہیں۔

ہفتہ رواں میں جن لوگوں کو ملاقاتوں کے ذریعے تبلیغ کی گئی ان میں سے قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ مولوی فتح محمد صاحب سیال ایک معزز خطاب یافتہ فاضل مستشرق انگریز سے ملے۔ سلسلہ عالیہ کی تبلیغ کا فرض ادا کیا اور فاضل مستشرق نے فرمایا کہ میں بارہ سال سے ریویو کا مطالعہ کرتا ہوں اور احمدیت کی نسبت کہنے لگا۔

"I like this movement "I like this movement, this is the Only hope of Islam. "

''میں اس سلسلہ کو پسند کرتا ہوں یہ ہی اسلام کی ایک امید ہے۔''

2۔ چوہدری صاحب دو تھیوسوفسٹ لیڈیوں سے ملاقی ہوئے اور انہوں نے حضرت احمدؑ کا تذکرہ سننے

کے بعد کہا۔

"This is just possible that prophet is the expected teacher".

یہ ممکن ہے کہ تمہارا نبی ہی وہ موعود وہادی ہو جس کی آمد کے ہم منتظر ہیں۔

(الفضل 11 / دسمبر 1919ء صفحہ 2)

نیز صاحب اپنا فرض ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مبلغ اسلام چوہدری صاحب کو خدا کے فضل سے مختلف سوسائٹیوں کی طرف سے (جو ان کے سابقہ تعلقات اور لیکچروں سے متاثر ہیں) تقریریں کرنے کے لئے دعوتیں آرہی ہیں اور چوہدری صاحب نے اس سلسلہ کو شروع کر دیا ہے۔ آج 4 / دسمبر کو خدا کے فضل سے تھیوسوفی ہال ڈائی میں ''محاسن اسلام'' پر چوہدری صاحب کی تقریر ہے اور کل وہ انشاء اللہ انگلستان کا دورہ کریں گے۔

چوہدری صاحب ایک نومسلم کی نظر میں

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر تحریر فرماتے ہیں:

اخویم بشیر الگزنڈر سہول سولر نومسلم دوست نے ہسپانوی زبان میں جو حضور کے نام خط لکھا اور اس کا ترجمہ انگریزی میں انہوں نے خود مجھے کرا دیا ہے اس کی اردو حسب ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحضور اقدس امام جماعت احمدیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''لنڈن میں برادران نیر و سیال سے ملاقات ہوئی انہوں نے سلسلہ احمدیہ کے اغراض و مقاصد اور اصولوں کو میرے سامنے بیان کیا اور مجھے بتایا کہ وہ سلسلہ احمدیہ کے جنوبی امریکہ میں بھی پھیلانا چاہتے ہیں۔ میں نے حضرت اقدس نبی احمدؑ کی نسبت جو کچھ سنا اور جو کچھ پڑھا ہے اس کے ساتھ مجھے کلی طور پر اتفاق ہے اور میں اس امر کا خیال کر کے خوش ہوتا ہوں کہ خدا تعالیٰ وقت لائے گا جب میں ان لوگوں میں شامل ہو کر جو خدا کی رضا کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں۔ سلسلہ کی کوئی خدمت کرسکوں۔''

مذکورہ بالا نیّر وسیالؔ کے ساتھ رابطہ محبت واخوۃ میں وابستہ ہو کر میں اب اپنے تئیں جماعت احمدیہ کا ممبر تصور کرتا ہوں اور حضور اقدس کے سامنے کمال ادب کے ساتھ سر اطاعت خم کرتا ہوں اور حضور کے پاک وجود کی حفاظت کے لئے دعا کرتا ہوں۔

میں ہوں حضور کا خادم	بشیر الگزنڈر سہول سولر

اگر سہول کو سیالؔ اور سولر کا ترجمہ جیسا کہ اخویم بشیر نے بتایا نیّر کر لیا جائے تو گویا اس نئے بھائی کے نام میں ہی سیالؔ و نیّرؔ موجود ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک

(الفضل 5 ر جنوری 1920ء صفحہ 4)

مولانا عبدالرحیم صاحب نیّرؔ تحریر فرماتے ہیں کہ

''چوہدری صاحب نے 14 ر دسمبر کو تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چوہدری صاحب نے نہایت عالمانہ طرز پر اور اعلیٰ درجہ کی زبان میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی تشریح کی اور بتایا کہ کس طرح ان کے ذریعے سے انسان روحانی ترقی کر سکتا ہے اور کہا کہ اسلام میں محض نجات پر ہی اکتفا کرنا نہیں سیکھایا گیا بلکہ فلاح کے حصول کا راستہ بھی دکھایا گیا ہے۔ جو عبادت الٰہی کرتا ہے اور ظاہری اشکال اور باطنی تغیر قلبی کو ملاتا ہے اور بہترین زندگی بسر کرتا ہے۔ سچا مسلم اور مفلح ہے۔ غرض قریباً ایک گھنٹہ تک چوہدری صاحب نے نہایت پر معارف تقریر فرمائی جس سے تمام حاضرین محظوظ ہوئے اور سلسلہ سوالات و جوابات ہونے پر حاضرین کے علم میں مزید اضافہ ہوا۔

(الفضل 19 ر جنوری 1920ء صفحہ 1)

اپنی اگلی رپورٹ میں نیّرؔ صاحب رقمطراز ہیں:

''جلسہ میں مولوی فتح محمد صاحب سیالؔ نے نہایت یقین دلانے والے پر شوکت الفاظ میں مسلمانوں کی ''نامسلمان'' حالت کا نقشہ کھینچا اور افغانوں کے احمدی بزرگوں کو شہید کرنے نیز ترکوں کے غیر اسلامی طریق اختیار کر کے اسلام سے بیگانہ ہونے کی طرف حاضرین کی توجہ منعطف کی اور مسلمانوں کے مسلمان ہونے کی ضرورت کو آشکارا کیا۔'' (الفضل 26 ر جنوری 20ء صفحہ 9)

انگلستانی بچوں کو قرآنی تعلیم

نیر صاحب چوہدری صاحب کی ''بچوں کے دن'' کی مصروفیت کے بارے میں یوں اطلاع دیتے ہیں:

''چوہدری صاحب نے قرآن کریم کی سورہ نحل سے چند آیات منتخب کیں اور ان کا انگریزی ترجمہ ٹائپ کر کے ایک ایک آیت ہر بچہ کو حفظ کرنے کے لئے بھیج دی گئی اور لکھ دیا کہ وہ اسے جلسہ میں زبانی سنائیں۔ پروگرام پر عمل ہوا۔ چوہدری صاحب نے بچوں کی تلاوت کردہ آیات کے معانی اور مطالب کو بیان کیا اور قرآن پاک کی سورۃ نحل جو شہد آسمانی مہیا کرتی ہے اس کے مفاد کی طرف توجہ دلائی اور آیات کی تفسیر بیان کی۔(الفضل 2رفروری 1920ء صفحہ 2)

دورہ سؤتھ سی

نیر صاحب لکھتے ہیں:

''جزیرہ برطانیہ کے جنوب میں ایک بندرگاہ سؤتھ سی کے نام سے موسوم ہے اس میں ایک درجن احمدی جماعت کے افراد کی آبادی ہے اور احمدی مبلغین مقامی جماعت احمدیہ کی تربیت و تعلیم و غیر احمدی پبلک کو تبلیغ کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً وہاں جاتے رہتے ہیں اس جگہ مولوی فتح محمد صاحب سیال نے سابقہ قیام ولایت کے دوران لیکچر دیئے تھے اور احمدیت کا بیج بویا تھا اور اللہ کے فضل سے فتح محمد کا بویا ہوا بیج اب قاضی و مفتی کی آب پاشی سے ثمر آور درخت ہے۔''

مزید تحریر فرماتے ہیں:

جماعت احمدیہ سؤتھ سی اور تھیوسوفی سوسائٹی سؤتھ سی کی متواتر درخواستوں پر چوہدری صاحب نے سؤتھ سی جانے کا عزم کیا اور جانے سے قبل تھیوسوفی سوسائٹی کو اپنے لیکچروں کے مضامین کی فہرست بھیج دی تا کہ وہ ان میں سے کسی مضمون کا تقریر کر لئے انتخاب کر لیں اور جماعت سے ملاقات و پبلک کو تبلیغ ہر دو امور ایک وقت ہو سکیں اس فہرست کے پہنچنے پر تھیوسوفی کے سیکرٹری نے درجن سے زیادہ مضامین سے جس مضمون کو ضرورت زمانہ کے لحاظ سے انگلستان کی زمین پر روحانی پیاسوں کے لئے آب حیات کا کام دینے والا سمجھ کر منتخب کیا وہ Ahmed and His mission یعنی احمد اور احمدیہ مشن تھا۔

خلاصہ لیکچر

سوسائٹی کا لیکچر ہال تقریر کے وقت شائق حاضرین سے پر تھا اور ہر مرد وعورت پیغام احمد سننے کے لئے فتح محمد کا منتظر تھا۔ فاضل مقرر نے اپنے مضمون کو نہایت عمدگی سے حاضرین کے ذہن نشین کر دیا اور جس امر پر خصوصیت سے زور دیا اس کا اگر اختصار کے ساتھ ذکر کیا جائے تو اس کا خلاصہ یہ ہوگا۔

''اب منشاء الٰہی ہے کہ مشرق ومغرب کو حضرت احمدؑ کی تعلیم کے ذریعے متحد کیا جائے اور آپ لوگ سن رکھیں کہ انگلینڈ اور روس سب سے پہلے اسلام لائیں گے جس طرح یورپ کی جنگ انگریزوں کی فتح اور زار زار کی حالت زار کے متعلق پیش گوئیاں پوری ہوئی ہیں۔ اسی طرح یہ پیشگوئی بھی پوری کر رہے گی۔ بدقسمت دنیا جب آنے والے واقعات کو قبل از وقت سنتی ہے تو ہنستی ہے اور جب پوری ہو جاتی ہے تو پھر انکار کی وجوہات تلاش کرتی ہے۔''

چوہدری صاحب مزید فرمایا: ''سنو احمدیت تم کو مغلوب کرے گی۔ تمہارے قلوب کی زمین تسخیر ہو جائے گی اور خدا کی باتیں پوری ہو کر رہیں گی۔'' (الفضل 8/اپریل 1920ء)

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر رپورٹ بھیجتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ویسٹرن اینڈ ایسٹرن سٹڈیز میں جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ 28/فروری کو حضرت چوہدری صاحب کا لیکچر ''محمد ﷺ اور آپ کی تعلیم'' پر مقرر تھا۔ وقف مقررہ پر فاضل مقرر لیکچر گاہ میں پہنچ گیا۔ اور مسز ایس ھال سمین نے بہ حیثیت میر مجلس احمدی مبلغ کا تعارف حاضرین سے کروایا اور منجملہ دوسرے تعریفی الفاظ کے یہ بھی کہا۔'' ترجمہ یہ ہے۔ ''آج کا مقرر ایک قابل سیاح مبلغ اور تجربہ کار لیکچرار ہے نبی عرب کی تعلیم پر تقریر کرنے اور اسلام پر بولنے والا شخص ان سے بہتر ملنا محال ہے میں امید کرتی ہوں کہ آپ لوگ ان کی تقریر سے خوش ہوں گے۔''

چنانچہ چوہدری صاحب کی یہ تقریر ہوئی اور خدا کے فضل سے خوب ہوئی اور بلحاظ زبان اور بلحاظ مضمون اس پایہ کی تھی کہ سخت سے سخت نکتہ چیں بھی میرا ہم آہنگ ہو کر کہتا۔

''آج کی تقریر فصیح مؤثر دلچسپ پر مغز اور مستورات کے سامنے طلاق کثرت ازواج جیسے مسائل کو

عمدہ وموزوں مدلل پیرایہ میں بیان کرنے کی خوبی سے آراستہ تھی۔ اور مقرر اس کامیابی پر ہر طرح کی مبارک باد کا مستحق ہے۔"

چنانچہ تقریر کے بعد حاضرین میں سے ہر ایک نے زبان وحال قال سے اس کی تصدیق کی۔

خلاصہ تقریر

قرآن کریم کی تعلیم نے جو رواداری سکھائی اور جس فراخ دلی اور وسعت قلب واخلاق کی تعلیم دی ہے۔ اس کا ذکر کرنے اور یہ بتانے کے بعد کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سابقہ انبیاءؑ کی تعلیم کے مصدق تھے اور ایک کامل مصلح تھے۔ فاضل مقرر نے حضرت مسیح وموسیٰؑ کے دیئے ہوئے قوانین کا اسلام کے جامع قانون سے مقابلہ کر کے دکھایا اور آیات جزاء سیۃ سئیۃ مثلھا اور ان اللہ یامر کم بالعدل کی لطیف تشریح فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کو تمام خوبیوں نیک تحریکات واعمال کا منبع ظاہر کر کے بعض جدید واعلیٰ خیالات کی وضاحت کی اور اصلیت ظاہر کی۔ اس قدر تقریر کے بعد سامعین کو متوجہ پا کر اور یہ سمجھ کر کہ خواہ کچھ بھی بیان کیا جائے سوالات کثرت ازواج، طلاق اور تلوار پر ہوں گے۔ فاضل لیکچرار نے ان تمام مسائل پر ساکت کرنے والے دلائل دیتے ہوئے خوب روشنی ڈالی اور کہا۔

"مغرب عورت کو صرف بیوی کا درجہ دیتا ہے مگر اسلام جو ہمیشہ اخلاقی تعلیم کو مدنظر رکھتا ہے اسے تمام ماں قرار دے کر ادب واحترام اور عزت کے جذبات کو تحریک میں لاتا ہے۔ مرد تمام خطرات کا نشانہ اور تمام مشکلات کے سامنے پڑا ہے کیوں؟ اس لئے کہ اس کی محدود ہلاکت نسل انسانی کو محفوظ رکھ سکتی ہے مگر بنی آدم کی ماؤں کی ہلاکت بنی آدم کی ہلاکت ہے۔ یہی وجوہات ہیں جو کثرت ازواج کے جواز پر دال ہے۔ نسل انسان کی تباہی کا ایک ذریعہ زنا ہے اور اس کی سزا اسلام نے قتل رکھی ہے کیونکہ زانی قاتل ہے اور اس کی ہلاکت بنی آدم کی حفاظت ہے۔ عورت کی حیثیت قائم رکھنے سے صعوبتوں اور تکالیف سے بچانے اور انسانی سوسائٹی کے لئے مفید عنصر ہونے کی وجہ سے طلاق میں آسانیاں رکھی ہوئی ہیں۔"

(الفضل 15/اپریل 1920ء صفحہ 6)

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی تبلیغ میں مگن اوران کی لگن کی تصویر کچھ اس طرح کھینچتے ہیں۔ ''مولوی فتح محمد صاحب سیال کا ایک لیکچر سوسائٹی آف فیولوجی میں زراعت پر ہوا۔اس تقریر سے قبل فاضل مقرر نے بیان کیا کہ مسلمانوں نے ہر ملک میں جا کر مخلوق خدا کی بہتری کے لئے سامان پیدا کئے ہیں۔ ہندوستان میں نہروں وغیرہ کی طرف توجہ کی تھی اور زراعت کو ترقی دینے کے ذرائع پر غور کیا تھا۔اور یہ اسلام کی تعلیم کا اثر تھا۔اس کے بعد مقرر نے پنجاب میں زراعت کے مضمون پر نہایت پسندیدہ مضمون پڑھا۔

مزید نیر صاحب لکھتے ہیں: ''مضافات لنڈن میں ایک جگہ پنج نام ہے وہاں عورتوں کی سوسائٹی ''کواو پریٹوگنٹ'' نام ہے برٹش اینڈ انڈیا سوسائٹی کی سیکرٹری کے توسط سے اس سوسائٹی میں ''ہندوستان میں مسلمانوں کا دور'' کے مضمون پر لیکچر کا انتظام ہوا اور مولوی فتح محمد صاحب سیال نے نہایت قابلیت سے مضمون بالا پر قریباً ایک گھنٹہ تقریر فرمائی۔''

مسلمانوں میں اصلاح وتحریکات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی آمد اور حضور کے پیغام صلح کا ذکر کیا اور پھر ''اسلام میں عورت کی حیثیت'' کے مضمون پر بھی نہایت عمدہ تقریر فرمائی۔

(الفضل 27 رمئی 1920ء صفحہ 2)

عبدالرحیم صاحب نیر اپنی ہفتہ وار رپورٹ میں تحریر کرتے ہیں:

''چوہدری صاحب کے تین لیکچر ''رچمانڈ ایتھرنگٹن ہال'' میں مقرر ہوئے۔ پہلا لیکچر 3 رمئی کو بڑی شان سے ہوا۔اس لیکچر کے متعلق جو اس سلسلہ کا پہلا لیکچر تھا رچمانڈ ٹائمز لکھتا ہے۔

اسلام اور سلطنت برطانیہ

مولوی فتح محمد صاحب سیال ایم اے قادیان پنجاب نے اسلام اور سلطنت برطانیہ پر مجوزہ سلسلہ کا پہلا لیکچر 3 رمئی 8 بجے شام ایتھرنگٹن ہال میں دیا۔مقرر نے کہا کہ اسلام کا مطالعہ کرتے وقت جو امر سب سے اوّل طلب حق کی توجہ کا جاذب ہوتا ہے وہ اس مذہب کا تاریخی مذہب ہونا ہے۔اس نبی کا تاریخی نبی ہونا ہے۔اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں نہ کوئی دوسرا مذہب اور نہ کوئی دوسرا بانی مذہب اسلام کے قابل عہدہ

برا ہوسکتا ہے۔اس بات سے کہ پیغمبر اسلام نے دنیا میں بطور ایک رسول کے کام کیا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ دنیا کو معلوم ہے کہ محمدؐ رسول اللہ کہاں پیدا ہوئے اور کن حالات میں قدرت نے ان سے کام لیا۔کس طرح ان کی بطور ایک لڑکے ایک نوجوان کے زندگی بسر ہوئی کیسے ان کی شادی ہوئی۔انہوں نے اپنے پیدائشی قصبہ میں حکومت اور تمدّن میں کیا حصہ لیا۔ان کو حصول روشنی کے لئے کیا کیا جدوجہد کرنی پڑی اور یہ ایک مضبوط ترقی کی طرف راہ نمائی کرنے والا زندہ مذہب تھا۔اس لئے یہ مذہب سرعت کے ساتھ اطراف عالم میں پھیل گیا۔سلطنت برطانیہ میں ایک ملین یعنی دس کروڑ مسلمان ہیں۔اس لئے اس سلطنت کا امن اور اقبال مسلمانوں اور انگریزوں کے باہمی تعلقات محبت پر منحصر ہے۔لفظ اسلام کے لفظی معنی اطاعت یا صلح کے ہیں۔اسلام میں تمام مذاہب کے اصل الاصول اپنی خالص شکل میں پائے جاتے ہیں۔

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر اسی لیکچروں کے سلسلہ کے بارہ میں اپنی اگلی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں:”تیسرا لیکچر 20رمئی کی شام کوحسب اعلان سابقہ مولوی فتح محمد صاحب سیال کا تیسرا لیکچر”سلطنت برطانیہ اور اسلام“ پر اتھر نگٹسن ہال رچمانڈ میں ہوا۔“

فاضل مقرر نے حضرت مسیح موعودؑ کی آمد، آپ کی امن پسند اور امن پیدا کرنے والی تعلیم اور سلطنت برطانیہ کے لئے آپ کے وجود باجود کا مفید ہونا نہایت صراحت سے بیان کیا اور کہا کہ”آئندہ دنیا کا امن اس اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے سے قائم رہ سکتا ہے جو مسیح موعودؑ لایا اور جب تک مشرق ومغرب میں قلبی اتحاد نہ ہو امن قائم نہیں ہوسکتا اور یہ اتحاد اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک برطانوی مسیح موعودؑ کی تعلیم کی طرف توجہ کر کے اسلام قبول نہ کریں گے۔“ (الفضل 24رجون 1920ء صفحہ 1)

احمدیت اور انگلش پریس

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر اپنی 15رجون کی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

ولایت ک ایک مشہور رسالہ British empire Union ”برٹش ایمپائر یونین“ نے چوہدری صاحب کا ایک مضمون The Union of east and west ”اتحاد مشرق ومغرب“ اپنے جون کے شمارہ میں شائع کیا۔اس مضمون میں چوہدری صاحب نے لکھا ہے کہ

''سلطنت برطانیہ اب محض انگریزوں کی حکومت نہیں بلکہ اس میں ہندو مسلمان مصری، حبشی، مغربی، مشرقی سب شامل ہیں اور اس سلطنت کی پالیسی اب ایسی ہونی چاہیئے کہ جس سے مشرق و مغرب میں اتحاد ہو۔ اور اس سلطنت کے باشندے یہ سمجھ لیں کہ سلطنت برطانیہ کے مفاد مشرقی مفاد یا مغربی مفاد نہیں بلکہ برطانوی مفاد و اغراض وہی ہیں جن کا تقاضا انسانیت کرتی ہے۔ سلطنت کے ارباب حل وعقد کا یہ مصالحانہ رویہ سلسلہ عالیہ احمدیہ جیسی پیغام صلح دینے والی تحریکات کو تقویت دے گا۔ اور انگلستان و ہندوستان کے مابین ایک مستقل رابطہ اتحاد قائم کر دے گا۔'' (الفضل 26 رجولائی 1920ء صفحہ 8)

لنڈن میں عید

احمدی جماعت لنڈن نے 17 رجون کو گیارہ بجے صبح دار التبلیغ احمدیہ میں نماز عید الفطر ادا کی۔ دار الدعوت کی طرف سے مطبوعہ اطلاع تمام احباب کو ارسال کر دی گئی تھی۔ اس لئے باوجود تعطیل کا دن نہ ہونے کے دوست کام چھوڑ کر نماز کے لئے آئے اور اس موقعہ پر مولوی فتح محمد صاحب سیال نے مناسب و موزوں خطبہ پڑھا اور روزہ کا فلسفہ و عید کی حقیقت بیان کی۔

(نامہ لنڈن 22 رجون 1920 بحوالہ الفضل 29 رجولائی 1920ء)

''نامہ لنڈن'' میں مولانا عبدالرحیم صاحب نیر تحریر فرماتے ہیں:

مبلغ احمدیت جناب مولوی فتح محمد صاحب سیال ایم اے کی تقریر Influence of Islam on India ''اسلام کا ہندوستان پر اثر'' کے مضمون پر ویسٹرن اینڈ ایسٹرن لندن لیکچر سوسائٹی کے ہال میں 28 رمئی کو پانچ بجے ہوئی۔ میر مجلس جناب ''مسز ایس ھال سمین'' فاضل مقرر کا تعارف مندرجہ ذیل الفاظ میں کرایا۔

"Mr. Sayal is a learned preacher and the teacher of the Islam Ahmedia Movement. His an experienced lecturer, I hope you will enjoy his speech. Mr sayal will, in the course of his lecture, let you know where ahmedia movement differs from the Orthodox Muslims of woking ".

مسٹر سیال سلسلہ احمدیہ کے ایک عالم مبلغ مدرس ہیں یہ ایک تجربہ کار مقرر ہیں۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ ان کی تقریر سے لطف حاصل کریں گے۔ مسٹر سیال دوران گفتگو آپ کو یہ بھی بتائیں گے کہ سلسلہ احمدیہ کا ووکنگ کے ارتھوڈکس (غیر احمدی) مسلمانوں سے کیا اختلاف ہے۔

تقریر

فاضل مقرر نے اپنی تقریر میں بتایا کہ

''ہندوستان کی مسلمانوں سے اخلاقی، مذہبی اور تمدنی کیا حالت تھی۔ اور اسلام کے اثر سے اس میں کیا تبدیلی ہوئی کس طرح مختلف بدرسومات دور ہوئیں۔ اور ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مرکزی حکومت ہو جانے سے کس طرح مختلف حصص ملک میں باہمی ارتباط و اختلاط کا سلسلہ شروع ہوا اور اس سے اردو یا ہندوستانی نام کی زبان پیدا ہوئی۔ پھر اس امر کو واضح کیا گیا کہ اسلام کے اثر نے نانک کبیر، رامن موہن رائے اور دیانند کے سے لا الہ الا اللہ کے وعظ کرنے والے ہندو مصلحین پیدا کئے ہیں۔ اور اب آئندہ ہندوستان کے ایک قوم واحد بننے اور ترقی کی شاہراہ پر قدم مارنے کے لئے جو ذریعہ خدا نے پیدا کیا ہے۔ وہ ایک Indian prophet یعنی ''ہندوستانی نبی'' کی بعثت ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے ''پیغام صلح'' میں سے کچھ عبارات پڑھ کر سنائیں۔'' (الفضل 16 / اگست 20ء صفحہ 2)

احمدیت برٹش پریس میں

کئی ایک رسالوں میں چوہدری صاحب کے مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں برٹش ایمپائر یونین نام رسالہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم متعلق جہاد اور خونی مہدی اور امن پسند مصالحانہ طرز تبلیغ وغیرہ پر لکھا ہوا مضمون فراخ دلی سے شائع کیا ہے۔

مبلغ احمدیت فرانس میں

نامہ لنڈن میں عبد الرحیم صاحب نیر لکھتے ہیں:

چونکہ لنڈن میں احمدیہ مشن قائم کرنے کی غرض محض جزائر برطانیہ کو پیغام حق ہی نہیں بلکہ اس شہر کی مرکزی حیثیت کو مدنظر رکھ کر دار الدعوۃ لنداء دنیا بھر میں جہاں تک ہو سکے پیغام پہنچانا مقصود ہے۔ اسی

لئے ضروری سامان مہیا آ جانے اور آسمانی سلسلہ کا پیغام پیرس کو پہنچانے کی نیت سے مولوی فتح محمد صاحب سیال ہفتہ گذشتہ میں پیریس تشریف لے گئے اور وہاں باوجود قلیل قیام کے بہت کام کیا۔ جزاکم اللہ۔

دارالسلطنت فرانس میں ان دنوں مختلف ممالک کے مسلمان موجود ہیں اور سیاسی اغراض کے حصول اور حقوق دیئے جانے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ان کے علاوہ خود فرانس کے کئی رشید فرزند اسلام کے دل پسند عام فہم معقول تعلیم کا مطالعہ کر کے مسلمان ہو چکے ہیں۔اس لئے احمدی مبلغ کا کام ان تمام لوگوں کی پیاس بجھانا ہے اور اندھیرے کے وقت نور دکھانا ہے۔اس لئے اسی غرض سے سلسلہ ملاقات شروع کیا گیا۔اور فرانسیسی، ٹیونس، شامی، عرب، آذر بائی جان، کے مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔سب کو مسیح موعودؑ کی آمد کا پیغام پہنچایا گیا۔

جس طرح ووکنگ مشن قائم کئے جانے سے بہت قبل کی کئی انگریز مرد وعورتیں اسلام قبول کر چکے ہیں اور اب تک انگریز مسلمانوں میں اہل قلم اور خواجہ صاحب کے مشن کا قیمتی پھل وہی شمار ہوتی ہیں۔حالانکہ یہ لوگ جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں عرصہ سے مسلمان ہیں۔اسی طرح فرانس میں فرانسیسی مسلمانوں کی ایک جماعت ہے اور چوہدری صاحب مکرم نے بہ رفاقت ریونڈ ڈاکٹر عباداللہ بریڈن احمدی پی۔ایچ۔ڈی جو فرانسیسی زبان جاننے کے باعث ترجمانی کا کام بھی کرتے ہیں۔ چند فرانسیسی مسلمانوں سے ملاقات کی ان میں قابل ذکر موسیو شریف اور موسیو ڈین تھے۔اول الذکر نے ایک کتاب فرانسیسی زبان میں لکھ کر ثابت کیا ہے۔کہ نپولین مسلمان تھا۔مؤخر الذکر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح لکھی ہے۔ان میں ہر دو سعید فرزندانِ فرانس کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت اور احمدیت کے اصولوں سے آگاہ کیا۔مسٹر شریف نے سلسلہ کی سیاسی روش اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد پر عمل پیرا ہو کر مذہب کو سیاسیات پر ترجیح دینے کے اصول کو بہت پسند کیا اور مبلغ احمدیت سے مل کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور سلسلہ کا لٹریچر پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔فرانسیسی نومسلموں کے علاوہ ٹیونس، شام، عرب اور آذر بائی جان کے مسلمانوں سے ملاقات ہوئی ہر ایک ملک کے نمائندوں کو ''مسلمانوں کی امید'' حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام دیا گیا۔شامی عربوں میں ایک نوجوان سید زین العابدین کا دوست تھا۔اور سید صاحب موصوف کی مذہبی زندگی کا مداح تھا۔

سب کو حضرت مسیح موعودؑ کی تقریر جلسہ اعظم مذاہب کا فرانسیسی ترجمہ نذر کیا گیا۔اس طرح لنڈن میں رہنے والے احمدی مبلغ نے مسیح محمدی کی بعثت سے دیگر بلاد اسلامیہ کے مسلمانوں کو آگاہ کر کے مسلمان ہونے کی دعوت کا کام پیرس میں جا کر کامیابی سے کر دیا۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔

(الفضل 30/اگست 1920ء)

چوہدری فتح محمد صاحب سیال 18/اگست 1920ء کی رپورٹ میں اپنے حالات تحریر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

اللہ کے فضل سے اس ہفتہ میں تین خواتین اسلام لائیں۔تینوں تعلیم یافتہ،سنجیدہ اور صوفی مزاج ہیں۔

آپ کی تقاریر کا اثر

ان میں سے ایک خاتون اپنے خط میں تحریر فرماتی ہیں۔

''میں بچپن سے ہی عیسائی نہیں تھی میرے وہم میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک شخص کی موت سے تمام دنیا کو نجات ہو جائے نیز یہ تعلیم مسیح کے اقوال کے بھی خلاف ہے۔عیسائیت کے باقی اعتقادات بھی ایسے ہی نامعقول ہیں۔میرا دل علم و روحانیت کا پیاسہ ہے اور مجھے امید واثق ہے کہ آپ میری مدد کر سکتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ لوگ روحانی امور کو زیادہ واضح کر دیں۔

دوسرے لوگ جو ہائیڈ پارک میں تقریریں کرتے ہیں ان کے پاس روحانی بھوکوں کے لئے خوراک نہیں آپ سب کو سلام ہو۔'' والسلام

مسز ورٹن

تاریخی واقعات متعلق احمدیہ مسجد لنڈن از قلم حضرت چوہدری فتح محمد سیال

احمدیہ مشن لنڈن کے ابتدا یکم مئی 1913 کو ہوئی۔جب میں خواجہ کمال الدین صاحب سے رخصت ہو کر لنڈن آیا اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ہدایات کے ماتحت علیحدہ کام شروع کر دیا۔

5فروری 1916 کو میں قاضی عبداللہ صاحب کو مشن کا چارج دے کر ہندوستان کو روانہ ہوا۔ان قریبا

دوسالوں میں ہمارے مشن کے لیے کوئی مخصوص جگہ نہ تھی مکان نہ اپنا تھا اور نہ ہی کرایہ پر لیا جاتا تھا بلکہ بعض اوقات بعض واقف انگریزوں کے مکانوں پر بطور مہمان کے رہتے تھے۔ ایسی حالت میں کام میں جو نقص واقع ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے اس لیے مکرم قاضی صاحب نے میرے آنے کے بعد قریباً ایک سال بعد 4 سٹار سٹریٹ کا مکان رہن لے لیا اور جب تک مسجد والے مکان میں ہم نے تبدیلی مکان نہ کی مشن اس مکان میں رہا۔

اس ایک اسلامی مشن کے لیے مسجد کی ضرورت ظاہر ہے 4 سٹار سٹریٹ والا مکان ہمارے پاس صرف گروی تھا اور ایک گرجا کی جائیداد تھی اس لیے حضرت صاحب کی طرف سے مجھے ابتداً 1920 میں یہی حکم ملا کہ کوئی ایسا مکان خریدا جائے جو ہمارے مشن کے لیے موزوں ہو۔ دوسرے اس کی اس قدر زمین ہو جہاں مسجد مع ایک مختصر مہمان خانہ اور چمن کے بنائی جا سکے۔ حکم پہنچتے ہی میں نے فوراً اس کام کے لیے جدوجہد شروع کر دی اور اس کام میں میرے آٹھ مہینے خرچ ہو گئے اور شروع اگست 1920 میں نمبر 61 میلرو ز روڈ ساؤتھ فیلڈ کا قطع زمین بمع مکان کے 2325 پونڈ زرقم پر خرید لیا گیا۔

غالباً دوستوں کو حیرت ہو گی کہ مسجد کے لیے زمین خریدنے پر اس قدر وقت کیوں خرچ کیا گیا پہلے اس کے کہ میں اس کی اس کے وجوہات بیان کروں۔ میں اتنا عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ آٹھ، دس ماہ میں برابر کام کرتا رہا اور جہاں تک میری سمجھ اور طاقت تھی اور مشن کے کام سے فرصت ملتی تھی برابر اس کے لیے سفر کرتا اور لوگوں سے ملاقاتیں کرتا رہا اور یہ عرصہ کسی سستی کی وجہ سے نہیں بلکہ میرے اور لنڈن شہر کے غیر معمولی حالات کی وجہ سے لگا۔ دو اہم سوال میرے سامنے تھے کہ محدود رقم میں جو احمدیہ جماعت جمع کر سکتی تھی اس کو اس کے اندر اندر کسی موزون موقع پر ایک ایسا مقام خریدا جائے جس کے ساتھ اس قدر زمین بھی ملحق ہو جس میں مسجد اور مہمان خانہ بن سکے اور یہ لنڈن جیسے وسیع شہر میں نہایت مشکل کام ہے اور جس قدر بھی انسان اس شہر کا واقف ہو گا اسی قدر اس اس کے مشکلات بلحاظ موقع کے حسن و قبح کے بڑھتے جائیں گے۔ اسی خیال سے میں لنڈن کے مختلف جہات کا سفر کرتا رہا۔ واقف لوگوں سے متواتر مشورے ہوتے رہے اور لنڈن میں شاید ہی کوئی جائیدادوں کا ایجنٹ ہو گا جس سے میں نے ملاقات یا خط و کتابت اس امر

کے لیے نہ کی ہو۔

دوسری وجہ حضرت صاحب کے مشورہ کے متعلق تھی ہر ڈاک میں حضرت صاحب سے مشورہ لیا جاتا تھا اور اس ہفتہ کی کاروائی متعلق مکان حضرت صاحب کی خدمت میں رپورٹ کی جاتی تھی۔ اس کے متعلق حضرت صاحب کی خدمت میں طویل رپورٹیں مع متعدد نقشہ جات شہر لنڈن روانہ کرنے پڑتے۔ کیونکہ حضرت صاحب جماعت کے دوسرے دوستوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے۔ جو کبھی لنڈن میں تشریف نہیں لے گئے اور جب تک لنڈن شہر کی حالت میں ان کے ذہن نشین نہ کردی جائے وہ کسی قسم کا مشورہ نہیں دے سکتے تھے۔

لنڈن کی وسعت اور گراں فروشی کے علاوہ بعض قانونی اور رسمی باتیں تھیں کہ ان سے بچنا ضروری تھا قانونی مشکل ہے کہ لنڈن کے اکثر حصے ایسے ہیں۔ جن کی میعاد بیع 99 سال ہے۔ ملک کے رواج کے مطابق یہ قانون ہے کہ ایک شخص اپنی جائیداد کو بیع کر دیتا ہے اور 99 سال کے بعد اس کے ورثاء دعوی کر کے اس کو واپس لے سکتے ہیں پھر دوبارہ خریدنی پڑتی ہے۔ یہ بات مسجد کے تقدس اور عظمت کے خلاف تھی اور ہم کوئی ایسی جگہ خرید کر مسجد بنائیں جس کی حیثیت گروی سے بڑھ کر نہ ہو۔ دوسری مشکل لنڈن کی میونسپلٹی کے اختیارات کا سوال ہے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص زمین خرید کرے لیکن بعد میں اس کو اس کے ہمسایوں یا بلدیہ کی طرف سے اجازت نہ ہو یا ایسی شرائط اور قیود کے ساتھ ہو کوئی مسجد نہ بنائی جاسکے اور تمام خرچ و محنت اکارت جائے یا پرانا اور بوسیدہ مکان خرید لیا جائے جو بعد میں بالکل ناقابل استعمال ثابت ہو مسجد کے لحاظ سے اس بات کی ضرورت نہ تھی کہ جگہ کافی ہو بلکہ اس بات کی ضرورت تھی کہ زمین ایسی ہو جس میں مسجد قبلہ رخ بن سکے اور مسجد کے لیے علاوہ مبلغ کے رہائشی مکان کے ایک دوسرا دروازہ بھی ہوتا کہ تمام وہ لوگ جو مسجد میں داخل ہونا چاہیں ان کو مشنری کے مکان کے اندر سے ہو کر نہ جانا پڑے بلکہ مسجد کے لیے اپنا ایک علیحدہ دروازہ ہو جس میں لوگ بلا تکلف آجاسکیں۔

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ملکیت آزاد یعنی قطعی اور ابدی بیع کا مکان خریدا گیا۔ جس میں کہ ہم آزادانہ جس قسم کا مکان چاہیں بنائیں۔ بشرطیکہ وہ عام منظر کو بدنما نہ کرے اور نہ اس کے اردگرد جو

مکانات ہیں ان سے کم حیثیت کا ہو۔ زمین ایک ایکڑ کے قریب ہے۔ مکان جو چار منزلہ ہے اس میں مندرجہ ذیل کمرے ہیں باورچی خانہ ایک عدد، نوکر کا کمرہ ایک عدد، دو سٹور رومز، پہلا فرش چار کمرے، جس میں دو کمرے بطور دفتر کے استعمال ہوتے ہیں۔ ایک کمرہ بطور مسجد کے اور کمرہ کھانا اور ملاقاتیوں کا کام دیتا ہے۔ چھ کمرے سونے کے لیے ہیں، ایک غسل خانہ اور تین پاخانے ہیں مکان نیا ہے اور حضرت صاحب کے لنڈن تشریف لے جانے پر دوبارہ test کرایا گیا تو انجینئروں کی رائے تھی کہ 80 سال تک اچھی طرح کام دے سکتا ہے۔ انگلستان میں بالکل نئے مکان کی عمر عام طور پر ایک سو سال تک اندازہ کی جاتی ہے۔

اس محل اور موقع پر اعتراضات بھی ہیں اور اس میں سب سے وزنی اعتراض یہ ہے کہ مرکز شہر سے فاصلہ پر ہے لیکن لنڈن کے لحاظ سے یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ لنڈن شہر کے لیے ایک مرکز نہیں پٹنی کا مرکز مسجد کے قریب ہے اور شہر کی آبادی ¼ میل سے شروع ہو جاتی ہے۔ دوسری عرض یہ ہے کہ ہم نے اپنی طاقت کو بھی دیکھنا ہے میں نے دو دیگر مکانات وشہر کے قریب تر تھے۔ تجویز کیے تھے۔ لیکن ان کی خرید ہماری طاقت سے باہر تھی اس لیے قادیان سے وہ مسترد کر دیے گئے ان میں ایک مکان جو مجھے بہت پسند تھا۔ اس لیے کہ وہ لنڈن کے نہایت اعلیٰ طبقہ میں لنڈن کی بہت سے اونچی پہاڑی کی چوٹی پر تھا اور اگر چھوٹی سی عمارت وہاں بنادی جاتی تو اس کا مینارہ سینٹ پال کے گرجا سے اونچا ہوتا۔ اس لیے نہیں خریدا گیا کہ اس کی قیمت سات ہزار پاؤنڈ تھی۔ اگر یہ مکان خرید لیا جاتا تو ہمارا سارا چندہ صرف مکان اور زمین پر خرچ ہو جاتا اور مسجد بنانے کے لیے رقم باقی نہ بچتی۔

یکم جنوری 1921ء کو مشن ہاؤس 4 سٹار سٹریٹ سے تبدیل ہو کر اس نئے مکان میں آ گیا اور فروری 1921ء اس کی رسم افتتاح بطور احمدیہ دار التبلیغ منائی گئی۔ اس کی اطلاع رائٹر کے ذریعے سے چار دانگ عالم پہنچ گئی تھی اور احمدیہ مشن لنڈن میں ایک نیا باب کھولا گیا اور مکان کے گیٹ پر احمدیہ مسجد کا بورڈ آویزاں کیا گیا۔ چونکہ یہ مکان وسیع تھا اس لیے اس کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مشن مسجد مہمان خانہ اور لائبریری انجمن کا تمام کام اسی مسجد اسی مکان سے اب تک لیتے رہے اور تعمیر مسجد کی تجویز انگلستان میں صلح

کے اعلان پر شدید گرانی ہو جانے کی وجہ سے معرض التوا میں رہی لیکن یہ ظاہری سامان تھا۔ دراصل اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدر تھا کہ اس عظیم الشان مسجد کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی احمد علیہ السلام کے خلیفہ ثانی کے مبارک ہاتھوں سے رکھی ہے تا کہ خطۂ یورپ بھی نور و برکت سے بہرہ ور ہو جس سے اس کی بڑی بہن ایشیا بہرہ ور ہو چکی ہے۔ چنانچہ فوری اور غیر معمولی حالات کے پیدا ہونے پر حضرت فضل عمر بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے مثیل کی طرح مغرب کا سفر کیا اور دیگر دینی خدمات اور فتوحات کے اکتوبر 1924ء میں اس مسجد کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا اور اب برابر دو سال میں اللہ تعالیٰ کے گھر کی تکمیل کے بعد 3 اکتوبر کو مسجد کی رسم افتتاح منائی گئی۔

(فتح محمد سیال ایم۔اے ناظر دعوۃ وتبلیغ) (الفضل 12 اکتوبر 1926ء)

لنڈن مشن کا اثر

چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اس ہفتہ میں کتاب بنام ''پین اسلام'' مصنف مسٹر بیری پر میری نظر پڑی۔ یہ کتاب سال رواں کے ماہ اپریل میں شائع کی گئی ہے۔ یہ ہوشیار اور باریک بین مصنف جو دیر تک عرب میں رہا ہے۔ لکھتا ہے:

عیسائی مشنریوں کو اسلام کے خلاف شکست ہو چکی ہے اور ان کو کبھی کامیابی نہیں ہوگی۔ اس لئے وہ کہتا ہے۔ کہ مشنری لوگوں کو چاہئے کہ وہ خواہ مخواہ مسلمانوں کو نہ ستائیں کیونکہ اس سے عیسائیت پر مصیبت آئے گی اور اس ضمن میں ہمارے مشن کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب اسلامی مشن لنڈن میں قائم ہو چکے ہیں اور انگریزوں کو مسلمان کر رہے ہیں تو پھر تم لوگ مشرق میں جا کر کیا بنا رہے ہو۔

یہ بھی لکھا ہے کہ ''مشنری لوگوں سے چندہ لینے کے لئے مغرب اور خاص کر امریکہ میں اسلام کے متعلق جھوٹ شائع کرتے رہتے ہیں۔''

یہ تو سب خوشی کی باتیں ہیں۔ لیکن ان باتوں سے حد سے زیادہ خوش نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہاں لوگ اللہ تعالیٰ کے نور سے بہت دور ہیں۔ ظلمات بعضھا فوق بعض (سورۃ النور: 40) کا نظارہ اگر کسی صاحب نے دیکھنا ہو تو انگلستان میں آ جانا چاہئے ظلمات اور مصائب اس قدر غلبہ کر رہے ہیں کہ سوائے دعا کے اور

کوئی چارہ نہیں ہے۔اس لئے تمام دوستوں سے جو اسلام اور بنی نوع انسان کے خیر خواہ ہیں دعا کے لئے عرض کرتا ہوں۔ یہ قوم بگڑی ہوئی ہے اور یہ ایک شخص کی دعا سے یا دو اشخاص کی دعا سے نہیں بلکہ ایک قوم کی گریہ وزاری کی محتاج ہے۔(الفضل 4/اکتوبر 20ء)

مندرجہ بالا تحریر سے واضح ہے کہ چوہدری صاحب نئی چھپنے والی کتب کا مطالعہ کرتے اور ان کو زیر غور رکھتے تھے۔

ایسٹ بورن میں تقاریر

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نامہ لنڈن میں تحریر فرماتے ہیں:

''چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے سپر چو ایسٹ سوسائٹی ایسٹ بورن کی درخواست پر ان کے ہال واقعہ ایسٹ بورن میں دو تقاریر ''دعا'' اور ''مسیح کی آمد ثانی'' پر کیں۔ یہ انگلستان کی مشہور تفریح گاہ ہے۔ تقریریں خدا کے فضل سے کامیاب رہیں۔

عید مبارک

نماز عید اضحیٰ دارالتبلیغ احمدیہ میں 24/اگست کو بروز منگل مولوی چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی رفاقت میں ادا کی گئی اور نماز کے بعد فلسفہ قربانی اور اس اسلامی عید کی اصل غرض بیان کر کے معزز خطیب نے مغربی احمدیوں کو دین حق کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی قربانی کے واسطے تیار ہونے اور تقویٰ طہارت میں ترقی کرنے کی نصیحت فرمائی۔(الفضل 27/دسمبر 1920ء صفحہ 1، 2)

چوہدری صاحب ہر اہم کام خود اکیلے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مل جل کر کرتے اور دوسروں کو بھی موقع دیتے تھے۔تا کہ دوسرا ایک ہی کام کرتے کرتے بوجھ محسوس نہ کرے۔ جیسے کہ اس رپورٹ سے ظاہر ہے کہ آپ نے مولانا عبدالرحیم صاحب نیر کو پورٹ سمتھ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ تبلیغ بھی کریں اور آب وہوا بھی تبدیل کریں۔ چوہدری صاحب لکھتے ہیں۔

''باہر کے لوگ جو آ کر لنڈن میں رہائش پذیر ہوتے ہیں ان کا متواتر شہر میں قیام مضر صحت ہوتا ہے۔ اس لئے پنجاب میں اگرچہ لوگ اس بات پر ہنستے ہیں لیکن تھوڑے عرصہ کے لئے تبدیلی آب وہوا ضروری

ہوتی ہے۔آپ مزید تحریر فرماتے ہیں:

''اس ہفتہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا لنڈن کے دو مختلف مقامات میں مَیں نے لیکچر دیئے جو لوگوں نے بڑی توجہ سے سنے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگوں کو ہندوستان سے اب خاص دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔''(الفضل 30 ستمبر 1920ء صفحہ 1، 2)

گھر پر تقاریر کا سلسلہ

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نامہ لنڈن میں لکھتے ہیں:''کہ گھر پر ہفتہ وار اجلاس شروع کر دیئے گئے ہیں۔ پروگرام میں درج ذیل ہر دو عنوانات پر چوہدری صاحب نے تقاریر کیں۔''

1: انگلستان میں اسلامی تبلیغی وفد
2: اسلام اور بولشویزم

یہ تقاریر خدا کے فضل سے اچھی ہوئیں اور تبلیغ حق کا فرض احسن طور پر ادا کیا گیا۔

(الفضل 25 نومبر 1920ء صفحہ 2)

نارتھ ہمپٹن میں لیکچر

18 نومبر 1920ء کے نامہ لنڈن میں عبدالرحیم صاحب نیر رقم طراز ہیں۔

مولوی فتح محمد صاحب سیال کا ایک لیکچر 9 نومبر کو لنڈن کے مضافات نارتھ ہمپٹن سیتھ میں ''ہندوستان'' پر انگریز عورتوں کی ایک انجمن میں ہوا۔ ستر کے قریب عورتیں اور مرد تھے۔''

آپ نے لیکچر میں فرمایا:

''سیاسی و تمدنی رنگ میں ہندو انگلستان ایک دوسرے سے برابر کا فائدہ اٹھا رہے اس لئے ان دونوں ملکوں کا ایک سلطنت کے مسلک میں منسلک ہونا مفید ہے۔ اس کے علاوہ دو اور بڑے فائدے ہیں۔ ایشیاء کے لوگوں کو صنعت و حرفت کی تعلیم کی ضرورت ہے اور اس کے علاوہ ان لوگوں کی ضرورت ہے کہ انگلستان آکر فنون زراعت، طب، انجینئرنگ وغیرہ سیکھیں اور اپنے ملکوں کو مادی رنگ میں ترقی دیں۔ اسی طرح انگلستان کو ضرورت ہے کہ مذہب سیکھے کیونکہ مذہب انگلستان میں ہی نہیں بلکہ تمام مغرب سے مفقود ہو گیا ہے۔ اس لئے اب ان کے لئے نجات اسی بات میں ہے کہ وہ ہند سے مذہب اسلام و حقیقت

روحانیت سیکھیں۔ یہ سب آپ لوگوں کے بھلے کے لئے ہے تاکہ دین و دنیا میں فلاح پاؤ۔

(الفضل 20 دسمبر 1920ء صفحہ 2)

دعا پر بھروسہ

مکرم چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اس ہفتہ کی رپورٹ سے پہلے احباب سے درخواست دعا کرتا ہوں کیوں کہ اوّل تو بار بار مجھے اس قسم کے رویاء ہوتے ہیں کہ حقیقی کامیابی دعا سے ہوگی۔ دوسرے دعا کے بعد جو کامیابی ہوتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا نقص نہیں ہوتا۔ اور انسانی کوششوں سے جو کامیابی ہوتی ہے اس کے اندر نقائص ہوتے ہیں۔

ایک رؤیا

”میں نے دیکھا ہے کہ میں ایک کمرہ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوں اور مشکلات میں گھرا ہوا ہوں جو میرے اردگرد بتوں کی صورت میں ہیں۔ جو ایک قسم کے مصنوعی پتھروں کے بنائے ہوئے ہیں اور اس کثرت سے ہیں کہ میں دیکھ کر گھبرا گیا ہوں اور میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ ان مشکلات سے کس طرح نجات حاصل ہو اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی گود کے ان مشکلات سے اور کہیں پناہ نہیں۔

اسی رات صبح کے وقت میں نے شیطان کو ایک مضبوط عورت کی شکل میں دیکھا کہ ایک اونچی جگہ پر کھڑی ہے اور اس کے سامنے بہت سے کارندے اور گماشتے کھڑے ہیں اور وہ ان سے سخت خفا ہے اور زور زور سے کہہ رہی ہے کہ ”یہ میں کیا احمدیوں کا شور سنتی ہوں؟“ ہر طرف سے مجھے یہی آواز آ رہی ہے کہ احمدی لوگ ہمارے خلاف کامیاب ہو رہے ہیں۔ ”کیا تم لوگ ان کا کوئی انتظام نہیں کر سکتے؟“ اس پر شیاطین نے احمدیوں کے خلاف اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا کہ چونکہ احمدی لوگ ہر ایک کام دعا سے کرتے ہیں اس لئے ہم لوگ ان کی کوششوں میں خلل انداز نہیں ہو سکتے میں کیا اور میری خوابیں کیا یہ صرف اس لئے عرض کیا گیا ہے کہ جماعت کے بزرگوں کو دعا کی تحریک ہو۔ ہم لوگ جو یہاں ہیں فکر کوشش اور دعاؤں میں وقت گزارتے ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم پر بھروسہ ہے تاہم طبیعت

گھبرا جاتی ہے۔ ان ممالک میں اسلام کا پھیلنا صرف دعاؤں پر منحصر ہے۔ خاص مشکلات میں خاص دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر اپنی وہاں کی کارگزاری کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

اس کے علاوہ لوگوں سے خط و کتابت اور ملاقاتیں کی گئیں بطور نمونہ ایک خط اور ایک ملاقات کا ذکر کرتا ہوں۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو لنڈن مشن کو فضول قرار دیتے ہیں ایک انگریز نوجوان کے خط کا ترجمہ دیتا ہوں۔ ان کی عمر 30 سال ہے اور مجھ سے گہرا تعلق محبت رکھتے ہیں۔ ممکن ہے میرے ساتھ قادیان بھی تشریف لائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے پیارے بھائی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ سے رخصت ہو کر لنڈن سے اب فرانس کے جنوب میں پہنچ گیا ہوں۔

''میں فرانس میں ہوں یا انگلستان میں یا دنیا کے کسی کونہ میں میں اپنے مسلمان بھائیوں کو جو مجھے لنڈن میں ملے کبھی نہیں بھولوں گا اور خاص کر آپ کو۔ آپ جانتے ہیں مجھے آپ سے ہمیشہ سے محبت تھی لیکن رشتہ اسلامی نے اس محبت کو اور بھی مضبوط کر دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ تمام عمر اکٹھے مل کر گزاریں۔ کیونکہ ہم دو حقیقی بھائیوں کی طرح ہیں اور جو وقت ہم اکٹھے گزارتے ہیں وہ وقت خوشی سے گذرتا ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اب میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ میری آئندہ کی زندگی خدمت اسلام میں گزرے۔ میری زندگی کا صرف ایک ہی مدعا ہے اور یہ کہ اسلام کی شان وشوکت کو دیکھوں ایک ہی عزم ہے کہ اسلام کے لئے قربان ہو جاؤں ایک ہی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے ارادوں کو پورا کرے۔'' انہی ایام میں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک انگریز دوست قریباً 6 ماہ کی تحقیقات کے بعد مسلمان ہوئے۔ ان کا نام فاروق رکھا گیا ہے اور ایک انگریز عورت مسلمان ہوئی ہے جو قریباً 6 سال سے اسلام کے متعلق تحقیقات کر رہی تھی۔ اس کا نام محمودہ رکھا گیا ہے۔ احباب ان دوستوں کے لئے دعا کریں۔

(الفضل 10 ر مارچ 1921ء صفحہ 7، 8)

ایک نئی اسلامی انسٹیٹیوشن کا افتتاح

لنڈن 7رفروری کل ایک خوش منظر رسم ادا ہوئی۔ ہندوستانیوں نے جو رنگ برنگ کی پگڑیاں باندھے ہوئے تھے اور لاگوس کے رئیس علوا (رئیس اعظم) نے ریشمی جبے پہنے ہوئے نئی اسلامی انسٹیٹیوشن کا افتتاح کیا جو فی الحال ایک عظیم الشان مکان واقع پٹنی میں قائم کی گئی ہے۔ جہاں ایک مسجد تعمیر کی جائے گی۔ اس رسم کی ادائیگی کے وقت قریباً 50 نو مسلم انگریز موجود تھے۔

مولوی فتح محمد صاحب سیال نے کہا کہ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان احمدیہ اسلامی تحریک امن وامان کے سمجھوتہ کی ایک بہت بڑی امید کی جھلک دیکھی جائے گی جس میں نسل یا قومیت کا کوئی خیال نہ ہو گا۔ (الفضل 14رفروری 1921ء صفحہ 2)

10رمئی 1921ء کی رپورٹ میں چوہدری صاحب فرماتے ہیں:

عرصہ زیر رپورٹ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور نو مسلم بھائی ہمیں دیا۔ ان کا نام کارٹیلس ریردان ہے اور آپ ناروے کے رہنے والے ہیں احباب ان کی استقامت کے لئے دعا کریں۔ بنگال کے مشہور شاعر ڈاکٹر ٹیگور آج کل لنڈن میں آئے ہوئے ہیں ان کے مکان پر جاکر ان سے ملاقات کی اور حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچایا آپ اس بات کو سن کر بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کی سرزمین کو ایک نبی اللہ کی بعثت سے مشرف فرمایا۔ (الفضل 6/2رجون 1921ء صفحہ 1)

لنڈن میں عید الفطر

چوہدری صاحب 2رجون کی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

"عید کے موقع پر پچاس سے کچھ اوپر لوگ تھے جن میں مسلمان، ہندو اور عیسائی دوست بھی شامل تھے۔ بعض ہندو صاحبان نے ہمارے ساتھ نماز بھی پڑھی خطبہ پڑھنے اور دعا کرنے کے بعد حاضرین کا فوٹو لیا گیا اور اس کے بعد 60 اشخاص کو کھانا کھلایا گیا لنڈن کے بعض اخباروں نے بھی عید کا ذکر کیا ہے۔

احمدیہ مشن کا افتتاح اور پریس میں ذکر

روزنامہ باتصویر اخبار گیر بھک 7رفروری کے پرچہ میں بعنوان "لنڈن کے مفصلات میں اسلام"

لکھتا ہے:''کل بروز اتوار ایک نئے اسلامی مشن کے افتتاحی جلسہ پر افریقہ اور ہندوستان کے لوگ اپنے زرق برق لباس میں موجود تھے ان کے علاوہ 50، 60 کے درمیان انگریز مرد عورت بھی موجود تھے۔ لنڈن کی جماعت احمدیہ نے ایک مکان اور وسیع جگہ تبلیغ اسلام کے لئے خریدے ہیں۔اوران کا ارادہ ہے کہ جلد یہاں ایک اسلامی معبد کھڑا کریں۔جس پر اسلامی طرز پر نمازیں پڑھیں گے۔اسلام کے مشہور پیرو لوگ جو اس ملک میں موجود ہیں ان میں ایک لارڈ ہیڈلے بھی ہیں۔

کل کی تقریر کرنے والوں میں سے مولوی فتح محمد صاحب سیال نے کہا کہ احمدیہ جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کے ذریعہ سے ہندوستان اور انگلستان میں اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ''مارننگ پوسٹ'' نے طویل خبر شائع کرنے کے بعد لکھا:

''مولوی فتح محمد صاحب سیال نے کہا وہ اس لئے کھڑے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو اسلام اور احمدیہ اسلام کی طرف بلائیں ان کا ایمان ہے کہ اسلام تمام مذہبوں کا عین ہے اور احمدیت اسلام کا عین ہے۔''

(الفضل 28 مارچ 1921ء صفحہ 7)

لنڈن میں ترکی سفیر کے صاحبزادہ سے ملاقات:

مولوی فتح محمد صاحب سیال اپنے دو جون کی رپورٹ میں مزید تحریر فرماتے ہیں:

''4 بجے کے قریب یمنی بے، ترکی سفیر لنڈن کے فرزندِ ارجمند مع پروفیسر لیوآن اور میڈیم لیوآن تشریف لائے اور دیر تک مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اسلام کے مستقبل پر گفتگو ہوتی رہی۔گفتگو میں یمنی بے صاحب نے کہا کہ ہم لوگ جو ابھی تک مرزا غلام احمد صاحب؊ کو نہیں مانتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ابھی تک علم نہیں جبکہ تمام مسلمان صدی کا انتظار کر رہے ہیں اور اگر مہدی واقعی غلام احمد صاحب قادیانی ہیں تو کسی مسلمان کو ان کے ماننے میں عذر نہیں ہونا چاہیئے۔میں نے رخصت ہوتے وقت چند کتابیں پیش کیں جو انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کیں اور کہا میں ان کو خود بھی پڑھوں گا اور اپنے بڑے بھائی کو بھی پڑھنے کے لئے دوں گا۔

نیز چوہدری صاحب فرماتے ہیں:

''مشرقی لنڈن میں ایک جگہ ''ویلکم مشن ہال'' میرا ایک لیکچر ہوا۔ مضمون کا عنوان ''اسلام صلح وسلامتی کا مذہب ہے۔'' اس مضمون پر ایک گھنٹہ تک تقریر کی اور احمدیہ لٹریچر حاضرین میں تقسیم بھی کیا گیا۔''

آپ مزید فرماتے ہیں: ''یہاں ایک نرس ہے جسے کئی دفعہ ہمارے مکان پر آنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس سے اسلام پر گفتگو ہوتی رہی۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نے قبولِ اسلام کا اظہار کر دیا ہے۔''

(الفضل 8 رجولائی 1921ء صفحہ 1، 2)

اپنی اگلی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس عرصہ میں دو نئے احمدی جماعت میں داخل ہوئے جن میں عبداللہ بن یامین ایک یہود الاصل صاحب ہندوستان اور مصر میں چونکہ دیر تک رہ چکے ہیں اس لئے اسلامی حالات سے کسی قدر واقف ہیں۔ احمدی مبلغین کے لیکچروں سے متاثر ہو کر انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا ہے۔ دوسرے صاحب ڈاکٹر یوسف سلیمان ہیں جن کا مدت سے احمدی مبلغین کے ساتھ تعلق تھا۔ لیکن مئی میں باقاعدہ احمدی جماعت میں داخل ہوئے ہیں ماہِ جولائی میں ان کا آخری امتحان ہے احباب ان کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔

لنڈن سے واپسی پر حج بیت اللہ

چوہدری صاحب تین سال کا لمبا عرصہ تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اس بار آپ نے مسجد فضل کی زمین بھی خریدی جس کا تفصیلاً ذکر باب نمبر.......... میں ہے۔ جب آپ اس مہم سے واپس تشریف لائے تو آتی دفعہ بیت اللہ کا حج بھی کر کے آئے اور یوں یہ آپ کی بیرونی ملک کی مہم کی اختتام کو پہنچی۔ دیارِ حبیب میں ورود کی روئیداد الفضل میں ان الفاظ میں چھپی۔

''جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے بمبئی پہنچنے کی خبر دو تین روز ہوئے پہنچ چکی تھی۔ کہ 16 ستمبر اچانک ان کے بٹالہ پہنچنے کی خبر ملی۔ بعد نماز عصر حضرت مولوی شیر علی صاحب امیر جماعت قادیان اور مولانا مولوی سرور شاہ صاحب امام الصلوٰۃ مع ایک کافی مجمع کے قصبہ سے باہر جناب چوہدری صاحب کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے اور قادیان سے قریباً دو میل کے فاصلے پر ملاقات ہوئی۔''

(الفضل 19 ستمبر 1921ء صفحہ 1)

باب 4

داعی الی اللہ

دعوت اِلی اللہ کی لگن اور طریق کار

دعوت اِلی اللہ کرنے کی آپکو انتہائی لگن تھی یہ آپکی گھٹی میں پڑی تھی گویا اسلام کی خدمت کرنا آپکی زندگی کا اولین مقصد تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میری بڑی ہمشیرہ محترمہ آپا آمنہ بیگم صاحبہ اکثر ذکر کیا کرتی تھیں کہ ابا جان کو کسی بھی عہدہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگر تھی تو صرف یہ کہ وہ ہمیشہ تبلیغ کرتے رہیں۔ اِس سلسلہ میں وہ ایک واقعہ بیان کرتی تھیں کہ جب ابا جان کو ناظر اعلیٰ کا عہدہ سونپا گیا اُور آپ گھر آئے تو بہت فکر مند سے تھے ہم نے پوچھا کہ کیا بات ہے آپ اِتنے افسردہ کیوں ہیں تو بے ساختہ بولے کہ میں تو یہاں آیا تھا کہ اسلام کی خدمت کروں مگر انہوں نے تو مجھے ''کرسی پہ بٹھا دیا ہے'' اور یہ بے لوث جذبہ تمام زندگی قائم رہا۔ خاکسار گذشتہ دنوں جب محترمہ صاحبزادی امتہ الرشید صاحبہ بیگم عبدالرحیم احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ کچھ معلومات حاصل کروں تو اُنہوں نے بھی اِس واقعہ کا ذکر فرمایا اور مجھے تاکید فرمائی کہ اِس واقعہ کا ذکر ضرور کرنا۔ اِس میں اُن لوگوں کیلئے ایک زریں سبق ہے جو جماعت کی خدمت تو کرتے ہیں لیکن جب کسی وجہ سے اُن سے عہدہ واپس لے لیا جاتا ہے تو انتہائی ناراض ہو کر پھر ہر طرح کے جماعتی کاموں سے ہی کنارہ کش ہو جاتے ہیں حالانکہ جماعت کے کام تو بذات خود ایک بڑا اعزاز ہوتا ہے۔ اونچے عہدہ کی خواہش کرنا ہی بے سود ہے۔ سب احباب و دوست جو حضرت ابا جان کو جانتے ہیں اور خصوصاً وہ معزز حضرات جنہوں نے ابا جان کی معیت میں کام کیا ہے وہ سب یہی بیان فرماتے ہیں کہ چوہدری صاحب کا تبلیغ کرنے کا اسلوب نہایت سادہ اور آسان ہوتا تھا۔ بات اتنی سادگی کے ساتھ کرتے کہ دل میں اُتر جاتی اور بعض اوقات تو ایک آدھ دفعہ کی ملاقات میں ہی لوگ احمدی ہو جاتے نہیں تو زیادہ سے زیادہ تیسری یا چوتھی ملاقات میں لوگ بیعت کر لیتے اور بیعت کرنے والوں کی تعداد ایک دو نہیں بلکہ

کئی کئی سوتک ہوتی تھی۔ اِس کا تذکرہ آپ کی وفات پہ یکم مارچ 1960ء کے الفضل کے پرچہ میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے ان زریں الفاظ مین فرمایا کہ مقامی تبلیغ کے تو گویا ''آپ ہیرو تھے'' جن کے ہاتھ پر بے شمار لوگوں نے صداقت کو قبول کیا۔

اس سلسلہ میں میرے تایا زاد بھائی چوہدری ظفر اللہ سیال صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں بارہ سال کی عمر میں قادیان ابا جان مرحوم کے پاس چلا گیا تھا مجھے تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ہی لیکر گئے تھے مگر بدقسمتی کہ تعلیم تو میں حاصل نہ کرسکا لیکن ابا جان کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ میسر آ گیا۔ میں نے یہی دیکھا کہ آپ جب دفتر سے اپنا کام ختم کر کے گھر آ جاتے تو کسی نہ کسی گاؤں جانے کا پروگرام بناتے۔ میں نے آپ کے ڈرائیور جناب کرم دین صاحب مرحوم سے دوستی کر لی ہوئی تھی اور وہ بتا دیتے کہ ہم لوگ جا رہے ہیں تو میں چپکے سے گاڑی میں بیٹھ جاتا۔ آپ جب بھی کسی گاؤں میں جاتے تو وہاں پہ سب لوگ اکٹھے ہو کر آپ کے پاس بیٹھ جاتے اور آپ نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں اُن کو احمدیت کا پس منظر سمجھاتے۔ خدا تعالیٰ نے زبان میں اثر بھی دیا ہوا تھا۔ لوگ آپ کی بات کو ٹال نہیں سکتے تھے بعض دفعہ اپنے گھر کے باہر وسیع لان میں بھی قریبی گاؤں کے لوگ آپ کے پاس آ جاتے اُس میں مسلمان' سکھ' عیسائی سب ہی مذاہب کے لوگ ہوتے تھے۔ کبھی کبھی ابا جان اُن کیلئے کھانے کا انتظام بھی فرماتے اور خود بھی اُن کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانا تناول فرما لیتے۔

مؤرخہ 9/مارچ 1960ء کے الفضل میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے اپنے ایک مضمون میں جس کا عنوان تھا

''اے جنوں کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار''

آپکی انہی تبلیغی مساعی کا ذکر کیا ہے اور اُس مضمون میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ ہمارے مرحوم بھائی چوہدری فتح محمد سیال نے بھی اِس جنون سے کافی حصہ پایا تھا۔ انہوں نے میرے پاس آ کر کئی دفعہ دوستانہ رنگ میں دُکھ بھرے دِل کے ساتھ گلہ کیا کہ انجمن میرے کام کیلئے ضروری روپیہ نہیں دیتی اور اپنی ضابطہ پرستی کے طریق کے مطابق کام میں عملاً روکیں ڈالتی ہے ورنہ دنیا صداقت کی پیاسی ہے اور ساز تشنہ مضراب

ہے۔انکی ان دوستانہ شکایتوں کا میرے دِل پہ گہرا اثر ہوتا مگر میں جانتا تھا کہ جہاں چوہدری صاحب اپنے تبلیغی جنون میں مجبور ہیں وہاں انجمن بھی اپنے مالی حالات اور قواعد کی چار دیواری میں مقید ومحصور ہے۔ یہ کشمکش عرصہ سے چل رہی تھی اور آخر چوہدری صاحب کی المناک وفات سے

اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بے حد بلند فرمائے اپنے قربِ خاص میں جگہ دے اور دعا ہے کہ خدا تعالیٰ احمدی جماعت کے تمام افراد کیا مرد کیا زن سب کے دِلوں میں یہ جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دے اور آپ کی اپنی اولاد اور آپ کے تمام عزیزوں کو بھی اِس نعمت غیر مترقبہ سے حصہ عطا فرمائے۔

یہ میری دلی آرزو ہے اور دلی خواہش بھی خدا تعالیٰ اس کو پورا فرمائے۔ آمین اللھم آمین

دعوتِ الی اللہ کے سلسلہ میں محترمہ صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ایک روایت خاکسار صاحبزادی سیدہ باجی ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ساتھ ہی ذکر کیا کہ خاکسار ابا جان کے حالات زندگی یکجا کرنے کی کوشش کر رہی ہے تو صاحبزادی صاحبہ نے بے اختیار فرمایا کہ چوہدری صاحب تو درویش انسان تھے اور بے حد لگن سے دعوتِ الی اللہ کرنے والے تھے۔ اِن دو فقروں میں حضرت ابا جان کی بھرپور زندگی کا نچوڑ آ جاتا ہے۔انہوں نے کام کو یوں جلدی جلدی نمٹایا جیسے کہ ایک پنجابی صوفی شاعر نے فرمایا

لوئے لوئے بھر لے کڑیئے جے تدھ بھانڈا بھرنا	شام پئی بن شام محمد گھر جاندی نے ڈرنا

آپکی تمام زندگی بڑی روشن اور بے داغ گذری ہے جماعتی معاملہ میں آپ نے کبھی لاپروائی نہ برتی۔ آپ کی تمام زندگی ہر اعتبار سے قابل تقلید ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کیونکہ ایں سعادت بزور بازو نیست

آپ کے متعلق ایک اور اہم روایت از مکرمہ محترمہ مسز شاہ پرنسپل جامعہ نصرت

مکرمہ ومحترمہ مسز فرخندہ شاہ صاحبہ بیگم جناب سید محمود اللہ شاہ صاحب جو حضرت سید ولی اللہ شاہ کے اور حضرت سیدہ اُم طاہر صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بھائی' اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ

تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پیارے ماموں جان بھی تھے نیز میرے ابا جان کو حضرت سید محمود اللہ شاہ کے ساتھ بھی رشتہ دامادی کا شرف حاصل تھا۔

مکرمہ محترمہ مسز شاہ صاحبہ نے فرمایا کہ جب انڈیا سے ہمارے اسیران راہ مولا رہا ہو کر پاکستان واپس تشریف لائے تو ہم لوگ چنیوٹ میں تھے ہمیں حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے پیغام بھجوایا کہ آپ کے بھائی حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب ربوہ بخیریت پہنچ گئے ہیں۔تو ہم لوگ اُن سے ملنے کیلئے ربوہ آئے اور چھ سات دن ٹھہرے۔اُن دنوں زیادہ وقت بھائی صاحب کے ساتھ گذرتا تھا اور انڈیا میں جن حالات سے دوچار رہے ہم وہ سنتے رہتے تھے۔ بھائی صاحب نے بیان کیا کہ جیل میں رہتے ہوئے چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے ہم سے کہا کہ ہم لوگ یہاں پر فارغ رہتے ہیں۔کیوں نہ قیدیوں کو تبلیغ کی جائے۔ چنانچہ محترم مکرم عبدالعزیز صاحب بھامڑی، محترم احمد خان نسیم صاحب اور خاکسار سید ولی اللہ شاہ اور خود چوہدری صاحب تبلیغ کرنے لگ گئے۔ جب لوگ احمدیت کو سمجھ جاتے اور بیعت کیلئے آمادہ ہو جاتے تو چوہدری صاحب اُن کی بیعت لیتے۔ میں نے دریافت کیا کہ بھائی صاحب جب آپکی تبلیغ سے لوگ احمدی ہوتے تو پھر آپ ہی بیعت کیوں نہیں لیتے۔تو محترم بھائی صاحب نے جواباً فرمایا کہ بیعت لینے کی اجازت صرف چوہدری صاحب کو تھی۔اِس لئے ”آپ ہی کے ہاتھ پر لوگ بیعت کرتے۔“ انہوں نے یہ بھی بیان فرمایا کہ احمدی ہونے والے احباب کی تعداد 58 تھی اور بھی بہت سارے قیدی احمدیت کو تسلیم کر چکے تھے۔مگر بیعت نہیں کرتے تھے۔ جب تمام قیدی لاہور پہنچ گئے تو حکومت کی طرف سے آرڈر آیا کہ اِن قیدیوں کے عزیز اِن کی ضمانت کروائیں۔ کیونکہ کوئی پتہ نہیں اِن قیدیوں میں کچھ جرائم پیشہ لوگ بھی ہوں جو بعد میں باعث تکلیف بن جائیں۔ چنانچہ تمام احمدی احباب کی چاہے وہ نئے احمدی تھے یا پُرانے جماعت نے ضمانت کر دی۔تب وہ لوگ جو حق کو مان تو چکے تھے مگر تسلیم نہ کیا تھا اُن کو پچھتاوا ہوا اور کہنے لگے کہ آپ اب ہماری بیعت لے لیں۔تب اُن کو انکار کر دیا گیا۔محترمہ مسز شاہ! فرماتی ہیں کہ محترم بھائی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ جب سب اسیران راہ مولا حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں ملاقات کا شرف حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوئے تو حضور اقدس نے ہر کسی کے ساتھ مصافحہ معانقہ فرمایا اور بڑی خوشی

سے سینے سے لگایا۔مگر چوہدری صاحب کے ساتھ جب معانقہ کیا تو بڑی دیر تک حضور نے اپنے سینے کے ساتھ لگائے رکھا یہ وہ پیار بھرا سلوک تھا جو سب نے دیکھا اور محسوس کیا۔

دراصل دیکھا جائے تو بات وہیں پر آ ٹھہرتی ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے آپ کو خلوص نیت و حسن ارادہ سے پیش کرتا ہے اور اپنی ذات کی نفی کر کے دین کی خدمت کرتا ہے۔وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیاروں کا پیارا ہو جاتا ہے۔حضرت مسیح موعود نے کیا سچ فرمایا ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

عزیزم عبدالحی سیال ابن بھائی ظفر اللہ سیال نے اسی ضمن میں مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت ابا جان فوت ہوئے اسوقت میں ربوہ آپکے پاس اور آپکے گھر میں رہتا تھا اور وجہ وہی تعلیم حاصل کرنے کی تھی۔خیر وہ کہتے ہیں کہ چونکہ میں ہی ان کے بچوں میں سے وہاں موجود تھا لہٰذا تعزیت کیلئے آنے والوں کے پاس بھی مجھے ہی بیٹھنا پڑتا تھا۔آنے والوں میں چنیوٹ کے تھانہ کے انچارج صاحب بھی تعزیت کے لئے آئے اور دوران گفتگو انہوں نے بتایا کہ پرسوں چوہدری صاحب میرے پاس آئے اور مجھے مخاطب کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ تھانے دار صاحب مجھے یہ بتائیں کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں آپ کے سامنے جھوٹ بولوں کہ میں نے کہا کہ نہیں چوہدری صاحب آپ کیوں جھوٹ بولیں گے آپ کام بتائیں کیا کام ہے میں حاضر ہوں۔لیکن آپ نے پھر فرمایا کہ نہیں آپ بتائیں کہ مجھے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت ہے میں نے پھر کہا کہ نہیں چوہدری صاحب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔اُن دنوں چنیوٹ میں ان کی زمین پہ ایک رُلیا نامی آدمی قابض تھا میں نے دِل میں سوچا کہ شاید آج رُلیے نے آپ کو بہت تنگ کیا ہے اس لئے چوہدری صاحب بار بار بات پکی کر رہے ہیں چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج تو میں خود جا کر رُلیے کا تیا پانچہ کر دوں گا تب میں نے کہا کہ چوہدری صاحب بتائیں تو سہی کہ بات کیا ہوئی ہے تب آپ نے فرمایا کہ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ حضرت امام مہدی آ چکے ہیں اور ہم نے آپ کو مان لیا ہے۔لہٰذا میں آپکو بتاتا ہوں کہ یہ بات بالکل سچ ہے اور اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔وہ کہتے ہیں کہ

میرے دل پہ آپ کی اس قدر تحدی سے بات کرنے پہ بڑا گہرا اثر ہوا اور میں کتنی ہی دیر حیران و پریشان بیٹھا رہا کہ یہ کیسا شخص ہے اور آج اچانک وفات کا سنکر مجھ سے رہا نہیں گیا اور آپکے آخری دیدار کیلئے حاضر ہو گیا ہوں۔ نہ صرف یہ کہ خود کو ہی دعوت اِلی اللہ کی لگن تھی بلکہ یہ بھی خواہش تھی کہ اُن کے عزیز رشتہ دار بھی بہترین مبلغ ہوں۔ عزیزم عبدالحی سیال کا ہی بیان ہے کہ میں اور ابا جان دونوں مسجد مبارک نماز کیلئے جارہے تھے کہ راستے میں میں نے ابا جان سے عرض کی کہ جوڑا کیلئے بھی کوئی مبلغ بھجوا دیں۔ آپ ایک دم بڑے جوش کے ساتھ میرے سامنے آ کر مجھے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ کر کہنے لگے "تم کیا ہو" کیا تم مبلغ نہیں ہو؟ یہ ایک ایسا فکر انگیز سوال تھا! کہ جس نے مجھے سوچنے پہ مجبور کر دیا! اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے سیاٹل امریکہ میں عرصہ دراز تک امیر جماعت احمدیہ کے عہدہ پر فائز رہ کر خدمت سلسلہ کی توفیق ملی۔

حضرت چوہدری ظفر اللہ خانصاحب تحدیث نعمت کے صفحہ نمبر 95 پر یوں بیان فرماتے ہیں کہ چوہدری فتح محمد صاحب سیال جب لنڈن آئے تو آپکی ملاقات محترم مرزا بدرالدین صاحب کے ساتھ اکثر ہوا کرتی تھی وہ باوجود اِس کے کہ احمدی نہ تھے لیکن چوہدری صاحب کے بڑے مداح تھے۔ میں نے کئی دفعہ اِن سے چوہدری صاحب کی نسبت سنا "کہ یہ شخص فرشتہ ہے"

آپ کی جرأت و وجاہت

بھائی ظفر اللہ سیال بیان کرتے ہیں کہ قادیان میں سکھ مذبح خانہ نہیں بننے دیتے تھے جب ابا جان کو معلوم ہوا تو آپ نے کہا کہ جب مذبح خانہ بنانا ہو تو مجھے اطلاع کر دیں۔ میں موقعہ پر جا کر اکیلا ہی اپنی نگرانی میں بنوالوں گا۔ چنانچہ جب مذبح خانہ بننے لگا تو آپ وہاں پہ چلے گئے اور میں آپ کے ساتھ چلا گیا۔ خیر کام شروع ہوا تو کئی سکھ آ گئے مگر انہوں نے آ کر نہ کوئی دنگا فساد کیا اور نہ کوئی تلخ بات کی بلکہ نہایت ادب اور احترام کیساتھ آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور میں سوچتا رہ گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ سکھ لوگ ابا جان کا کتنا احترام کرتے ہیں۔

باب 5

حضرت خلیفہ ثانی کے اندورن ملک سفروں میں آپکی معیت

حضرت خلیفہ ثانی کی معیت میں سفر

حضرت چوہدری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی معیت میں جو سفر کئے ان میں سے بعض کے مختصر اور بعض کی تفصیلاً روئیداد ملاحظہ ہو۔

سفر لاہور میں رفاقت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی 23 فروری 1922ء دو بجے دارالامان سے بارادہ لاہور روانہ ہوئے۔ حضور کے ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، جناب مولوی رحیم بخش صاحب پرائیوٹ سکریڑی اور جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے ناظر اشاعت تھے۔ (الفضل 27 فروری 1922ء صفحہ 1)

سفر لنڈن

جولائی 1924ء میں جب حضرت اقدس لنڈن تشریف لے گئے تو بطور سیکرٹری تبلیغ چوہدری صاحب کو حضور کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔

چوہدری صاحب حضور کے ہم سفر تھے لاہور گئے تو حضور کے ساتھ چوہدری صاحب بھی تھے۔

حضور کی مصروفیات

28 فروری کو اسلامیہ کالج کے جلسہ تقسیم انعامات میں حضور معہ جناب روشن علی صاحب، مفتی محمد صادق صاحب اور چوہدری صاحب تشریف لے گئے۔ اس جلسہ میں شمولیت کے لئے حضور کو مدعو کیا گیا تھا۔ گورنر پنجاب بھی اس جلسہ میں شامل تھے۔ احمدیہ ہوسٹل سے حضور چوہدری شہاب الدین صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ کیونکہ چوہدری صاحب (شہاب الدین صاحب) نے آپ کو کھانے پر دعوت دی

تھی۔حضور کے ہمراہ مفتی محمد صادق صاحب' حافظ روشن علی صاحب' ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور چوہدری صاحب تھے۔(الفضل 8/مارچ 1927ء صفحہ 2)

قصور میں:: 4/مارچ 1927ء کو جب حضور لاہور سے قصور ملک غلام محمد صاحب کی فلور ملز دیکھنے گئے تو حضور کے ساتھ حافظ روشن علی صاحب' چوہدری فتح محمد صاحب' شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سیکریٹری صاحب اور مولوی علی احمد صاحب تھے۔ (الفضل 11/مارچ 1927ء صفحہ 7)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا سفر گورداسپور

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جب سید عطا اللہ شاہ بخاری کے مقدمہ میں شہادت کے لئے مارچ 1935ء کے آخری ایام میں گورداسپور گئے تو قادیان سے 800 کی تعداد میں افراد حضور کے ساتھ تھے۔ان افراد میں چوہدری صاحب موصوف بھی تھے۔(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 160)

حضور کا سفر سندھ اور چوہدری صاحب:: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ٹرین سے اپنے خدام سمیت علاقہ سندھ میں اپنی اور سلسلہ کی زمینوں کا معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔حضور کے ساتھ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے ناظر اعلیٰ۔مولوی عبدالمغنی صاحب ناظر بیت المال۔ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب اور بابو فضل احمد صاحب ساتھ تھے۔

بہت بڑی سعادت جلسہ ہوشیار پور میں شمولیت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زبان مبارک سے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی نشان رحمت کے پورے ہونے کا اعلان ہوشیار پور میں۔

حضور نے ہوشیار پور میں ایک جلسہ منعقد کیا۔غرض یہ تھی کہ جس جگہ دنیوی حالات کے خلاف ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک رحمت کے نشان کی خبر دی تھی جس کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچا۔اس جگہ یہ اعلان کیا جائے کہ وہ پیش گوئی نہایت شان کے ساتھ پوری ہوگئی ہے۔

اس کے مطابق خدا تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ 20/فروری 1944ء کو ہوشیار پور کے اس مکان

کے سامنے جس میں 1886ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے چالیس روز تک چلہ کشی فرمائی تھی۔اور جہاں آپ کو مصلح موعود کی عظیم الشان بشارت دی گئی تھی۔ایک وسیع میدان میں جلسہ منعقد کیا گیا۔جو اپنی شان اور نوعیت اور روحانی اثر کے لحاظ سے ایک خاص جلسہ تھا۔قادیان اور دوسرے مقامات سے تقریباً 2' اڑھائی ہزار احمدی پہنچ چکے تھے۔جن کی ہر حرکت وسکون سے خاص وقار اور خشیت اللہ کا اظہار ہوتا تھا۔تسبیح وتحمید انکی زبانوں پر تھی۔متانت وسنجیدگی کے پیکر معلوم ہوتے تھے۔

خشوع وخضوع ان کے چہروں سے نمایاں تھا۔20رفروری کو صبح کی گاڑی سے قادیان کا قافلہ ہوشیار پور کے اسٹیشن پر پہنچا۔جس میں امرت سر اور دوسرے اسٹیشنوں سے مختلف مقامات سے تشریف لانے والے احباب کا اضافہ ہوتا گیا تھا۔کھانا کھانے کے بعد ایک بجے کے قریب احباب جلسہ گاہ میں جمع ہو گئے۔جو کنک منڈی کے وسیع میدان میں بنائی گئی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آمد

پونے دو بجے کے قریب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بذریعہ موٹر لاہور سے تشریف لائے۔موٹر سے اترتے ہی جلسہ گاہ میں تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا۔

’’جن دوستوں نے کھانا کھانا ہو تو وہ کھالیں اور جنہیں وضو کرنا ہے کر لیں۔تا کہ نمازیں پڑھی جائیں۔‘‘

فہرست صحابہ۔پھر حضور نے کمرہ کے اندر دعا کی غرض سے حضرت مسیح موعودؑ کے ان صحابہ کے نام دریافت فرمائے جنہوں نے 1900ء تک بیعت کی تھی۔اور اس موقع پر موجود تھے۔انکی فہرست مرتب کی گئی اور یہ اعلان کیا گیا کہ ان قدیم صحابہ کے علاوہ افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور ناظر صاحبان جماعت احمدیہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کے چلہ کشی والے کمرہ کے اندر جا کر دعا کریں۔

جلسہ:: حسب پروگرام 3 بجے جلسہ شروع ہوا تلاوت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے کی اور پھر جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس سفر ہوشیار پور کے مختصر حالات بیان کئے۔جس میں ان کے پھوپھا حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری بھی حضرت مسیح موعودؑ

کے ہمراہ تھے۔اور پھر اسی سفر میں بیس فروری 1886ء کو آپ نے وہ اشتہار شائع فرمایا۔جس میں مصلح موعود کی پیش گوئی درج فرمائی۔جناب مولوی صاحب نے اس پیش گوئی کا ذکر کرتے ہوئے اس مکان کی طرف جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے چلہ کشی کی تھی۔اور جو جلسہ گاہ کے بالکل پاس اور سامنے تھا۔ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔''اس مکان میں جس کی طرف اشارہ کر رہا ہوں اور جو اس زمانہ میں شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کا طویلہ کہلاتا تھا۔حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کی عظیم الشان بشارت پا کر یہ اشتہار 20رفروری 1886ء کو لکھا اور شائع فرمایا پھر جناب درد صاحب نے وہ اشتہار پڑھ کر سنایا۔''

رقت کا عالم:: پھر حضور نے دعائیں کرنا شروع کیں تو سب پر رقت کا عالم اور گریہ وزاری کا عالم تھا۔4 بج کر 35 منٹ پر حضور نے تقریر ختم کی۔

احمدیت دنیا کے کناروں تک

اس کے بعد یہ بتانے کے لئے کہ خدا تعالیٰ کا کلام جو حضرت مسیح موعودؑ پر 86ء میں اسی ہوشیار پور میں نازل ہوا وہ پورا ہو چکا ہے۔تو اسکی تصدیق میں بہت سے مبلغین نے تقاریر کیں۔چوہدری صاحب نے جو تقریر کی وہ حسب ذیل ہے۔

آپ نے فرمایا۔میں 22رجون 1913ء میں ہندوستان سے انگلستان روانہ ہوا اور اپریل 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم کے ماتحت میرے ذریعہ لنڈن میں احمدیہ مرکز تبلیغ پہلی بار قائم ہوا۔اور میں نے فروری 1916ء تک تقریباً 2 سال میں مختلف سوسائیٹیوں کلبوں اور لائبریریوں میں ایک سو پچاس کے قریب لیکچر دیئے۔اور دوروں میں انگلستان، ویلز اور سکاٹ لینڈ شامل تھے۔احمدیہ لٹریچر میں سے ٹیچنگ آف اسلام، ریویو آف ریلیجنز کے پرچے اور کئی ایک پمفلٹ انگریزی میں شائع کئے جن میں سے ایک رسالہ ''الہام اور وحی'' پر تھا اور یک مدارج ترقی ایمان پر ایک اسلوب قرآن پر ایک حقیقت اسلام پر اور ایک صفات باری تعالیٰ پر تھا نیز اسی زمانے میں ٹیچنگز آف اسلام کا ترجمہ فرانسیسی میں شائع کیا گیا۔اس عرصہ میں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کے احکام اور ہدایت کے ماتحت میرے ذریعہ احمدیت کا پیغام انگلستان، سکاٹ لینڈ، ویلز، فرانس، اٹلی اور ڈربن میں پہنچا۔

اس دو سال کے عرصہ میں ایک درجن انگریز احمدی ہوئے اور اس ملک کے طریق کے مطابق میرے ہر ایک لیکچر کے متعلق لوکل اخبارات میں رپورٹیں شائع ہوئیں۔

فروری 1916ء میں یہ عاجز اپنا کام حبی فی اللہ مکرم قاضی محمد عبداللہ صاحب کے سپرد کر کے ہندوستان واپس آ گیا۔ اور پھر دوبارہ حضور کے حکم کے ماتحت خاکسار نے 1919ء میں لنڈن مشن کا چارج لیا۔ اور 1920ء میں احمدیہ دار التبلیغ والا مکان اور ملحقہ باغیچہ خرید کر جن میں اس وقت مسجد لنڈن واقع ہے۔ اس میں مسجد تعمیر کرنے کا انتظام کیا۔ یہ لنڈن میں پہلی بیت ہے بلکہ مغربی یورپ میں پہلی بیت ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کے بابرکت ہاتھوں سے رکھی گئی۔ جب کہ حضور 1924ء میں لنڈن تشریف لے گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کے قائم مقام ہو کر اہل یورپ کو پیغام حق پہنچایا۔ یہ مسجد اس وقت انگلستان میں ہر خاص و عام کے لئے احمدیت کی طرف توجہ کی مرکز بنی ہوئی ہے۔ اور یہ انگلستان میں روحانی پرندوں کا مسجد اوّل ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی توحید کی آواز بلند کی جاتی ہے۔ الحمد للہ علی ذالك

میرے بعد مرکز تبلیغ لنڈن کے جو احباب انچارج رہے ان کے نام یہ ہیں۔

1۔ قاضی محمد عبداللہ صاحب۔ 2۔ مفتی محمد صادق صاحب۔

3۔ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر۔ 4۔ مولوی مبارک علی صاحب بنگالی۔

5۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد۔ 6۔ مولوی فرزند علی خان صاحب۔

7۔ مولوی جلال الدین شمس صاحب۔ جو آج کل انچارج ہیں۔

(الفضل 25رفروری 1944ء صفحہ 1)

دعا میں شریک ہونے والے احباب

چونکہ کمرہ چھوٹا تھا۔ اس لئے جگہ کی تنگی کی وجہ سے مجوزہ فہرست میں درج شدہ سب اصحاب کو نہ بلایا جا سکتا تھا۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے علاوہ حسب ذیل افراد اس کمرہ میں تشریف لے گئے۔ جنہیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک ایک کر کے انتظام کے ساتھ اندر بھجوایا۔ کل حضور سمیت 35 افراد آئے ان میں حضرت چوہدری صاحب بھی تھے۔ (الفضل 25رفروری 1944ء صفحہ 1)

باب 6
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی معیت میں
سفر لنڈن 1924ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ماہ اکتوبر 1924ء میں عیسائیت کے مرکز یعنی لنڈن تشریف لے گئے اس سفر کی غرض یورپ کے دل میں خانہ خدا کی بنیاد رکھنا تھی۔ اس خانہ خدا کی جس کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کی واضح پیشگوئیاں موجود تھیں۔ چوہدری صاحب موصوف اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

اس سفر کے مختصر حالات مسجد کی سنگ بنیاد اور لنڈن میں المصلح موعود کے پہلے جمعۃ المبارک کی ادائیگی کے کوائف ان صفحات میں پیش کئے جاتے ہیں۔

مغرب میں مسجد کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں

حضورؑ اپنی کتاب تریاق القلوب صفحہ 40 میں فرماتے ہیں:

''میرا پہلا لڑکا جو اب زندہ ہے وہ ابھی پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا تھا کہ ''محمود''

اس پر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب یوں رقم طراز ہیں۔

''اس کشف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات کا ایک مسجد سے تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ جو اس مسجد کے ظہور میں آنے سے پورا ہوا اور پھر ایسا ہوا کہ اس مسجد کی دیوار پر کتبہ میں آپ کا نام لکھا جانے سے مکمل طور پر لفظاً پورا ہو گیا۔''

نیز حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں:

''مسجد کے متعلق خود حضرت مسیح موعودؑ کے نام میں بھی (پیشگوئی) تھی۔ آپ کو خدا تعالیٰ کی وحی میں متعدد بار ابراہیم کا نام دے کر آپ کی مماثلت حضرت ابو الانبیاء سے ظاہر کی گئی۔ قرآن کریم اور تاریخ

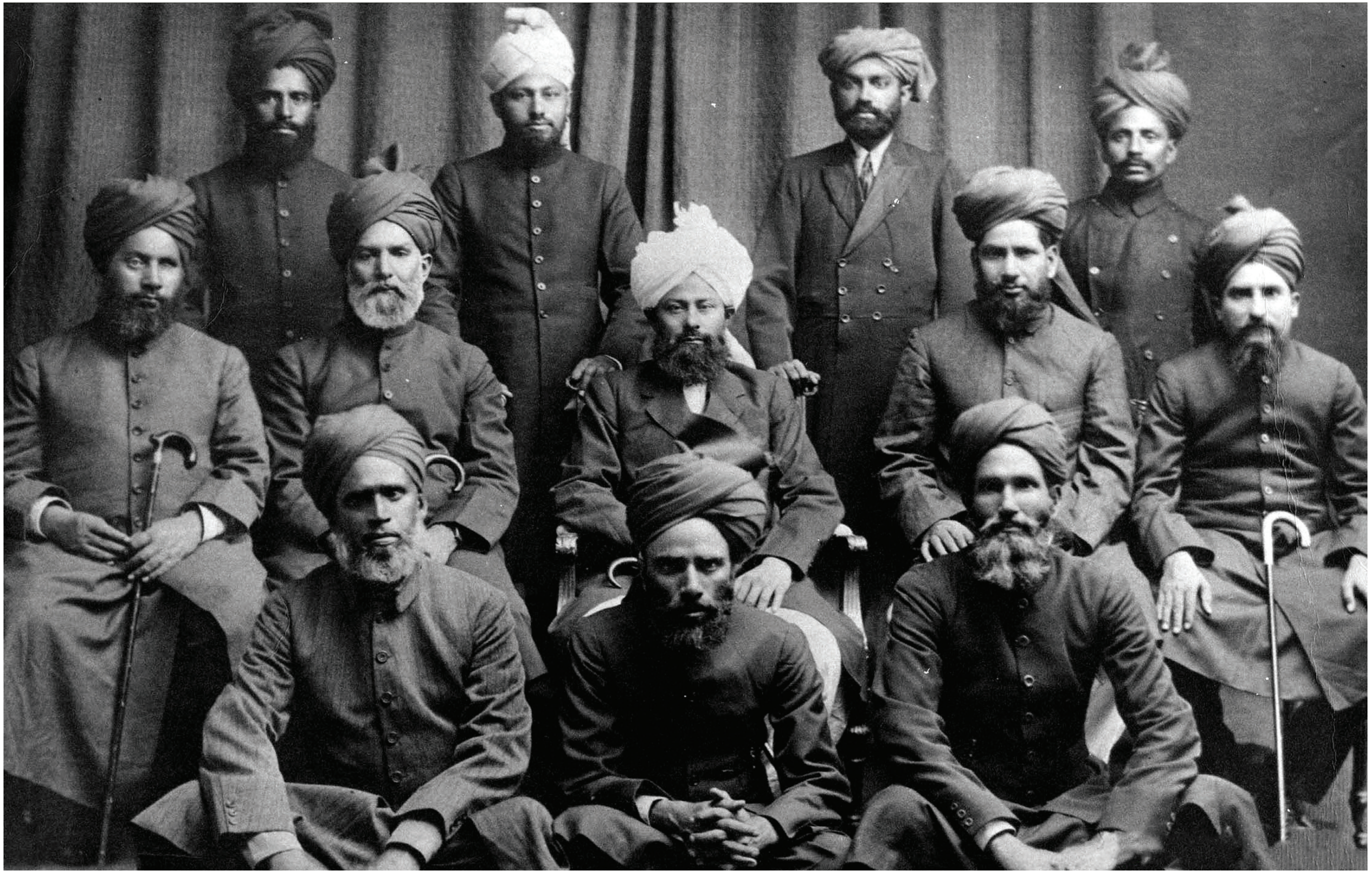

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بائیں ہاتھ کی کرسی پہ حضرت اباجان اپنے آقا کے ساتھ

1924ء کے سفر لندن کے وقت حضرت خلیفہ المسیح الثانی کی مصیت میں لی گئی ایک اور نادر تصویر

کہتی ہے کہ حضرت ابراہیم کی ایک بڑی فضیلت اور خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر کعبہ کو بحکم الٰہی تعمیر کیا تھا۔ پس مماثلت کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اور اس کا بیٹا دونوں مل کر ایک عظیم الشان خانہ خدا کو دنیا کی ہدایت کے لئے تعمیر کریں۔

(تاریخ مسجد فضل لنڈن صفحہ 19)

آپ نے فرمایا کہ

''میں مسجد لنڈن کا معاملہ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر رہا تھا۔ میں خدا کے حضور دوزانوں بیٹھا تھا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جماعت کو چاہیئے۔'' ''جد سے کام لیں ہزل سے کام نہ لیں۔''

جدّ کا لفظ مجھے اچھی طرح یاد ہے اور اس کے مقابلے میں دوسرا لفظ ہزل اس حال میں معاً میرے خیال میں آیا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جماعت کو چاہیئے کہ اس کام میں سنجیدگی اور نیک نیتی سے کام لے ہنسی اور محض واہ واہ کے لئے کوشش نہ کرے۔ (الفضل 22/جنوری 1920ء صفحہ 8)

چنانچہ اس بابرکت کام کے لیے حضور کے ساتھ جہاں اور بہت سے لوگ شریک ہوئے۔ چنانچہ چوہدری صاحب سیال کو بھی اس سفر میں بطور سیکرٹری تبلیغ کے ئے لے جایا گیا

(الفضل 18 جولائی 1924ء)

آئندہ صفحات میں دوران سفر اور واپسی دارالامان تک ان حالات کا تذکرہ ہوگا جو صرف چوہدری صاحب سے متعلق ہیں۔ الحکم کے مدیر شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی حضور کے ہم سفر احباب کا تعارف کرتے ہوئے الحکم میں چوہدری صاحب کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

چوہدری صاحب نے سلسلہ احمدیہ میں جنم لیا اور سلسلہ میں پرورش پائی اور مدرسہ تعلیم الاسلام کا آپ پہلا پھل ہیں۔ ایم اے پاس کرنے کے بعد وہ سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ ایسے وقت میں ان کے سامنے ترقیوں کا ایک وسیع میدان تھا اور وہ ترقی کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے خدمت سلسلہ کی درویشی قبول کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے عہد میں وہ لنڈن خواجہ صاحب کی مدد کے لئے بھیجے گئے۔ ان کے بھیجنے میں حضرت خلیفہ ثانی کی ہمت اور حوصلہ کا دخل تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے

بعد خواجہ صاحب نے ان سے مخالفت شروع کی اور نہایت بے رحمی کے ساتھ اس قدر دور دراز فاصلہ پر محض اختلاف رائے کی وجہ سے الگ کر دیا اور بے سروسامانی میں چھوڑ دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ان ابتلاؤں کے ایام میں ان کے ذریعے لنڈن مشن کی بنیاد رکھ دی۔ وہی لنڈن مشن ہے کہ اس کی مضبوطی اور توسیع و تنظیم کے اغراض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو وہاں جانے کے محرک ہو رہے ہیں۔

چوہدری صاحب نے فتنہ ارتداد میں جس قابلیت سے کام کیا وہ تازہ ترین امر ہے اور اب وہ دعوت تبلیغ کے ناظر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ (اخبار الحکم 7/ جولائی 1924ء صفحہ 3)

1924ء کا سال سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں تبلیغی نقطہ نگاہ سے ایک انقلاب انگیز سال کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے یورپ کا پہلا سفر فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ ایک نئے دور میں داخل ہوگئی۔

ویمبلے کانفرنس کے لئے تحریک:

شروع 1924ء میں انگلستان کی مشہور ویمبلے نمائش کے سلسلہ میں سوشلسٹ لیڈر مسٹر ولیم لافٹس ہیر (William Loftus Hare.Mr) نے یہ تجویز کی کہ اس عالمی نمائش کے ساتھ ساتھ ایک مذاہب کانفرنس بھی منعقد کی جائے جس میں برطانوی مملکت کے مختلف مذاہب کے نمائندوں کو دعوت دی جائے کہ وہ اس کانفرنس میں شریک ہو کر اپنے اپنے مذہب کے اصولوں پر روشنی ڈالیں۔ نمائش کے منتظمین جن میں مستشرقین بھی شامل تھے نے اس خیال سے اتفاق کیا اور لنڈن یونیورسٹی کے مدرسہ علوم شرقیہ (The School of Oriental Studies) کے زیر انتظام کانفرنس کے وسیع پیمانے پر انعقاد کے لئے ایک کمیٹی قائم کر دی گئی۔

کانفرنس کا مقام امپیریل انسٹی ٹیوٹ لنڈن مقرر کیا گیا اور 22/ستمبر 1924ء سے 3/اکتوبر 1924ء تک کی تاریخیں اس کے لئے تجویز کی گئیں۔ کمیٹی نے

مندرجہ ذیل مذاہب کے مقررین کا انتخاب کیا۔ ہندومت، اسلام، بدھ ازم، پارسی مذہب، جینی مذہب، سکھ ازم، تصوف، برہمو سماج، آریہ سماج، کنفیوشس ازم وغیرہ

اگر چہ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر 1923ء کے آغاز ہی سے لنڈن میں تھے مگر آپ کو اس عظیم الشان کانفرنس کی تجویز کا مطلق علم نہ ہوسکا۔ مگر جب کمیٹی کی تشکیل کے علاوہ مقررین بھی تجویز ہو چکے اور 1924ء کا بھی کچھ حصہ گزر چکا تھا تو ایک سوسائٹی میں برسبیل تذکرہ کسی نے اس کا تذکرہ کیا جس پر آپ کمیٹی کے جائنٹ سیکرٹری ایم۔ایم شارپلز سے ملے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اسلام سے متعلق احمدی جماعت کا نقطہ نگاہ ضرور پیش ہونا چاہیئے۔ کمیٹی میں ذکر آیا تو کمیٹی کے نائب صدر ڈاکٹر سر تھامس ڈبلیو آرنلڈ مصنف (Preaching of Islam) نے کمیٹی کو توجہ دلائی کہ انتخاب مقررین میں نیر صاحب سے ضرور مشورہ لیا جائے۔ چنانچہ حضرت نیر صاحب کے ساتھ مجوزہ پروگرام پر نظر ثانی ہوئی۔ آپ نے ہندو مت اور بدھ کے نمائندوں کے نام تجویز کرنے کے علاوہ تصوف کی نمائندگی کے لئے حضرت صوفی حافظ روشن علی صاحب کا نام لکھایا۔ مگر ساتھ ہی بتایا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ کی اجازت سے ہی حافظ صاحب آ سکیں گے کمیٹی میں جونہی یہ نام پیش ہوئے تو ڈاکٹر آرنلڈ اور پروفیسر مارگولیتھ نے اور کمیٹی کے دوسرے تمام ممبروں نے نہایت خلوص ومحبت سے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں کانفرنس میں شمولیت کی درخواست کی جائے اور صوفی صاحب کو بھی ساتھ لانے کی گزارش کی جائے اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں انگلستان کے سر برآوردہ مستشرقین کی طرف سے دعوت نامہ پہنچا۔

سفر یورپ کے لئے مشورہ

یہ دعوت قادیان پہنچی تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 16 رمئی 1924ء کو بعد نماز عصر ایک مجلس شوریٰ بلائی۔ جس میں دوستوں سے مشورہ طلب فرمایا کہ کسے کانفرنس میں شمولیت کے لئے لندن بھیجا جائے۔ قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے عرض کیا کہ یہ تبلیغ اسلام کا ایک خاص موقعہ ہے اگر حضور خود بنفس نفیس تشریف لے جاسکیں تو مناسب ہوگا۔ دوسرے احباب نے بھی بھاری اکثریت سے اس کی تائید کی۔ اس کے بعد حضور نے بیرونی جماعت سے استصواب فرمایا۔

چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 14 رمئی 1924ء کو احباب جماعت کے نام حسب ذیل

مکتوب رقم فرمایا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ لوگوں کو شاید معلوم ہوگا کہ ولایت میں دو سال سے ایک تجارتی نمائش کی تیاریاں ہو رہی تھیں جس میں انگریزی حکومت کے تمام علاقوں کی ہر قسم کی پیداوار اور صنعت کی چیزیں رکھی جائیں گی۔ یہ نمائش اب کھل گئی ہے اور ایسے بڑے پیمانے پر ہے کہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ تجارت کی ترقی کو مدنظر رکھ کر اور ملکوں کے باہمی تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے دو کروڑ آدمی کے قریب اس کو دیکھنے آئے گا۔ غرض ان دنوں میں دنیا کے ہر گوشے کے تعلیم یافتہ آدمی انگلستان میں جمع ہوں گے اور گویا تمام دنیا چھوٹے پیمانے پر اس جگہ جمع ہو جائے گی۔ چینی، جاپانی، امریکن، روسی، فرانسیسی، جرمن، ترک، عرب، مصری، ایرانی، افغانی، ہندوستانی اور دوسری چھوٹی بڑی قوموں کے تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ کے لوگ وہاں جمع ہوں گے اور چھ ماہ تک ایسا ہی جمگھٹا وہاں رہے گا۔ اس اجتماع سے فائدہ اٹھا کر انگلستان کے مذہبی مذاق کے لوگوں نے تجویز کی ہے کہ ستمبر کے آخر اور اکتوبر کے شروع میں وہاں ایک مذہبی جلسہ کیا جائے۔ جس میں ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کی حقیقت کو کھول کر بیان کریں اور ساری دنیا کو ان کے اصل عقیدہ اور غرض کا علم ہو جائے۔ اس انجمن نے اپنے جلسہ میں تقریر پڑھنے کی مجھے بھی دعوت دی ہے اور درخواست کی ہے کہ میں خود وہاں جا کر اپنے سلسلہ کے متعلق ان کو علم اور واقفیت بہم پہنچاؤں۔ ایسے عظیم الشان موقع سے تبلیغ کا فائدہ اٹھانا تو ہمارا فرض ہے کیونکہ ایسا موقعہ کہ اس کثرت سے ساری دنیا کے ملکوں کے اعلیٰ طبقوں کے لوگ جمع ہوں اور گویا ساری دنیا ایک ہی وقت میں اکٹھی ہو جائے۔ روز بروز نہیں ملتا اس نمائش کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ سو سال تک ایسی بڑی نمائش پھر انگریزوں کے لئے کرنی مشکل ہو گی۔ اس وقت گویا انگلستان میں بیٹھ کر ہم ساری دنیا کو خدا کا پیغام پہنچا سکتے ہیں اور کروڑوں آدمیوں کو سلسلہ کی حقیقت سے واقف کر سکتے ہیں اور دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہ سکتا جو اس ذریعہ سے سلسلہ سے واقف نہ ہو جائے مگر سوال یہ ہے کہ یہ کام کیا کس طرح جائے؟ میں نے اس مذہبی کانفرنس کی دعوت پر

قادیان کے احباب کو جمع کر کے مشورہ لیا تھا۔ سولہ احباب میں سے گیارہ کا مشورہ یہ تھا کہ اس موقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے اور آپ کو خود جانا چاہیئے۔ اور مہینہ ڈیڑھ مہینہ رہ کر نہ صرف مذہبی کانفرنس میں شامل ہوں بلکہ اس سے پہلے اور بعد انگلستان اور دوسرے ممالک کے لوگوں کو ملاقات کا موقعہ دے کر سلسلہ کی طرف ان کی توجہ کو کھینچیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ ہر مذہب اور ہر علم کے جاننے والے لوگ وہاں جمع ہوں گے اس لئے اس موقعہ پر صرف میرے ہی جانے سے ان لوگوں کو فائدہ ہوسکتا ہے اور دوسروں کے جانے سے ان کی توجہ نہ اس طرف منعطف ہوگی نہ دوسروں کی باتوں سے ان کو ایسی تسلی ہوگی یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ساری دنیا کو خبردار کر دینے سے تمام دنیا کی حق کی طالب روحیں سلسلہ کی تحقیق میں لگ جائیں گی اور شاید بعض ملک آپ ہی اپنے ملک میں مشن قائم کرنے کی درخواست کریں۔

دوسری دلیل ان کی یہ ہے کہ اس وقت جب کہ ہم مغربی ممالک میں مشن قائم کر رہے ہیں سلسلہ کے امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان ممالک کو دیکھ کر اپنی آنکھوں سے وہاں کے حالات کا مطالعہ کرے تا تبلیغ کے لئے ایسی سکیم تیار ہو سکے جو مکمل ہو اور مبلغین کا تعلق زیادہ مضبوط ہو جائے۔

تیسری دلیل۔ یہ لوگ یہ دیتے ہیں کہ امام جماعت کے ساتھ جو ایک جماعت کارکنوں کی جائے گی دوسرے ممالک کے لوگوں کے ساتھ مل کر اور واقفیت حاصل کر کے زیادہ عمدگی سے کام کر سکے گی اور اس کا نقطہ نگاہ وسیع ہو کر اسے معلوم ہو جائے گا کہ باہر جانے والے مبلغین کے لئے کیا دقتیں ہیں اور دنیا کیا کر رہی ہے۔ اس کے مقابلہ کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ دوسرا فریق جو مخالف ہے اس کے دلائل یہ ہیں کہ اس وقت تک ان ممالک میں سلسلہ کی عظمت پوری طرح قائم نہیں اس لئے خلیفہ کا ایسے وقت میں جانا سلسلہ کی شان کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ مرکز سے خلیفہ وقت کا باہر جانا گو عارضی ہو مگر موجب فتنہ ہو سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو غرض خلیفہ کے جانے سے ہے وہ دوسری طرح پوری ہوسکتی ہے۔ چند عالم بھیج دیئے جاویں جو وہاں جا کر تبلیغ کریں۔ جب وہ ممالک تیار ہو جائیں تو پھر خلیفہ وقت کا باہر جانا بھی درست ہوسکتا ہے جو لوگ میرے جانے کا مشورہ دیتے ہیں وہ یہ ہیں۔ مفتی محمد صادق صاحب، چوہدری فتح محمد صاحب، عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب، ذوالفقار علی خان صاحب، سید ولی اللہ شاہ صاحب، مولوی رحیم بخش

صاحب، میر قاسم علی صاحب، قاضی ظہور الدین صاحب، ماسٹر عبدالمغنی صاحب، حافظ روشن علی صاحب اور شیخ عبدالرحمن صاحب مصری۔ جو لوگ میرے جانے کے خلاف مشورہ دیتے ہیں وہ یہ ہیں:

مولوی شیر علی صاحب، مولوی سید سرور شاہ صاحب، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب، میر محمد اسحاق صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب، گویا گیارہ رائیں تو میرے جانے کی تائید میں تھیں اور پانچ اس امر کے حق میں تھیں کہ میرا جانا ٹھیک نہیں کوئی اور آدمی بھیجے جاویں۔

اس مشورہ کے بعد میری رائے میں اس طرف مائل تھی کہ میرے جانے کے بعد ان ملکوں کے مشنوں کو اور زیادہ مضبوط کرنا پڑے گا کیونکہ تحریک کر کے خاموش ہو جانا ٹھیک نہیں کیونکہ اس سے زیادہ نقصان ہوگا اور اگر مضبوط کیا جاوے تو روپیہ زیادہ خرچ کرنا پڑے گا۔ پھر اگر میں گیا تو چونکہ ساتھ زیادہ آدمی ہوں گے اس لئے روپیہ زیادہ خرچ ہوگا اور جماعت پر بوجھ پہلے ہی زیادہ ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب اور حافظ روشن علی صاحب کو بھیج دی جاوے۔

دو تین (روز) (متن میں یہ لفظ سہوا رہ گیا ہے۔ ناقل) کے بعد عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنے جانے کے متعلق کچھ عذر پیش کیا اور ادھر ولایت سے دوبارہ تار آئی کہ مذہبی کانفرنس چاہتی ہے کہ میں خود شامل ہوں۔ اس پر دوبارہ مشورہ لیا گیا تو میر محمد اسحق صاحب نے بھی جانے والوں کی تائید میں رائے دی لیکن میں نے بعد مشورہ یہ مناسب سمجھا کہ چونکہ خلیفہ وقت کا ملک سے باہر جانا گو ساڑھے تین ماہ کے لئے ہو۔ ایک ایسا اہم امر ہے کہ اس کا سب جماعت پر اثر پڑتا ہے اس لئے سب جماعت کو مشورہ میں شامل کیا جاوے اور اس رائے کے ماتحت میں چاہتا ہوں کہ آپ کی انجمن اس معاملہ کے متعلق مشورہ دے کہ آیا اس کے نزدیک کونسا پہلو اختیار کیا جاوے۔ میرا خود جانا زیادہ مناسب ہوگا یا بعض دوسرے دوستوں کو بھیجنا۔ مشورہ کے وقت یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس امر سے میں متفق ہوں کہ اگر مغربی ممالک میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنا ہے تو ضروری ہے کہ امام جماعت کسی وقت اپنی آنکھوں سے ان ممالک کی حالت کو دیکھے تاکہ صحیح تجویز تبلیغ کے متعلق کر سکے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ موقع ٹھیک ہے یا ابھی انتظار کرنا چاہئے؟ خرچ کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ اگر آپ لوگ اس امر کو پسند کریں کہ مجھے جانا چاہیئے تو میں نے

فیصلہ کیا ہے کہ گو میں اس وقت سخت مقروض ہوں مگر خزانہ پر اپنا بوجھ نہیں ڈالوں گا۔ بلکہ اپنا خرچ خود کروں گا گو کہ قرض ہی لینا پڑے مگر جو لوگ دوسرے ساتھ ہوں گے یعنی انگریزی لیکچرار اور علماء اور رپورٹر۔ ان کا خرچ اور تبلیغ کا خرچ بتیس ہزار کے قریب ہوگا۔ اس میں سے پندرہ سولہ ہزار تو وہ ہے جو خالص تبلیغ پر ہوگا اور پندرہ سولہ ہزار وہ ہے جو ان لوگوں کے آمد و رفت کے کرایہ اور مکان اور خوراک وغیرہ پر خرچ ہوگا۔ جو لوگ یہ رائے دیتے ہیں کہ اس وقت مجھے ضرور جانا چاہئیے ان کی یہ رائے ہے کہ اس رقم کا خاص بوجھ جماعت پر نہیں پڑے گا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسجد برلن کے لئے جو زمین لی تھی اور جسے عمارت کھڑی کرتے ہوئے پیشتر اس کے کہ مسجد بنتی اس لئے روکنا پڑا تھا کہ جرمن کی مالی حالت بدل جانے کے سبب اس پر چھ سات لاکھ روپیہ خرچ آتا ہے۔ (جس کا ذکر میں سالانہ جلسہ کے موقع پر کر چکا ہوں) اس جگہ کو مجلس شوریٰ کے مشورہ کے بعد فروخت کیا گیا ہے اور اس پر چالیس ہزار روپیہ نفع آیا ہے۔ یعنی ہمارے خرچ سے اتنی رقم زیادہ مل گئی ہے اس روپیہ سے جو نفع کے طور پر آیا ہے۔ روپیہ قرض لے لیا جائے کیونکہ یہ روپیہ خدا تعالیٰ کی طور سے بطور انعام ملا ہے اور پھر تین چار سال میں آہستہ آہستہ کر کے جماعت اس رقم کو واپس کر دے اس طرح فوری بوجھ کوئی نہیں پڑے گا۔ باقی لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس رقم کو ہمیں بالکل نہیں چھیڑنا چاہئیے...... اور اگر ضرورت ہو تو اسی وقت سفر کرنا چاہئے کہ جب پہلے روپیہ جمع ہو۔ اب ان تمام امور کو مدنظر رکھ کر آپ لوگ مجھے مشورہ دیں کہ میں کون سا طریق اختیار کروں۔ اگر آپ مجھے جانے کا مشورہ دیں تو جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ میں اسلام کی ترقی کی خاطر روپیہ قرض لے کر بھی جانے کی کوشش کروں گا۔

اور اپنی ذات کا بوجھ سلسلہ پر نہیں ڈالوں گا۔ لیکن اگر آپ کے نزدیک میرا جانا مناسب نہ ہو تو دوسرا وفد بھیجنے کی صورت کی جائے گی۔ جس میں چونکہ آدمی کم ہوں گے۔ اس پر خرچ کم ہوگا۔ گو دس گیارہ ہزار پھر بھی خرچ ہو جائے گا۔ چونکہ فیصلہ فوراً ضروری ہے اس لئے جو جماعتیں دور ہیں ان کو چاہئیے کہ اپنی رائے سے بذریعہ تار کے اطلاع دیں۔ کل وقت سفر کا ساڑھے تین ماہ ہوگا۔ 25 رمئی تک جواب پہنچ جانا چاہئیے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد قادیان 14 رمئی 1924ء

نوٹ: مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فی الحال اس خط کا مضمون اپنی جماعت کے دوستوں تک ہی محدود رہے۔ خاکسار رحیم بخش ایم۔اے افسر ڈاک نوے فیصدی جماعتوں نے بھی یہی مشورہ دیا کہ حضور ہی بنفس نفیس تشریف لے جائیں۔ پھر حضور نے بھی اور چالیس کے قریب دوستوں نے استخارے بھی کئے جن سے اسی مشیت الٰہی کا علم ہوا کہ خود آپ ہی کو تشریف لے جانا چاہیئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی طرف مزید توجہ فرمائی تو آپ پر یہ حقیقت بالکل منکشف ہوگئی کہ قرآن مجید میں ذوالقرنین (مسیح موعود) یا اس کے نائب کے سفر یورپ کی اور حدیث شریف میں سفر دمشق کی واضح پیشگوئیاں موجود ہیں۔ ذوالقرنین کے سفر سے متعلق واقعہ پر مزید غور کرتے ہوئے حضور نے معلوم کیا کہ یہ سفر (بنیادی اغراض کے اعتبار سے) تبلیغ کے لئے نہیں بلکہ مغربی ممالک میں اسلامی انقلاب کی تبلیغی سکیم تیار کرنے کے لئے کیا جائے گا۔ اسی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ رویاء بھی آپ کے سامنے آیا کہ ”میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے............ اس کے علاوہ خود حضور کو ایک عرصہ قبل رؤیا میں سفر یورپ کا نظارہ دکھایا جا چکا تھا۔ چنانچہ ایک رؤیا میں آپ نے دیکھا۔ آپ لنڈن میں ہیں اور ایک جلسہ میں آپ شامل ہیں۔ مسٹر لائڈ جارج (سابق برطانوی وزیر اعظم) اس جلسہ میں تقریر کر رہے ہیں کہ یکدم ان کی حالت بدل گئی اور انہوں نے دہشت زدہ ہو کر کہا کہ مجھے ابھی خبر آئی ہے کہ ”مرزا محمود امام جماعت احمدیہ کی فوجیں عیسائی لشکر کو دباتی چلی آتی ہیں اور مسیحی لشکر شکست کھا رہا ہے۔

دوسری رؤیا میں (جو کانفرنس کی تحریک سے دو تین ماہ پہلے کی تھی) آپ نے دیکھا کہ ”میں انگلستان کے ساحل سمندر پر کھڑا ہوں جس طرح کہ کوئی شخص تازہ وارد ہوتا ہے اور میرا لباس جنگی ہے میں ایک جرنیل کی حیثیت میں ہوں ...... اس وقت میں یہ خیال کرتا ہوں کہ کوئی جنگ ہوئی ہے اور اس میں مجھے فتح ہوئی ہے اور میں اس کے بعد میدان کو ایک مدبر جرنیل کی طرح اس نظر سے دیکھ رہا ہوں کہ اب مجھے اس فتح

سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کس طرح حاصل کرنا چاہئے...... اتنے میں ایک آواز آئی William the Conqueror ولیم دی کنکرز یعنی ولیم

(اولوالعزم) فاتح۔

ان امور پر غور و فکر اور مسلسل دعاؤں اور استخاروں کے بعد حضور نے ویمبلے کانفرنس کی دعوت ایک الٰہی تحریک سمجھی اور باوجودیکہ اتنے لمبے سفر پر جانے کے رستہ میں آپ کے لئے ذاتی طور پر بہت سے مشکلات حائل تھیں۔ اور اس بوجھ کا اٹھانا آپ کے لئے بہت مشکل تھا۔ حضور نے اپنے فرائض دینی کو مقدم رکھتے ہوئے پورے انشراح صدر سے سفر یورپ پر جانے کا فیصلہ فرمالیا اور روانگی کی تاریخ 12 / جولائی 1924ء معین کردیا۔

چنانچہ حضور نے 24 / جون 1924ء کو اپنے فیصلہ کی اطلاع دیتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ''ہماری جماعت کا کام ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کرنا ہے اور چونکہ ساری دنیا کو اسلام کے حلقہ میں لانا ہمارا فرض ہے اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے متعلق ہم ایک مکمل نظام تجویز کریں...... اس نظام کے مقرر کرنے کے لئے ضروری ہے خلیفہ مغربی ممالک کی حالت کو وہاں جا کر دیکھے...... پس مغربی ممالک میں تبلیغ کے کام کو اگر ہم نے جاری رکھنا ہے اور اگر اس پر جو روپیہ خرچ ہوتا ہے اس کی خدا تعالیٰ کو جوابدہی سے عہدہ برآ ہونا ہے تو ضروری ہے کہ خود خلیفہ وقت ان علاقوں میں جا کر ان کی مشکلات کو دیکھے اور وہاں کے ہر طبقہ کے لوگوں سے مشورہ کر کے ایک سکیم تجویز کرے...... پس ان ضروریات کو مدنظر رکھ کر میں نے فیصلہ کیا کہ مذہبی کانفرنس کی تحریک کو ایک خدا کی تحریک سمجھ کر اس وقت باوجود مشکلات کے اس سفر کو اختیار کروں۔ مذہبی کانفرنس میں شمولیت کی غرض سے نہیں بلکہ مغربی ممالک کی تبلیغ کے لئے ایک مستقل سکیم تجویز کرنے اور وہاں کے تفصیلی حالات سے واقف ہونے کے لئے کیونکہ وہ ممالک ہی اسلام کے راستہ میں ایک دیوار ہیں جس دیوار کا توڑنا ہمارا مقدم فرض ہے۔

کانفرنس کے لئے کتاب ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کی تصنیف

سفر یورپ کے فیصلہ کا اعلان تو 24 / جون 1924ء میں ہوا۔ مگر معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر حضور نے

ٹھیک ایک ماہ قبل 24رمئی 1924ء کو کانفرنس کے لئے ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کے عنوان سے مضمون لکھنا شروع فرما دیا۔حضور کو سخت گرمی اور تپش میں صبح سے لے کر آدھی رات تک مصروف رہنا پڑتا تھا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں ''مضمون کے لکھنے کے دنوں میں مجھے بسا اوقات رات کے بارہ بارہ بجے تک اور بعض دفعہ تو دو دو بجے تک بیٹھنا پڑتا تھا۔اس شدید گرمی کے موسم میں جبکہ دن کو کام بھی مشکل ہوتا ہے رات کے وقت لیمپ کی روشنی میں بارہ بارہ بجے تک کام کرنا سخت مشکل کام ہے اور میرے جیسے کمزور صحت کے آدمی کے لئے تو ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

اس کے دوران میں دو روز آپ بیمار ہو گئے مگر بالآخر شبانہ روز محنت وجدوجہد کے بعد محض روح القدس کی تائید سے 6رجون 1924ء تک مضمون ختم ہو گیا۔اس کے بعد مضمون پر نظر ثانی اور پھر انگریزی ترجمہ کے مقابلہ اور اصلاح کا کٹھن مرحلہ شروع ہوا۔ چونکہ مضمون کے لکھنے کے دنوں میں آپ نے ملاقاتوں اور ڈاک کا کام مجبوراً کم کر دیا تھا۔اس لئے اب وہ کام بھی جمع ہو گیا اس لئے آدھا دن ڈاک اور ملاقات وغیرہ میں صرف ہوتا اور آدھا مضمون کے لئے، یہ دن حضور کے لئے پہلے سے بھی زیادہ مصروفیت کے تھے۔ چنانچہ حضور خود فرماتے ہیں '' مجھے ان دنوں میں بالکل معلوم نہ ہوتا تھا کہ دن کب ہوتا ہے اور رات کب کیونکہ میرے لئے یہ دونوں چیزیں برابر تھیں۔''

نظر ثانی اور ترجمہ اور اس کی اصلاح کا کام حضور نے مکرم ومحترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، حضرت مولوی شیر علی صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے سپرد فرما رکھا تھا۔اور انگریزی مسودہ کے ٹائپ کرانے اور مقابلہ کی ذمہ داری حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد پر تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ان سب اصحاب نے دن رات ایک کر کے 2رجولائی 1924ء کو مضمون کا انگریزی ترجمہ مکمل کر دیا۔اور 3رجولائی 1924ء کو اس کی ایک نقل مذاہب کانفرنس کے منتظموں کو بھجوا دی گئی۔اسی اثناء میں حضور نے یہ دیکھ کر کہ لکھا ہوا مضمون بہت لمبا ہو گیا ہے جسے کانفرنس میں پڑھا نہیں جا سکے گا۔ یہ فیصلہ فرمایا کہ ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کے مطالب کا خلاصہ کر کے ایک نیا مضمون لکھنا چاہئے۔ چنانچہ 2رجولائی 1924ء کو ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کے انگریزی ترجمہ کی نظر ثانی سے فارغ

ہوتے ہی نئے مضمون کی تصنیف میں مشغول ہو گئے اور 9/ جولائی 1924ء کو قریباً گیارہ بجے رات یہ نیا مضمون جو ''سلسلہ احمدیہ'' (Ahmadiyya Movement) کے عنوان سے تھا پایہ تکمیل پہنچا اور پھر اسی کا خلاصہ کانفرنس میں پڑھا گیا۔ ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کو چند دنوں میں تصنیف ہوئی مگر اس میں حضور نے خدا کے فضل سے احمدیت کے نقطہ نگاہ سے اسلام کی دلکش اور جامع تعلیم رکھی اور مکمل نقشہ مغربی دنیا کے سامنے کھینچ دیا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے متعلق اسلامی نظریہ پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے پہلے یہ بتایا کہ ''اسلام'' ہی وہ مذہب ہے جس کے ذریعہ علیم خدا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے اور وہی وہ مذہب ہے جس کے ذریعہ سے انسان خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر سکتا ہے۔'' پھر حضور نے اسلام کے نظام اخلاق، نظام تمدن اور نظام ملکی پر قلم اٹھانے کے بعد یہ عظیم الشان انکشاف فرمایا کہ قرآن مجید نے آج سے چودہ سو سال پہلے جبکہ لیگ آف نیشنز کا کوئی خیال بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ بین الاقوامی سطح پر ایک اسلامی جمعیۃ الاقوام کا خاکہ پیش کر رکھا ہے اور جب تک اس کے مطابق لیگ کی تشکیل نہیں ہوگی۔ دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ حضور کی یہ پیشگوئی کس طرح آج تک حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔ اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

جماعت احمدیہ کے لئے نیابتی انتظام

''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' اور ''سلسلہ احمدیہ'' کا انگریزی ترجمہ مکمل ہوتے ہی حضور نے فوری طور پر جس اہم امر کی طرف توجہ فرمائی۔ وہ قادیان میں نیابتی انتظام کا قیام تھا۔ چنانچہ حضور نے اپنے بعد حضرت مولوی شیر علی صاحب کو امیر اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کو ان کا نائب مقرر فرمایا۔ ان کے علاوہ ایک مجلس شوریٰ مقرر فرمائی جس کے چودہ ممبر یہ قرار دیئے۔

حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب، حضرت میر محمد اسحق صاحب، حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب، حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب، حضرت ماسٹر عبدالمغنی خان صاحب، حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب، حضرت مولوی فضل الدین صاحب وکیل، حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل، حضرت میر قاسم علی صاحب، حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل، شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر ''نور''

خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر ''الفضل''

حضور نے ان تمام اصحاب کے تقرر پر 11 ر جولائی 1924ء کو ایک خطبہ بھی دیا۔ جس میں ہر ایک کا نام لے کر ان کی مخلصانہ خدمات کا نہایت تعریفی کلمات میں ذکر کر کے بتایا کہ موجودہ حالات میں یہ لوگ میرے نزدیک بہترین مشیر ہیں۔ علمی کام جاری رکھنے کے لئے حضور نے ہدایت جاری فرمائی کہ مکرم مولوی شیر علی صاحب درس قرآن اور مولوی سید سرور شاہ صاحب درس بخاری دیں اور یہ دونوں درس مسجد اقصیٰ میں باری باری ہوں۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب ناظر اعلیٰ کی حیثیت میں کام کر رہے تھے۔ اب جدید انتظام کے بعد حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کو (حضرت نصر اللہ خان صاحب کی حج سے واپسی تک) ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا گیا۔ حضور نے ڈاک کا یہ انتظام فرمایا کہ آپ کے نام خطوط قادیان کے پتہ پر لکھے جائیں اور مرکز سے ہفتہ کی ڈاک کا اکٹھا پارسل بنا کر حضور کے نام بھیج دیا جائے۔

سفر یورپ کے لئے تیاری

جتنی جلدی اس عظیم الشان سفر کی تیاری ہوئی شائد اس کی مثال پہلے دنیا میں نہ ملتی ہو چھ ہزار میل کا سفر اور صدیوں کی تبلیغ کے لئے سکیم بنانے کی تجویز اور حالت یہ کہ سفر کے شروع ہونے تک حضور کو کسی امر کے سوچنے کے لئے یکسوئی کے لمحات میسر نہیں آسکے۔ 9۔10 / جولائی 1924ء کی رات کے گیارہ بجے کانفرنس والا مضمون ہی بمشکل ختم ہوا۔ اور 12 ر جولائی حضور کی روانگی کی تاریخ تھی۔ اس لحاظ سے 10 ر اور 11 جولائی کے صرف دو دن فراغت کے مل سکے۔ جن میں حضور نے اپنے بعد قادیان میں انتظام کا فیصلہ کیا۔ لائبریری میں سے ضروری کتابیں نکلوائیں اور دوسرے لوگوں کی مستعار کتابیں واپس کیں۔

11 ر جولائی 1924ء کا مصروف ترین دن

11 ر جولائی 1924ء کے دن حضور کی مصروفیات انتہاء تک پہنچ گئی۔ حضور صبح کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور نے مزار کے مشرقی دروازہ میں کھڑے ہو کر دیر تک دعا فرمائی پھر جنوب کی طرف موضع ننگل میں سے ہوتے ہوئے موضع کاہلواں کے

پاس سڑک تک گئے اور دوسرے رستہ پر لوٹ کر دوبارہ مقبرہ بہشتی میں پہنچے اور مزار اقدس پر دوبارہ دعا فرمائی اس وقت بھی حضور کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ چلتے چلتے ایک مجاہد کو جو حضور کے ساتھ ہی دور دراز ملک کے لئے روانہ ہو رہے تھے تاہم اہم اور ضروری امور کے متعلق نوٹ اور ہدایات لکھواتے رہے۔

مقبرہ بہشتی سے واپسی کے بعد حضور گھر تشریف لے گئے اور پھر جمعہ پڑھایا جس میں مقامی انتظام کی تفصیل بیان فرمائی۔نماز جمعہ کے بعد دیر تک بیرونی احباب سے مصافحہ فرماتے رہے۔

عصر کی نماز حضور نے مسجد مبارک میں پڑھائی اور پھر مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے جہاں ایک بہت بڑے مجمع میں حضور کا ان اصحاب کے ساتھ جو حضور کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے۔(اور جو سبز پگڑیاں، بند گلے کے سیاہ کوٹ اور پاجامہ میں ملبوس تھے) فوٹو لیا گیا۔ان اصحاب میں حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحبؓ مولوی ظہور حسین صاحب اور مولوی محمد امین صاحب بھی کھڑے کئے گئے جو ایران اور بخارا میں تبلیغ کے لئے روانہ ہونے والے تھے۔حضور انور کے سر پر سفید پگڑی تھی اور آپ کرسی پر رونق افروز تھے۔حضور نے اپنے معمولی لباس ململ کی سفید پگڑی کھلے گلے کا لمبا کوٹ اور سفید لٹھے کی شلوار میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔

اس موقعہ پر حضور نے دو نکاحوں کا بھی اعلان فرمایا اور دعا کے بعد حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی ایک الوداعی نظم ملک عبدالعزیز صاحب طالب علم مدرسہ احمدیہ نے ایسے رقت انگیز لہجہ میں پڑھی کہ حضور آبدیدہ ہو گئے اور اخیر تک اپنا چہرہ مبارک رومال سے ڈھانپے رہے۔اس تقریب کے بعد حضور رات کے ایک بجے تک اپنے بعد کام چلانے کے متعلق ہدایات دیتے رہے۔

روانگی سے قبل مزار مسیح موعودؑ پر آخری دعا

12ر جولائی 1924ء کو روانگی کا دن تھا اس دن حضور صبح صبح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر آخری بار دعا کرنے کے لئے تشریف لے گئے اس دعا کے وقت حضور کے قلبی جذبات کیا تھے؟ حضور خود ہی اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”صبح ......اس آخری خوشی کو پورا کرنے کے لئے چلا گیا جو اس سفر سے پہلے میں قادیان میں حاصل

کرنی چاہتا تھا۔یعنی آقائی وسیدی وراحتی وسروری وحبیبی ومرادی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر دعا کرنے کے لئے ......مگر آہ وہ زیارت میرے لئے کیسی افسردہ کن تھی ...... یہ جدائی میرے لئے ایک تلخ پیالہ تھا اور ایسا تلخ کہ اس کی تلخی کو میرے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔میری زندگی کی بہت بڑی خواہشات میں سے ہاں ان خواہشات میں سے جن کا خیال کر کے بھی میرے دل میں سرور پیدا ہو جاتا تھا۔ایک یہ خواہش تھی کہ جب میں مرجاؤں (اللھم متعنا بطول حیاتہ واطلع شموس طالعہ۔مولف) تو میرے بھائی جن کی محبت میں میں نے عمر بسر کی ہے اور جن کی خدمت میرا واحد شغل رہا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عین قدموں کے نیچے میرے جسم کو دفن کر دیں تا کہ اس مبارک وجود کے قرب کی برکت سے میرا مولیٰ مجھ پر بھی رحم فرمادے۔ہاں شاید اس قرب کی وجہ سے وہ عقیدت کیش احمدی جو جذبہ محبت سے لبریز دل لے کر اس مزار پر حاضر ہو میری قبر بھی اس کو زبان حال سے یہ کہے کہ ع

”اے خانہ براندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی“

اور وہ کوئی کلمہ خیر میرے حق میں بھی کہہ دے۔جس سے میرے رب کا فضل جوش میں آ کر میری کوتاہیوں سے چشم پوشی کرے اور مجھے بھی اپنے دامن رحمت میں چھپالے۔آہ!اس کی غنا میرے دل کو کھائے جاتی ہے اور اس کی شان احدیت میرے جسم کے ہر ذرہ پر لرزہ طاری کر دیتی ہے۔......پس میری جدائی حسرت کی جدائی تھی کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ میری صحت جو پہلے ہی کمزور تھی پچھلے دنوں کے کام کی وجہ سے بالکل ٹوٹ گئی ہے۔میرے اندر اب وہ طاقت نہیں جو بیماریوں کا مقابلہ کر سکے۔وہ ہمت نہیں جو مرض کی تکلیف سے مستغنی کر دے ادھر ایک تکلیف دہ سفر درپیش تھا۔جو سفر بھی کام ہی کام کا پیش خیمہ تھا اور ان تمام باتوں کو دیکھ کر دل ڈرتا تھا اور کہتا تھا کہ شاید کہ یہ زیارت آخری ہو۔شاید وہ امید حسرت میں تبدیل ہونے والی ہو۔سمندر پار کے مردوں کو کون لاسکتا ہے ان کی قبر یا سمندر کی تہ اور مچھلیوں کا پیٹ ہے یا دیار بعیدہ کی زمین جہاں مزار محبوب پر سے ہو کر آنے والی ہوا بھی تو نہیں پہنچ سکتی۔“

قادیان سے روانگی کا نظارہ

اس روز (12 ؍جولائی 1924ء کو) صبح کی نماز کے بعد سے ہی لوگ مسجد مبارک کے قریب جمع ہونے

شروع ہو گئے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف سے خدام کا بھاری ہجوم ہو گیا۔ 8 بجے کے قریب حضور نے بیت الدعا میں لمبی دعا کرائی پھر باہر تشریف لائے۔ اصحاب مصافحہ کے لئے بے تابی کے ساتھ آگے بڑھے لیکن حکم ہوا کہ مصافحے سڑک کے موڑ پر ہوں گے۔

اگرچہ منتظمین نے انتظام کیا تھا کہ حضور کو حلقہ کے اندر لے کر ہجوم کو پیچھے پیچھے رکھا جائے لیکن ہجوم کا ریلہ سنبھالے نہ سنبھلتا تھا۔ کئی لوگ ایک دوسرے پر گرے مگر کسی قسم کے ملال کے بغیر فوراً اٹھ کر آگے بڑھنے کی جدوجہد میں مصروف ہو جاتے۔ منتظموں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہجوم کے گرد و غبار سے حضور کو تکلیف ہوگی۔ سب لوگوں کو قریب آنے سے روکنے کی کوشش کی مگر حضور نے حکم دیا کہ کسی کو روکا نہ جائے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ میں بھی آہستہ آہستہ چلتا ہوں آپ لوگ بھی آہستہ چلیں تا زیادہ گرد نہ اڑے۔ موڑ کے قریب پہنچ کر حضور نے سارے خدام سمیت پھر لمبی دعا فرمائی۔ دعا کے بعد حضور مردوں کے ہجوم سے باہر تشریف لے گئے اور حضرت ام المؤمنین نے دیر تک حضور کو گلے لگا کر دعاؤں سے رخصت فرمایا۔

حضرت ام المؤمنین سے الوداع ہونے کے بعد حضور نے خدام کو جو موڑ پر دو رویہ قطار میں کھڑے تھے شرف مصافحہ بخشا تھا۔ سب اصحاب سے مصافحہ کر لینے کے بعد حضور اور حضور کے ہمراہ جانے والے اصحاب موٹروں میں سوار ہوئے اور یہ مقدس قافلہ آسمانی ''ولیم دی کنکرر'' کی قیادت میں اللہ اکبر کے نعروں کے درمیان روانہ ہو گیا۔ اس سفر میں حسب ذیل اصحاب ہمرکاب تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال، حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد، حضرت ذوالفقار علی خانصاحب، حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب، حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی، شیخ عبدالرحمن صاحب مصری، چوہدری علی محمد صاحب، میاں رحم دین صاحب ان کے علاوہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جو حضور کے ترجمان خصوصی کی حیثیت سے جا رہے تھے پہلے ہی انگلستان روانہ ہو چکے تھے۔ اسی طرح چوہدری محمد شریف صاحب اپنے خرچ پر حضور کے ہمراہ گئے۔

بٹالہ سے دہلی تک

حضور مع خدام قادیان سے روانہ ہو کر بٹالہ کے اسٹیشن پر پہنچے۔ جہاں آپ کی انتظار میں خلقت کا بے پناہ اژدھام تھا۔ بٹالہ سے چل کر دہلی تک مختلف مقامات کی جماعتوں نے شرف ملاقات حاصل کیا اور دعاؤں کے ساتھ اپنے محبوب آقا کو الوداع کہا۔ امرتسر، بیاس، جالندھر چھاؤنی، پھگواڑہ اور دہلی میں آپ کے اور آپ کے رفقاء سفر کے فوٹو لئے گئے۔ لدھیانہ سے آگے جا کر حضور نے قادیان کی یاد میں وہ مشہور نظم کہی۔ جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

ہے رضائے ذات باری اب رضائے قادیاں

مدعائے حق تعالیٰ مدعائے قادیاں

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی حضور کے ہمراہ تشریف فرما تھے جو سہارن پور سے واپس ہوئے۔ دہلی اسٹیشن پر دہلی، بریلی، شاہ جہانپور، قائم گنج اور علی گڑھ کی جماعتوں نے حضور کا شاندار استقبال کیا۔ امرتسر میں مستری محمد موسیٰ صاحب کی طرف سے برف کا انتظام تھا۔ جو دہلی تک قائم رہا اور وہ خود بھی دہلی تک حضور کے ہم رکاب رہے۔

دہلی سے بمبئی تک

دہلی سے آگے متھرا اسٹیشن پر آگرہ کی جماعت کے علاوہ میدان ارتداد ملکانہ کے بعض مجاہدین مثلاً ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم اور ماسٹر غلام محمد صاحب بھی حاضر تھے۔ متھرا کے پلیٹ فارم پر بھی حضور کا فوٹو لیا گیا۔ مجاہدین میدان ارتداد ملکانہ نے آگرہ تک حضور کی معیت کا فخر حاصل کیا۔ متھرا اور آگرہ کے درمیان ملکانوں کے راستے میں جو گاؤں پڑتے تھے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے وہ حضور کو گاڑی میں دکھائے اور وہ جگہ بھی جہاں ہندو ٹھاکروں نے شدھی کے خلاف پنچایت کی تھی۔ عین اس وقت جب حضور ملکانہ کے علاقہ سے گزر رہے تھے علاقہ ملکانہ اور دوسرے اہم معاملات کے لئے دعا فرمائی اور اپنی جیب خاص سے قربانی کے لئے ایک روپیہ دیا۔ اسی دوران میں گاڑی آگرہ پہنچ گئی۔

حضور آگرہ سے چل کر گوالیار اور جھانسی سے ہوتے ہوئے آدھی رات کے وقت بھوپال پہنچے جہاں

حضرت حکیم عبید اللہ صاحب بسملؓ اور بعض دوسرے دوست موجود تھے۔ 13/جولائی 1924ء کی شام کو حضور نے اپنے اصحاب کو ارشاد فرمایا کہ وہ باہم صرف انگریزی یا عربی میں کلام کریں۔ چنانچہ بمبئی اسٹیشن تک اس پر پورے طور پر عمل ہوتا رہا۔ 14/جولائی 1924ء کو عید الاضحیہ کی تقریب تھی۔ حضور نے عید منماڑ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پڑھائی اور مختصر سا خطبہ پڑھا۔ گاڑی اسی روز پانچ بجے شام کے بعد عیسیٰ کے وکٹوریہ اسٹیشن پر پہنچی۔ اسٹیشن پر حیدر آباد، سکندر آباد، سورت، ایلچ پور، مالا بار اور بمبئی کی جماعتیں موجود تھیں جس اخلاص وعقیدت کے ساتھ ان جماعتوں نے حضور کا خیر مقدم کیا اس کا اظہار الفاظ نہیں کر سکتے۔ مصافحہ کے بعد حضور کا فوٹو لیا گیا۔ جس کے معاً بعد حضور مولوی عبد الرحیم صاحب دردؓ، خان صاحب ذوالفقار علی صاحبؓ اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کو لے کر تھامس کُک کے دفتر میں تشریف لے گئے پھر انجمن احمدیہ بمبئی کی میمن بلڈنگ میں آ کر قیام پذیر ہوئے یہاں پہنچ کر بمبئی کے دو ایک سیٹھ آپ سے ملاقات کے لئے آئے اور حضور تبلیغ فرماتے رہے پھر ساڑھے بارہ بجے تک تحریر میں مصروف رہے۔

بمبئی سے بذریعہ جہاز روانگی اور عدن میں ورود

دوسرے دن 15/جولائی 1924ء کو قریباً سات بجے حضور اپنے رفقاء سمیت بمبئی کی بندرگاہ پر تشریف لے گئے اور عرشہ جہاز سے جماعت کے نام ایک محبت بھرا برقی پیغام دیا جس میں فرمایا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ مجھے کس قدر محبت تم سے ہے...... لیکن یہ جدائی صرف جسمانی ہے میری روح ہمیشہ تمہارے ساتھ تھی اور رہے گی میں زندگی میں یا موت میں تمہارا ہی ہوں۔ بندرگاہ پر جماعت کے دوست بڑی کثرت سے الوداع کہنے کے لئے حاضر تھے۔ حضور نے اس موقعہ پر ایک لمبی اور رقت انگیز اجتماعی دعا کرائی۔ یہاں تک کہ جہاز کی روانگی کا وقت گزرنے لگا تو جہاز کے افسروں پر بھی ایسی محویت طاری تھی کہ وہ نہ دعا ختم کرنے کے لئے کہہ سکتے تھے اور نہ جہاز روانہ کر سکتے تھے۔ آخر حضور نے دعا ختم کی اور دعا کے ساتھ آسمان سے ترشح ہوا حضور نے دعاؤں کے ساتھ جماعت کو رخصت کیا اور السلام علیکم اور خدا حافظ کے نعروں سے فضا گونجی۔ جہاز ایک چھوٹی دخانی کشتی کے ذریعہ حرکت دیا جا رہا تھا۔ جماعت کے دوست کنارے پر کھڑے تھے اور حضور دل میں دعا کر رہے تھے۔ پھر یکا یک آپ کو جوش آیا اور پرنم آنکھوں

کے ساتھ آپ نے پھر جماعت کے لئے نہایت کرب واضطراب کے ساتھ لمبی دعا کی۔اب جہاز حرکت میں آ چکا تھا اور دوست بڑی تیزی سے نظر سے اوجھل ہو رہے تھے مگر حضور کی شفقت ومحبت کا ایک عجیب عالم دیکھنے میں آیا یعنی جہاز کا جو حصہ بھی دوستوں کے قریب ہوتا حضور بھی دوڑ کر اسی طرف تشریف لے جاتے کبھی اس سرے کبھی دوسرے اور کبھی وسط میں اور دوستوں کے لئے قریب جا کر پھر شروع کرا دیتے اس وقت بارش ہو رہی تھی اور آپ کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے مگر اپنے خدام سے دلی الفت ومحبت کی چنگاری آپ کو بے قرار کئے ہوئے تھے۔غرضیکہ حضور اسی طرح جہاز کے چاروں طور پر نہایت بے تابی سے گھومتے رہے حتیٰ کہ سب دوست آنکھوں سے بالکل غائب ہو گئے۔جہاز کا یہ پہلا دن تھا اسی دن سے حضور اور حضور کے رفقاء کی طبیعت سمندری مرض (Sea Sickness) سے سخت ہونے لگی۔پھر کئی روز تک سمندر میں ایسا شدت کا تلاطم برپا رہا کہ اس نے حالت اور زیادہ تشویشناک کر دی۔سمندر کی طوفانی حالت ایسی مخدوش تھی کہ جہاز کی رفتار بہت ہی کم کر دینی پڑی اور عملہ جہاز بھی بیمار ہو گیا۔خود حضور پر جہازی بیماری کے اثر کے ساتھ سر درد اور بخار کا حملہ ہوا اور متلی کی شکایت بھی تھی لیکن حضور اپنی تکلیف بھولے ہوئے تھے اور اپنے خدام ہی کے فکر میں تھے۔حضور ہر ایک کی عیادت فرماتے اور ہر طرح تسلی دیتے اور دلجوئی فرماتے تھے اور کبھی کبھی احباب کا دل بہلانے اور غم غلط کرنے کے لئے مولوی عبدالرحیم صاحب درد، خان صاحب ذوالفقار علی صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب سے نظمیں سنتے۔خاص طور پر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی الوداعی نظم تو بار بار پڑھی گئی۔اس موقعہ پر حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی، حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور چوہدری علی محمد صاحب نے ایثار نفس کا بہت عمدہ نمونہ دکھایا اور اپنا آرام قربان کر کے اپنے بیمار بھائیوں کو آرام پہنچایا۔ورنہ جہاز میں تو ہر جگہ نفسی نفسی کا معاملہ تھا۔دوسروں کی خدمت کا جذبہ صرف انہی بزرگوں میں نظر آتا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اس سفر میں سب سے بڑی فکر اور تشویش جس نے آپ کو دن رات متفکر کر رکھا تھا صرف یہ تھی کہ یورپ کے تمدن اور اس کی دماغی ترقی کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔چنانچہ اپنے رفقاء سے

فرمایا۔ ”یورپ کے متعلق مجھے اس بات کا خطرہ اور فکر نہیں ہے کہ اس کا مذہب کیونکر فتح کیا جائے گا۔ مذہب کے متعلق تو مجھے یقین ہے کہ عیسائیت اسلام کے سامنے جلد سرنگوں ہوگی مجھے اگر فکر ہے تو صرف یہ ہے کہ یورپ کا تمدن اور یورپ کی ترقی اور دماغی ترقی کا کیونکر مقابلہ کیا جائے یہی دو باتیں ایسی ہیں جن پر غور و فکر کرتے ہوئے میں راتیں گزار دیتا ہوں اور گھنٹوں اسی سوچ میں پڑا رہتا ہوں۔“ پھر فرمایا ”انگریزی لباس سے مجھے سخت چڑ ہے اگر ہمارے بچوں میں سے کوئی پتلون اور ہیٹ کا استعمال کرے تو اس کو سزا ملنی چاہیئے۔ جس قوم کے پاس لباس بھی اپنا نہیں اور دوسرے کے لباس کو اپنے لباس سے اچھا سمجھ کر اسے اختیار کر لینا چاہتی ہے۔ اس قوم نے اس کا مقابلہ کیا کرنا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے عربوں کی آنکھ کھلتے ہی اصل کو معلوم کر لیا تھا............ اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ **خالفوا الیھود و النصاری الخ** نیز **من تشبه بقوم فھو منھم** اور حقیقت یہی ہے کہ جو کسی قوم کے لباس کو اور تمدن کو قبول کر لیتا ہے وہ دل سے ان ہی میں سے ہوتا ہے کیونکہ دل اس کا ان کی عظمت اور بڑائی کا قائل ہو چکا ہوتا ہے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے طوفانی کیفیت میں بھی عموماً نماز باجماعت کا التزام رکھا اور اپنے رفقاء سفر اور جماعت کے لئے بہت دعائیں کیں۔ آخر پانچویں روز (19 /جولائی) سے طوفان کی حالت بدلنے لگی اور چھٹے روز (20 /جولائی) کو بہت حد تک طوفان تھم گیا۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کی روایت ہے کہ ”اس روز حضور نے جب نماز عصر جملہ احباب سمیت جہاز کے فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے صحن میں ادا کی اور بعد نماز حضور مصلے پر تشریف فرما ہوئے اور تمام رفقائے سفر حضور کی خدمت میں حاضر تھے تو جہاز کے ڈاکٹر نے (جس کا نام مینگلی تھا اور اٹلی کا باشندہ تھا) حضور کی طرف اشارہ کر کے آہستہ سے کہنے لگا "Jesus Christ and twelve Disciples" یعنی یسوع مسیح اور بارہ حواری۔ یہ سن کر میری حیرت کی کچھ حد نہ رہی کہ خدا تعالیٰ کیسا قادر ہے کہ پوپ کی بستی کا رہنے والا ایک نہایت سچی اور عارفانہ بات کہہ رہا ہے۔“ ساتویں روز 21 /جولائی 1924ء کو حضور اپنے خدام میں قریباً ڈیڑھ بجے رات تک رونق افروز رہے۔ ناگپور کا ایک ہندو نوجوان

مسٹر جوشی بی ایس سی جو کیمیکل انجیئرنگ کی تعلیم کے لئے جرمنی جا رہا ہے تھا حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضور نے حقیقی مذہب کی شناخت اور زندہ خدا پر ایمان کے صحیح طریق پر بہت لطیف تقریر فرمائی جس سے مسٹر جوشی بہت متاثر ہوا اور کہا کہ حقیقت میں آج مجھے نیا علم ملا ہے۔

آٹھویں دن (22/جولائی) جہاز عدن کے اور قریب آیا تو حضور نے آدھی رات کے وقت اپنے قلم سے جماعت کے نام ایک مفصل خط میں لکھا:

''آج جہاز عدن کے قریب ہو رہا ہے صبح چار بجے خشکی پر جہاز لگے گا۔ طوفان کے علاقہ سے جہاز خدا کے فضل سے نکل آیا ہے...... رات کا وقت ہے اور رات بھی خاصی گزر گئی ہے۔ مجھے لوگ کہتے ہیں کل رات آپ کم سوئے تھے اب سو جائیے مگر عدن قریب آ رہا ہے...... اگر میں اس وقت اپنا قلم رکھ دیتا ہوں تو پھر مجھے عدن کے بعد ہی کچھ لکھنے کا موقعہ ملے گا۔ اس لئے میں ان دوستوں کی نصیحت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ...... یہی کہتا ہوں کہ خط نصف ملاقات ہوتی ہے۔ میں خدا کی مشیت کے ماتحت اپنے دوستوں کی پوری ملاقات سے تو ایک وقت تک محروم ہوں پس مجھے آدھی ملاقات کا تو لطف اٹھانے دو۔ مجھے چھوڑ دو کہ میں خیالات و افکار کے پر لگا کر کاغذ کی ناؤ پر سوار ہو کر اس مقدس سرزمین میں پہنچوں۔ جس سے میرا جسم بنا ہے اور جس میں میرا ہادی اور رہنما مدفون ہے اور جہاں میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت، دوستوں کی جماعت رہتی ہے۔ ہاں پیشتر اس کے کہ ہندوستان کی ڈاک کا وقت نکل جائے مجھے اپنے دوستوں کے نام ایک خط لکھنے دو تا میری آدھی ملاقات سے وہ مسرور ہوں اور میرے خیالات تھوڑے دیر کے لئے خالص اس سرزمین کی طرف پرواز کر کے مجھے دیار محبوب سے قریب کر دیں۔

خط کے آخر میں جماعت کو نصیحت فرمائی ''اپنے آپ کو صاف رکھو۔ تا قدوس خدا تمہارے ذریعہ سے اپنے قدس کو ظاہر کرے اور اپنے چہرہ کو بے نقاب کرے اتحاد، محبت، ایثار، قربانی، اطاعت، ہمدردی بنی نوع انسان، عفو، شکر، احسان اور تقویٰ کے ذریعہ سے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کا ہتھیار بننے کے قابل بناؤ۔ یاد رکھو تمہاری سلامتی سے آج دین کی سلامتی ہے۔

جہاز 23/جولائی 1924ء کو (9 بجے صبح کے قریب) بخیریت عدن پہنچا اور حضور نے بذریعہ تار اپنی

خیریت کی اطلاع ارسال فرمادی۔

عدن سے پورٹ سعید تک

اب جہاز عدن سے پورٹ سعید کی طرف چلا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا وقت پہلے سے زیادہ دعا اور اس اہم سفر کے متعلق عملی پروگرام پر غور میں صرف ہونے لگا۔ چنانچہ 24؍جولائی 1924ء کو آپ نے شام و مصر میں تبلیغ سلسلہ پر کئی گھنٹے دوستوں سے مشورہ لیا اور ایک سکیم تجویز فرمائی اور دوستوں کو تاکید فرمائی کہ سفر کی اہمیت، مقصد کی عظمت اور مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے تمام وقت اس کی تیاری میں صرف ہونا چاہئے اور اس کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے تا ہمیں ہر قسم کے برکات حاصل ہوں۔غرضیکہ اٹھتے بیٹھتے آپ کے پیش نظر یہی ایک امر تھا کہ کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔اسی تاریخ (24؍جولائی) کو حضور دیر تک اسلامی عالم میں اتحاد عمومی پیدا کرنے کی ایک موثر تحریک کے قیام پر گفتگو فرماتے رہے۔

25؍جولائی کو گیارہ اور 12 بجے کے درمیان جہاز جدہ اور مکہ شریف کے سامنے سے گزرنے والا تھا۔ حضور نے ارادہ فرمایا کہ خاص طور پر دعا کی جائے چنانچہ حضور نے دو رکعت نماز باجماعت پڑھائی جس میں بہت رقت انگیز دعائیں کیں۔26؍جولائی کو حضور دن بھر لکھنے میں مصروف رہے۔

27۔28؍جولائی کو حضور نے اپنے قلم سے جماعت کے نام دوسرا مکتوب لکھا جو آپ کے اس اندرونی فکر و تشویش کا آئینہ دار تھا اور جو اس تصور سے آپ کو ہورہی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یورپ اسلام کو تو قبول کرے مگر اسلامی تمدن اپنانے سے انکار کردے۔اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو اسلام کی بدلی ہوئی صورت پہلے یورپ میں پھر ساری دنیا میں قائم ہوجائے گی اور مسیحیت کی طرح اسلام بھی مسخ ہوجائے گا۔

حضور نے اس خط میں اپنی جماعت کو اس زبردست خطرہ سے متنبہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا: ''ہمارا فرض ہے کہ اس مصیبت کے آنے سے پہلے اس کا علاج سوچیں اور یورپ کی تبلیغ کے لئے ہر قدم جو اٹھائیں اس کے متعلق پہلے غور کرلیں اور یہ نہیں ہوسکتا کہ جب تک کہ وہاں کے حالات کا عینی علم حاصل نہ ہو۔پس اسی وجہ سے باوجود صحت کی کمزوری کے میں نے اس سفر کو اختیار کیا ہے۔اگر میں زندہ رہا تو میں انشاءاللہ اس علم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔اگر میں اس جدوجہد میں مرگیا تو اے قوم میں ایک

نذیر عریان کی طرح تجھے متنبہ کرتا ہوں کہ اس مصیبت کو کبھی نہ بھولنا اسلا کی شکل کو کبھی نہ بدلنے دینا۔جس خدا نے مسیح موعود کو بھیجا ہے وہ ضرور کوئی راہ نجات کا نکال دے گا۔پس کوشش نہ چھوڑنا، نہ چھوڑنا نہ چھوڑنا۔ آہ نہ چھوڑنا میں کس طرح تم کو یقین دلاؤں کہ اسلام کا ہر ایک حکم ناقابل تبدیل ہے خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا .... جو اس کو بدلتا ہے وہ اسلام کا دشمن ہے۔وہ اسلام کی تباہی کی پہلی بنیاد رکھتا ہے۔کاش وہ پیدا نہ ہوتا...... یورپ سب سے بڑا دشمن اسلام کا ہے۔وہ مانے یا نہ مانے تمہاری کوشش کا کوئی اثر ہو یا نہ ہو تم کو اسے نہیں چھوڑنا چاہئے اگر تم دشمن پر فتح نہیں پا سکتے تو تمہارا یہ فرض ضرور ہے کہ اس کی نقل و حرکت کو دیکھتے رہو اور پھر میں کہتا ہوں کہ یہ کس کو کس طرح معلوم ہوا کہ یورپ آخر اسلام کو قبول نہیں کرے گا۔یورپ کے لئے اسلام کا قبول کرنا مقدر ہو چکا ہے۔ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ وہ ایسی صورت سے اسلام کو قبول کرے کہ اسلام کی شکل کو ہی نہ بدل دے۔

پورٹ سعید سے قاہرہ

حضور مع خدام پورٹ سعید سے اسی دن ایکسپریس گاڑی سے قاہرہ تشریف لے گئے اور شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کے مکان پر فروکش ہوئے۔قاہرہ میں حضور کا قیام صرف دو دن رہا۔مگر آپ کی برکت و توجہ سے دو دنوں میں ہی قاہرہ کے اندر سلسلہ کی تائید میں ایک نئی رو پیدا ہوگئی۔

حضور قیام مصر کی نسبت اپنے تاثرات و حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم قاہرہ میں صرف دو دن ٹھہرے ...... میرے نزدیک مصر مسلمانوں کا بچہ ہے جسے یورپ نے اپنے گھر میں پالا ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے بلاد اسلامیہ کے اخلاق کو خراب کرے،مگر میرا دل کہتا ہے اور جب سے میں نے قرآن کریم کو سمجھا ہے میں برابر اس کی بعض سورتوں سے استدلال کرتا ہوں اور اپنے شاگردوں کو کہتا چلا آیا ہوں کہ یورپین فوقیت کی تباہی مصر سے وابستہ ہے اور اب میں اسی بناء پر کہتا ہوں ......مصر جب خدا تعالیٰ کی تربیت میں آجائے گا تو وہ اسی طرح یورپین تہذیب کے مخرب اخلاق حصوں کو توڑنے میں کامیاب ہوگا جس طرح حضرت موسیٰ فرعون کی تباہی میں۔بے شک اس وقت یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے مگر جو زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے میں نے قاہرہ پہنچتے ہی......اس بات کا اندازہ لگا کر کہ

وقت کم ہے اور کام زیادہ۔ ساتھیوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حصہ اخبارات و جرائد کے مدیروں کے ملنے میں مشغول ہوا اور دوسرا پاسپورٹوں اور ڈاک کے متعلق کام میں لگ گیا۔ تیسرا سفر کی بعض ضرورتوں کو مہیا کرنے میں...... یہ علاقے تبلیغ کے لئے بہت روپیہ چاہتے ہیں مگر اسی طرح جب ان میں تبلیغ کامیاب ہو جائے تو اشاعت اسلام کے لئے ان سے مدد بھی کچھ مل سکتی ہے میں لکھ چکا ہوں میں نے بعض دوستوں کو اخبارات کے ایڈیٹروں کے پاس ملنے کے لئے بھیجا تھا...... جن اخبار نویسوں سے ہمارے دوست ملے انہوں نے آئندہ ہر طرح مدد دینے کا وعدہ کیا۔ حتیٰ کہ وطنی اخباروں نے بھی...... علاوہ مذکورہ بالا لوگوں کے جن سے ملنے ہمارے لوگ خود جاتے رہے، بعض لوگ گھر پر بھی ملنے آتے رہے۔ چنانچہ جامع ازہر کے ماتحت جو خلافت کمیٹی بنی ہے...... اس انجمن کے پریذیڈنٹ اور سیکرٹری اور بعض اور دوسرے لوگ ملنے کے لئے آئے...... اس کے بعد مصر کے ایک مشہور صوفی سید ابوالعزائم صاحب ملنے کے لئے آئے یہ صاحب بہت بڑے پیر ہیں کہا جاتا ہے ایک لاکھ سے زیادہ ان کے مرید ہیں...... علاوہ ان لوگوں کے دو اور معزز آدمی بھی ملنے کے لئے آئے۔ لیکن افسوس کہ بوجہ باہر ہونے کے مجھے ان سے ملنے کا موقعہ نہ ملا۔ ان میں سے ایک تو ٹرکی رئیس تھے۔ دوسرے صاحب ایک وکیل تھے ان کے گھر پر بھی میں نے اپنے بعض ساتھیوں کو بھیجا انہوں نے...... مصریوں کی حالت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کی خواہش کی کہ مصر میں احمدیہ مشن کو مضبوط کیا جائے...... چونکہ گرمی کا موسم ہے تمام عمائد اور علماء ملک کے ٹھنڈے علاقوں کی طرف چلے گئے ہیں اس لئے اور زیادہ لوگوں سے ملنے کا موقعہ نہیں مل سکتا تھا مجھے جو مصر میں سب سے زیادہ خوشی ہوئی وہ وہاں کے احمدیوں کی ملاقات کے نتیجہ میں تھی تین مصری احمدی مجھے ملے اور تینوں نہایت ہی مخلص تھے۔ دو ازہر کے تعلیم یافتہ اور ایک علوم جدیدہ کی تعلیم کی تحصیل کرنے والے دوست، تینوں نہایت مخلص اور جوشیلے تھے اور ان کے اخلاص اور جوش کی کیفیت کو دیکھ کر دل رقت سے بھر جاتا تھا۔ تینوں نے نہایت درددل سے اس بات کی خواہش کی کہ مصر کے کام کو مضبوط کیا جائے۔

قاہرہ سے بیت المقدس تک

حضور فرماتے ہیں ''دو دن کے قیام کے بعد ہم دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر چونکہ راستہ میں بیت

المقدس پڑتا تھا۔ مقامات انبیاء کے دیکھے بغیر آگے جانا مناسب نہ سمجھا اور دو دن کے لئے وہاں ٹھہر گئے ...... یہودی قوم کی قابل رحم حالت جو یہاں نظر آتی ہے۔ کہیں اور نظر نہیں آتی ۔ بیت المقدس کا سب سے بڑا معبد جسے پہلے مسیحیوں نے یہودیوں سے چھین کر مسلمانوں نے اسے مسجد بنا دیا اس کی دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر ہفتہ میں دو دن برابر دو ہزار سال سے یہودی روتے چلے آتے ہیں جس دن ہم جگہ کو دیکھنے کے لئے گئے ۔ وہ دن اتفاق سے ان کے رونے کا تھا۔ عورتوں اور مردوں اور بوڑھوں اور بچوں کا دیوار کے پیچھے کھڑے ہو کر بائبل کی دعائیں پڑھ پڑھ کر اظہار عجز کرنا ایک نہایت ہی افسردہ کن نظارہ تھا۔...... بیت المقدس میں سے مندرجہ ذیل مقامات قابل ذکر ہیں ۔ ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی قبور اور وہ مقام جس پر حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی اور بعد میں اس کو مسجد بنا دیا گیا اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے مقامات (بیت لحم وغیرہ۔ مولف) وہاں کے بڑے بڑے مسلمانوں سے میں ملا ہوں ۔ میں نے دیکھا کہ وہ مطمئن ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہودیوں کے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر میرے نزدیک ان کی رائے غلط ہے یہودی قوم اپنے آبائی ملک پر قبضہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔......قرآن شریف کی پیشگوئیوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ضرور اس ملک میں آباد ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔...... پس میرے نزدیک مسلمان رؤساء کا یہ اطمینان بالآخر ان کی تباہی کا موجب ہوگا...... فلسطین کے گورنر ہائی کمشنر کہلاتے ہیں۔ اصل ہائی کمشنر آج کل ولایت گئے ہوئے ہیں ان کی جگہ سر گلبرٹ کلیٹن کام کر رہے ہیں۔ میں ان سے ملا تھا ایک گھنٹہ تک ان سے ملکی معاملات کے متعلق گفتگو ہوتی رہی ...... مسلمانوں کو عام طور پر شکایت تھی کہ تعلیمی معاملات میں ہمیں آزادی نہیں ۔ میں نے اس امر کے متعلق ان سے گفتگو کی اور انہوں نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے مسلمانوں کی یہ شکایت ایک حد تک بجا ہے مجھے بتایا کہ ایک دن پہلے ہی انہوں نے ایک تجویز وزارت برطانیہ کے غور کے لئے بھیجی ہے......سر کلیٹن صاحب کو پہلی ملاقات میں ہمارے سلسلہ سے بھی بہت دلچسپی ہوگئی اور گو ہم نے دوسرے دن روانہ ہونا تھا۔ مگر انہوں نے اصرار کیا کہ ڈیڑھ بجے ہم ان کے ساتھ کھانا کھائیں ۔ چنانچہ ڈیڑھ گھنٹہ تک دوسرے دن بھی ان کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی اور فلسطین

کی حالت کے متعلق بہت سی معلومات مجھے ان سے حاصل ہوئیں۔

بیت المقدس سے دمشق تک

فلسطین سے چل کر ہم حیفا آئے جہاں سے دمشق کے لئے گاڑی بدلتی ہے اور رات حیفا میں ٹھہرنا پڑا۔ چونکہ دس بجے صبح سے پہلے کوئی گاڑی نہ جاتی تھی۔صبح گاڑی لے کر میں سیر کے لئے گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ بہائیوں کے لیڈر مسٹر شوقی آفندی ملہ کو چھوڑ کر حیفا میں آن بسے ہیں...... ہم ایک سڑک پر آ رہے تھے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ اس کے پاس چند قدم پر ہی مرزا عباس علی صاحب عرف عبدالبہاء کا مکان ہے...... مولوی رحیم بخش صاحب، ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور میاں شریف احمد صاحب مکان دیکھنے کو چلے گئے۔ شوقی آفندی تو وہاں موجود نہ تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی اور بعض دوسرے رشتہ دار (اور) بچے موجود تھے...... نہ کوئی علماء کی جماعت تھی نہ انتظام تھا......''

حضور 4/اگست 1924ء کی صبح کو حیفا سے بذریعہ ریل روانہ ہو کر اسی شام کو ساڑھے آٹھ بجے کے قریب دمشق پہنچے اور 9/اگست تک یہاں مقیم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخالف حالات کے باوجود دمشق میں غیر معمولی طور کامیابی اور شہرت عطا فرمائی۔ جس کی تفصیل خود حضور کے قلم سے لکھی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

''جب ہم دمشق میں گئے تو اوّل تو ٹھہرنے کی جگہ ہی نہ ملتی تھی مشکل سے انتظام ہوا مگر دو دن تک کسی نے کوئی توجہ نہ کی۔ میں بہت گھبرایا اور دعا کی اے اللہ! پیشگوئی جو دمشق کے متعلق ہے کس طرح پوری ہو گی۔ اس کا یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا کہ ہم ہاتھ لگا کر واپس چلے جائیں۔ تو اپنے فضل سے کامیابی عطا فرما۔ جب میں دعا کر کے سویا تو رات کو یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہو گئے۔ عبدٌ مکرّمٌ یعنی ہمارا بندہ جس کو عزت دی گئی...... چنانچہ دوسرے ہی دن جب اٹھے تو لوگ آنے لگے یہاں تک کہ صبح سے رات کے بارہ بجے تک دو سو سے لے کر بارہ سو تک لوگ ہوٹل کے سامنے کھڑے رہتے۔ اس سے ہوٹل والا ڈر گیا کہ فساد نہ ہو جائے۔ پولیس بھی آ گئی اور پولیس افسر کہنے لگا۔ فساد کا خطرہ ہے۔ میں نے یہ دکھانے کے لئے کہ لوگ فساد کی نیت سے نہیں آئے۔ مجمع کے سامنے ہو کر کھڑا ہو گیا۔ چند ایک نے گالیاں بھی دیں لیکن اکثر

نہایت محبت کا اظہار کرتے اور ہذاابن المہدی کہتے اور سلام کرتے مگر باوجود اس کے پولیس والوں نے کہا کہ اندر بیٹھیں۔ ہماری ذمہ داری ہے اور اس طرح ہمیں اندر بند کر دیا گیا۔ اس پر ہم نے برٹش قونصل کو فون کیا۔......اس پر ایسا انتظام کر دیا گیا کہ لوگ اجازت لے کر اندر آتے رہے۔......غرض عجیب رنگ تھا کالجوں کے لڑکے اور پروفیسر آتے۔ کاپیاں ساتھ لاتے اور جو میں بولتا لکھتے جاتے اگر کوئی لفظ رہ جاتا تو کہتے یا استاذ ذرا ٹھہریئے۔ یہ لفظ رہ گیا ہے۔ گویا انجیل کا وہ نظارہ تھا جہاں اسے استاد کر کے حضرت مسیح کو مخاطب کرنے کا ذکر ہے۔ اگر کسی مولوی نے خلاف بولنا چاہا تو وہی لوگ اسے ڈانٹ دیتے ایک مولوی جو بڑا با اثر سمجھا جاتا تھا۔ اس نے ذرا ناواجب باتیں کیں تو تعلیم یافتہ لوگوں نے ڈانٹ دیا اور کہہ دیا کہ ایسی بیہودہ باتیں نہ کرو۔ ہم تمہاری باتیں سننے کے لئے نہیں آئے اس پر وہ چلا گیا اور رؤسا معذرت کرنے لگے کہ وہ بے وقوف تھا۔ اس کی کسی بات پر ناراض نہ ہوں یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ پھر منارۃ البیضاء کا بھی عجیب معاملہ ہوا۔ ایک مولوی عبدالقادر صاحب (المغربی۔ ناقل) حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب کے دوست تھے۔ ان سے میں نے پوچھا کہ وہ منارہ کہاں ہے جس پر تمہارے نزدیک حضرت عیسیٰ نے اترنا ہے کہنے لگے۔ مسجد اموّیہ کا ہے لیکن ایک اور مولوی صاحب نے کہا کہ عیسائیوں کے محلہ میں ہے ایک اور نے کہا حضرت عیسیٰ آکر خود بنائیں گے۔ اب ہمیں حیرت تھی کہ وہ کونسا منارہ ہے۔ دیکھو تو چلیں صبح کو میں نے ہوٹل میں نماز پڑھائی اس وقت میں اور ذوالفقار علی خان صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب تھے یعنی میرے پیچھے دو مقتدی تھے۔ جب میں نے سلام پھیرا تو دیکھا سامنے منارہ ہے اور ہمارے اور اس کے درمیان صرف ایک سڑک کا فاصلہ ہے۔ میں نے کہا یہی وہ منارہ ہے اور ہم اس کے مشرق میں تھے۔ یہی وہ سفید منارہ تھا اور کوئی نہ تھا۔ مسجد امویہ والے منار نیلے سے رنگ کے تھے جب میں نے اس سفید منارہ کو دیکھا اور پیچھے دو ہی مقتدی تھے تو میں نے کہا کہ وہ حدیث بھی پوری ہوگئی۔

''دمشق میں توقع سے بہت بڑھ چڑھ کر کامیابی ہوئی......اخبارات نے لمبے لمبے تعریفی مضامین شائع کئے۔ دمشق کے تعلیم یافتہ طبقے نے نہایت گہری دلچسپی لی۔ تمام وہ اخبارات جن میں ہمارے مشن کے متعلق خبریں اور مضامین نکلتے تھے کثرت سے فوراً فروخت ہو جاتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اوپر شیخ عبدالقادر مغربی کا ذکر فرمایا ہے۔ان کا ایک خاص واقعہ بھی ہے جس کا بیان کرنا ضروری ہے۔ان صاحب نے جو دمشق کے ادیب شہیر تھے حضور سے کہا کہ ایک جماعت کے معزز امام ہونے کی حیثیت سے ہم آپ کا اکرام کرتے ہیں۔مگر آپ یہ امید نہ رکھیں کہ ان علاقوں میں کوئی شخص آپ کے خیالات سے متاثر ہوگا کیونکہ ہم لوگ عرب نسل کے ہیں اور عربی ہماری مادری زبان ہے اور کوئی ہندی خواہ وہ کیسا ہی عالم ہو ہم سے زیادہ قرآن وحدیث کے معنی سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ آپ نے یہ گفتگو سن کر اس کے خیال کی تردید فرمائی اور ساتھ ہی تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ مبلغ تو ہم نے ساری دنیا میں ہی بھیجنے ہیں۔مگر ہندوستان واپس جانے پر میرا پہلا کام یہ ہوگا کہ آپ کے ملک میں مبلغ روانہ کروں اور دیکھوں کہ خدائی جھنڈے کے علمبرداروں کے سامنے آپ کا کیا دم خم ہے۔چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا کہ ولایت سے واپسی پر دمشق میں دارالتبلیغ قائم کرنے کے لئے حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب اور مولانا جلال الدین صاحب شمس کو بھجوادیا جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔

دمشق سے پورٹ سعید تک

حضور 10 راگست 1924ء کو دمشق سے روانہ ہو کر بیروت سے ہوتے ہوئے حیفا پہنچے۔اور پھر عکہ میں بہائیوں کا مرکز دیکھنے تشریف لے گئے مگر وہاں جا کر آپ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب آپ کو معلوم ہوا کہ عکہ میں کوئی بہائی نہیں ہے بلکہ عکہ سے تین چار میل پرے ایک گاؤں ہے جس کا نام منثیہ ہے۔اس میں یہ لوگ رہتے ہیں۔بڑی مشکل سے موٹروں پر وہاں پہنچے۔بہجہ میں مرزا محمد علی صاحب سے جو مرزا عباس علی صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔معلوم ہوا کہ یہ گمنام سی جگہ ہے کبھی کبھار کوئی مہمان آ جاتا ہے تو مکان کے ایک گوشہ میں ٹھہر جاتا ہے۔جب بہائیوں کی تعداد کے متعلق ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ صحیح تعداد تو نہیں بتائی جا سکتی مگر جو کچھ بہائی ہیں ایران ہی میں ہیں پھر کچھ امریکہ میں باقی ملکوں میں یونہی تھوڑے ہیں۔

حضور بہجہ میں دو گھنٹے تک ٹھہرے مگر کچھ معلوم نہ ہوا کہ اس جگہ کوئی اور بھی آباد ہے۔یہاں سے فارغ ہو کر حضور اپنے قافلہ سمیت واپس حیفا پہنچے اور دوسرے دن صبح پورٹ سعید کی طرف روانہ ہوئے۔

پورٹ سعید سے برنڈزی تک

13؍اگست 1924ءکو آپ کا جہاز جس کا نام پلنا تھا پورٹ سعید سے برنڈزی کے لئے روانہ ہوا۔ حضور کی طبیعت متواتر سفروں، شب بیداریوں اور غذا کی بے ترتیبیوں اور خصوصاً دمشق کی متواتر لمبی لمبی تقریروں کی وجہ سے پہلے ہی ناساز تھی کہ بیروت پہنچ کر بیماری کا سخت حملہ ہوا۔ بیروت سے حیفا تک کا سفر موٹر کے ذریعہ کرنا پڑا اور اس دن حضور کو دس بارہ اسہال ہوئے۔ عکہ پہنچ کر حضور نے پھر اپنی تکلیف کا کچھ خیال نہ کیا اور گیارہ بجے رات تک بھائیوں سے گفتگو فرماتے رہے۔ 12؍بجے شب حیفا میں پہنچے اور پھر بیماری کی حالت میں حیفا سے پورٹ سعید تک آئے۔ صحت کی خرابی کی یہ حالت دیکھ کر جہاز کے ڈاکٹر نے سفر جاری رکھنے کی بجائے کسی صحت افزا مقام پر آرام کرنے کا مشورہ دیا مگر حضور نے سفر منقطع کرنا پسند نہ فرمایا۔

حضور کو پورٹ سعید میں قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل اور خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل کے خطوط سے معلوم ہوا کہ اخبار ''پیغام صلح'' آپ کے سفر یورپ کے خلاف بہت زہر اگل رہا ہے۔ اس پر حضور نے 15؍اگست 1924ءکو تھوڑی دیر میں اہل پیغام سے خطاب کرتے ہوئے ایک نظم کہی جس کے تین شعر یہ تھے۔

پھیر لو جتنی جماعت ہے مری بیعت میں
باندھ لو ساروں کو تم مکر کی زنجیروں سے
پھر بھی مغلوب رہو گے مرے تا یوم البعث
ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے
ماننے والے مرے بڑھ کے رہیں گے تم سے
یہ قضا وہ ہے جو بدلے گی نہ تدبیروں سے

حضور نے اس نظم کی تشریح میں ایک نوٹ سپرد قلم کر کے پوری نظم الفضل کو اشاعت کے لئے بھجوادی۔

16؍اگست 1924ءکو ساڑھے نو بجے صبح آپ کا جہاز اٹلی کی بندرگاہ برنڈزی پر پہنچا۔

برنڈزی سے لنڈن

حضور مع خدام برنڈزی سے ساڑھے چھ بجے شام کی گاڑی سے سوار ہو کر 17 راگست 1924ء کو ساڑھے نو بجے روما میں داخل ہوئے جو عیسائیت کے پوپ کا مرکز ہے۔

روما میں حضور کا قیام چار روز رہا۔ اس عرصہ میں حضور برابر اشاعت سلسلہ کے کام میں مصروف رہے۔ اخبارات کے نمائندوں اور فوٹو گرافروں نے آپ سے انٹرویو کئے۔ حضور نے اٹلی کے وزیر اعظم مسولینی سے بھی ملاقات کی اور اسے سلسلہ احمدیہ کے اغراض و مقاصد بتائے۔ مسولینی نہایت اکرام سے پیش آیا۔

حضور کا ارادہ پوپ سے ملنے اور ان کو تبلیغ اسلام کرنے کا بھی تھا۔ مگر پوپ نے آپ کی آمد پر ملاقاتوں کا سلسلہ بند کر دیا۔ تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ان تک جو پیغام حق پہنچانا چاہتے تھے وہ خدا تعالیٰ نے دوسرے طریق پر پہنچا دیا۔ یعنی روما کے سب سے مشہور اور کثیر الاشاعت اخبار ''لاٹربیونا'' نے حضور کا ایک مفصل انٹرویو شائع کیا۔ حضور سے سوال کیا گیا کہ آپ پوپ کو ملتے تو کیا کہتے؟ حضور نے جواب دیا۔ ''میں جب پوپ سے ملتا تو سب سے بہترین تحفہ جو میرے پاس ہے میں اسے پیش کرتا اور وہ یہ ہے کہ میں اسے دعوت اسلام دیتا اور اس نور کی طرف بلاتا جو انسانوں کو خدا تک پہنچا دیتا ہے اور یہ لفظاً نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے قرب کے نشانات اس میں پائے جاتے ہیں...... بڑے بڑے آدمی عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں جن کو بڑا نیک اور متقی کہا جاتا ہے۔ مگر وہ کوئی نشان اپنی صداقت میں نہیں دکھا سکتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کا یہ راہ نہیں اور یہ سچ ہے خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے کہ وہ دنیا پر ثابت کر دے کہ یہ قوت اور طاقت اب اسلام میں ہے...... پس میں پوپ کو اس اسلام کی دیتا ہوں اور اس کو سناتا کہ ہم کو وہ نشان دیئے گئے ہیں جو خدا کے برگزیدہ کو ملتے ہیں۔

روما میں حضور نے اصحاب کہف کی غاریں بھی دیکھیں جس کی تفصیل حضور نے اپنی تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 921۔922 پر درج فرمائی ہے۔

روما سے 20 راگست 1924ء کو بوقت شام روانگی ہوئی اور گاڑی دوسرے دن صبح (21 راگست کو 9

بجے کے قریب پیرس فرانس پہنچی۔ پیرس سے کیلے آئے اور بذریعہ جہاز دوبارہ انگلستان عبور کر کے ڈوور آئے اور ڈوور سے گاڑی لے کر 22/اگست 1944ء کو 6 بجے کے قریب لنڈن کے مشہور وکٹوریہ سٹیشن پہنچے۔ جہاں مبلغ اسلام اور دوسرے اصحاب استقبال کے لئے حاضر تھے۔

حضور نے پلیٹ فارم پر قدم رکھتے ہی اپنے قافلہ سمیت دعا کی۔ اس نظارہ کا فوٹو لنڈن کے اخبارات میں بھی شائع ہوا۔ اسٹیشن سے حضور لڈگیٹ (باب لدّ) پہنچے اور سینٹ پال کے گرجا کے دروازہ کے پاس صحن میں آپ نے اسلام کی کامیابی اور کسر صلیب کے لئے دعا کی۔ یہ نظارہ لنڈن نے کبھی نہیں دیکھا تھا اس لئے چاروں طرف خلقت کا اژدھام ہو گیا۔ حضور ایک لمبی دعا کرنے کے بعد اپنے خدام سمیت اپنی قیام گاہ (واقع چیشم پیلس نمبر 6) میں تشریف لے گئے اور دعا کے بعد قیام فرما ہو گئے۔

برطانوی پریس میں چرچا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ جس دن سفر یورپ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ برطانوی پریس برطانوی میں آپ کی آمد کی خبریں شائع ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ مگر لندن میں ورود کے بعد تو مصور اور غیر مصور اخبارات نے اتنی کثرت سے آپ کے فوٹو اور حالات وغیرہ شائع کئے کہ ایک متعصّب رومن کیتھولک اخبار کو لکھنا پڑا کہ تمام برطانوی پریس شازش کا شکار ہو گیا ہے۔ اور کئی لوگوں نے برملا اظہار کیا کہ پریس نے اتنی اہمیت اور شہرت لنڈن میں آنے والے کسی بڑے سے بڑے لارڈ کو بھی نہیں دی جتنی آپ کی تشریف آوری پر، پریس کے علاوہ فلموں میں آپ کے اور آپ کے رفقاء کے مناظر دکھائے گئے اس طرح خدا نے انگلستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آپ کی شہرت کا خود ہی سامان فرما دیا۔

قیام لنڈن کا پہلا ہفتہ 22 تا 28/اگست 1924ء

حضور نے یہاں پہنچ کر سب سے پہلا اہم کام یہ کیا کہ اپنے رفقاء کو مختلف فرائض سپرد کر کے ایک انتظامیہ کمیٹی قائم کر دی۔ جس کے پریذیڈنٹ چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور سیکرٹری مولوی محمد الدین صاحب کو تجویز فرمایا۔ ملک غلام فرید صاحب، مکرمی مولوی محمد الدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کو پریس سے رابطہ کے لئے مقرر فرمایا۔ ہندوستان میں سفر کی مفصل رپورٹ بھجوانے کا کام ابتدا

ہی سے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے ذمہ تھا جو وہ برابر سرانجام دے رہے تھے۔ڈاک کی خدمت حافظ روشن علی صاحب، چوہدری محمد شریف صاحب وکیل، شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کو اور ملاقات کی خدمت ذوالفقارعلی خان صاحب، چوہدری فتح محمد صاحب قادیانی اور چوہدری علی محمد صاحب کو خورونوش کے انتظامات پر لگایا گیا۔ چوہدری علی محمد صاحب کو چونکہ اکثر حضور کی خدمت میں بھی حاضر رہنا پڑتا تھا اس لئے زیادہ ذمہ داری حضرت بھائی صاحب پر تھی۔ جو اپنی اصل ڈیوٹی کے علاوہ گاہے گاہے جماعت ہندوستان کو حالات سے باخبر رکھنے کے لئے خطوط بھی لکھتے تھے اور حضور کی ڈاک کے لئے بھی وقت دیتے تھے۔انتظامیہ کمیٹی کی تشکیل کے علاوہ حضور نے قیام لندن کے پہلے ہفتہ میں ''ایوننگ سٹینڈرڈ'' اور اخبار کے نمائندوں کو انٹرویو دیا۔ڈاکٹر عبدالمجید شاہ صاحب لاہوری اور مسٹر عبداللہ کو علم (انگریز) کو شرف ملاقات بخشا اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیال فرمایا۔حضرت روشن علی صاحب کے'' تصوف'' کے مضمون پر نظر ثانی فرمائی اور ضروری ہدایات کے ساتھ مولوی محمد الدین صاحب کو ترجمہ کے لئے دیا۔ یہ مضمون 25ر دسمبر 1924ء کو مولوی محمد الدین صاحب ہی نے پانچ بجے شام سر پیٹرک نگن کی صدارت میں سنایا اور بہت مقبول ہوا۔اس ہفتہ حضور چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ہمراہ ویمبلے اور انڈیا آفس میں تشریف لے گئے۔حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر مبلغ انگلستان نے اخبارات کے نمائندوں کو دعوت دی۔جس میں مذاہب کانفرس کی انتظامیہ کے بعض ممبر (کرنل ینگ ہسبینڈ اور مس شارپلز) بھی شریک ہوئے۔اس دعوت میں حضور نے اہل انگلستان کے نام ایک مفصل پیغام دیا۔جس کا فصیح وبلیغ انگریزی زبان میں فی البدیہہ انگریزی ترجمہ مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے سنایا۔

فرمایا۔میں اس محبت اور اس اخلاص کی وجہ سے جو بنی نوع انسان سے رکھتا ہوں اور جو میں سمجھتا ہوں کہ بانی سلسلہ احمدیہ کی صحبت اور اسلام کی تعلیم کا ہے انگلستان آیا ہوں۔میں ان پیشگوئیوں کی وجہ سے جو بانی سلسلہ احمدیہ نے کیں اس امر پر یقین رکھتا ہوں کہ مغرب جلد ان صداقتوں کو قبول کرے گا جو بانی سلسلہ احمدیہ جن کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی اور کل مذاہب کے موعود ہونے کا تھا لائے تھے۔جب وہ صرف اکیلے تھے اور انکے ساتھ کوئی نہ تھا بلکہ علاوہ ہندوؤں مسلمانوں اور مسیحیوں سے جو طبعاً ان کے مخالف تھے

گورنمنٹ بھی ان پر مہدی کے دعویٰ کی وجہ سے شک کرتی تھی اس وقت انہوں نے یہ خبر دی تھی کہ خدا تعالیٰ ان کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا اور نگلستان خصوصاًاور دوسرے مغربی مما لک میں عموماًلوگ ان کے دعویٰ کوقبول کرکے اسلام میں جس کے زندہ کرنے اوران غلطیوں سے پاک کرنے کے لئے جواسے لوگوں کے اجتہاد کی وجہ سے اس میں پیدا ہوگئی تھیں جوخدا کے الہام سے مدد پاکراس کو پیش نہیں کرتے تھے داخل ہو جائیں گے اس دعویٰ کو چونتیس سال گزرے اورآج دنیا کے پردہ پرایک ملین کے قریب آدمی ان کو مانتا ہے اور یورپین مما لک میں اور امریکہ میں بھی کئی لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں۔پس ماضی پرنظرکرتے ہوئے میں یقین کرتا ہوں کہ بقیہ حصہ پیشگوئی کا بھی پورا ہوکر رہے گا۔اسلام یعنی وہ اسلام جسے مسیح موعود نے زندہ کیاہےاور جوانسانی اجتہادوں سے پاک ہے آخر پھیلےگا اور انگلستان اس طرح ایک ایسے شخص سے نور پائے گا جونور پایا ہے۔یہ امر مشکل معلوم ہوتا ہےمگرکون خیال کرتا تھا کہ ناصرہ کا مصلح دنیا پر غالب ہوگا۔خدا تعالیٰ ہمیشہ ایسے ہی لوگوں ہی لوگوں سے کام لیتا ہے۔جن کو دنیا ادنیٰ اورکمزورسمجھتی ہے تا اس کا جلال ظاہر ہواورلوگ اس کوانسانی مدد کا محتاج نہ سمجھ لیں میں اہل انگلستان سے امید کرتا ہوں کہ وہ سنجیدگی سے اس شخص کے دعویٰ پرغور کرے جو یہ کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ اس سے اسی طرح بولتا تھا جس طرح کہ وہ پہلے نبیوں سے بولا اوران کویقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ اس کی طرف توجہ کریں گےتو وہ اسی طرح خدا کا جلال اپنے اندر پائیں گےاوراس کا کلام سنیں گے جس طرح کہ پہلے نبیوں کے حواریوں نےمحسوس کیا اورسنا۔مسیح موعود کا دعویٰ تھا کہ وہ صلح کے شہزادے ہیں اور یہ کہ ان کے ہاتھ پر دنیا اکٹھی کی جائے گی اورامن قائم ہوگا پس ہراک امن پسند کا فرض ہے کہ وہ ان کے دعویٰ پرغورکرے تا اس کی سستی اس مقصد کو پیچھے نہ ڈال دے جس کے حصول کے لئے وہ کوشاں ہے۔کوئی سچی اخوت قائم نہیں ہوسکتی جس کی بنیاد خدا کے ساتھ تعلق پر نہ ہو کیونکہ بھائیوں کا رشتہ باپ کے ذریعے سے ہوتا ہے جو باپ کو پہچانتا ہے وہ باپ کے حق کو پہچان سکتا ہےاوراس زمانہ میں صرف مسیح موعود ہی ایک ایسا شخص ہے جودعویٰ کرتا ہے کہ وہ باپ سے اسی دنیامیں انسان کوملا دیتا ہےاورنہ صرف دعویٰ کرتا ہے بلکہ ہزاروں جنہوں نے اس کی تعلیم پرعمل کیاانہوں نے خدا تعالیٰ کے کلام کواسی طرح سنا جس طرح کہ پہلے نبیوں کے حواری سنتے تھے چنانچہ

راقم مضمون بھی ان میں سے ایک ہے۔میں امید کرتا ہوں کہ انگلستان ہمارے مشن کی ہمدردانہ طور پر مدد کرے گا اور تمام وہ لوگ جو سچے طور پر خدا تعالیٰ کی محبت کے مشتاق ہیں ملامت اور طعن کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس طرف متوجہ ہوں گے اور انگلستان کا پریس جو آزادی کا حامل ہے اس حقیقی آزادی کے حصول میں جس کے بغیر بچے اپنے باپ سے نہیں مل سکتے ہماری مدد کریں گے۔جو لوگ خیالات میں ہمارے مخالف ہیں کم سے کم ان کو یہ سوچنا چاہئے کہ ہمارا اور ان کا مقصد ایک ہے یعنی دنیا میں نیکی کو قائم کرنا اور خدا تعالیٰ سے انسان کا تعلق قائم کر کے سچی اخوت کو پیدا کرنا جس کا نتیجہ امن ہوتا ہے۔جب ہم مقصد کی یگانگت پر غور کر کے اپنے اپنے دائرہ میں کام کریں گے تو یقیناً یہ یگانگت ایک ذرائع کے اختیار کرنے پر بھی ہمیں مجبور کر دے گی۔چونکہ ہمارا مقصد خدا اور بندوں کے درمیان اور بندوں اور بندوں کے درمیان نیک تعلق قائم کرنا ہے میں اہل انگلستان سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ مشرقی سوال کی طرف زیادہ توجہ کریں۔مشرق و مغرب باوجود کوشش کے روز بروز ایک دوسرے سے جدا ہو رہا ہے اور اگر جلد اس کی طرف توجہ نہ کی گئی تو اس کا نتیجہ دنیا کے لئے اچھا نہ ہوگا۔عقلمندوں کو واقعات کی موجودہ صورت کو نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ یہ سوچنا چاہئے کہ ایسے حالات جو اس وقت پیدا ہو رہے ہیں آخر کار کیا پیدا کیا کرتے ہیں قوموں کی زندگی محدود نہیں ہوتی اس لئے ان کو اپنے مستقبل قریب پر نہیں بلکہ مستقبل بعید پر نظر ڈالنی چاہئے۔دنیا اپنی موجودہ حالت پر ہرگز نہیں رہ سکتی۔اگر اس میں تبدیلی نہ ہوئی تو یا دونوں تہذیبیں نئی اور پرانی تباہ ہو جائیں گی یا ان میں سے ایک مگر کیوں نہ دونوں ہی قائم رہیں؟ ہمدردی اور دوراندیشی اس بعد کو دور کر سکتے ہیں مگر یہ کام حکومتوں سے نہیں ہو سکتا بلکہ جب تک قومیں اس طرف توجہ نہ کریں گی یہ کام نہ ہو گا۔وہ لوگ کوتہ اندیش ہیں جو اس کام کے لئے حکومتوں کی طرف دیکھتے ہیں حکومتیں خود نہیں ہلا کرتیں بلکہ قومیں ان کو ہلایا کرتی ہیں۔ایک زبردست طاقت نے دنیا میں کام شروع کیا ہوا ہے کیوں نہ ہم اسے اپنے مفید مطلب استعمال کر لیں ایک دریا جب اس کے پانی کو استعمال کیا جائے لاکھوں ایکڑ کو سیراب کر دیتا ہے لیکن جب اس کو اپنا کام کرنے دیا جائے ہزاروں گاؤں اور سینکڑوں جانوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔سو آؤ ہم سب مل کر بہتری کے لئے کوشش کریں اور بجائے اجاڑنے والوں کے آباد کرنے والے بنیں۔

قیام لنڈن کا دوسرا ہفتہ 29 اگست سے 4 ستمبر 1924ء تک

دوسرے ہفتہ میں حضور کی مصروفیات میں بے حد اضافہ ہو گیا۔ جس کی بڑی وجہ کابل میں مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی سنگساری کا المناک حادثہ تھا۔ اس حادثہ کی اطلاع ملنے پر حضور نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور واقعات کی روک تھام کے لئے ضروری اور مناسب اقدامات فرمائے۔ اور اس کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ اور یہ سلسلہ لنڈن میں قیام کے آخر تک برابر جاری رہا۔ اس کے علاوہ اس دوسرے ہفتہ میں حضور برائٹن کے قصبہ میں تشریف لے گئے اور جنگ عظیم میں جان دینے والے سپاہیوں کی یاد میں چھتری میں دعا کی جس طرح یہ ایک نشان ہے ان لوگوں کا جو ایک دنیاوی غرض کے لئے متحد ہوئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان چھتری کے نیچے مشرق و مغرب کو جمع کر دے۔ حضور نے دعا سے پہلے ایک تقریر بھی فرمائی۔ سینما والوں نے اس نظارہ کی تصویریں سینما میں دکھائیں اور اخبارات نے مفصل خبریں شائع کیں۔ حضور چھتری میں دعا کے بعد ایوان شاہی کو گئے اور اس کے دروازہ پر ایک ہجوم کے سامنے اپنا پیغام سنایا جس کا ترجمہ مکرم چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے پڑھا۔ اسی ہفتہ آپ نے مسئلہ تبلیغ پر مجلس مشاورت منعقد فرمائی۔ ''سپر چولزم سوسائٹی'' کے ایک جلسہ میں شمولیت فرمائی اور مختلف اخبارات اور مذہبی کانفرنس کے نمائندوں سے گفتگو کی۔ اخبار الفضل سے معلوم ہوتا ہے کہ برائٹن کی یادگار تقریب کے فلمی نظارے دنیا بھر کے سینما گھروں میں دکھلائے گئے چنانچہ حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کی رپورٹ میں ہے کہ '' خدا تعالیٰ کی قدرتیں بھی عجیب در عجیب ہیں ساری دنیا میں سلسلہ احمدیہ کا ذکر پہنچانے کے لئے یہ سامان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو برائٹن میں دعوت دی گئی۔ حضور تشریف لے گئے اور سارا قافلہ ہمرکاب تھا ادھر فوٹو گرافروں کے دل میں تحریک ہوئی اور وہ وہاں جا پہنچے انہوں نے وہ نظارے فلموں میں بھر کر سینما میں بھیج دیئے۔ اب وہ فلمیں ہیں جو عراق میں، عرب میں، مصر میں، شام میں، امریکہ و افریقہ میں غرض تمام دنیا میں چکر لگا رہی ہیں۔''

قیام لنڈن کا تیسرا ہفتہ 5 ستمبر تا 11 ستمبر 1924ء

حضور نے تیسرے ہفتہ میں بھی تبلیغ سلسلہ کی مہم اور تیز کر دی۔ چنانچہ 7 ستمبر 1924ء کو بہت سے

انگریز مردوں، عورتوں، ہندوستانی طالب علموں اور سفارت ترکیہ اور دوسرے معزز مسلمانوں کو دعوت پر بلایا گیا۔جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور پیغام محبت حسب سابق مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے نہایت قابلیت سے پڑھ کر سنایا۔9 ستمبر 1924ء کی شام کو حضور نے ''ایسٹ اینڈ ویسٹ یونین'' کے اجلاس (منعقدہ گلڈ ہاؤس) میں پہلا انگریزی لیکچر دیا جو بہت پسند کیا گیا۔پھر 11 ستمبر 1924ء کو قیام امن کے مسئلہ پر لیگ آف نیشنز کے شعبہ مذہب و اخلاق کے سیکرٹری مسٹر ایل سن اور مسٹر رین سے تفصیلی گفتگو فرمائی اور حکیمانہ انداز میں بتایا کہ جب تک اسلامی اصولوں پر لیگ آف نیشنز کی بنیاد قائم نہیں ہوگی یہ اپنے مقاصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی۔

قیام لنڈن کا چوتھا ہفتہ 12 ستمبر تا 18 ستمبر 1924ء

چوتھے ہفتہ کا آغاز جمعہ سے ہوا۔جو حضور نے پڑھایا اور جماعت کو توجہ دلائی کہ اسے شہید افغانستان کی طرح ہر وقت شہادت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔13 ستمبر 1924ء کو حضور نے پورٹ سمتھ میں دو لیکچر دیئے ایک ''مسیح کی آمد ثانی'' اور دوسرا ''پیغام آسمانی'' پر 15 ستمبر کو حضور نے ہندوستانی طلبہ سے خطاب فرمایا۔16 ستمبر 1924ء کو آپ نے کانفرنس کے لئے مجوزہ مضمون کا خلاصہ لکھا۔17 ستمبر 1924ء کو آپ نے مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کابل کی شہادت سے متعلق ایک احتجاجی جلسہ میں تقریر فرمائی۔

قیام لندن کا پانچواں ہفتہ 19 سے 25 ستمبر تک

19 ستمبر 1924ء کو حضور نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں قومی اخلاق مضبوط کرنے پر زور دیا۔جمعہ کے بعد ویمبلے کانفرنس کے پریذیڈنٹ سر ای۔ڈی راس سے ملاقات کی۔آپ کا شمار انگلستان کے نامور مستشرقین میں ہوتا ہے۔مزاج پرسی کے بعد انہوں نے کہا کہ آپ کی تشریف آوری پر انگلستان کا پریس بہت دلچسپی لے رہا ہے۔اسی شام آپ نے سینٹ لوکس ہال میں ''حیات بعد الموت'' پر شاندار لیکچر دیا۔20 ستمبر 1924ء کو لیگوس (نائجیریا) کے دو حاجی صاحبان (جن میں سے ایک احمدی تھے) حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔21 ستمبر 1924ء کی شام کو حضور کی کرنل ڈگلس سے ملاقات

ہوئی ۔ یہ وہی ڈگلس تھے جنہوں نے ہنری مارٹن کلارک کا مقدمہ بے بنیاد پا کر خارج کر دیا تھا اور عدل وانصاف کا بہترین نمونہ دکھایا تھا۔ 22 ستمبر 1924ء کو ویمبلے کانفرنس کا افتتاح ہوا اور حضور معہ رفقاء اس کے اجلاس میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے۔

کانفرنس میں حضور کے مضمون کی شاندار کامیابی

23 ستمبر 1924ء کا دن سفر یورپ کی تاریخ میں سنہری دن ہے۔ کیونکہ اس دن ویمبلے کانفرنس میں حضور کا بے نظیر مضمون پڑھا گیا۔ جس نے سلسلہ احمدیہ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ یورپ میں اسلام کی روحانی فتح کی بنیادیں رکھ دیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لندن میں تقریر کرنے کا رؤیا پوری آب وتاب سے پورا ہو گیا۔ حضور کے مضمون کا وقت 5 بجے شام مقرر تھا جب کہ لوگ اڑھائی گھنٹے سے مسلسل بیٹھے اسلام سے متعلق مضامین سن رہے تھے۔ انگلستان کے باشندے زیادہ دیر تک بیٹھنے کے عادی نہیں ہیں مگر جونہی آپ کی تقریر کا وقت آیا وہ نہ صرف وہیں اپنی اپنی جگہ پورے شوق وذوق سے بیٹھ گئے بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے پورا ہال سامعین سے بھر گیا۔ کسی اور لیکچر کے وقت حاضرین کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہوئی۔

اجلاس کے صدر سر تھیوڈر ماریسن نے حضور کا سامعین سے تعارف کرانے کے بعد نہایت ادب واحترام کے جذبات کے ساتھ آپ سے درخواست کی کہ اپنے کلمات سے محظوظ فرمائیں۔ اس پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی جو اپنے رفقاء کے ساتھ سٹیج پر ہی تشریف فرما تھے کھڑے ہوئے اور انگریزی میں فرمایا۔ مسٹر پریذیڈنٹ بہنو اور بھائیو! میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس کانفرنس کے بانیوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کیا کہ لوگ اس طریق پر مذہب کے سوال پر غور کریں اور مختلف مذاہب سے متعلق تقریریں سن کر یہ دیکھیں کہ کس مذہب کو قبول کرنا چاہئے۔ اس کے بعد میں اپنے مرید چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بار ایٹ لاء سے کہتا ہوں کہ میرا مضمون سنائیں۔ میں ایسے طور پر اپنی زبان میں بھی پرچہ پڑھنے کا عادی نہیں ہوں۔ کیونکہ میں ہمیشہ زبانی تقریریں کرتا ہوں اور چھ چھ گھنٹے تک بولتا ہوں۔ مذہب کا معاملہ اسی دنیا تک ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ مرنے کے بعد دوسرے جہاں تک چلتا ہے اور انسان کی دائمی راحت مذہب سے وابستہ ہے اس لئے آپ اس پر غور کریں اور سوچیں اور مجھے امید ہے

کہ آپ توجہ سے سنیں گے۔اس کے بعد حضور نے مکرم چودھری صاحب کے کان میں کہا کہ ’’گھبرانا نہیں میں دعا کروں گا۔‘‘ چنانچہ مکرم چودھری صاحب کھڑے ہوئے اور ایک گھنٹہ میں نہایت بلند اور نہایت مؤثر اور نہایت پر شوکت لہجہ میں یہ مضمون پڑھ کر سنایا۔چودھری صاحب ایک دن پہلے حلق کی خراش کی وجہ سے بیمار تھے مگر اللہ تعالیٰ نے روح القدس سے ان کی تائید فرمائی۔حضرت امیر المومنین کا مضمون اور مکرم چودھری ظفر اللہ خان صاحب کی زبان نے (جسے حضور نے ایک مجمع میں میری زبان کہا تھا) حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری کر دی۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب حاضرین گویا احمدی ہیں۔تمام لوگ ایک محویت کے عالم میں اخیر تک بیٹھے رہے۔جب مضمون میں اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بیان کی جاتی جو ان کے لئے نئی ہوتی تو کئی لوگ خوشی سے اچھل پڑتے۔غلامی،سود،اور تعدد ازدواج وغیرہ مسائل کو نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا تھا۔اس حصہ مضمون کو بھی نہ صرف مردوں نے بلکہ عورتوں نے بھی نہایت شوق اور خوشی سے سنا ایک گھنٹہ بعد لیکچر ختم ہوا۔تو لوگوں نے اس گرم جوشی کے ساتھ اور اتنی دیر تک تالیاں بجائیں کہ پریذیڈنٹ (سر تھیوڈر ماریسن) کو اپنے ریمارکس کے لئے چند منٹ انتظار کرنا پڑا۔پریذیڈنٹ نے کہا۔مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے میں اپنی طرف سے اور حاضرین کی طرف سے مضمون کی خوبی ترتیب،خوبی خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں حاضرین کے چہرے زبان حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں۔اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ میں ان کی طرف سے شکریہ ادا کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔پھر حضور کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں آپ کو لیکچر کی کامیابی پر مبارکباد عرض کرتا ہوں آپ کا مضمون بہترین مضمون تھا جو آج پڑھے گئے۔کیا آپ کا خیال نہیں ہے کہ اس کامیابی کے لئے جو آج آپ کو حاصل ہوئی ہے آپ یہاں تشریف لائے۔اجلاس ختم ہونے پر سر تھیوڈر ماریسن دیر تک سٹیج پر کھڑے کھڑے مختلف باتیں کرتے رہے۔اور بار بار مضمون کی تعریف کرتے رہے۔مضمون کے پڑھنے پر لوگوں نے مکرم چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی بہت مبارکباد دی۔چنانچہ (فری چرچ کے ہیڈ) ڈاکٹر والٹر واش نے جو خود فصیح البیان لیکچرار

تھے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا۔

میں نہایت خوش قسمت ہوں کہ مجھے یہ لیکچر سننے کا موقعہ ملا۔قانون کے ایک پروفیسر نے بیان کیا کہ جب وہ مضمون سن رہا تھا تو یہ محسوس کرر ہا تھا کہ یہ دن گو یا ایک نئے دور کا آغاز کرنے والا ہے پھر کہا اگر آپ لوگ کسی اور طریق سے ہزاروں ہزار روپیہ بھی خرچ کرتے تو اتنی زبردست کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ایک پادری منش نے کہا تین سال ہوئے مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت مسیح تیرہ حواریوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے ہیں اور اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ خواب پورا ہو گیا ہے۔

مس شارپلز (کانفرنس کی سیکرٹری) نے کہا کہ لوگ اس مضمون کی بہت تعریف کرتے ہیں اور خود ہی بتایا کہ ایک صاحب نے ہز ہولی نس (خلیفۃ المسیح الثانی) کے متعلق کہا یہ اس زمانہ کا لوتھر معلوم ہوتا ہے بعض نے کہا ان کے سینہ میں ایک آگ ہے۔ایک نے کہا یہ تمام پرچوں سے بہتر پرچہ تھا۔ایک جرمن پروفیسر نے جلسہ کے بعد سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھ کر حضور کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور کہا میرے پاس بعض بڑے بڑے انگریز بیٹھے کہہ رہے تھے۔ یہ نادر خیالات ہیں جو ہر روز سننے میں نہیں آتے۔مسٹر لین نے جو انڈیا آفس میں ایک بڑے عہدیدار تھے تسلیم کیا کہ خلیفۃ المسیح کا پرچہ سب سے اعلیٰ اور بہترین پرچہ تھا۔ پریس نے بھی اس عظیم الشان لیکچر کی نمایاں خبریں شائع کیں اور اس کی عظمت کا اقرار کیا۔ چنانچہ ”مانچسٹر گارڈین“ نے (24رستمبر 1924ء کی اشاعت میں) لکھا۔

”اس کانفرنس میں ایک ہلچل ڈالنے والا واقعہ جو اس وقت ظاہر ہوا وہ آج سہ پہر کو اسلام کے ایک نئے فرقہ کا ذکر تھا۔ نئے فرقہ کا لفظ ہم نے آسانی کے لئے اختیار کیا ہے ورنہ یہ لوگ اس کو درست نہیں سمجھتے تھے۔اس فرقہ کی بنا ان کے قول کے بموجب آج سے چونتیس سال پہلے اس مسیح نے ڈالی جس کی پیشگوئی بائبل اور دوسری کتابوں میں ہے اس سلسلہ کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے صریح الہام کے ماتحت اس سلسلہ کی بنیاد اس لئے رکھی ہے کہ وہ نوع انسان کو اسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک پہنچائے۔ایک ہندوستان کے باشندے نے جو سفید دستار باندھے ہوئے ہے اور جس کا چہرہ نورانی اور خوش کن ہے اور سیاہ داڑھی رکھتا ہے اور جس کا لقب ہز ہولی نس خلیفۃ المسیح الحاج میرزا بشیر الدین محمود احمد یا اختصاراً خلیفۃ المسیح ہے

مندرجہ بالا تحدی اپنے مضمون میں پیش کی۔ جس کا عنوان ہے ''اسلام میں احمدیہ تحریک'' ۔۔۔۔۔ آپ نے اپنے مضمون کو جس میں زیادہ تر اسلام کی حمایت اور تائید تھی۔ ایک پُر جوش اپیل کے ساتھ ختم کیا۔ جس میں انہوں نے حاضرین کو اس نئے مسیح اور اس نئی تعلیم کے قبول کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس پرچہ کے بعد جس قدر تحسین وخوشنودی کا چیئرز کے ذریعہ اظہار کیا گیا اس سے پہلے کسی پرچہ پر ایسا نہیں کیا گیا تھا۔''

قیام لنڈن کا چھٹا ہفتہ 26 رستمبر سے 2 راکتوبر تک

26 رستمبر کو حضور نے کنز رویٹو کی درخواست پر ڈچ ہال لنڈن میں ہندوستان کے حالات حاضرہ اور اتحاد پیدا کرنے کے ذرائع پر ایک معلومات افزا لیکچر دیا۔ 28 رستمبر کو آپ کا ایک اہم مضمون ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی اور تعلیم سے نوجوان بچے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں'' کے موضوع پر لنڈن فیلڈ میں پڑھا گیا۔ 29 رستمبر کو حضور کا بہت سا وقت ہندوستان کی ڈاک میں صرف ہوا۔ اسی ہفتہ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ'' ریویو آف ریلیجنز'' کا انگریزی ایڈیشن آئندہ لنڈن سے شائع ہوا کرے۔

2 راکتوبر کو حضور ''ولیم دی کنکرر'' والی خواب کو پورا کرنے کے لئے خلیج میونسی پر پہنچے اور ایک کشتی لے کر اس مقام کی طرف تشریف لے گئے۔ جہاں ''ولیم دی کنکرر'' اترا تھا۔ حضور کشتی چھوڑ کر قریب ہی ایک مقام پر جس کا نام الیکرسی (لنگر گاہ) ہے۔ کھڑے ہوئے اور خواب کی طرح اسی شکل و ہیئت میں ایک لکڑی پر دایاں پاؤں رکھ کر ایک فاتح جرنیل کی طرح چاروں طرف نظر کی۔ حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کے چہرہ پر جلال اور شوکت تھی اور اس کے ساتھ ایک ربودگی بھی تھی ۔اس کے بعد خاموشی کے ساتھ آپ نے دعا فرمائی۔ اس مقام کے پاس ہی ویلٹائن نام ایک برج سا ہے جس پر ایک توپ رکھی ہوئی تھی۔ حضور نے نماز قصر کر کے پڑھی اور اس میں بھی لمبی دعا کی اور زمین پر اکڑوں بیٹھ کر پتھر کے سنگریزوں کی مٹھیاں بھریں اور فرمایا۔ کسریٰ کے دربار میں ایک صحابی کو مٹی دی گئی تو صحابی نے مبارک فال لیا کہ کسریٰ کا ملک مل گیا اور خدا نے بھی اس مبارک فال پر وہ سرزمین صحابہ کو دے دی۔ بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی اور درد صاحب نے ان سنگریزوں کی دو دو مٹھیاں بھر کر اپنی جیبوں

میں ڈال لیں۔ یہاں سے فارغ ہوتے ہی بھائی جی کے دل میں ایک پُرزور تحریک ہوئی اور آپ نے باآواز بلند مبارک باد دی اور بہت جوش سے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ مصرع پڑھا۔ ع

تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں؟

قیام لنڈن کا ساتواں ہفتہ 3 اکتوبر سے 9 اکتوبر تک

3 اکتوبر 1924ء کو حضور نے مذاہب عالم کے آخری اجلاس سے اردو میں خطاب فرمایا۔ جس پر نہایت ہی مسرت کا اظہار کیا گیا۔ لیکچر ہال بالکل پُر تھا۔ نیز شام کو حضور نے ”ریویو آف ریلیجنز“ لنڈن کی ترتیب مضامین اور دیگر امور پر مجلس شوریٰ منعقد فرمائی۔ 4 اکتوبر 1924ء کو حضور مع رفقاء انگلستان کے نئے مبلغ مولوی عبدالرحیم صاحب درد کو لے کر پٹنی کے اس مکان کے دروازہ پر تشریف لے گئے۔ جو مجوزہ مسجد میں کھلنے والا تھا۔ اس مقام پر کھڑے ہو کر حضور نے تعمیر مسجد کی سکیم کا مختصر ذکر فرمایا۔ پھر مکان کے اس کمرہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں ان دنوں نمازیں ہوتی تھیں اور بہت لمبی دعا فرمائی اور اس کے بعد اپنے دست مبارک سے مولوی عبدالرحیم صاحب درد کو اس مکان کی چابی عطا فرمائی اور پھر مولوی عبدالرحیم صاحب درد اور ان کے نائب ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے کو مفصل ہدایات دیں۔

7 اکتوبر کو حضور نے دارالامراء (House of Lords) کا اجلاس دیکھا اور 8 اور 9 اکتوبر کو دارالعلوام (House of commons) کا اجلاس دیکھنے تشریف لے گئے۔

قیام لنڈن کا آٹھواں ہفتہ 10 اکتوبر سے 16 اکتوبر تک

یہ ہفتہ حضور کی گونا گوں مصروفیت کا ہفتہ تھا۔ چنانچہ حضور نے 10 اکتوبر کو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ ایک ڈاکٹر سے مشورہ کے لئے تشریف لے گئے۔ 13 اکتوبر کو نومسلموں کو پانچ گھنٹہ تک تبلیغ و ہدایت فرمانے میں مصروف رہے نیز انگریز مردوں اور عورتوں سے مختلف مسائل سے متعلق دلچسپ مذہبی گفتگو فرمائی۔ چونکہ 14 اکتوبر کو سامان سفر تھامس کک اینڈ سنز (Thomas cook and sons) کے سپرد کیا جانے والا تھا اس لئے 13 اکتوبر کا دن سامان کی تیاری میں گزرا۔ 15 اکتوبر کو حضور نے ”اورینٹل سکول آف سٹڈیز“ دیکھا۔

قیام لنڈن کا آخری ہفتہ 17؍اکتوبر سے 24؍اکتوبر تک

اب ہم قیام انگلستان کے حالات بیان کرتے ہوئے اس کے آخری مگر اہم ہفتہ میں پہنچ گئے ہیں۔اس ہفتہ کا آغاز ''مسجد فضل'' کی بنیاد کے ابتدائی انتظامات سے ہوا۔اور اختتام رخت سفر باندھنے پر۔اس طرح وہ دن آ پہنچا جس کے انتظار میں آپ فرماتے ہیں۔

آہ کیسی خوش گھڑی ہوگی کہ بانیل ومرام
باندھیں گے رخت سفر کو ہم برائے قادیاں

''مسجد فضل'' کے سنگِ بنیاد کا یادگار دن (19؍اکتوبر 1924ء):۔

اس ہفتہ کا یادگار دن 19؍اکتوبر 1924ء ثابت ہوا۔جبکہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 4 بجے شام ایک بہت بڑے مجمع میں ''مسجد فضل''(23 میلر وز روڈ۔لنڈن) کا اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا۔اس تقریب پر سب سے پہلے (متعینہ) امام مسجد لنڈن مولوی عبدالرحیم صاحب نے خوشی آمدید کا مختصر ایڈریس پڑھا۔جس کے بعد تمام حاضرین مقام بنیاد کی طرف گئے۔جہاں پہلے حضرت حافظ روشن علی صاحب نے تلاوت فرمائی۔پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انگریزی زبان میں ایک مضمون پڑھا جس میں مسجد کی غرض وغایت پر اسلامی نقطہ نگاہ سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

''پیشتر اس کے کہ میں اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھوں میں اس امر کا اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسجد صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے۔تا کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کی محبت قائم ہو اور لوگ مذہب کی طرف (جس کے بغیر حقیقی امن اور حقیقی ترقی نہیں) متوجہ ہوں اور ہم کسی شخص کو جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہے ہرگز اس میں عبادت کرنے سے نہیں روکیں گے بشرطیکہ وہ ان قواعد کی پابندی کرے جو اس کے منتظم انتظام کے لئے مقرر کریں اور بشرطیکہ وہ ان لوگوں کی عبادت میں مخل نہ ہوں جو اپنی مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اس مسجد کو بناتے ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ رواداری کی روح جو اس مسجد کے ذریعہ سے پیدا کی جاوے گی۔دنیا سے فتنہ وفساد دور کرنے اور امن وامان کے قیام میں بہت مدد دے گی۔اور وہ دن جلد آجائیں گے کہ لوگ جنگ وجدال کو ترک کر کے محبت اور پیار سے آپس میں

رہیں گے۔‘‘

اس مضمون کے بعد (جس کا حاضرین پر ایک گہرا اثر تھا) حضرت خلیفۃ المسیح نے بنیادی پتھر رکھا جس پر انگریزی میں ایک مضمون درج تھا۔ جس کے الفاظ ہم حضرت خلیفۃ المسیح ہی کے خط کے عکس کی صورت میں اگلے صفحہ پر درج کرنے کے علاوہ ذیل میں نقل کر دیتے ہیں۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین

میں میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ جس کا مرکز قادیان پنجاب ہندوستان ہے۔ خدا کی رضا کے حصول کے لئے اور اس غرض سے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر انگلستان میں بلند ہو۔ اور انگلستان کے لوگ بھی اس برکت سے حصہ پاویں جو ہمیں ملی ہے آج 20 ر ربیع الاول 1343ھ کو اس مسجد کی بنیاد رکھتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمام جماعت احمدیہ کے مردوں اور عورتوں کی اس مخلصانہ کوشش کو قبول فرمائے۔ اور اس مسجد کی آبادی کے سامان پیدا کرے اور ہمیشہ کے لئے اس مسجد کو نیکی ،تقویٰ ،انصاف اور محبت کے خیالات پھیلانے کا مرکز بنائے اور یہ جگہ حضرت محمد مصطفی خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت احمد مسیح موعود نبی اللہ بروز و نائب محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نورانی کرنوں کو اس ملک اور دوسرے ملکوں میں پھیلانے کے لئے روحانی سورج کا کام دے اے خدا تو ایسا ہی کر۔

19 ر اکتوبر 1924ء

لندن میں سب سے پہلی مسجد کی بنیاد رکھی جا چکی تو مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے بلند آواز سے حضرت مولوی شیر علی صاحب کا ایک تار پڑھ کر سنایا جو انہوں نے جماعت احمدیہ ہندوستان کی طرف سے اس تقریب پر مبارک باد کا بھیجا تھا۔ اس کے بعد حضور نے لمبی دعا کی۔ پھر عصر کی نماز اسی مقام پر پڑھی اور

حضور نے اعلان فرمایا کہ میں اعلان کرتا ہوں کہ اس مسجد کا باقاعدہ سنگ بنیاد رکھا گیا۔اس تقریب کے فوٹو اور فلم ایک درجن کے قریب فوٹو گرافروں اور سینما والوں نے لئے۔نماز کے بعد مبارکباد کی آواز ہر طرف بلند ہوئی اور مسجد کے محراب پر ایک جھنڈا لہرایا گیا جو حیدر آباد کے ہوم سیکرٹری نواب اکبر جنگ صاحب نے دیا تھا۔اس کے بعد پورا مجمع خیمہ کی طرف چائے نوشی کے لئے آیا۔

اس مجمع میں مختلف قوموں کے ممتاز آدمی شامل تھے۔مثلاً انگریز، جرمن، سروین، ہنگری، چیکوسلواکیا، لیتھونیا، مصری، اٹالین، جاپانی اور ہندوستان کے رہنے والے نیز مختلف مذاہب کے لوگ عیسائی، مسلمان، پارسی اور یہود بھی تھے۔اگرچہ بارش کا دن تھا پھر بھی دوسو سے زیادہ معززین اس تقریب میں شامل ہوئے جن میں انگریزوں کے علاوہ دوسری حکومتوں کے نمائندے بھی موجود تھے جن میں جرمن سفیر لیتھونیا اور سرویا کے وزیر، زیکوسلواکیا کا نمائندہ، ترکی، البانیہ اور فن لینڈ کے وزراء نے بذریعہ خطوط اچھی خواہشوں کا اظہار کیا۔وزیر اعظم انگلستان نے امام مسجد لنڈن اور جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا۔افسوس میں اس دن لنڈن میں نہیں ہوں گا۔اس تقریب پر آنے والے مہمانوں کو ایسی دلچسپی پیدا ہوگئی کہ وہ بہت دیر تک اس جگہ ٹھہرے رہے اور سلسلہ کے متعلق اپنی دلچسپی ظاہر کرتے رہے۔ورڈزورتھ کے میئر نے کہا کہ کوئی مذہب جسے اس تقریر کے کسی حصہ پر بھی اعتراض ہو۔مذہب کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا اور لکھنے والا فرشتہ اس کو دوام کی سیاہی میں ڈبوئی ہوئی قلموں کے ساتھ لکھے گا۔چیکوسلواکیا کے نمائندہ نے کہا کہ مجھے نہایت ہی خوشی ہے کہ مجھے ایسے خیالات پہلی دفعہ سننے کا موقعہ ملا ہے۔

مسجد کے سنگ بنیاد پر بہت سے انگریزی اخباروں نے نوٹ لکھے جن میں سے صرف دو بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔"ڈیلی کرنیکل" نے لکھا۔

'ہز ہولی نس (یعنی تقدس مآب۔ناقل) خلیفۃ المسیح نے جو اسلام کے فرقہ احمدیہ کے امام ہیں۔کل 19ر اکتوبر کو میلر وز روڈ ساؤتھ فیلڈز میں لنڈن کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اس اصلاح تحریک کے پیرو لندن میں ایک سو اور مشرق وافریقہ میں دس لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔فی الحال یہ ارادہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مسجد کے صرف ایک حصہ کو مکمل کیا جائے اور اس حصہ کی تعمیر کے لئے سارا روپیہ بذریعہ چندہ جمع ہو چکا ہے۔اس

تقریب پر جاپان اور جرمنی کے سفیر، ویٹڈ زورتھ کے رئیس، استھونیا کا وزیر اور ترکی اور البانیہ کے نمائندے بھی شامل تھے۔(ترجمہ)

2۔ ''ویسٹ منسٹر گزٹ'' نے لکھا۔ ''ایک مسجد جو لنڈن میں پہلی مسجد ہو گی۔ سوتھ فیلڈز میں تعمیر کی جائے گی۔ جس کا مینار ستر فٹ بلند ہو گا۔ جہاں سے ایک موذن مومنوں کے لئے نماز کے وقت کا اعلان کرے گا۔ سنگ بنیاد کل ایک باغیچہ میں رکھا گیا۔ پھلدار درختوں میں خوشبو کا نیلا نیلا دھواں اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔ گیلی زمین پر قالین بچھائے گئے۔ اور اس مجمع میں مختلف اقوام کے لوگ شامل تھے۔ ہز ہولی نس خلیفۃ المسیح نے یہ رسم ادا کی۔ آپ نے قرمزی رنگ کے کفوں والا گلابی رنگ کا کوٹ پہنا ہوا تھا سر پر ایک بھاری سفید عمامہ تھا اور ہاتھ میں ایک عصا جس کے سر پر آبنوس اور چاندی لگی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ ''میں میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی اور جماعت احمدیہ کا امام جس کا مرکز قادیان پنجاب ہندوستان میں ہے۔ آج 20 ربیع الاول 1343ھ کو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھتا ہوں کہ لنڈن میں اس کے نام کا جلال ظاہر ہو اور تا کہ اس ملک کے لوگ بھی ان برکات سے حصہ لیں جو ہمیں عطا کی گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تقریب تو انسان کی اخوت اور وحدت کا ایک نشان ہے یہ ضروری نہیں کہ اختلاف رائے سے تفرقہ پیدا ہو۔ عرب کا مقدس نبی فرماتا ہے کہ اختلاف رائے رحمت کا ایک سرچشمہ ہے کیونکہ اس سے علم اور حکمت کی ترقی میں مدد ملتی ہے رواداری اور عالمی حوصلگی صرف اختلاف رائے کے مدرسہ میں سیکھی جاسکتی ہے۔

ہز ہولی نس کی رائے میں وہ دن دور نہیں جبکہ لوگ جنگ کے خیالات کو ترک کر دیں گے اور بھائیوں اور بہنوں کی طرح ایک ہی خالق کے بندہ ہو کر اتفاق سے زندگی بسر کریں گے۔۔۔۔۔۔

امام مسجد مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے بیان کیا کہ ایک دن مشرق مغرب جاویں گے۔۔۔۔ یہ سلسلہ جو کہ اسلام میں پہلا تبلیغی سلسلہ ہے۔ انگلستان کو ایشیا سے اور خصوصاً ہندوستان سے زیادہ قریب کر دے گا۔ انگلستان میں یہ پہلی مسجد ہے جس کو صرف مسلمانوں نے تعمیر کیا ہے مسٹر سی۔ ایچ روشر مسجد کے انجینئر نے ہمارے نامہ نگار سے بیان کیا کہ وہ ایک وقت سلطان مراکش کے انجینئر تھے اس کی عمارت اپنی

شکل میں شرقی طرز کی ہوگی یہ سلسلہ احمدیہ کی تعمیر کردہ مسجد ہوگی جنکا عقیدہ ہے کہ الہام کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔وہ مذہبی جنگوں کے خلاف ہیں اور رواداری کی تعلیم دیتے ہیں اوران کا دعویٰ ہے کہ ہمارا سلسلہ دنیا کو نبی عربی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خالص دین کی طرف واپس بلاتا ہے۔‘‘

لنڈن سے روانگی اور بمبئی میں ورود

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 24/اکتوبر 1924ء کومسجد فضل لنڈن میں پہلا جمعہ پڑھایا۔اورلنڈن سے روانگی سے پہلے حضور نے فرمایا۔’’میرے نزدیک انگلستان کی فتح کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔آسمان پراس کی فتح کی بنیاد رکھ دی گئی ہے اوراپنے وقت پراس کا اعلان زمین پر بھی ہو جائے گا۔دشمن ہنسے گااور کہے گا یہ بے ثبوت دعویٰ تو ہرایک کرسکتا ہے مگراس کو ہنسنے دو کیونکہ وہ اندھا ہے اور حقیقت کو دیکھ نہیں سکتا۔‘‘

حضور 25/اکتوبر 1924ء لندن سے روانہ ہوئے

واٹرلو اسٹیشن پر (جہاں سے حضور مع خدام گاڑی پر سوار ہوئے) بہت سے یورپین مردوں اورعورتوں کے علاوہ ہندوستانی اور افریقن لوگ بھی الوداع کرنے کے لئے موجود تھے۔نہایت محبت آمیز مصافحوں کے بعد ہرایک نے خدا حافظ کہا اور فوٹو گرافروں نے فوٹو لئے۔لنڈن سے گاڑی ساؤتھ پٹن پہنچی۔جہاں سے حضور معہ رفقاء نے رات کے بارہ بجے بحری جہاز سے رودبار انگلستان عبور کی اور 26/اکتوبر کو ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی سے سوار ہوکر پیرس پہنچے۔پیرس میں حضور کا قیام بہت مختصر تھا جو بہت کامیاب رہا۔روزانہ اخبارات کے نمائندے ملاقات کے لئے آئے۔پیرس کی سرکاری نوتعمیر مسجد میں پہلی نماز حضور نے پڑھائی۔پریس کے نمائندوں اور سینما کی کمپنیوں نے فوٹو لئے جو روزانہ اخبارات میں شائع ہوئے۔

حضور 31/اکتوبر کو پیرس سے روانہ ہوئے۔2/نومبر کی رات کو وینس (اٹلی) سے جہاز پرسوار ہوکر 18/نومبر بمبئی کے ساحل پر اترے۔جماعت احمدیہ کے قریباً دوسو نمائندوں نے جو ہندوستان کے مختلف حصوں سے تشریف لائے تھے۔حضور کا نہایت گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا اور پریس کے نمائندوں نے فوٹو لئے۔ڈاکٹر مفتی صادق صاحب نے تمام جماعت احمدیہ ہندوستان کی طرف سے حضور کی خدمت

میں سپاس نامہ پیش کیا۔ یہاں سے حضور لیاقت منزل میں پہنچے اور جناب سید محمد رضوی صاحب کے ہاں فروکش ہوئے۔ بمبئی کے تمام اخبارات کے نمائندوں نے حضور سے سفر یورپ کے حالات دریافت کرنے کے لئے ملاقات اور گفتگو کی۔

بمبئی میں بخیر و عافیت پہنچنے پر حضور نے جماعت احمدیہ کے نام برقی پیغام ارسال فرمایا کہ ”میں اپنی طرف سے اور اپنے رفقاء سفر کی طرف سے تمام احباب جماعت کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے مشن کی کامیابی کے لئے دعائیں کیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ حیرت انگیز کامیابی جو ہمیں اس سفر کے دوران میں حاصل ہوئی محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی وجہ سے تھی۔ اس نے ہر قدم پر ہماری نصرت فرمائی اور ہمارے لئے ایسے اوقات میں دروازے کھولے جب کہ ہمیں کوئی رستہ نظر نہیں آتا تھا۔ میں تمام احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ کے اس خاص فضل کو یاد رکھیں اور اپنے آپ کو ان بڑی قربانیوں کے لئے تیار کریں جو انہیں ان اثمار کے حاصل کرنے کے لئے کرنی پڑیں گی۔ جو گزشتہ چار ماہ کے کام کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی برکات نازل فرمائے۔“

بمبئی سے بٹالہ تک

حضور 20/نومبر 1924ء کو بمبئی سے بی بی اینڈ سی آئی ریلوے کے ذریعہ روانہ ہو کر اگلے دن 21/نومبر 1924ء کو آگرہ پہنچے۔ آگرہ آتے ہوئے آپ نے اِکرن کا مشہور مقام دیکھا جو مائی جمیا کا گاؤں اور جماعت احمدیہ کے معرکہ جہاد کا اہم میدان رہا ہے۔ آگرہ اسٹیشن پر آپ کا مخلصانہ استقبال کیا گیا۔ مرزا عرفان علی بیگ صاحب نے آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے۔

صوفی محمد ابراہیم صاحب بی ایس سی امیر المجاہدین آگرہ کی طرف سے اخبار الفضل 2/دسمبر 1924ء صفحہ 7 پر حسب ذیل خبر شائع ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ورود آگرہ میں

21/نومبر بوقت 8/بجے شام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مع خدام آگرہ فورٹ پر گاڑی سے

اترے جہاں سلسلہ احمدیہ کے قریباً ایک سو قائمقاموں نے جو یوپی کے مختلف مقامات سے جمع ہوئے تھے مع چند رؤسا قریباً چالیس غیر احمدی پنجابی تاجروں کے استقبال کیا۔ حضور کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔ حضور نے سب لوگوں کو مصافحہ سے مشرف کیا۔ پھر مع خدام الاحمدیہ دارالتبلیغ میں تشریف لائے۔ آتے ہی حضور نے نمازیں ادا کیں اور علاقہ میں پوری کے چند مہمانوں کی بیعت لی۔ پھر کھانا تناول فرمایا اور مجاہدین و جماعت احمدیہ آگرہ کی طرف سے مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل نے ایڈریس پیش کیا جس کے جواب میں حضور نے اپنی کامیابی کو محض فضل الٰہی سے ثابت کرتے ہوئے جماعت کو آئندہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونے کی تلقین فرمائی اور مزید قربانیوں کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا۔ اگلی صبح حضور کا مع خدام فوٹو لیا گیا اور موٹر پر تاج محل کو دیکھتے ہوئے موضع ساندھن تشریف لے گئے۔''

22رنومبر کو حضور ملکانہ تبلیغ کا بہت بڑا مرکز ساندھن دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے یہاں کل انتظام ملکانوں نے کیا تھا۔ بڑے شاندار دروازے بنائے گئے تھے جن میں سے ایک پر'' غلام احمد کی جے'' کا فقرہ لکھا ہوا تھا۔ حضور کی خدمت میں ایک ایڈریس بھی پیش کیا گیا۔ جس کا حضور نے جواب دیا۔ پھر بہت سے لوگوں نے بیعت کی۔ ساندھن سے روانہ ہو کر حضور اچھنیرہ اسٹیشن سے سوار ہوئے اور اسی رات دہلی پہنچے۔ دہلی اسٹیشن پر بہت بڑا مجمع تھا۔ یہاں تک چلنا مشکل ہو گیا۔ دہلی اور شملہ کی جماعتوں نے ایڈریس پیش کیا۔ جس کا حضور نے جواب دیا اور 23رنومبر کی صبح کو دہلی سے روانہ ہو کر انبالہ پہنچے اور انبالہ سے بٹالہ روانہ ہوئے۔

تمام درمیانی اسٹیشنوں پر جہاں گاڑی کھڑی ہوئی۔ مختلف مقامات کی جماعتوں نے آ کر شرف ملاقات حاصل کیا۔ انبالہ کے اسٹیشن پر جماعت انبالہ کی طرف سے دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔ راجپورہ کے اسٹیشن پر ریاست پٹیالہ، سرہند، نابھہ اور بسی وغیرہ کی جماعتیں موجود تھیں۔ چاوا اور دوراہا کے اسٹیشنوں پر غوث گڑھ کی جماعت موجود تھی چاوا پر گاڑی اسٹیشن سے آگے نکل آئی تھی مگر اسٹیشن پر جماعت دکھائی دی۔ اس لئے گاڑی رکوائی گئی اور حضور نے کچھ دور پیدل چل کر اپنے خدام کو شرف مصافحہ بخشا۔

لدھیانہ اسٹیشن پر قابل دید منظر تھا۔ تمام جماعتیں جو ضلع لدھیانہ اور فیروز پور اور مالیر کوٹلہ سے آئی

ہوئی تھیں۔ایک خاص ترتیب سے صف بستہ کھڑی تھیں۔شیخ محمد شفیع صاحب سیکرٹری جماعت لدھیانہ نے ایڈریس پڑھا۔جس کا حضور نے جواب دیا۔لدھیانہ کے بعد گاڑی جالندھر چھاؤنی پر ٹھہری۔جہاں ضلع جالندھر، ہوشیار پور اور کپورتھلہ کی جماعت کے نمائندے کثیر تعداد میں موجود تھے۔حضرت منشی حبیب الرحمن صاحب رئیس حاجی پورہ نے ایڈریس پڑھا پھر گاڑی جالندھر اور بیاس اسٹیشنوں پر مختصر قیام کرتی ہوئی امرتسر پہنچی جہاں پلیٹ فارم پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔جماعت احمدیہ کا مبارکباد اور خیر مقدم کا بلند جھنڈا لہرا رہا تھا۔قریشی محمد حسین صاحب (موجد مفرح عنبری) قائم مقام امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایڈریس پڑھا اور حضور نے اس کا جواب دیا۔جماعت امرتسر کی طرف سے کھانا پیش کیا گیا گاڑی 11 بجے بٹالہ پہنچی۔جماعت قادیان کی طرف سے حضور کے استقبال وقیام کے انتظام کے لئے احباب موجود تھے۔حضور نے رات بٹالہ میں قیام فرمایا اور 24 /نومبر 1924ء کو بروز ''دوشنبہ مبارک دوشنبہ'' بٹالہ سے بذریعہ موٹر قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔

قادیان میں ورود مسعود اور آپ کا نہایت شاندار پُر جوش اور پُر اخلاص استقبال

ادھر حضور روانہ ہوئے اور ادھر قادیان کے سب چھوٹے بڑے اس مقام کی طرف جانے شروع ہو گئے جو استقبالیہ کمیٹی نے قادیان اور بٹالہ کی سڑکوں کے مقام اتصال پر کنوئیں کے پاس کیا تھا۔یہ جگہ شامیانے لگا کر قطعات اور رنگ برنگ جھنڈیوں سے سجا کر نہایت خوبصورت بنائی گئی تھی۔بیٹھنے کے لئے بینچ رکھے گئے تھے اور سڑک پر بہت خوبصورت دروازہ بنایا گیا۔جس پر اھلاً وسھلاً ومرحباً کے علاوہ دوسرے قطعات بھی آویزاں تھے۔حضور کی تشریف آوری سے قبل بہت بڑا مجمع ہو گیا جس میں قادیان اور بیرونی جماعت کے احمدیوں کے علاوہ قادیان کے غیر احمدیہ آریہ اور سکھ اصحاب بھی تھے۔منتظمین نے نہایت عمدگی سے تمام اصحاب ایک ترتیب کے ساتھ سڑک سے لے کر شامیانے تک کھڑے کر دیئے سب سے آگے حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اور خاندان مسیح موعودؑ کے افراد کھڑے تھے۔اس وقت ہر فرد ہمہ تن چشم انتظار بن کر سڑک کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے تھا کہ دور سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی موٹر نظر آئی اور سب کے چہرے خوشی اور مسرت سے کھل گئے۔ہر ایک کا جی چاہتا تھا کہ اڑ کر

سب سے پہلے اپنے محبوب آقا کے پاس پہنچے اور زیارت کرے۔لیکن انتظام کی پابندی کی وجہ سے مجبور تھے۔حضور بھی اپنے خدام کے وفور شوق کو جانتے تھے۔اس لئے حضور نے بھی انتظام کی پابندی کرانے کے لئے کہلا بھیجا کہ ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ کھڑا رہے۔اپنی جگہ چھوڑ دینے والے سے مصافحہ نہیں کیا جائے گا۔

یہ ارشاد پہنچ جانے کے بعد حضور کی موٹر آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔موٹر پر سبز جھنڈا لہرا رہا تھا جو چودھری علی محمد صاحب پکڑے ہوئے تھے۔جب حضور دروازہ کے پاس پہنچے تو پہلے حضرت مولوی شیر علی صاحب نے پھر حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے مصافحہ ومعانقہ کیا اس کے بعد حضور نے بہت دیر تک باری باری تمام مجمع سے مصافحہ کیا جب سب لوگ مصافحہ کر چکے تو حضور نے آگے بڑھ کر حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب کو گلے لگا لیا اور دیر تک معانقہ فرمایا۔اس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔آپ کے بعد حضور نے حجتہ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب اور حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب سے معانقہ فرمایا اور پھر تمام مجمع کے ساتھ دعا فرمائی اور اپنے رفقاء سمیت قادیان کی طرف پیدل ہی چل دیئے۔اس وقت ایک عظیم الشان ہجوم ساتھ تھا۔

حضور قصبہ میں داخل ہونے سے پہلے باغ میں پہنچے۔اس وقت پھولوں کے بہت سے ہار حضور کے گلے میں تھے۔حضور نے اس موقعہ پر فرمایا اگر یہ جائز ہوتا۔تو میں سارے پھول حضرت مسیح موعودؑ کے مزار مبارک پر چڑھا دیتا کیونکہ یہ فتوحات کا نشان آپ ہی کے طفیل اور آپ ہی کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔اس کے بعد حضور نے مقبرہ بہشتی کے پاس پہنچ کر مٹی کے لوٹے سے پانی پیا۔پھر وضو کیا اور مزار مسیح موعودؑ پر اکیلے دعا کرنے کو تشریف لے گئے تھوڑی دیر کے بعد حضور نے اپنے رفقاء سفر بھی پاس بلائے۔پھر سب نے مل کر دعا کی۔دعا کرنے کے بعد حضور نے اپنے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی قبر پر کھڑے ہو کر (جو آپ کے اس سفر کے دوران انتقال فرما گئے تھے) نماز جنازہ پڑھی۔

آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔

حضور میاں محمد اسمٰعیل صاحب و میاں محمد عبداللہ صاحب جلد ساز ان کے مکان سے متصل راستے میں سے گزرتے ہوئے مہمان خانہ کے قریب پہنچے۔ جہاں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے خیر مقدم کیا۔ یہاں نواب محمد عبداللہ خان صاحب کے فرزند میاں عباس احمد صاحب اونچے چبوترے پر بٹھائے گئے تھے۔ جن کی طرف سے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے ایک نان حضور کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے پیش کیا کہ ”یہ تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔“ حضور نے نان لیا اور اپنے رفقاء میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد جلوس پھر بلند آواز سے حمد کا یہ ترانہ پڑھتا ہوا آگے بڑھا۔ مدرسہ احمدیہ کی طرف سے سکول کے دروازوں کے قریب خیر مقدم اور خوش آمدید کے رنگین اور سنہری قطعے آویزاں تھے۔

احمدیہ چوک میں پہنچ کر حضور نے سارے مجمع سمیت واپسی کی دُعا پڑھی۔ اس وقت کا نظارہ نہایت ہی رقت آمیز اور مؤثر تھا خود حضور کی آواز میں رقت اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے اور حاضرین بھی فرط مسرت سے رو رہے تھے اور بعض کی چیخیں بھی نکل گئیں۔ اس رقت انگیز حالت میں حضور نے ڈبڈبائی آنکھوں اور دردناک لہجہ میں فرمایا۔

”دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ دعا کیسی لطیف ہے جس کا نظارہ ہم آج دیکھ رہے ہیں۔ یہی جگہ یہی مقام اور یہی گھر ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ نے جب دعویٰ کیا تو آپ اکیلے اور تنہا تھے۔ کوئی ساتھی اور مددگار نہ تھا۔ اس وقت چاروں طرف سے آوازیں آئیں کہ نعوذ باللہ یہ فریبی ہے یہ جھوٹا ہے۔ دغا باز ہے اور دشمن کہتے کہ ہم اسے کیڑے کی طرح مسل دیں گے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق آپ کی تائید اور نصرت کی اور آج اسی کمند میں جکڑے ہوئے ہم اس قدر لوگ یہاں جمع ہیں آپ ہی کے طفیل ہمیں خدا تعالیٰ نے ہر میدان میں فتح دی۔ اسی کے ذریعہ اور اسی کے وعدوں کے مطابق خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ عزتیں دیں جو در حقیقت اس کے لئے آئیں اور خدا تعالیٰ نے ہمیں ان انعامات کا وارث بنایا جن کا وعدہ آپ سے کیا گیا اور اگر حقیقت اور سچائی کو مدنظر رکھا جائے تو سچ ہے کہ ساری بڑائیاں حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے لئے ہیں۔“

یہ الفاظ فرمانے کے بعد حضور اس دروازہ میں سے گزر کر جو مسجد مبارک کے نیچے نہایت خوبصورتی کے ساتھ بنایا اور بیل بوٹوں سے سجایا گیا تھا۔ مسقّف گلی میں سے ہو کر سیڑھیوں سے مسجد مبارک میں تشریف لے گئے اور مسجد کے اس حصہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسجد تھی۔ حضور نے باجماعت دو رکعت نفل اپنے رفقاء سمیت ادا فرمائے۔ نماز کے بعد حضور مجمع کو السلام علیکم کہہ کر اپنے گھر دارالمسیح میں تشریف لے گئے۔

اس طرح حضور کا یہ مبارک اور تاریخی سفر جو قریباً چار ماہ پہلے 12/ جولائی 1924ء کو شروع ہوا تھا 24/ نومبر 1924ء کو بخیر وخوبی ختم ہوا اور آپ یورپ کے لمبے اور طویل سفر سے کامیاب وکامران فتح مندی وکامرانی کا جھنڈا لہراتے ہوئے قادیان کی مقدس سرزمین میں رونق افروز ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے اپنے رفقاء سفر اور ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر کا شکریہ اور تحریک دعا:۔

اسی روز حضرت مولانا شیر علی صاحب نے اہل قادیان کی طرف سے نماز عصر کے بعد مسجد اقصیٰ میں سپاسنامہ پیش کیا۔ جس کے جواب میں حضور نے سفر میں خدا تعالیٰ کی بےنظیر تائیدات پر روشنی ڈالی اور آخر میں اپنے رفقاء سفر اور حضرت ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

’’آخر میں مضمون ختم کرنے سے پہلے میں اس سفر کے ساتھیوں کے متعلق بھی اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ان سے ہو سکا انہوں نے کام کیا۔ انسانوں سے غلطیاں ہوتی ہیں اور ان سے بھی ہوئی ہیں۔ میں ان پر بعض اوقات ناراض بھی ہوا ہوں مگر میری ناراضگی کی مثال ماں باپ کی ناراضگی سی ہے جو ان کی اصلاح اور اس سے بھی زیادہ پُر جوش بنانے کے لئے ہوتی ہے۔ مگر انہوں نے اچھے کام کئے اور بڑے اخلاص کا نمونہ دکھایا ہے اور میرے نزدیک وہ جماعت کے شکریہ کے مستحق ہیں خصوصاً اس لئے کہ میرے جیسے انسان کے ساتھ انہیں کام کرنا پڑا۔ جب کام کا زور ہو تو میں چاہتا ہوں کہ انسان مشین کی طرح کام کرے نہ اپنے آرام کا اسے خیال آئے نہ وقت بے وقت دیکھے۔ جب اس طرح کام لیا جائے تو بعض اوقات اچھے سے اچھے کام کرنے والے کے ہاتھ پاؤں بھی پھول جاتے ہیں۔ مگر انہوں نے اخلاص سے

کام کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حق رکھتے ہیں کہ ان کے لئے خصوصیت سے دعائیں کی جائیں پھر میں سمجھتا ہوں ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر خصوصیت سے جماعت کی دعاؤں اور شکریہ کے مستحق ہیں واقفیت کی وجہ سے انہوں نے اس سفر میں بہت کام کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان کی وجہ سے بھی سلسلہ کے کاموں میں بہت کچھ مدد ملی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ برادرانہ حسن سلوک کے خلاف ہوگا اگر میں اس پہلے موقعہ پر جو مجھے اظہار خیالات کا اس سفر کے بعد ملا ہے ان کی خدمات کا اظہار نہ کروں۔‘‘

حضرت مصلح موعود کا ایک اہم مکتوب:۔

حضرت مصلح موعود نے 18/اکتوبر 1924ء کو خان بہادر آصف زمان صاحب آف پیلی بھیت کے نام حسب ذیل مکتوب سپرد قلم فرمایا۔

مکرمی شیخ صاحب

السلام وعلیکم

آپ کا خط مورخہ گیارہ ستمبر ملا۔سفر کے حالات پر ہندوستان کے اخبار ہی حواس باختہ نہیں،خود ہمارے لوگ جو اس ملک کے حالات سے واقفیت رکھے ہیں حیران ہیں۔پرانے رہنے والے اقرار کرتے ہیں کہ جس قدر ملک میں ہماری آمد پر شور ہوا ہے کسی بادشاہ کے آنے پر بھی پریس نے اس قدر نوٹس نہیں لیا۔یہاں کا پریس اپنے آپ کو سب سے اوپر خیال کرتا ہے اور پھر اس قدر بدلنے والا ہے کہ ایک دن لکھ کر دوسرے دن لکھنا اپنی ہتک خیال کرتا ہے مگر ہمارے متعلق کوئی ساٹھ ستر اخبارات نے نوٹس لیا ہے اور بعض نے چھ چھ سات سات دفع لکھا ہے۔لیکچر اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب رہا۔آخری دن برکت دینے کی درخواست بھی مجھی سے کی گئی۔لوگ کثرت سے سلسلہ کے حالات سے واقفیت کی طرف متوجہ ہیں۔آج ہی ایک شخص انگلستان کے ایک اور علاقے سے ملنے آیا ہوا تھا ایک مشہور سوسائٹی کا سیکرٹری ہے صرف ملنے کے لئے آیا تھا۔اس سوسائٹی کی مختلف ممالک میں شاخیں ہیں اور کئی ممبر پارلیمنٹ اس میں شامل ہیں جنگ کے خلاف سوسائٹی ہی لڑکے کی پیدائش مبارک ہو۔خدا تعالیٰ اسے خاندان کے لئے بھی بابرکت کرے اور خود اسے بھی صاحب فضل بنائے نام حمید زمان رکھیں اور اگر یہ نام پہلے کسی لڑکے یا اور

رشتہ دار کا ہوتو ناصر زمان میری صحت بالکل خراب ہوگئی ہے آنکھیں بہت کمزور ہوگئی ہیں بظاہر پچھلے چھ ماہ سے متواتر کام نے ناقابل تلافی نقصان پہنچا دیا ہے۔ڈاکٹر لمبے اور فوری آرام کا مشورہ دیتے ہیں مگر سردست یہ میسر ہوتا نظر نہیں آتا۔**وعلی اللہ التوکل**

خاکسار

مرزا محمود احمد

18 ؍اکتوبر 1924ء

ویمبلے کانفرنس لندن کی رپورٹ:۔

’’ویمبلے کانفرنس لندن‘‘ کی مفصل رپورٹ جس میں دوسرے مضامین کے علاوہ حضور کا مضمون بھی شامل تھا 1925ء میں شائع ہوئی جس کے دیباچہ میں صدر انتظامیہ کانفرنس مذاہب لنڈن ڈینی سن راس (Denison Ross) نے لکھا۔

’’جیسا کہ ہمیں پہلے ہی علم تھا کہ لنڈن میں ان تمام مدعووین کی حاضری ممکن نہیں تھی جنہیں ہم نے کانفرنس میں مضمون پڑھنے کے لئے دعوت دے رکھی تھی لیکن بیرون سے اس کا جواب حوصلہ افزاء تھا۔چنانچہ ہم خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ کے خاص طور پر ممنون ہیں کہ آپ نے اپنے ارادہ سے فوراً آگاہ فرما دیا کہ آپ اپنے چند رفقاء سمیت خاص طور پر کانفرنس میں شمولیت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔آپ کی اس قابل ذکر مستعدی کی اخبارات میں کافی اشاعت ہوئی اور آپ کا یہ کار عظیم ہماری کانفرنس کے خاص دلچسپی کے پیدا کرنے کا موجب ہوا۔

کانفرنس کے دوران بہت سی استقبالیہ دعوتیں منعقد ہوئیں۔ایک تو لیڈی بلام فلیڈ (Blom field) کی طرف سے (Claridgen) ہوٹل میں وقوع پذیر ہوئی اور دوسری رٹز (Ritz) ہوٹل میں مکرم اے۔آر۔درد کی طرف سے تا کہ احمدیہ جماعت کے امام سے ملاقات اور تعارف ہو سکے۔جو گروپ فوٹو وہاں لئے گئے وہ اپنے اندران اجتماعات کے وسیع المشرب اور صلح کل ہونے پر واقعاتی شہادت ہیں۔

کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں مضمون پڑھنے والوں میں سے خاص تعداد کو پلیٹ فارم پر بلایا گیا۔ چند مختصر لیکچر دیئے گئے۔ جن میں کانفرنس کی کامیابی پر اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ ان میں سے ہزہولی نس خلیفۃ المسیح کا نہایت شاندار لیکچر اردو زبان میں تھا۔

قرآن مجید کی آیات کی تلاوت بھی کی گئی جو کہ ووکنگ مسجد کے مفتی اور ہمارے مہمان صوفی روشن علی صاحب آف رنمل نے کی۔ (ترجمہ انگریزی)

(''ریویو آف ریلیجنز'' آف دی ایمپائر صفحہ 5۔6)

سیکرٹری ویمبلے کانفرنس کے نام مکتوب

(حضرت امتہ الحی صاحبہؓ کی وفات پر ویمبلے کانفرنس کی سیکرٹری مس شارپلز (M.M Sharples) نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تعزیت نامہ لکھا جس کے جواب میں حضور نے وسط 1925ء میں ایک اہم مکتوب لکھا۔ جس کا وہ حصہ جو حضور کی مقدس زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ درج ذیل کیا جاتا ہے)

''مکرمہ! مجھے افسوس ہے کہ بوجہ ماہ رمضان کے آجانے کے میں آپ کے خط کا جلد جواب نہ دے سکا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا اور میرے ساتھیوں کا دل اس محبت اور ہمدردی کے شکریہ سے لبریز ہے جس سے آپ پارٹی سے پیش آئیں اور ہم اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ میں اس ہمدردی کا بھی شکرگزار ہوں جس کا اظہار آپ نے میری پیاری بیوی کی وفات کے متعلق کیا ہے۔ میری مرحومہ بیوی ایسا علمی مذاق رکھتی تھیں اور میری تسلی کا ایسا موجب تھیں کہ ان کی وفات میرے لئے نہایت تکلیف کا موجب تھی اور اس وجہ سے میں آپ کی ہمدردی کا اور بھی زیادہ ممنون ہوں۔ گو مجھے اللہ تعالیٰ نے میرے ولایت کے سفر سے پہلے ہی اس واقعہ کی اطلاع دے دی تھی اور میں نے شائع بھی کر دیا تھا کہ میرے اہل کے متعلق ایک سخت حادثہ پیش آنے والا ہے مگر میرے قومی فرائض مجھے مجبور کرتے تھے کہ میں اپنے ذاتی احساسات کو سلسلہ کے مفاد پر قربان کر دوں۔ لیکن باوجود اس کے کہ اس حادثہ کے متعلق ایک حد تک پہلے سے علم تھا پھر بھی یہ واقعہ میرے سفر سے واپسی کے اس قدر قریب ہوا کہ قدرتاً اس کی تکلیف زیادہ محسوس ہوئی لیکن میں اللہ

تعالیٰ کی قضا پر خوش ہوں اور کوئی تکلیف مجھے اس کے دین کی خدمت سے غافل نہیں کرسکتی۔ (انشاء اللہ) ایک دن بھی ایسا نہیں گزرتا کہ میں مرحومہ کو یاد نہ کرتا ہوں اور اس کے لئے دعا نہ کرتا ہوں۔ لیکن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیکھتا ہوں کہ میرا دل خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے پہلے سے بھی زیادہ تیار ہے۔ میں مرحومہ کو بھولنا پسند نہیں کرتا گویا درفتگان ہمیشہ غمگین رہنے والی ہوتی ہے کیونکہ میرے نزدیک ایک وفادار بیوی سے ادنیٰ وفاداری ہم یہ کر سکتے ہیں کہ باوجود تکلیف کے ہم اس کی یاد کو تازہ رکھیں تا اس کے لئے دعا کرتے رہیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 422 تا 469)

الحکم کے مدیر شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی حضور کے ہم سفر احباب کا تعارف کرتے ہوئے الحکم میں چوہدری صاحب کے بارے میں رقمطراز ہیں

چوہدری صاحب نے سلسلہ احمدیہ میں جنم لیا اور سلسلہ میں پرورش پائی اور مدرسہ تعلیم اسلام کا آپ پہلا پھل ہیں۔ ایم اے پاس کرنے کے بعد وہ سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ ایسے وقت میں ان کے سامنے ترقیوں کا ایک وسیع میدان تھا اور وہ ترقی کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے خدمت سلسلہ کی درویشی قبول کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے عہد میں وہ لنڈن خواجہ صاحب کی مدد کے لئے بھیجے گئے۔ ان کے بھیجنے میں حضرت خلیفہ ثانی کی ہمت اور حوصلہ کا دخل تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے بعد خواجہ صاحب نے ان سے مخالفت شروع کی اور نہایت بے رحمی کے ساتھ اس قدر دور دراز فاصلہ پر محض اختلاف رائے کی وجہ سے الگ کر دیا اور بے سروسامانی میں چھوڑ دیا۔ حضرت خلیفہ ثانی نے ان ابتلاؤں کے ایام میں ان کے ذریعے لنڈن مشن کی بنیاد رکھ دی۔ وہی لنڈن مشن ہے کہ اس کی مضبوطی اور توسیع و تنظیم کے اغراض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو وہاں جانے کے محرک ہو رہے ہیں۔

چوہدری صاحب نے فتنہ ارتداد میں جس قابلیت سے کام کیا وہ تازہ ترین امر ہے۔ اور اب وہ دعوت تبلیغ کے ناظر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ (اخبار الحکم 7 /جولائی 1924ء صفحہ 3)

تاریخی واقعات بابت مسجد فضل لنڈن

چوہدری صاحب لنڈن مشن کے بارے میں تفصیلات بتاتے ہیں۔

احمدیہ مشن لنڈن کی ابتداء یکم مئی 1914ء کو ہوئی جب میں خواجہ کمال الدین صاحب سے رخصت ہو کر لنڈن آیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت کے تحت علیحدہ کام شروع کر دیا۔ 5رفروری 1916ء کو میں قاضی عبداللہ صاحب کو مشن کا چارج دے کر ہندوستان کو روانہ ہوا۔ ان تقریباً دو سالوں میں ہمارے مشن کے لئے کوئی مخصوص جگہ نہیں تھی۔ مکان نہ اپنا تھا اور نہ ہی کرایہ پر لیا تھا۔ بلکہ بعض واقف انگریزوں کے مکانوں پر بطور مہمان کے رہتے تھے ایسی حالت میں کام میں جو نقص واقع ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اس لئے مکرم قاضی صاحب نے میرے آنے کے بعد تقریباً ایک سال بعد 4 اسٹار سٹریٹ کا مکان رہن لے لیا اور جب تک مسجد والے مکان میں ہم نے تبدیلی مکان نہ کی مشن اسی مکان میں رہا۔ ایک اسلامی مشن کے لئے مسجد کی ضرورت سے 4 اسٹار سٹریٹ والا مکان ہمارے پاس صرف گروی تھا۔ اور ایک گرجا کی جائیداد تھی اس لئے حضرت صاحب کی طرف سے مجھے ابتداًء 1920ء میں یہی حکم ملا کہ کوئی ایسا مکان خریدا جائے جو ہمارے مشن کے لئے ہو اور دوسرے ان کی اس قدر زمین ہو جہاں مسجد مع ایک مختصر مہمان خانہ اور چمن کے بنائی جاسکے۔ حکم پہنچتے ہی میں نے فوراً اس کام کے لئے جدوجہد شروع کر دی اور اس کام میں میرے آٹھ مہینے خرچ ہو گئے اور اگست 1920ء میں 11 میلر وز روڈ ساؤتھ فیلڈ کا قطع زمین مع مکان کے 2325 پونڈ پر خرید لیا۔ غالباً دوستوں کو حیرت ہوگی کہ مسجد کے لئے زمین خریدنے پر اس قدر وقت کیوں خرچ کیا گیا۔ پہلے اس کے کہ میں اس کی وجوہات بیان کروں میں اتنا عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ آٹھ دس ماہ میں برابر کام کرتا رہا۔ اور جہاں تک میری سمجھ اور طاقت تھی مشن کے کام سے فرصت ملتی تھی برابر اس کے لئے سفر کرتا اور لوگوں سے ملاقات کرتا رہا یہ عرصہ کسی سستی کی وجہ سے نہیں بلکہ میرے اپنے اور لنڈن شہر کے غیر معمولی حالات کی وجہ سے لگا۔ دو اہم سوال میرے سامنے تھے۔ کہ محدود رقم جو جماعت احمدیہ جمع کر سکتی ہے۔ اس کے اندر اندر کسی موزوں موقع پر ایک ایسا مکان خریدا جائے جس کے ساتھ اس قدر زمین بھی ملحق ہو جس میں مسجد اور مہمان خانہ بن سکے۔ اور یہ لنڈن جیسے وسیع شہر میں نہایت مشکل کام ہے اور جس قدر بھی انسان اس شہر کا واقف ہوگا اسی قدر اس کی مشکلات بلحاظ موقع کے حسن و قبح کے بڑھتے جائیں گے اسی خیال سے میں لنڈن کے مختلف جہات کا سفر کرتا رہا۔ واقف

لوگوں سے متواتر مشورے ہوتے رہے اور لنڈن میں شاید ہی کوئی جائیدادوں کا ایجنٹ ایسا ہوگا جس سے میں نے ملاقات یا خط وکتابت اس امر کے لئے نہ کی ہو۔

دوسری وجہ حضرت صاحب کے مشورہ کے متعلق تھی ہر ڈاک میں حضرت صاحب سے مشورہ لیا جاتا تھا۔اور ہر ہفتہ کی کاروائی متعلق مکان حضرت صاحب کی خدمت میں رپورٹ کی جاتی تھی۔اس کے متعلق حضرت صاحب کی خدمت میں طویل رپورٹیں مع متعدد نقشہ جات شہر لنڈن روانہ کرنا پڑتے کیوں کہ حضرت صاحب جماعت کے دوسرے دوستوں سے بھی مشورہ کرتے تھے۔جو کبھی لنڈن میں تشریف نہیں لے گئے تھے اور جب تک لنڈن شہر کی حالت من وعن ان کے ذہن نشین نہ کر دی جائے وہ کسی قسم کا مشورہ نہیں دے سکتے تھے۔لنڈن کی وسعت اور گراں فروشی کے علاوہ بعض قانونی اور رسمی باتیں تھیں کہ ان سے نپٹنا ضروری تھا۔قانونی مشکل یہ ہے کہ لنڈن کے اکثر حصے ایسے ہیں جن کی معیاد بیع 99 سال ہے۔ملک کے رواج کے مطابق یہ قانون ہے کہ ایک شخص اپنی جائیداد کو بیع کر دیتا ہے اور 99 سال کے بعد اس کے ورثاء دعویٰ کر کے واپس لے لیتے ہیں۔اور یہ جائیداد پھر دوبارہ خریدنی پڑتی ہے۔یہ بات مسجد کے تقدس اور عظمت کے خلاف تھی کہ ہم کوئی ایسی جگہ خرید کر مسجد بنائیں جس کی حیثیت گروی سے بڑھ کر نہ ہو۔دوسری مشکل لنڈن کی میونسپلٹی کے اختیارات کی تھی۔ہوسکتا ہے کہ ایک شخص زمین خریدے لیکن بعد میں اسی کو اس کے ہمسایوں یا بلدیہ کی طرف سے اجازت نہ ملے یا ایسی شرائط اور قیود کے ساتھ کہ مسجد نہ بنائی جاسکے اور تمام خرچ ومحنت اکارت جائے یا پرانا اور بوسیدہ مکان خرید لیا جائے۔جو بعد بالکل ناقابل استعمال ثابت ہو مسجد کے لحاظ سے صرف اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ جگہ کافی ہو۔بلکہ اس بات کی ضرورت تھی کہ زمین ایسی ہو جس میں مسجد قبلہ رخ بن سکے اور مسجد کے لئے علاوہ مبلغ کے رہائشی مکان کے ایک دوسرا دروازہ بھی ہوتا کہ تمام وہ لوگ جو مسجد میں داخل ہونا چاہیں ان کو مشنری کے مکان کے اندر سے ہو کر نہ جانا پڑے بلکہ مسجد کے لئے اپنا ایک علیحدہ دروازہ ہو جس سے وہ بلا تکلف آجاسکیں۔ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ''ملکیت آزاد'' یعنی قطعی اور ابدی بیع کا مکان خریدا گیا جس میں کہ ہم آزاد جس قسم کا مکان چاہیں بنائیں۔بشرطیکہ وہ عام منظر کو بدنما نہ کرے اور نہ وہ اردگرد کے مکانات سے کم

حیثیت کا ہو زمین ایک ایکڑ کے قریب ہے مکان جو چار منزلی ہے اس میں مندرجہ ذیل کمرے ہیں باورچی خانہ ایک عدد نوکر کا کمرہ ایک عدد' دو سٹور رومز پہلا فرش چار کمرے جس میں دو کمرے بطور دفتر کے استعمال ہوئے ہیں۔ایک کمرہ بطور مسجد کے اور دو کمرے بطور دفتر کے استعمال ہوتے ہیں۔اور چوتھا کمرہ کھانا اور ملاقاتوں کا کام دیتا ہے 6 کمرے سونے کے لئے استعمال ہوتے ہیں ایک غسل خانہ اور تین بیت الخلاء ہیں۔مکان نیا ہے اور حضرت صاحب کے لنڈن تشریف لے جانے پر دوبارہ Test کرایا گیا۔تو انجینئروں کی رائے تھی کہ 80 سال تک اچھی طرح کام دے سکتا ہے۔انگلستان میں بالکل نئے مکان کی عمر عام طور ایک سو سال تک اندازہ کی جاتی ہے۔اس کے محل وقوع پر اعتراضات ہیں اور اس میں سب سے وزنی اعتراض یہ ہے کہ مرکز شہر سے فاصلہ پر لیکن لنڈن کے لحاظ سے یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ لنڈن شہر کے لئے کوئی ایک مرکز نہیں ہے پٹنی کا مرکز مسجد کے قریب ہے اور شہر کی آبادی 1/4 میل سے شروع ہو جاتی ہے۔دوسری عرض یہ ہے کہ ہم نے اپنی طاقت کو بھی دیکھنا ہے میں نے دو دیگر مکانات جو شہر کے قریب تر تھے۔تجویز کیے تھے۔لیکن ان کی خریداری ہماری طاقت سے باہر تھی اس لئے قادیان سے وہ مسترد کے دیئے گئے ان میں سے ایک مکان جو مجھے بہت پسند تھا اس لئے کہ وہ لنڈن کے نہایت اعلیٰ طبقہ میں لنڈن کی سب سے اونچی پہاری کی چوٹی پر تھا اور اگر چھوٹی سی عمارت وہاں بنا دی جاتی تو اس کا منارہ سینٹ پال کے گرجا سے اونچا ہوتا یہ اس لئے نہیں خریدا گیا کہ اس کی قیمت سات ہزار پونڈ تھی۔اگر یہ مکان خرید لیا جاتا تو ہمارا سارا چندہ مکان اور زمین پر خرچ ہو جاتا۔اور مسجد بنانے کے لئے رقم باقی نہ بچتی۔

یکم جنوری 1921ء کو مشن نمبر 4 اسٹار سٹریٹ سے تبدیل ہو کر نئے مکان میں آ گیا۔اور فروری 1921ء میں اس کی رسم افتتاح بطور احمدیہ دار التبلیغ منائی گئی۔اس کی اطلاع تمام اطراف میں پہنچ گئی تھی۔اور احمدیہ مشن لنڈن میں ایک نیا باب کھولا گیا۔اور مکان کے گیٹ پر ''احمدیہ مسجد'' کا بورڈ آویزاں کیا گیا۔چونکہ یہ مکان وسیع تھا۔اس لئے اس کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مشن' مسجد' مہمان خانہ اور لائبریری اور انجمن کا تمام کام اس سے اب تک لیتے رہے۔اور تعمیر مسجد کی تجویز انگلستان میں صلح کے اعلان پر شائد اس لئے ہوا کہ اس مسجد کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی احمد کے خلیفہ ثانی کے مبارک

ہاتھوں سے رکھی جائے۔تا کہ خطۂ یورپ بھی اس نور و برکت سے بہرہ ور ہو جس سے اس کی بڑی بہن ایشیاء بہرہ ور ہو چکی تھی۔ چنانچہ فوری اور غیر معمولی حالات کے پیدا ہونے پر فضل عمر بشیر الدین محمود احمد نے اپنے مثیل کی طرف سے مغرب کا سفر کیا اور علاوہ دیگر دینی خدمات اور فتوحات کے اکتوبر 1924ء میں اس المسجد کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا۔ (الفضل 12 راکتوبر 1926ء صفحہ 6'5)

مادیت کے گڑھ (لنڈن) میں پہلی مسجد

حضرت اولوالعزم فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی کا سنگ بنیاد رکھنا۔

19 راکتوبر 1924ء کا دن دنیا کی تاریخ میں عام طور پر لنڈن اور احمدیت کی تاریخ میں خصوصیت سے ایک یادگار دن ہوگا۔کیونکہ اس روز حضرت اولوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمد فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی نے دنیا کے مادی مرکز (لنڈن) میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔اس مسجد کی تحریک 1920ء میں کی گئی تھی۔اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تحریک پر جماعت احمدیہ نے ایک لاکھ روپیہ جمع کیا۔اور لنڈن کے ایک حصہ پٹنی میں مکان مع وسیع قطعہ زمین کے خرید لیا گیا۔اسی زمین اور مکان کی خرید کا فخر مکرم چوہدری صاحب کے حصہ میں آیا اور یہ ایک مبارک فال تھا۔ جو فتح محمد کے نام سے لیا جاتا تھا۔

(الفضل 21 رنومبر 1924ء صفحہ 1)

مسجد فضل لنڈن میں پہلا جمعہ

مسجد فضل میں پہلا جمعہ 19 راکتوبر 1924ء کو جس مسجد کی بنیاد رکھی گئی تھی۔24 راکتوبر 1924ء کو اسی جگہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پڑھایا۔اس مسجد مبارک میں پہلا جمعہ پڑھنے والوں کے جو نام مجھے یاد رہ سکے ہیں وہ یہ ہیں۔

میاں شریف احمد صاحب، حافظ روشن علی صاحب، شیخ مصری صاحب، خانصاحب ذوالفقار علی خانصاحب، چوہدری فتح محمد صاحب سیال' عبدالرحیم صاحب نیرؔ' مولانا دردصاحب، بھائی جی عبدالرحمن قادیانی صاحب' برادر ظفر حق صاحب' ڈاکٹر محمد تقی الدین صاحب' ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب' تین مسلمان عورتیں تھیں' اور انگریز ایک ترکی ہمشیرہ (احمدی شاعرہ) اور اس کی بیٹی' مولوی محمد دین صاحب اور خاکسار

محمد یعقوب عرفانی۔ (الحکم 28/نومبر 1924ء صفحہ 4)

لنڈن میں قیام کے دوران کے واقعات

اس تعارف کے بعد وہ چیدہ چیدہ حالات درج کئے جاتے ہیں جو چوہدری صاحب سے متعلق ہیں۔

متھرا جنکشن

متھرا جنکشن ابھی آیا نہ تھا کہ آپ (حضور) نے چوہدری فتح محمد صاحب سے ملکانہ علاقہ کے متعلق دریافت کیا اور کہا کہ مجھے دیہات دکھاتے چلو آپ کو ملکانہ قوم کی فکر اس سفر میں بھی تھی۔ مگر جو سکھ سردار تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان سے سلسلہ گفتگو شروع ہو گیا اس ثنا میں متھرا جنکشن آ گیا۔ اور حضور ملکانہ دیہات کی طرف توجہ نہ فرما سکے۔

گاڑی پہنچتے ہی حضور کا مع خدام کے جو اس موقع پر حاضر تھے ریلوے پلیٹ فارم پر فوٹو لیا گیا۔ بعد از مختلف احباب نے حضور سے ملاقات کی اور گاڑی چلنے تک سخت ہجوم اور ازدھام رہا۔ بعض متھرا اور قائم گنج کے احباب گاڑی کے چلنے پر وہاں ٹھہر گئے۔ لیکن احباب جماعت احمدیہ آگرہ اور مجاہدین ”میدان ارتداد“ کو حضور کی معیت کا آگرہ تک فخر حاصل ہوا۔ متھرا اور آگرہ کے درمیان جو مواضعات ملکانوں کے راستے میں پڑتے ہیں وہ مکرم چوہدری صاحب نے حضور کو گاڑی سے دکھائے اور حضور نے فرخ آباد کے اسٹیشن پر گاڑی گذرتے وقت فرمایا وہ جگہ کہاں ہے جہاں ہندو ٹھاکروں نے شدھی کے خلاف پنچائیت کی تھی۔ وہ جگہ بھی چوہدری صاحب موصوف نے حضور کو گاڑی پر سے دکھائی۔

(الفضل 22/جولائی 1924ء صفحہ 10)

بمبئی سے عدن جاتے ہوئے جہاز میں کئی ساتھی حضور سمیت بیمار ہو گئے۔ لیکن چوہدری صاحب کو کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں۔ سفر کے دوران جہاز میں طوفانی کیفیت شروع ہو گئی اور چوہدری محمد شریف صاحب اور میاں شریف احمد صاحب پر جہازی بیماری کا اثر ہو چکا تھا۔ خود حضرت صاحب کو بھی متلی ہوئی مگر پورے استقلال سے آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔ مجھے بھی متلی ہوئی ہے اس وقت خاکسار محمد یعقوب عرفانی بھی شریک احباب ہو چکا تھا۔ غرض یکے بعد دیگرے اثر ہونے لگا۔ مگر

سوائے چوہدری فتح محمد صاحب اور بھائی عبدالرحمان صاحب کے سب شکار ہوئے۔

(الحکم 21راگست 1924ء صفحہ 1)

چوہدری صاحب کے ساتھی بیمار ہوئے تو چوہدری صاحب نے اپنے ساتھیوں کی ہر طرح مدد کی۔اور ان کو آرام پہنچاتے رہے۔اس بارے میں الحکم کے ایڈیٹر صاحب جناب یعقوب علی عرفانی فرماتے ہیں۔

''غرض ہم تو بے دست و پا پڑے رہے اور یہاں تک کہ اپنے قیام سے اٹھ کر پیشاب کو بھی نہ جاسکتے تھے۔ان ایام علالت ومجاہدہ جہازی میں بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی ' چوہدری فتح محمد صاحب' ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب اور چوہدری علی محمد صاحب کی ہمدردی اور خدمت گذاری ایک گہرا نقش قلب پر چھوڑ رہی ہے۔اللہ ان کو جزائے خیر دے۔انہوں نے اپنے آراموں کو قربان کر کے ہم کو آرام پہنچایا۔''

(الحکم 21راگست 1924ء صفحہ 5)

چوہدری صاحب نے چونکہ ہر طرح اپنے بیمار ساتھیوں کا خیال رکھا تو خدا تعالیٰ نے اس کا اجر بھی دیا۔خدا کے پاک خلیفہ کی مبارک زبان سے چوہدری صاحب اور بھائی عبدالرحمان صاحب کے لئے پاک کلمات ملاحظہ ہوں۔وفد کی خبر گیری اور تیمارداری کی خدمت کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا'' ان دنوں سفر کے دوران میں بھائی جی اور چوہدری صاحب نے شیروں کا کام کیا ہے۔'' جزاکم اللہ احسن الجزاء(الفضل23راگست 1924ء صفحہ 3)

دیکھئے حضور کی شفقت اپنے ہمراہوں کے ساتھ باوجود خود بیمار ہونے کے اپنے ہم سفر ساتھیوں کا کس قدر خیال رکھا۔ان کے کھانے کا آرام اور ٹھہرے کا غرض کہ ہر طرح کا خیال ملحوظ خاطر تھا۔حضور اگر سختی فرماتے تھے۔تو بھی اس میں شفقت اور نرمی کا پہلو نمایاں ہوتا تھا۔چنانچہ مشیر طبّی ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب رقم طراز ہیں۔

حضور کے ہمراہوں میں سے سات ہمراہی سفر کر رہے تھے۔سب کے آرام کا خیال رکھتے۔اور کبھی اپنے کھانے میں سے ان کو بھجوا دیتے۔اور کبھی چوہدری صاحب جو کہ سکینڈ کلاس میں تھے ان کو سخت تاکید فرماتے کہ کھانے کے منتظم کے ساتھ خاص اہتمام کریں تا کہ بروقت سب کو کھانا مل جائے۔ایک دن کسی

قدر ہمراہوں کے کھانے میں دیر ہوگئی تو حضور نے خاکسار کو چوہدری صاحب کے پاس بھیجا کہ ان کو نوٹس دوں کہ اگر دس منٹ کے اندر اندر اپنے ہمراہیوں کے کھانے کا انتظام نہ کرایا تو پھر ہم خود کریں گے۔لیکن چوہدری صاحب کی خوش قسمتی تھی کہ ان کو بروقت توفیق مل گئی۔

متذکرہ بالا حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اپنے ساتھیوں کا ہر طرح کا خیال رکھتے تھے۔دوران سفر ایک ناخوش گوار واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ عرفانی صاحب اور چوہدری صاحب کو حضور نے سفر شروع ہونے سے پہلے کسی ملاقات کے لئے بھیجا جہاں دیر ہوگئی اور جہاز چل پڑا جب دو ساتھی نہ مل پائے تو سب بے چین ہوگئے لیکن حضور سب سے زیادہ بے قرار تھے۔لیکن چوہدری صاحب اور عرفانی صاحب بعد میں قافلہ سے آن ملے لیکن بہت تکلیف سے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

حیفا سے برنڈزی تک کے حالات حیفا سے پورٹ سعید

صبح آٹھ بجے سے پورٹ سعید کی طرف روانگی سے ایک گھنٹہ پہلے حضرت نے شیخ یعقوب علی صاحب اور چوہدری صاحب کو حکم دیا کہ محمد علی کے لڑکے کو کتابیں دے آؤ جو حیفا میں رہتا ہے۔وہ گئے اور پھر ساتھ نہ مل سکے۔ان کے آنے سے قبل گاڑی چل دی۔لد کے اسٹیشن پر ہمارے ان کے بچھڑے ہوئے دوستوں کے متعلق تار آیا۔تار کا مضمون یہ تھا۔" قونصل جنرل نے حیفا سے ٹیلیفون کیا ہے اور لد کے اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا ہے کہ دو آدمی رہ گئے ہیں۔ان کو پہنچانے کے لئے میں کیا کر سکتا ہوں۔یہاں سے جواب گیا کہ ایک بجے مال گاڑی حیفا سے چلے گی۔اس لئے ان کو بھیج دیا جائے۔

پورٹ سعید سے برنڈزی تک

حضرت صاحب سیدھے کانٹی نینٹل ہوٹل میں تشریف لے گئے۔اور ہندوستان سے آئی ہوئی ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ایک آدمی کو ہوٹل کے مینیجر کے پاس بھیجا۔پھر حضور دفتر تشریف لے گئے اور دو بجے گئے۔سامان کسٹم ہاؤس میں لے جایا گیا۔ایک موٹر قنطرہ روانہ کی گئی کہ عرفانی صاحب اور چوہدری صاحب کو لے آئے ہم لوگ کسٹم وغیرہ کے جھگڑوں سے فارغ ہو کر ساڑھے تین بجے جہاز کے اندر پہنچے ہمارا جہاز 8 بجے پورٹ سعید سے روانہ ہوا۔

بعض ساتھیوں کا پیچھے رہ جانا

ہم آخری وقت تک عرفانی صاحب اور چوہدری صاحب کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے۔مگر نہ آئے۔اس رات یعنی (12۔13 اگست کی درمیانی رات) رات بھر ہم میں سے کوئی ایک لمحہ کے لئے سونا تو الگ رہا لیٹ بھی نہ سکا۔عرفانی صاحب اور چوہدری صاحب کو حضرت صاحب نے حیفا سے آگے نکل کر ایک تار دلوایا تھا کہ آپ لوگ مال گاڑی کے ذریعے یا کسی اور طریق سے فوراً قنطرہ پہنچیں۔وہاں سے موٹر کے ذریعے پورٹ سعید آجائیں۔پورٹ سعید سے 13، تاریخ کو جہاز روانہ ہوگا۔اگر آپ لوگ وقت پر نہ پہنچیں تو واپس ہندوستان چلے جائیں مگر بعد میں قونصل حیفا کی کوشش سے ان کی روانگی کا کچھ انتظام ہوگیا۔تو حضور نے ان کی سہولت کے تمام سامان مہیا کرائے اور اخراجات جمع کروا دیئے

(الفضل 20 ستمبر 9241ء صفحہ 2)

پیچھے رہنے والے احباب کی سرگزشت

18 راگست 10 بجے چوہدری صاحب اور عرفانی صاحب بھی تشریف لائے اور خدا کے فضل سے قافلہ پورا ہوگیا۔ان کی کہانی بھی عجیب ہے۔

برٹش قونصل نے حیفا میں ان کی ہر طرح سے امداد کی اور ریلوے والوں کی ہر ممکن آرام پہنچانے کا حکم دیا گیا۔چنانچہ حیفا سے غازہ تک وہ فرسٹ کلاس میں سفر کر کے آئے حالانکہ ٹکٹ انکا تھرڈ کلاس کا تھا۔دو۔ڈی۔ٹی۔ایس۔ان کی خدمت کے لئے متعین کئے گئے ہر اسٹیشن سے ان کی خبر گیری کے ٹیلیفون ہوتے تھے۔غازہ سے پسنجر ٹرین کی بجائے گڈس ٹرین ہوگئی۔اس میں بھی گارڈ کی بریک میں جگہ دی گئی۔گارڈ نے اپنا کمبل وغیرہ بچھا کر انہیں آرام پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔اپنا کھانا ان کے آگے رکھا۔اور گاڑی اس تیزی سے چلائی کہ اگر وہ اسی رفتار کے ساتھ چلی جاتی تو 6 بجے صبح وہ قنطرہ پہنچ جاتے اور سات بجے پورٹ پہنچ کر ہمارے ساتھ ہی جہاز میں سوار ہوجاتے۔مگر اتفاقاً انجن بگڑ گیا اور چار گھنٹہ تک گاڑی رکی رہی دوبارہ نیا انجن آیا۔گاڑی کو لے کر روانہ ہوا۔اس لئے گاڑی چھ بجے کی بجائے 12 بجے قنطرہ پہنچی جہاں موٹر رات سے ان کا انتظار کر رہی تھی۔قنطرہ سے وہ بذریعہ موٹر پورٹ سعید پہنچے۔پورٹ

سعید ایک رات ٹھہر کر اسکندریہ گاڑی کے ذریعے گئے۔ اور وہاں ایک رات ٹھہر کر جمعہ کے روز اس کمپنی کے ایک اچھے جہاز میں سوار ہوئے۔ جس کا کرایہ ان کو ادا کرنا پڑا۔ کیونکہ پہلے ٹکٹ ان کے ہمارے تھے۔ وہ جہاز جس میں کہ دونوں حضرت سوار ہوئے بہت اچھا تھا۔ اور تیز رو تھا۔ 17‘18 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آیا ہمارا جہاز صرف 10‘11 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا تھا۔ اس وجہ سے تین دن کے فرق کو پورا کر کے صرف ایک دن بعد ہمارے ساتھی ہم سے آ ملے۔ (الفضل 23ر ستمبر 1924ء صفحہ 4)

چونکہ چوہدری صاحب کو حضور اپنے ساتھ بطور سیکرٹری تبلیغ کے لئے گئے تھے۔ لہٰذا موقع ملتے ہی چوہدری صاحب کے سپرد یہ کام کیا کہ مختلف جرائد کے ایڈیٹروں سے مل کر تبادلہ خیالات کئے جائیں۔ چنانچہ کام کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

پورٹ سعید سے قُدس تک

31ر جولائی 1924ء کو حضرت صاحب نے مجھے اور چوہدری صاحب اور حافظ روشن علی صاحب کو حکم دیا کہ ہم جرائد کے ایڈیٹروں سے ملیں۔ اس مقصد کے لئے حضرت صاحب نے خاص ہدایات دیں تھیں چنانچہ عزیزی محمود احمد صاحب کو ساتھ لے کر ہم نے اللواء الاخبار محروسہ مقطم اجپٹسن میں اور لطائفِ مصورہ کے ایڈیٹروں سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں اہم نقطہ یہ تھا کہ ہم ان کو جماعت کے نظام اور اس کے تبلیغی اور تعلیمی کام سے آگاہ کریں اور اس سفر کے مقاصد سے واقفیت بہم پہنچائیں تاکہ انہیں کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو۔ اس ملاقات میں مسئلہ خلافت اور ہمارے نقطہ خیال پر عملی تبادلہ خیالات ہوا۔

(الفضل 16ر ستمبر 1924ء)

محروسہ کا ایڈیٹر اور مصر میں تبلیغ

محروسہ کے ایڈیٹر صاحب نے دوران گفتگو کہا کہ آپ مصر میں اپنے سلسلہ کی تبلیغ نہ کریں یہاں اس کو کوئی قبول نہ کرے گا اور میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ لوگ یہاں سے آپ کے مبلغین کو مصر سے باہر جانے پر مجبور کر دیں گے۔ چوہدری صاحب نے جواب دیا۔ ان باتوں سے ہم ہرگز نہیں ڈرتے یہ باتیں ہمارے ارادوں کو پست نہیں کرسکتیں۔ ہم صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور کوئی دوسری طاقت ہم کو ڈرا نہیں

سکتی۔ ہندوستان میں ہماری جو مخالفت ہوئی ہے وہ کم نہیں مگر کبھی ان مخالفتوں نے ہم کو اپنے کام سے نہیں روکا۔ یہ سلسلہ خدا کا ہے اور خدا نے ہمارے امام سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی نصرت اور تائید کرے گا۔ اور ہم نے اس کی تائید کا مشاہدہ کیا ہے پس آپ جتنا چاہیں زور لگائیں ہم اپنی تبلیغ مصر کے سلسلہ کو نہ صرف جاری رکھیں گے بلکہ اور مضبوط کریں گے۔ اور ہم کو یقین ہے کہ ہم انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ حوصلہ کی اس بلندی اور جرأت سے جو حضرت اولوالعزم کی توجہ نے ہمارے اندر پیدا کی ہے محروسہ کے ایڈیٹر صاحب پر ایک سکتہ کی کیفیت طاری کر دی۔ اور جس زبان سے وہ یہ تہدید آمیز پیغام ہم کو دے رہا تھا۔ اسی زبان سے کہنے لگا 'ہم آپ کو اس جرأت اور دلیری پر مبارکباد دیتے ہیں۔''

(الفضل 16 ستمبر 1924ء صفحہ 5 تا 7)

مصر سے روانگی

مصر سے روانگی کے دن ایک قابل وکیل کی ملاقات کے لئے ہم کو بھیجا گیا۔ ان کا نام سر دست نہیں لکھتا۔ وہ 30 اگست کو تقریباً چار گھنٹہ تک مکان اور اس کے قریب ایک ہوٹل میں حضرت صاحب کی ملاقات کے لئے منتظر رہے اور بالآخر اپنا کارڈ چھوڑ کر چلے گئے چونکہ اب کوئی وقت ملاقات کا نہ تھا۔ اور حضرت صاحب نے مجھ کو اور حافظ صاحب اور چوہدری صاحب کو حکم دیا کہ ہم ان سے مل کر آئیں چنانچہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ بہت اخلاص اور محبت سے ملے اور انہوں نے ظاہر کیا کہ وہ سلسلہ احمدیہ میں بیعت کا اِرادہ کر چکے ہیں خدا تعالیٰ انہیں توفیق دے۔ (الفضل 16 ستمبر 1924ء صفحہ 5 تا 7)

یہودی علماء سے ملاقات بیت القدس میں

حضرت صاحب نے حافظ روشن علی صاحب، چوہدری صاحب اور عرفانی صاحب کو یہودیوں کے علماء سے ملنے کی غرض سے بھیجا۔ جو روانگی کے آخری اوقات میں گئے۔ اور چونکہ پہلے سے انتظام واطلاع کر رکھی تھی۔ ان کے بڑے بڑے علماء ایک جگہ جمع تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ ان سے بعض سوالات کئے گئے۔ مگر ان کے جواب میں ان یہودی علماء میں اختلاف تھا۔ (الفضل 16 ستمبر 1924ء)

حضور دمشق میں

حضور نے شیخ عبدالرحمن صاحب اور چوہدری صاحب اور حافظ روشن علی صاحب کو یہاں کے روساءاور علماء سے ملنے کا حکم دیا۔وہ عصر کی نماز کے بعد گئے۔شیخ بدرالدین صاحب مشہور اور پرانے عالم سے بھی ملے اور بہت سے علماء کے ایڈریس بھی لائے۔(الفضل 4رستمبر 1924ءصفحہ 6)

ایڈیٹروں سے ملاقات

18 راگست چوہدری صاحب اور عرفانی صاحب اور مولوی رحیم بخش صاحب کو حضور نے حکم دیا کہ ایڈیٹران اخبارات کے پاس جائیں۔یہ اصحاب سب سے پہلے ''روما'' کے ایک بڑے اخبار ''لائیر بیونا'' کے پاس گئےجس کی روزانہ اشاعت سوالاکھ ہے۔ (الفضل 4رستمبر 1924ءصفحہ 6)

لائر بیونا کا انٹرویو:: 18 راگست کوظہر وعصر کی نماز کے بعد چوہدری صاحب مولوی رحیم بخش صاحب اور خاکسار عرفانی نے اس اخبار کے ایڈیٹر سے ملاقات کی۔اس نے انٹرویو کی خواہش کی۔اوراس اشتیاق میں کہ ''خواہ کوئی ہی وقت ہو یہاں تک کہ اگر آدھی رات کو بھی مجھے آنا پڑے تو میں شوق سے آؤں گا۔'' چنانچہ اس کے لئے سوادس بجے رات کا وقت مقرر ہوا۔اور دو گھنٹہ تک اس سے ایک طویل انٹرویو کیا۔
(الفضل 23رستمبر 1924ءصفحہ 4)

حضور ایک ایسے ملک میں تشریف لے گئے تھے جو کہ سب سے زیادہ اپنے آپ کا مہذب ہونے کا دعویدار ہے۔جبکہ اسلامی تعلیم پر اگر عمل کیا جائے تو اسلامی تعلیم پر باعمل انسان سب سے زیادہ مہذب ہوگا۔نہ کہ عیسائیت کی تعلیم پر عمل کرنے والا۔چنانچہ حضور نے اپنے ساتھیوں کو ترتیب سے چلنے اور کھڑے ہونے اور مختلف موقعوں پر بیٹھنے کی جو ہدایات مرحمت فرمائیں ان کے بارہ میں حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب رقمطراز ہیں۔

ہر کام میں نظام

حضرت صاحب کو ہمیشہ اپنے کام میں ایک نظام باقاعدگی اور ترتیب کا خیال ہوا کرتا تھا۔ہمیشہ حضور اشارتاً اس کا حکم بھی دے دیا کرتے اس سفر میں حضور نے فرمایا۔

''چونکہ آپ متمدن اور مہذب ملک میں جارہے ہیں۔لہٰذااس امر کا خاص خیال رکھا جائے کہ ہمارے ہر کام میں ایک ترتیب اور ایک نظام قائم رہے۔اسٹیشن سے اترنا۔شہروں میں پھرنا۔مجالس کی شرکت ۔دعوتوں میں شرکت۔فوٹوؤں میں ترتیب اور نظام قائم رکھا جائے مگراس طرف 2/اگست تک کوئی توجہ نہ دی گئی۔آخر حضور نے خود ایک ترتیب اوراس طرح قائم کی۔

1۔ بازاروں میں چلنے کی صورت آگے حضرت صاحب ہوں اور حضور کے بعد حسب ذیل دودوآدمی ہوں۔پہلے نام والے دائیں اور دوسرے نام والے بائیں ہاتھ پر رہیں۔ذوالفقارعلی خان صاحب اور حافظ روشن علی صاحب۔چوہدری صاحب اور شیخ محمد خان صاحب۔شیخ عبدالرحمن صاحب مصری۔حضرت میاں صاحب اور مولوی رحیم بخش صاحب۔عرفانی صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب۔چوہدری محمد شریف صاحب اور بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی۔ان سب کے بعد چوہدری علی محمد صاحب۔

2۔ اگر بازار میں بھیڑ ہواور دودوکر کے چلنے کا موقع نہ ملے تو دائیں ہاتھ والا آدمی آگے اور بائیں ہاتھ والا آدمی پیچھے ہو۔اورایک لمبی قطار بن جائے۔

3۔ اگر لمبی لائن میں سامنے ہو کر کھڑا ہونا ہوتو درمیان میں حضرت صاحب ہوا کریں گے اور باقی دوستوں کی ترتیب کی ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

دائیں جانب۔خان صاحب۔حافظ صاحب۔میاں صاحب۔مولوی رحیم بخش صاحب۔عبدالرحمن قادیانی صاحب۔محمد شریف صاحب

بائیں جانب۔فتح محمد صاحب۔مصری صاحب۔عرفانی صاحب۔ڈاکٹر صاحب اور علی محمد صاحب۔

4۔ اگر فرنٹ میں دولائنوں میں کھڑا ہونا ہوتو یہ ترتیب ہوگی۔

پہلی لائن۔درمیان میں حضرت صاحب دائیں جانب۔خان صاحب۔حافظ صاحب۔میاں صاحب بائیں جانب۔چوہدری صاحب۔مصری صاحب۔رحیم بخش صاحب دوسری لائن۔ڈاکٹر صاحب۔ عبدالرحمن قادیانی صاحب۔چوہدری شریف صاحب۔اور علی محمد صاحب۔

چنانچہ جب قادیان دارالامان تشریف لائے تو ایک ترتیب سے ساتھی کھڑے ہوئے۔ایک ترتیب

سے سب کام انجام دیا گیا۔

حضور واپس دارلامان میں

جب حضور واپس یورپ سے دارالامان تشریف لائے تو چلتے وقت احباب کی ترتیب یہ تھی۔موٹر سے اتر کر مردوں کے مجمع تک حضور مع خدام کے اس طریق سے تشریف لائے کہ سب سے آگے حضور تھے اور حضور کے پیچھے رفقاء حسب ذیل ترتیب سے دو قطاروں میں تھے۔پہلی قطار میں ۔ذوالفقار علی خان صاحب۔چوہدری صاحب۔شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔دوسری قطار میں۔حافظ روشن علی صاحب۔شیخ عبدالرحمن صاحب۔مصری صاحب۔ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب۔

قادیان میں آمد پر حضور کا پہلا کام

حضور نے پھر فرمایا۔

”میں دوستوں کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اب میں پیدل ہی قادیان جاؤں گا۔لیکن میں داخل ہونے سے پہلے میرا منشاء ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر جاؤں کیوں کہ وہاں جا کر دعا کرنی ہے اور میر صاحب (نواب ناصر صاحب) کا جنازہ بھی پڑھنا ہے۔مگر وہاں صرف میں اور ہمراہی جائیں گے۔جو میرے ساتھ سفر سے آئے ہیں۔وہاں سے لوٹ کر ہم مسجد مبارک میں نماز پڑھیں گے۔“

(الفضل 29 ستمبر 1924ء صفحہ 2)

باب 7

کارزارشدھی

سن 23۔1922ء کی بات ہے کہ دشمن اسلام نے اسلام کے خلاف ایک زبردست سازش کی اور ایک بہت بڑی قوم کو اسلام سے منحرف کرنے کے لئے بہت سی چالیں چلیں۔لیکن دشمن اسلام کو منہ کی کھانی پڑی۔ یہ شدھی کی تحریک تھی۔شدھی کی تحریک کیا تھی۔اس کا کیا مقصد تھا؟اس میں کون لوگ شامل تھے اورکن لوگوں نے اس کا مقابلہ کیا اور بالآخر کیا انجام ہوا۔ان تمام سوالات کے جوابات آئندہ صفحات میں دیئے جائیں گے۔

سب سے پہلے ان مسلمانوں کے کچھ حالات بیان کئے جاتے ہیں جن کو شدھ کرنے کی تحریک چلائی گئی۔ذیل میں ان کے اقتصادی، علمی، معاشی اور دینی حالات کے بارے میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

راجپوت قوم کے مسلمان پنجاب اورراجپوتانہ کے تقریباً ہر حصہ میں پائے جاتے ہیں۔لیکن جن کا ذکر ان میں سے یہاں مقصود ہے۔ان کا تعلق شمالی ہندوستان کے ذیل کے اضلاع سے ہے۔

آگرہ، متھرا، بھرت پور، مین پوری فرح آباد، ایٹہ، اٹارہ بہردوئی، بدایوں۔ان کی کل آبادی 2(دو) لاکھ کے قریب ہے۔ یہاں کے لوگوں کو ملکانہ بھیا کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ ملک یعنی بادشاہ سے نکلا ہے۔پنجاب میں بعض راجپوتوں کو ملک کہا جاتا ہے چونکہ یہ لوگ بادشاہوں کے زمانے میں مسلمان ہوئے اس لئے ''ملکانہ'' کہلائے اوراس لئے بھی کہ ان کے مورث اعلیٰ کو'بھائے سلطان' کا خطاب ملا تھا۔جبکہ اصل نام پال خاں تھا۔

دینی ودنیاوی زندگی

چونکہ پہلے یہ ہندو تھے اور جب مسلمان ہوئے تو بھی ہندوؤں ہی میں گھرے رہے۔ ہندوؤں سے لین دین اورمیل جول تھا۔اسلام کو بھول کر ہندووانہ رسم ورواج میں پڑ گئے تھے۔اس لئے ان کی دینی اوردنیاوی زندگی پر گہرا اثر پڑا۔ یہاں تک کہ اگر یہ لوگ ایک طرف عید کی خوشی مناتے تو دوسری طرف رام

لیلا دیوالی میں بھی شامل ہوتے اگر اللہ کا نام لیتے تو دیوی ہنومان کی پوجا بھی کر لیتے تھے۔اگر قاضی کو نکاح پر بلاتے تو پنڈت کو بھی مدعو کرتے۔سروں پر چوٹیاں رکھنا۔نام ہندووانہ رکھنا۔مثلاً گوپی لکھمی، ٹیکا رام اور آگے خان لگا دینا رواج کیا، عادت بن چکی تھی۔اور چھوت چھات میں مبتلا تھے۔السلام علیکم کی بجائے رام رام کہہ لیتے تھے۔ایسے حالات میں مخالفین اسلام ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تھے۔گویا خود اپنے اسلام کا اقرار کرتے تھے۔یہ تو تھی دینی حالت، مالی حالت بھی اچھی نہ تھی۔گہیوں کی روٹی نصیب نہیں ہوتی تھی۔بہت سے ایسے تھے جن کو ایک وقت کا کھانا بھی نہیں ملتا تھا۔بہت سے ایسے تھے جو ننگے تھے ان کے پاس کپڑا نہیں تھا۔اور رہائش ان کی جھونپڑیوں میں ہوتی جس کو چوپال کہتے تھے۔

سود لینے دینے کی خطرناک مرض میں اس طرح مبتلا تھے کہ الامان۔اکثر لوگ بنیئے مہاجنوں کے پھندوں میں گرفتار ہو کر بالکل تباہ و برباد ہو گئے۔جائیدادیں نیلام ہو گئیں۔غریب سے غریب ملکانے پر بھی ہزار بارہ سو روپے کا قرضہ ہو گا۔جو کماتے ہندوؤں کے پلوں میں ڈال دیتے اور خود بھوکے مرتے تھے۔اس بارہ میں چوہدری صاحب اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ

”میں یوپی میں بھی رہا ہوں وہاں راجپوتوں اور جاٹوں کی۔جن میں مسلمان بھی ہیں اور ہندو بھی یہ حالت ہے کہ اگر ایک بنیاء آ جائے وہ اس کے سامنے چارپائی پر نہیں بیٹھتے۔خود نیچے بیٹھتے ہیں۔لیکن دلوں میں اس سے سخت نفرت رکھتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بنئیوں کے خلاف ایک نہایک دن خوفناک بغاوت ان لوگوں کی طرف سے ہو گی اور وہ انہیں کھا جائیں گے۔“ (الفضل 6رجنوری 1961ء صفحہ 6)

ہندو لوگ ان کو ہڑپ کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔قرضہ خوشی سے دیتے تھے اور ہر طرح اپنا دباؤ رکھتے تھے۔کسی طرح ابھرنے نہیں دیتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ ملکانہ قوم میں اب پہلے سی بہادری، شجاعت، غیرت اور حمیت نہیں رہی تھی۔اگر کچھ آبائی خوبیاں موجود بھی تھیں تو آریوں نے لالچ کے دل فریب منظر دکھا کر ان کو بالکل مفقود کر دیا۔

فتنہ ارتداد کے اسباب کا کچھ تو مندرجہ بالا امور سے پتہ چلتا ہے۔اس کے علاوہ کچھ اسباب مختصراً حسب ذیل ہیں:

1۔ ملکانہ قوم میں تعلیم بالکل نہ رہی۔ اسی لئے یہ اپنے نفع ونقصان کو وسیع نظری سے سوچنے کے قابل نہ رہی۔

2۔ آریہ لوگوں نے ان کو یہ نشین کرا دیا تھا کہ مسلمان بادشاہوں نے زبردستی تمہارے آباؤ اجداد کو مسلمان بنایا تھا۔

3۔ ملکانہ قوم اصل اسلامی تعلیم سے بالکل بے خبر ہوگئی۔

4۔ مالی حالت ناگفتہ بہ ہونے کے سبب یہ لوگ ہندوؤں کے پنجے میں گرفتار ہو گئے۔

5۔ مسلمان علماء کی غفلت کے سبب یہ لوگ اسلام سے متنفر ہو گئے۔ مولویوں کی خودغرضی اور لا پرواہی کی وجہ سے ملکانہ قوم اسلام کا سبق بھول گئی اور ہندو مذہب میں رنگین ہوتی گئی۔

6۔ آریوں نے اپنے مکروفریب سے کام لے کر اور اسلام پر جھوٹے اعتراضات کر کے ان کو اس سے متنفر کر دیا۔

7۔ آریوں نے ایک مدت سے خفیہ طور پر ان کو شدھی کے لئے تیار کرنا شروع کر رکھا تھا۔

8۔ مقامی آریوں نے باہمی امداد سے اس کام میں بہت آسانیاں پیدا کر دیں تھیں۔

کیا شدھی دوسرے مذاہب کے نزدیک درست تھی یا نہیں اس کا اندازہ دو تین ذیل کے حوالوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

ہندوؤں نے کیا کہا

1۔ گروکل کانگڑی کے آریہ پروفیسر کیتو جی نے لکھا:

”آریہ سماج میں کتنی ہی پارٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ لڑائی کے شائق اور جھگڑالو ہیں۔ اسی وقت جو شدھی کی جارہی ہے وہ بے ڈھنگی اور ناواجب ہے۔“ (از آریہ پتر)

2۔ راجہ گوپال صاحب اچاریہ نے فرمایا:

”کاش خدا ہمیں عقل زیادہ دیتا اور ہوس کم ہم ہندو دھرم کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں مگر اپنی تازہ کوششوں سے یہ حال کر دیا ہے کہ آج ہندو مذہب اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ گذشتہ چار سال میں ایسا کمزور نہیں ہوا تھا۔ اس وقت چند نفوس کو دکھاوے کے ہندو بنانے کے لئے کوشش کر کے ہم نے اپنی سابقہ فتوحات کو خاک

میں ملا دیا ہے۔ ظاہر میں ممکن ہے کہ یہ اپنے چند آدمیوں کی تعداد بڑھا رہے ہیں مگر حقیقت میں ہمارا بڑا نقصان ہو رہا ہے۔" (وکیل 3 رمئی 1923ء)

شدھی اور آریہ سماج

جب ہندوؤں نے شدھی کو ناجائز قرار دے دیا اور تناسخ کے مسئلے نے ٹھوکر ماردی تو پھر یہ شدھی کیسی مگر آریہ سماج پھر بھی شدھی کرتی ہے۔ شدھی کے معنی پاک صاف کرنا ہے۔ کپڑوں کی شدھی دھوبی کرتا ہے جسم کی شدھی اشنان کرنے سے ہو جاتی ہے۔ پھر آریہ کس چیز کی شدھی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ من کی اور روح کی شدھی کرتے ہیں مگر منو جی فرماتے ہیں: "شریر اشنان کرنے سے من ست (سچائی) سے اور اتما (روح) تپ اور ودیا (دوا) سے شدھ ہوتے ہیں۔" تو معلوم ہوا کہ آریوں کا اس میں کچھ دخل نہیں کیونکہ شدھی مذہب کو تبدیل کرنے سے نہیں ہوتی بلکہ عبادت علم وسچائی سے ہوتی ہے۔

شدھی اور شردھانند جی

یہ ایسے لوگوں میں سے ہیں جو ابن الوقت کہلاتے ہیں۔ ان کا نام لالہ منشی رام جی تھا۔ آپ جالندھر کے بینئے تھے۔ یہی منشی رام عرف شردھانند عرف چھوت ادھا شدھی کے بانی مبانی تھے۔ چونکہ اس وقت گاندھی جی کی جے کے نعرے لگ رہے تھے۔ تو لالہ جی سے رہا نہ گیا اپنی جے کروانے کے لئے شدھی کے میدان میں اتر آئے شدھی کا میدان پہلے ہی سے ایسے شخص کی تلاش میں تھا۔ آخر نتیجہ کیا ہوا آنے والی تحریرات بتائیں گی۔

آخر کار بڑے شور وزور سے کام شروع ہوا پیسے اکٹھے کئے گئے اور غریب ملکانوں کو دکھاوے کے طور پر کچھ پیسے بھی دیئے تاکہ وہ شدھی ہو جائیں لیکن جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ نے یہ کام نہ ہونے دیا۔ "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔" (الہام)

آخر جب ایک طرف شدھی کی تحریک گرم ہوئی تو دوسری طرف اسلامی دنیا حرکت میں آئی۔ بعض مسلمان میدان ارتداد میں جا پہنچے مسلم پرچوں میں پر جوش تحریریں شائع ہونے لگیں۔ حالت یہ ہوگئی کہ اکثر مسلمان مایوس ہو گئے اور یہ کہہ کر دل کو تسلی دی کہ اگر ملکانہ آریہ بن جائیں تو اسلام میں کیا کمی ہو جائے

گی۔لیکن چونکہ جماعت احمدیہ ابھی تک خاموش تھی اس لئے بہت سے مسلمان متعجب ہوئے آخر اخبار وکیل نے بے قراری کے عالم میں شائع بھی کر دیا کہ

''کہاں ہے وہ جماعت جس کو تبلیغ کا دعویٰ ہے کیوں اس موقع پر نہیں نکلتی۔''

مگر دنیا کو کیا معلوم کہ امام جماعت احمدیہ اسی سوچ میں تھا۔ پس جونہی اخبار وکیل نے دعوت دی فوراً ایک اشتہار بعنوان ''وکیل کی دعویٰ چٹھی کا جواب'' شائع کیا اور اس میں کھول کر بتا دیا کہ عنقریب احمدی بہادر میدان کارزار میں پہنچ کر دشمن کے سر پر چڑھ جائیں گے۔

(ماخوذ سرگذشت فتنہ ارتداد مصنف محمد شفیع اسلم مطبوعہ کریمی پریس لاہور)

ان حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خدا کی مدد سے ایک عظیم الشان منصوبہ بنایا اور اس زبردست حملہ کو پسپا کر دیا گیا۔اس میدان کارزار کو فتح کرنے کے لئے آپ نے بہت سے قواعد وضوابط بنائے اور بہت سے لوگوں کو خدمت دین کے لئے ابھارہ اور ایک ہراول دستہ تیار کیا۔اس دستہ کی روانگی کے ابتدائی اور بعد کے حالات یہ ہیں۔سب سے پہلے 9/ مارچ کو حضور نے جو خطبہ دیا وہ پیش خدمت ہے۔فتنہ ارتداد کو مٹانے کے لئے ایک سو پچاس احمدی سرفروشوں کی ضرورت میدان عمل میں آؤ۔مگر اپنا اور اپنے لواحقین کی معاش کا فکر کر کے

حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی تجدید

حضور نے فرمایا:۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جب زندگیاں وقف کرنے کا اعلان فرمایا تھا تو کئی آدمیوں نے زندگیاں وقف کی تھیں ان میں سے ایک چوہدری فتح محمد صاحب ہیں جو تبلیغ کے کام میں لگے ہوئے ہیں دو تین اور ہیں۔مفتی محمد صادق صاحب بھی تبلیغ کر رہے ہیں۔باقی اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔حضرت مسیح موعودؑ نے سید حامد شاہ صاحب (مرحوم) کو مقرر فرمایا تا کہ وہ وقف کے شرائط میں یہ بات بھی لکھیں کہ ''میں کوئی تنخواہ نہیں لوں گا میں پیدل چلوں گا زمین میرا بچھونا اور آسمان میرا لحاف ہوگا اور درختوں کے پتے کھا کر گذارہ کروں گا۔'' باہر بعض لوگوں نے ان شرائط کو سن کر ہنسی اڑائی مگر حضرت صاحبؑ نے ان شرائط کو پسند فرمایا اور کہا کہ اسلام کو ایسے ہی لوگوں کی ضرورت ہے میں نے اس واقعہ کا

ذکر کر دیا ہے کہ زندگیاں وقف کرنے کا طریق حضرت صاحب نے ہی چلایا ہے ہم تو آپؑ کے کاموں کو چلانے والے یا حضورؑ کے منشاء کی تعمیل کرنے والے ہیں یہی اسلامی طریق ہے۔ اس کے لئے ہمارے احباب کو تیار رہنا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا: ''اس سکیم کے ماتحت کام کرنے والوں کو (ہر ایک کو) اپنا کام آپ کرنا ہوگا اگر کھانا آپ پکانا پڑے گا تو پکائیں گے۔ اگر جنگل میں سونا پڑا تو سوئیں گے۔'' جو اس محنت اور مشقت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں وہ آئیں۔ ان کو اپنی عزت اپنے خیالات قربان کرنے پڑیں گے۔

(الفضل 15 / مارچ 1923ء صفحہ 6)

شرائط جن پر مبلغین نے چل کر کام کرنا تھا یہ تھیں

احمدی مبلغین کے لئے شرائط

یہ لوگ جو تین ماہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر رہے ہیں ان کے لئے میں نے کچھ شرائط مقرر کی ہیں اور ان میں سے ہر ایک ان شرائط کے ماتحت اپنے آپ کو وقف کر رہا ہے اور وہ شرطیں یہ ہیں۔

1۔ وہ آمد و رفت کا کرایہ خود دیں گے۔

2۔ وہ ان تین ماہ میں جن میں تبلیغ کا کام کریں گے اپنے کھانے پینے کا بھی خرچ خود برداشت کریں گے۔

3۔ اس زمانہ کارکردگی میں اپنے اہل و عیال کے اخراجات کے لئے بھی کسی قسم کی مدد کے طلب گار نہیں ہوں گے۔ 4۔ اپنے افسروں کی ماتحتی ایسے ہی طریق پر کریں گے جیسی کہ فوجی سپاہی اپنی افسروں کی فرماں برداری کرتے ہیں خواہ کیسا ہی مشکل کام ان کے سپرد ہو اور خواہ کیسی ہی سختی کا معاملہ ان سے کیا جائے وہ اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔

5۔ وہ پیدل چلنے بھوکے رہنے ننگے پاؤں چلنے جنگلوں میں سونے اور مخالفوں کے مظالم سہنے کے لئے ہر طرح تیار ہوں گے۔

ان شرطوں کے قبول کرنے والے ہی لوگ صرف اس کام کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔

(الفضل 26 / مارچ 1923ء)

مبلغین احمدیت کی روانگی

اگرچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی راجپوتانہ میں احمدی مبلغوں کے لئے کام کرنے کے متعلق شب وروز کی محنت شاقہ سے جو سکیم تیار فرما رہے تھے وہ ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔لیکن آپ نے موقع کی نزاکت اور اہمیت دیکھ کر 12/مارچ کو بعد نماز فجر مبلغین کی فوری روانگی کے متعلق ایک مختصر سی تقریر فرمائی جس میں فرمایا:۔

میں نے جو ملکانہ قوم میں تبلیغ کی تحریک کی تھی اس کے متعلق ستر کے قریب درخواستیں آ چکی ہیں اور ابھی آ رہی ہیں آج رات میں نے آریہ اخباروں کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ بہت سرعت سے کام کر رہے ہیں اور جلد سے جلد وہ اس کام کو سرانجام دینا چاہتے ہیں۔میں نے جو اسکیم تیار کی ہے اس کو یکم اپریل سے جاری کرنے کا ارادہ کیا تھا۔لیکن اب اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ایک تو پہلے ہی ہم ایک مہینہ بعد میں کام کریں گے اور دوسرے ہمارے پاس ایسے آدمی بھی کوئی نہیں جو اس جگہ کی مقامی طرز تبلیغ سے واقف ہیں۔اور جب تک مقامی تبلیغ کا طریق انسان کو نہ آتا ہو وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔اس لئے مناسب خیال کیا کہ آج جبکہ چوہدری فتح محمد صاحب جا رہے ہیں کچھ لوگ آج ہی ان کے ساتھ روانہ ہو جائیں تا کہ وہ اس عرصہ میں وہاں کے حالات کے مطابق کام کرنا سیکھ لیں تا کہ بعد میں آنے والوں کو دقت پیش نہ آئے۔سو جن دوستوں نے درخواستیں دی ہیں ان میں سے جو لوگ آج ہی تیار ہوں وہ مجھے ظہر سے پہلے پہلے اپنے نام دے دیں تا کہ میں انتخاب کر کے ظہر کے بعد ان کو روانہ کرسکوں۔

چوہدری صاحب کے ساتھ جانے کے لئے ایک تو میاں محمد ابراہیم صاحب بی ایس سی، میاں عبدالقدیر صاحب بی اے اور محمد یوسف علی صاحب بی اے تیار ہو جائیں۔اس اعلان پر ظہر کے وقت تک کل بیس آدمی تیار ہوئے۔ (الفضل 15/مارچ 1923ء صفحہ 2)

ظہر کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایک بڑے مجمع کے ساتھ ان اصحاب کو روانہ کرنے کے لئے ڈیڑھ دو میل کے فاصلے تک قصبہ سے باہر تشریف لے گئے۔قادیان کی سڑک جہاں بٹالہ والی سڑک سے ملتی ہے وہاں جو کنواں ہے اس کے پاس جانے والے اصحاب کو سامنے بٹھا کر ایک ولولہ انگیز تقریر

فرمائی۔

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔ ’’میں اپنے دوستوں کو جو اس وقت محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور کلمہ اسلام کے اعلاء کے لئے سفر پر جا رہے ہیں اور تبلیغ اسلام کے مبارک مقصد کو زیر نظر رکھ کر اور خدا پر توکل کر کے یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں ان کو اور جو ان دوستوں کو چھوڑنے آئے ہیں اس سورۃ کے مضمون پر جو اس وقت میں نے تلاوت کی ہے توجہ دلاتا ہوں۔‘‘

سورۃ فاتحہ کی تفسیر بیان کرنے کے بعد فرمایا

آج مسلمان مخالفوں کے مقابلہ میں میدان میں نہیں جاتے ہاں دشمنوں کے ساتھ مل کر ہمیں زخمی کرتے ہیں۔ مگر تم نے اسلام کے لئے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جانا ہے اور یادرکھو کامیاب وہی ہوگا جس کو خدا پر بھروسہ اور یقین ہوگا اور پھر مخالفوں کے مقابلہ میں کام کرنے کے بارے میں تمہارے دلوں میں ایمان اور اطمینان ہونا چاہئے۔ دل کا ایمان اور اطمینان ہی مشکلات کے وقت تمہارے کام آئے گا اس وقت تمہاری بھی وہی حالت ہے جو ابتداء میں مسلمانوں کی تھی وہ ایک قلیل جماعت تھے۔ اور لوگ ان کو قلیل جماعت سمجھتے تھے۔ لیکن وہ بزدل نہ تھے کیونکہ مسلمان بزدل نہیں ہوتے۔ ان کے دل میں ایمان اور خدا کی مدد پر بھروسہ ہوتا ہے۔

پس میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ایمان کو مضبوط کرو، علم، عقل، محنت، ہوشیاری کوئی چیز بھی کام نہیں آتی جب تک کہ خدا تعالیٰ کی مدد شاملِ حال نہ ہو۔ میں نے تمہارے لئے ہدایتیں لکھی ہیں وہ ہر ایک مبلغ کو مل جائیں گی۔ چوہدری صاحب کو ان کی ایک نقل دے دی گئی ہے وہ ابھی مکمل نہیں ہوئیں۔ ان کو روزانہ پڑھو۔ کوئی دن نہ گذرے جو تم ان کو نہ پڑھو پھر ان کو پڑھ کر صرف مزا نہ لو۔ بلکہ ان پر عمل کر کے دکھاؤ اگر تم ایسا کرو گے تو دیکھو گے کہ خدا کی نصرت تمہیں کس طرح کامیاب کرتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: ’اسلام خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ اس لئے تم سستیوں کو چھوڑ کر خدمت اسلام کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خواہ کوئی کیسی ہی عزیز چیز ہو۔ خدمت اسلام کے راستہ میں تمہارے لئے روک نہ ہو۔ تمہارا عزم یہ ہونا چاہئے کہ ہم کسی بھی چیز کی پروا نہیں کریں گے اور تمام روکوں کے پردے چاک کر کے

جائیں گے اور اسلام کی خدمت بجالائیں گے۔ مگر یہ نہیں ہوسکتا جب تک اخلاص نہ ہو۔“

(الفضل 19 / مارچ 1923ء صفحہ 6)

پھر دعا کی اور سب کے ساتھ مصافحہ کر کے رخصت فرمایا۔ اس موقع کو ایک خصوصیت حاصل تھی وہ یہ کہ حضرت اماں جان پا پیادہ مع چند مستورات کے اس مقام تک تشریف لائیں۔ دعا کی اور اپنے فرزندوں کو اپنی آنکھوں سے اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے روانہ ہوتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

(الفضل 19 / مارچ 1923ء صفحہ 2)

بہار کا موسم تھا۔ آب و ہوا خوشگوار تھی۔ چاروں طرف سبزہ زار تھا۔ جس طرف نکل جائیں طبیعت خوش ہوجاتی تھی۔ آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آتا تھا۔ اس سہانے موسم میں 12 / مارچ 1923ء کو چار بجے شام لشکر محمود کا پہلا مبارک دستہ چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی زیر نگرانی میدان ارتداد کی طرف روانہ ہوا اور بمقام اچھنتیر ضلع آگرہ میں آن اترا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات بابرکت میں قدرت نے جہاں اور خوبیاں ودیعت کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حضور کا ذہن و ذکا، عقل و رسا پورے کمال پر تھا۔ میدان ارتداد میں آریہ جیسی زبردست قوم کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں تھا۔ اور پھر ایسی جماعت کے لئے جو تعداد میں کم۔ دولت میں کم، مگر حضور نے اس عمدگی سے اور خوش اسلوبی سے مقابلہ کرنا شروع کیا کہ دنیا حیران رہ گئی۔ اس کے علاوہ لشکر مجاہدین کی کمان حضور نے ایسے شخص کے ہاتھ میں دی جو اس کام کا پورا اہل تھا۔ جس کا دماغ بحر تفکر میں گہرے غوطے لگا کر قیمتی موتی تلاش کرنے کا عادی تھا۔ یہ شخص بزرگ راجپوتوں کے شریف خاندان سیال سے تھا۔ چونکہ شدھی کا معاملہ بھی راجپوتوں کا تھا۔ اس لئے یہ فہیم انسان (چوہدری صاحب) اس معرکے کے لئے بالکل مناسب تھا۔ 1923ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت اقدس نے جناب چوہدری صاحب کی تعریف کر کے کمانڈر انچیف کے خطاب سے پکارا جو آپ کے لئے باعثِ فخر تھا۔ چوہدری صاحب نے اچھنیر پہنچتے ہی جو حالات کا مطالعہ کیا تو بہت پیچیدہ نظر آئے۔ کیونکہ اول تو مسلمان آپس میں ہی جھگڑ رہے تھے۔ احمدیوں کے جانے سے ان کے ساتھ بھی الجھ گئے۔ کوئی کہتا تھا کہ ان کو محدود

علاقے میں مقید کر دیا جائے۔ کوئی کہتا تھا کہ ان کو صرف ہندوؤں کی تبلیغ پر لگا یا جائے۔ پھر کوئی کہتا تھا کہ ان کو علاقہ تقسیم کر کے ایسے مواضعات دیئے جائیں۔ جہاں شدھی کا زیادہ زور ہوتا کہ یہ لوگ گھبرا کر خود چلے جائیں لیکن میدان ارتداد کسی کی جائیداد تو نہ تھی یا کسی نے اس میدان کا اجارہ تو نہیں لے رکھا تھا۔ اس لئے نہ کوئی نکالا جا سکتا تھا نہ مقید کر سکتا تھا۔ البتہ معاملہ بہت پیچیدہ تھا۔ کیونکہ میدان جنگ تھا دشمن مقابلے پر تھا۔ مگر چوہدری صاحب نے نہایت ہمت سے کام لیا۔ اور اپنا مرکز آگرہ شہر میں قائم کر کے دو دو احمدیوں کو اِدھر اُدھر مختلف اضلاع میں بھیج دیا۔ اور پہلے صحیح حالات کی رپورٹ تیار کر کے لاویں اور ان کو دس دن میں لوٹنے کی تاکید کی۔ دس دن تک ان مجاہدین نے آگرہ متھرا، بھرت پور، ایٹہ، اٹاوہ، مین پوری فرخ آباد اضلاع کو چھان مارا اور مکمل رپورٹیں پیش کر دیں۔ ادھر رپورٹیں آئیں ادھر آگرہ میں مجاہدین کا دوسرا وفد آ گیا۔ جناب چوہدری صاحب نے ہر ایک ضلع میں ایک ایک انسپکٹر مقرر کر کے ان کے تحت مجاہدین کو پھیلا دیا۔ انسپکٹروں نے ان کو مناسب مقامات پر تعینات کر دیا۔ غرض مورچہ بندی ہو گئی اور مقابلہ شروع ہوا جماعت احمدیہ نے ایک ہی سہ ماہی کے اندر اندر ایک صد مبلغ میدان میں اتار دیئے۔ چوہدری صاحب نے دانشمندی یہ کی کہ جہاں تک آریہ ابھی پہنچے نہیں تھے وہاں بھی پیش قدمی کر کے قبضہ کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سینکڑوں مواضعات اور ہزاروں ملکانہ لوگ ارتداد سے بچ گئے۔ مکرم غلام نبی صاحب دار التبلیغ ہینگ کی منڈی آگرہ سے رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

”کام بہت سرعت سے اور سرگرمی سے ہو رہا ہے اور آگرہ شہر میں ہماری تبلیغی کوششوں کو بفضل خدا خاص طور پر چرچا ہو رہا ہے۔ معززین شہر اور ملکانہ راجپوت جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے اور فتنہ ارتداد کے متعلق مشورہ کرتے اور مفید ہدایات لیتے ہیں۔“

(الفضل 9/اپریل 1923ء صفحہ 6)

خدا تعالیٰ کے فضل سے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی شب و روز دعاؤں سے چوہدری صاحب نے بہت کامیابی حاصل کی اور دن رات ایک کر کے خدمت دین بجا لائے۔ آپ نے تحریر و تقریر سے دشمن اسلام کو پسپا کیا اور مختلف علاقوں میں پا پیادہ دورے کر کے شدھی کی لعنت کو روکا۔ تو آپ کی مصروفیات اور

جوش تبلیغ کے بارہ میں حضرت مولانا شیخ محمد احمد صاحب مظہر اپنی کتاب ''مضامین مظہر'' میں رقم طراز ہیں۔

مصروفیت

تمام علاقے میں ہنگامے برپا تھے۔ ہر طرف رواداری اور دھاکی تھی اگر آج چوہدری صاحب موضع پر ہم میں ایک مسجد کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ تو کل موضع اسپار میں مرتد ملکانوں کی اسلام میں واپسی کی تقریب پر شاداں وفرحاں احباب سمیت جارہے ہیں اور اس طرح شب و روز فرائض منصبی میں بشاشت سے منہمک ہیں اور اس مشکل ترین مہم کے فرائض کا ایک پہاڑ سر پر اٹھایا ہوا ہے اور امام کے اشارات اور ہدایات کے مطابق چلے جارہے ہیں اور **امام جنة یقاتل من ورائه** کا منظر ہے۔

جوش تبلیغ

محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر مزید رقم طراز ہیں۔

خاکسار نے دیکھا کہ چوہدری صاحب مرحوم اپنے بچے صالح محمد کو گود میں لئے معمولی سے معمولی ملکانے کے ساتھ کھڑے ہوئے گھنٹوں گفتگو فرمارہے ہیں۔ یہ دل داری ایسی تھی کہ ملکانے چوہدری صاحب ہی سے مل کر اطمینان پاتے تھے۔ چوہدری صاحب مرحوم کا یہ تعہد حال ہمارے لئے خوشی کا موجب ہوتا تھا۔

حق کی فتح دوست و دشمن کا اقرار

آخر کار اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو اس میدان کارزار میں بھی فتح دلائی اور اس کا اقرار دوست و دشمن نے کیا۔

مثلاً سید آغا حیدر صاحب وکیل سہارن پور اخبار ہمدم لکھنو میں 6/اپریل 1923ء کو تحریر فرماتے ہیں:۔

(1) راقم مرزائی نہیں بلکہ اثنا عشری ہے اور اسی فرقے میں ہمیشہ رہا ہے مرزا صاحب (خلیفہ المسیح الثانی) نے اپنی جماعت سے پچاس ہزار روپیہ اور ایک صد واعظ طلب کئے ایک ماہ کے اندر اندر ایک سو چالیس واعظ اور کثیر رقم جمع ہوگئی قادیان جماعت کی مساعی حسنہ اس معاملے میں قابل تحسین ہے۔ دوسری اسلامی جماعتوں کو بھی اسی کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔

(2) ہمعصر زمیندار لاہور 8/اپریل 1923ء کو لکھتا ہے:

احمدی بھائیوں نے جس خلوص اور جس ایثار جس جوش اور جس ہمدردی سے کام میں حصہ لیا وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے وہ ہر حصے میں بدستور سرگرم عمل ہیں۔اس شدھی کے قلع قمع کرنے کے لئے برہمنوں نے بھی احمدیت کا ساتھ دیا۔ 15 رجولائی 1923ء کو موضع فرامیں برہمنوں نے ایک عظیم الشان پنچایت مقرر کی اور فیصلہ کیا کہ چونکہ شدھی سناتن دھرم میں جائز نہیں اس لئے شدھی شدھ کے ساتھ کوئی ہندو کھان پان نہ کرے اور جن لوگوں نے مسلمان ملکانوں سے کھان پان کرلیا ہے اور شدھی والوں سے مل گئے ہیں ان کا ہر قسم کا قطع کیا جائے۔

پس ادھر پنچائتوں نے ملکانوں کو ہوشیار کر دیا اور ہندوؤں سے دور ہو گئے اور ادھر احمدی مجاہدین کی کوششوں سے یہ لوگ اسلام سے واقف ہو کر مسلمانوں کے نزدیک ہوتے گئے نتیجہ یہ ہوا:

جاء الحق وزھق الباطل

اسی طرح موضع انور کے ملکانے جو سب سے پہلے مرتد ہوئے تھے اور جن کی تعداد 225 تھی احمدی مجاہدین کی مساعی جمیلہ سے 17، 18 راکتوبر 1923ء کو شدھی کا طوق گلے سے اتار کر جناب چوہدری صاحب موصوف امیر المجاہدین کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

باب 8

چوہدری صاحب بطور ناظر

1- نظارت دعوة وتبلیغ کی اہمیت
2- اندرون ملک تبلیغی سرگرمیاں
3- قادیان کے مضافات میں تبلیغ
4- مختلف مواقع پر آپکی صدارتی خدمات
5- وفود
6- متفرق خدمات

چوہدری صاحب مختلف عہدوں پر

حضرت چوہدری صاحب نے جن مختلف حیثیتوں میں خدمت دین سرانجام دی اس کی فہرست حسب ذیل ہے۔

چوہدری صاحب مختلف عہدوں پر

1۔ 1906ء انجمن تشحیذ الاذہان کے اعزازی ممبر

2۔ 1913ء تا 1916ء انچارج لنڈن مشن

3۔ 1917ء تا 1919ء افسر صیغہ اشاعت اسلام رہے۔

(سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت 1918ء 1917ء صفحہ 15)

4۔ 1918ء میں سیکرٹری انجمن ترقی اسلام بھی تھے۔(الحکم 7 اپریل 1918 صفحہ 2)

5۔ 1919ء تا جولائی 1921ء تک لنڈن مشن کے امیر۔(الفضل 12 جنوری 1922ء صفحہ 5)

6۔ 1922ء میں آپ ناظر تالیف واشاعت تھے۔(الفضل 20 فروری 1924ء صفحہ 2)

7۔1923ء تا 1924ء تک امیر وفد المجاہدین قادیان برائے کارزار شدھی

8۔ 1924ء میں ہی نائب ناظر محکمہ انسداد اور پھر ناظر محکمہ انسداد رہے۔

(الفضل 23 مئی 1924ء صفحہ 6)

9۔ جولائی 1924ء کو چوہدری صاحب سیکرٹری تبلیغ کے طور پر حضور کے ساتھ لنڈن گئے۔

10۔دسمبر 1924ء تا 1950ء ناظر دعوت وتبلیغ رہے۔(الفضل 13 دسمبر 1924ء صفحہ 1)

11۔ 14/مارچ 1928ء کو لیکچروں کی فراہمی کی نگرانی صیغہ ترقی اسلام کے سیکرٹری چوہدری صاحب کے سپرد کردی۔(رپورٹ مجلس مشاورت 1929ء صفحہ 5)

12۔فروری 1937ء کو چوہدری صاحب نے نظارت اعلیٰ کا چارج لیا۔(الفضل 21 فروری 1931ء صفحہ 1)

13۔ 32'1931ء میں ناظر تعلیم وتربیت کے طور پر کام کیا۔(سالانہ رپورٹ صدر انجمن 1931ء صفحہ 1)

14۔ 1940ء میں مجلس انصاراللہ کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور آخری دم تک رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ 71)

15۔ 1940ء تا 1947ء تک امیر مقامی تبلیغ کے طور تبلیغ اسلام کرنے کا موقعہ۔

(الفضل 29 مارچ 1940ء صفحہ 5)

16۔اکتوبر 1950ء میں ناظر دعوۃ تبلیغ وناظر اعلیٰ کے ممتاز عہدوں پر رہنے کے بعد ریٹائر ہوئے اور پھر 1954ء سے 28/فروری 1960ء تک ناظر اصلاح وارشاد کے عہدہ پر فائز رہے یہاں تک کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔(الفضل 29 مارچ 1940ء صفحہ 5)

1- شعبہ دعوت وتبلیغ کی اہمیت

گو حضرت چوہدری صاحب پہلے ہی دن رات تبلیغ میں مصروف تھے لیکن جب شعبہ دعوت وتبلیغ کے انچارج بنے تو پہلے سے بھی کام کو تیز فرمادیا آپ نے شعبہ دعوت وتبلیغ کی ضرورت پر تحریر فرمایا۔

اگرچہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام کام اور موجودہ نظارت بھی کچھ کم اہمیت رکھنے والی نہیں لیکن حضرت مسیح

موعودؑ کی آمد کی غرض اور زمانہ کی صدائے العطش اور دور تکمیل اشاعت کے عہد کی موجودگی جو خصوصیت اس شعبہ کو دے رہی ہے۔ وہ اپنی نوعیت میں کم اہم نہیں حضرت مسیح موعودؑ نے دنیا میں تشریف لا کر جو زریں کارنامہ کیا اور ان کے خلفاء نے جس اصل الاصول کو کما حقہ نبھایا اور پورا کیا اس کا اگر اجمالاً و اختصاراً کوئی مفہوم ہو سکتا ہے تو وہ تبلیغ ہی ہے گویا بالفاظ دیگر احمدیت کی جان اگر ہے تو تبلیغ ہے پس ہر اس شخص کو جو احمدی کہلاتا ہے یہ فرض ہے کہ وہ اس غرض کو اچھی طرح سے پورا کرے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کی اس غرض کو بہ احسن طریق پورا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کام کو منظم صورت میں کیا جائے تا وقت روپیہ، محنت وغیرہ بھی کم خرچ ہو اور یہ مقصد بھی حاصل ہو۔ سو اس قسم کے قواعد کو ملحوظ رکھ کر اور کاموں کو سر انجام دینے کے لئے دوسری نظارتوں کو ترتیب دی گئی۔ جہاں اس نظارت کی بھی تشکیل کی گئی۔

سو الحمد اللہ کہ اس نظارت نے اس سال بعض ایسے کام سر انجام دیئے ہیں جو اپنی کیفیت اور کمیت میں خاص امتیاز رکھتے ہیں جیسا کہ رپورٹوں سے ظاہر ہے اس کا دائرہ عمل نہ صرف طول و عرض ہندوستان ہی ہے بلکہ حدود ہندوستان سے نکل کر لنڈن، امریکہ، ہانگ کانگ ماریشس، اسٹریلیا، دمشق، سماٹرا، افریقہ، ایران، ترکستان وغیرہ ممالک غیر میں بھی وسعت پذیر ہے۔ اور جہاں محض خدا ہی کے فضل و کرم اور عون و نصرت سے ''دین قیم'' کی تکمیل اشاعت کا کام ہو رہا ہے۔

(الفضل 12 رجنوری 9261ء صفحہ 5)

تبلیغ کرو

چوہدری صاحب فرماتے ہیں۔

میں اس موقع پر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ تبلیغ کرو تبلیغ کے لئے میدان بہت وسیع ہے۔ ہندوؤں میں کرو ۔سکھوں میں کرو مسلمانوں میں کرو بعض ہمارے دوست کہہ دیتے ہیں کہ ہندو کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں۔ یہ بات اگر کسی غیر احمدی کی طرف سے کہی جائے تو خیر لیکن احمدی قوم سے یہ سن کر افسوس ہوتا ہے اور یہ بات ہے بھی حضرت مسیح موعودؑ کے کشوف و رویاء کے خلاف۔ دنیا میں جو نبی آئے ہیں وہ حیرت انگیز کام کرتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں وہ ان کا کام نہیں ہوتا ہے خدا کا ہوتا ہے۔ ہم بے شک ہندوؤں کو مسلمان نہیں

کر سکتے لیکن خدا تو کر سکتا ہے۔ مگر اس کی طاقت کے اظہار کے لئے آپ سعی کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے جو تغیرات ہندوؤں میں ہوئے مثلاً لیکھرام آپ کی پیش گوئی کے مطابق مر گیا۔ ان کو آپ پیش کر سکتے ہیں (حضرت موسیٰؑ کمہاروں کی قوم کی طرف آئے تو خدا تعالیٰ نے ان کو بادشاہ بنا دیا۔ کیا اس سے یہ زیادہ ممکن ہے کہ ہندو مسلمان ہو جائیں۔) اسی طرح عرب بت پرست تھے۔ توحید سے بالکل ناآشنا ہو چکے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے کفر ٹوٹ گیا وحدت پیدا ہوگئی توحید پھیل گئی۔ اسی طرح ہندوستان کا مسلمان ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ خدا نے جو اس میں نبی بھیجا تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں تبلیغ کی جائے اور جب مذہب کی تبلیغ کی جائے گی تو پھر یہ بات آپ ہی حاصل ہو جائے گی کہ حکومتیں اور سلطنتیں مل جائیں پس آپ ان سیاسی امور کو لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مان لیں تو حکومت مل جائے گی۔ سلطنت کا ان کو بہت شوق ہے ممکن ہے اس کی خاطر ہی مسلمان ہو جائیں۔

(الفضل 2/اپریل 1926ء صفحہ 7‘8)

پھر یہی نہیں بلکہ آپ وقتاً فوقتاً احباب جماعت کو مختلف تبلیغ کے طریقوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ تاکہ جس طرح بھی ہو کام جلد اور آسانی سے ہو سکے چنانچہ آپ تبلیغ سے متعلق ہدایات دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

تبلیغ کے متعلق سب سے ضروری بات یہ ہے کہ خود مبلغ کا ایمان نہایت مضبوط ہو اور اس کو یہ یقین ہو کہ حالات خواہ کیسے ہی مایوس کن ہوں۔ اللہ تعالیٰ سچوں سے محبت اور ان کی تائید کرتا ہے۔

کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی

دوم یہ کہ آج کل خدا تعالیٰ اس بات پر تلا ہوا ہے کہ اسلام کا حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کے ذریعہ باقی تمام مذاہب پر غلبہ اور اظہار ہو۔ لیظھرہ علی الدین کلہ اور وقت بھی یہی وقت ہے۔

سوم یہ کہ اکثر لوگ حق پسند ہوتے ہیں۔ ان کی طبیعت کو حق کی طرف قدرتی کشش ہے۔

الست بر کم قالو ابلیٰ اس لئے جیسا کہ مومن کی شان سے بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مایوس ہو اسی طرح انسان سے بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے **ان بعض الظن اثم**

ان کے اظہار تعصب یا دشمنی سے گھبرانا نہیں چاہیے یہ دشمنی اور تعصب وقتی ہوتا ہے۔ دیر تک نہیں چل سکتا کیونکہ باطل اور حق میں یہ بھی فرق ہے کہ باطل میں وہ استقلال نہیں ہوتا۔ جو حق میں ہوتا ہے حق کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میں استقلال بھی ہو۔ کام لگا تار اور متواتر کیا جائے۔ اس لئے طبائع مایوس ہو جاتی ہے اور نفرت دور ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ حق سے محبت پیدا ہو جاتی ہے بات کو بار بار دھرایا جائے۔ تا کہ لوگوں کے سامنے وہ تعلیم یا خیال ہر وقت موجود رہے۔ اس میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ خواہ لوگ ناپسند بھی کریں وہ بات ان کے دماغوں میں داخل ہو جاتی ہے۔" **ان الذین قالو اربنا اللہ ثم استقامو ا**"

(الفضل 2رفروری 1922ء صفحہ 8)

تبلیغ سے متعلق ضروری امور

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ

تبلیغ میں حکمت کی ضرورت

اللہ تعالیٰ کا قرآن شریف میں حکم ہے کہ تبلیغ کا کام عقل مندی سے کرنا چاہیے۔ اس لئے سلسلہ احمدیہ کے مبلغین کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ تبلیغ کے کام میں محنت تو دیوانہ وار ہونی چاہیے لیکن انتہائی جوش اور خلوص سے کام کرتے ہوئے اپنی کوشش اور جدوجہد میں حکمت کو بھی مدنظر رکھیں ظاہری اور جسمانی جنگ میں بھی سپاہیوں کی طرف سے یا قوم کی طرف سے محض قربانی ہی کام نہیں آتی بلکہ عام طور پر جو فریق فنون جنگ کو مدنظر رکھتے ہوئے حکمت سے کام لیتا ہے وہ فاتح ہوتا ہے۔ جب جسمانی جنگ میں یہ بات ضروری ہے تو روحانی جنگ میں یہ امر اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔

انفرادی تبلیغ کی اہمیت

تبلیغ اسلام کے لئے انفرادی تبلیغ نہایت ضروری ہے پبلک میں وعظ کرنا یا مناظرہ کرنا نسبتاً آسان ہے۔ کیونکہ اس میں اخلاقی مشکلات اور ذہنی دقت کم ہوتی ہے۔ لیکن کسی کے پاس جا کر انفرادی تبلیغ کرنا اپنی جان پر سخت بوجھ ڈالنے کے مترادف ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا انسان بھیک مانگنے جارہا ہے۔ اس لئے باوجود سخت تاکید کے مبلغ عام طور پر انفرادی تبلیغ سے جی چراتے ہیں کیونکہ مبلغ جاتا تو نور اور ہدایت دینے کیلئے ہے لیکن پوزیشن اس کی فقیر اور منگتے کی بن جاتی ہے۔ لیکن یہ کڑوا گھونٹ مبلغ کو اللہ تعالیٰ کے لئے روزانہ نوش کرنا ہی پڑتا ہے اور اگر کوئی مبلغ اس بات سے گھبراتا ہے تو گویا وہ اپنے اس ابتدائی عہد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ دنیا کی ہر مصیبت کو اٹھانے کے لئے تیار رہے گا۔

حالات کا جائزہ لینا

ہر کام میں تفتیش ضروری ہوتی ہے جیسا کہ عقلمند طبیب بغیر تشخیص مرض کے علاج تجویز نہیں کرتا۔ اسی طرح ایک سمجھدار مبلغ کو زیر تبلیغ افراد اور زیر تبلیغ علاقہ کی تفتیش کرنی چاہیے۔ ہر ایک فرد جس سے گفتگو کی جائے اس کی طبیعت کا اندازہ لگانا چاہیے اور اس اندازہ کے مطابق ہر شخص پر وقت خرچ کیا جائے جن لوگوں کے دل میں خشیت اللہ ہو وہ حق کو جلدی مانتے ہیں اور بعض اور ہوتے ہیں کہ ان کے قلوب بالکل مردہ ہوتے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان میں روح نہ پھونکی جائے ان کو سنانا اور نہ سنانا برابر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

انما تنذر من اتبع الذکر و خشی الرحمٰن بالغیب ط فبشرہ بمغفرۃ و اجر کریم

ترجمہ: بات یہ ہے کہ تو ان لوگوں کو وعظ کرتا ہے۔ جو نصیحت کو مانتے اور بن دیکھے اللہ سے ڈرتے ہیں پس بشارت دے ان کو مغفرت کی اور اجر کریم کی۔

خشیت اللہ رکھنے والے دل

پھر آپ نے فرمایا۔ **انا نحن نحی الموتی** ترجمہ: احیائے موتی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

جو شخص روحانی موت مر چکا ہو اس کا احیاء اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ وعظ و نصیحت یا انذار اور تبشیر ایسے لوگوں کو فائدہ نہیں دیتا اس لئے انفرادی طور پر تبلیغ کے لئے سب سے پہلے ضرورت ہے کہ مبلغ یہ دیکھے کہ اس کے مخاطب میں خشیت اللہ کا بیج باقی ہے یا نہیں اگر مخاطب میں خشیت اللہ کا بیج باقی ہو تو تبلیغ جلدی بار آور ہوگی۔ اور اگر خشیت اللہ کا بیج باقی نہیں رہا تو جیسا مردہ یا شور زمین یا پتھریلی زمین میں بیج ڈالا ہوا ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وعظ و نصیحت ایسے لوگوں پر ضائع ہو جاتی ہے۔

دعا کی جائے

مگر ایسے لوگوں کو یہ نہیں کہ چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کا اصل علاج دعا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے گر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے مردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہے۔ پس ایسے موقع پر وعظ و نصیحت کی نسبت دعا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گر جانا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ کہ مردوں کی نبض بھی چلنی شروع ہو جاتی ہے۔

ضروری امور

بعض آدمی جو سوچنے سمجھنے کا مادہ نہیں رکھتے یا دینی امور میں ان کو بصیرت حاصل نہیں ہوتی۔ وہ اپنے مذہب پر محض تقلید کے طور پر قائم رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور چن چن کر ہر ایک مذہب اور ملت کے سمجھ دار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگوں کو تبلیغ کرنی چاہیے جب ایسے لوگوں کی کثرت ہدایت پا لیتی ہے تو باقی لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے رجحان کو دیکھ کر سچائی کے قائل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی حیثیت محض توابع کی ہوتی ہے۔ اور اس طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل میں حصہ دار ہو جاتے ہیں۔

تبلیغ کا ایک اور گُر

قرآن شریف نے تبلیغ کا ایک گُر یہ بھی بتلایا ہے فرمایا۔ قلیل من عبادی الشکور
اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے قلیل ہی ہوتے ہیں

اس لئے آپ دیکھیں گے کہ ایک بستی یا گاؤں میں چند آدمی جلدی ایمان لے آئیں گے۔ اور باقی حصہ مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ دراصل ہر ایک شہر یا بستی میں چند ایسے آدمی ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو فوراً سمجھنے اور ماننے کے قابل ہوتے ہیں۔ اس لیے جب کشمکش شروع ہو جائے تو اس جگہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے دوسرے مقامات کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اور ان نئے مقامات میں قلیل من عبادی الشکور کی تلاش میں لگ جانا چاہیے۔ پہلی بستی کے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ ان میں اگر نور ایمان قائم ہے تو تمام بستی کو ان مومنوں کا نور منور کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے اس لئے جو مبلغ بجائے ایک جگہ ڈیرہ ڈال دینے کے مختلف مقامات میں ضرورت اور لوگوں کی خواہش اور برداشت کے مطابق کام کرے گا وہ زیادہ کامیاب ہوگا۔

مباحثات اور تقسیم لٹریچر

نئے مقامات میں جہاں لوگ احمدی عقائد اور ان کے دلائل سے ناواقف ہوں مباحثات بہت مفید ہوتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے سے عام و خاص سب کو اطلاع ہو جاتی ہے اور موٹے موٹے دلائل سے بھی لوگ واقف ہو جاتے ہیں۔ جب یہ غرض حاصل ہو جائے تو پھر ذاتی تعلقات پیدا کر کے جو لوگ متوجہ ہوں ان کو انفرادی تبلیغ کرنی چاہیے جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کو لوگوں کو عاریۃً پڑھنے کے لئے دی جائیں۔ اور ان میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تھوڑا بہت مال خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں ان کو یہ کتب خریدنے کی تحریض دلانی چاہیے حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں جو تاثیر اور جدت اور نور پایا جاتا ہے۔ اور مشکل عقدوں کو خوبصورتی اور تفصیل کے ساتھ حل کیا گیا۔ غالباً بعض تبلیغ کرنے والوں کو اس کا پورا احساس نہیں ہے والّا نوٹ بکوں اور ذاتی نوٹوں پر اس قدر انحصار نہ کیا جائے موقع کے مطابق بعض دفعہ بجائے حاضر جوابی کے یہ امر بہتر رہے گا کہ سائل سے کہا جائے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر بھی یہ اعتراض کیا گیا تھا۔ بہتر ہوگا کہ آپ بجائے میری زبان سے اس بات کا جواب سننے کے خود فلاں کتاب میں اس کا جواب پڑھ لیں۔

(الفضل 28 اگست 1934ء صفحہ 2 تا 4)

2۔اندرون ملک تبلیغی سرگرمیاں

سلسلہ کے اخبارات ورسائل کے بارے میں ہدایات

حضرت چوہدری صاحب کو دین کی اشاعت کا ایک جوش تھا اور ایک لگن تھی۔ جو کہ ہر وقت آپ کو بے چین رکھتی۔ آپ نے دین کی اشاعت کے لئے جہاں زبانی اور تحریری خدمات سرانجام دیں وہاں شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھی کوشش فرمائی۔ کہیں آپ ایڈیٹروں کی کانفرس بلا رہے ہیں تو کہیں نور اور فاروق اخبار کو ہدایات جاری فرما رہے ہیں کہ اس اس نہج پر کام کرو۔ اس بارہ میں چند ایک رپورٹیں ملاحظہ ہوں۔

ایڈیٹروں کی کانفرس

26رجنوری کو جناب چوہدری صاحب ناظر اشاعت نے سلسلہ کے اخبارات کے ایڈیٹروں کی ایک کانفرس طلب کی جس میں اشاعت سلسلہ کے رسائل اور اخبارات کی ترقی و بہبود کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ (الفضل 30رجنوری 1922ء صفحہ 1)

اخبار فاروق بند ہونے پر چوہدری صاحب کا قلق

چوہدری صاحب اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

مجھے یہ معلوم کر کے کہ سلسلہ عالیہ کا ایک لاجواب پرچہ جو خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں ''فاروق'' نام سے جاری ہوا تھا اور جس نے نہایت اخلاص اور پوری شوکت سے اندونی و بیرونی مخالفین سلسلہ و دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا اور برابر کرتا رہا۔ وہ تقریباً 1927ء اپریل عرصہ ایک سال سے عدم توجہی خریداران کے باعث بند ہو گیا ہے۔ مجھے اسکا جس قدر افسوس اور دکھ ہوا وہ بیان نہیں کر سکتا۔ میں کبھی یہ خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا کہ وہ قوم جس کو تمام دنیا کی راہ نمائی کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک نبی مامور کر کے اسکے ہاتھ پر جمع کیا۔ اور اس کے فرستادہ مہدی موعود اور مسیح کے دست مبارک پر جس قوم کے ہر ایک فرد نے یہ عہد کیا ہو کہ

''وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے''

اور یہ اقرار نہ ایک بار بلکہ خلیفہ اوّل کے ہاتھ پر دوبارہ اس کی تجدید کی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دست مبارک پر سہ بارہ اس کو پختہ کیا وہ قوم اپنے ہاتھوں سے اپنے دیکھتے دیکھتے اپنے سلسلہ کے ایک اخبار کو بند کر کے آرام سے بیٹھ جائے۔ میرا ضمیر ایک لمحہ کے لئے یہ اجازت دینے کو آمادہ نہیں ہے کہ ایک زندہ قوم جس نے تمام جہان کو اپنی زندگی کا قائل کرنا ہے وہ ایسی سست اور بے پرواہ ہو جائے کہ اس کی زندگی میں اسکا ایک قومی اخبار بند ہو جائے اور اس کا کسی کو احساس تک نہ ہو۔ آج دنیا کے تمام اطراف والوں نے مان لیا ہے کہ بے شک احمدی قوم ہی ایک زندہ قوم ہے۔ اور اس کی طرف یار و اغیار کی نظریں اپنے اپنے خیالات کے مطابق اٹھ رہی ہیں۔ پس اے قوم نہ صرف خود زندگی رکھنے والی قوم بلکہ دوسروں کو بھی زندگی دینے والی قوم اُٹھ۔ بتا کیا تو یہ چاہتی ہے کہ ہر طرح کی جملہ اقوام عالم پر اپنا سکہّ جمائے اور ہر بات میں سب سے سبقت لے جائے یا یہ کہ بدخواہ تیرے کسی آلہ کار کو مٹتا ہوا دیکھ کر خوشی کے شادیانے بجائے۔ کیا احمدیت کی عزت اور سلسلہ احمدیت کی حمیت اس امر کی مقتضی نہیں ہے۔ کہ اس کے ذرائع تبلیغ تمام مذاہب عالم کے ذریعوں سے بڑھ کر ہوں۔

میرے عزیز دوستو۔ یہ کون نہیں جانتا کہ موجودہ کشمکش اور دوڑ میں وہی قوم آگے نکل کر کامیاب ہو سکتی ہے جس کا پریس مضبوط ہو۔ جس کی آواز بلند ہو۔ جو دور تک وسیع طور پر پہنچ سکے کیونکہ بغیر پریس کی طاقت کے آج کوئی ذریعہ تبلیغ و اظہار حق و باطل کا دنیا میں نہیں ہے۔

پس اگر آپ ذرا سی توجہ فرمائیں تو آپ کا پریس بھی مضبوط اور طاقت ور ہو سکتا ہے۔ آپ نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ آپ نے خدا کی راہ میں ہمت سے بڑھ کر قدم اٹھایا ہے صرف توجہ کی ضرورت ہے۔

(الفضل 23/ مارچ 1928ء صفحہ 9)

ریویو آف ریلیجنز کی وسیع اشاعت

چوہدری فتح محمد صاحب ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت اور خریداروں کی تعداد کو وسیع کرنے کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

''احباب کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ ریویو آف ریلیجنز جماعت احمدیہ کا واحد ماہواری رسالہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا اس کے بارہ میں ارشاد ہے۔''

''اگر اس رسالہ کی اعانت کیلئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو انگریزی کے پیدا ہو جائیں تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارے میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔''

حضور نے یہ ان دنوں فرمایا جب کہ جماعت کی تعداد ایک لاکھ بھی نہیں تھی۔ لیکن اب جبکہ 5,6 لاکھ سے تجاوز ہے تو دس ہزار بہت ہی کم تعداد ہے۔ بلکہ کچھ بھی نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو اس کا یہاں تک خیال ہے کہ اپنے جاری کردہ رسالہ تشحیذ الاذہان کو جو کامیابی کے ساتھ چل رہا تھا بند کرا دیا تا جماعت کی توجہ ایک ہی رسالہ کی طرف پوری پوری مصروف رہ سکے۔

اندریں حالت جب آپ یہ سنیں گے کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو کے خریدار تشحیذ الاذہان کے خریداروں کو ملا کر دو ہزار بھی نہیں بلکہ ڈیڑھ ہزار بھی نہیں تو آپ کس قدر حیران ہوں گے۔

پچھلے دنوں جب عملہ مینیجر نے خریداروں کے چندے کی پڑتال کی تو معلوم ہوا کہ تقریباً 400 خریدار ایسے ہیں جن کے ذمے کئی کئی سال یا کم از کم 1923ء کا بقایا ہے۔ اس لئے بڑھتے ہوئے خرچ کو دیکھ کر مجبوراً ان کے نام رسالہ تا وصولی قیمت روکنا پڑا اور اس طرح پر 300 خریدار اور کم ہو گیا۔ اور رسالہ کی خریداری محدود رہ گئی۔ ایسے خریداروں کے نام دفتر سے کارڈ بھیجے جا رہے ہیں۔ احباب کرام مہربانی فرما کر ایک مخلصانہ جوش سے کام لیں اور اردو ریویو کے خریدار دس ہزار تک بنانے کی نسبت سے مستقل کام کریں۔ اور پانچ سو خریدار تو اسی سہ ماہی کے اندر مہیا ہو جانے چاہیں۔

رسالہ کو ہر طرح دلچسپ اور مفید بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور میں نے تاکید کر دی ہے کہ جو احباب اس بارے میں کوئی کاروائی فرمائیں ان کے نام نامی رسالہ میں شکریہ کے ساتھ درج کئے جائیں۔ (الفضل 26/فروری 1923ء صفحہ 8)

ایڈیٹر ”نور“ کو چند ہدایات

مکرمی ایڈیٹر صاحب نورؔ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

احمدیہ پریس کے متعلق دو باتیں اس وقت حضرت صاحب کے زیر غور ہیں۔

اوّل:۔ یہ کہ عملی رنگ میں اس کو زیادہ مفید اور مؤثر بنایا جائے۔

دوم:۔ اشاعت میں ترقی کی جائے نیز ہر ایک اخبار اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

امر دوم تو قوم کے ذمہ ہے۔ اور امر اوّل آپ لوگوں کے ہے۔ اس کے متعلق قریباً دو ہفتے ہوئے کانفرس ہوئی تھی اور ایڈیٹر صاحبان کی رائے اس میں لی گئی تھی۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں بھی یہ معاملہ پیش ہوا۔ اس تمام گفتگو کے بعد مندرجہ ذیل امور طے ہوئے ہیں۔

چونکہ ترقی اشاعت ایڈیٹر صاحبان کے دلوں میں بہت مقبول ہے۔ اور جماعت کے تعاون کے بغیر یہ کام نہیں چل سکتا میں پہلے اس بات کو لیتا ہوں۔

1۔ نظارت کی طرف سے جماعت میں تحریک ہوتی ہے کہ جماعت اخباروں کی خریداری کی طرف توجہ کرے۔ خطوط کے ذریعہ سے اور مبلغین کے ذریعہ سے اور سیکرٹریوں کو بھی اس کی طرف توجہ دلائی جائے۔

2۔ خود اخباروں والے بھی ایک دوسرے کی مدد کریں اور وہ اس طرح ہوسکتا ہے۔ (جیسا کہ عام دنیا میں قاعدہ ہے) کہ ایک اخبار دوسرے اخبارات کے اہم مضامین اور خبروں کو اپنے اخبار میں شائع کرے یا کم از کم اس کا ذکر بھی کریں۔ اور دوسروں کے متعلق نوٹس شائع کریں۔ دنیا کے تمام اخبارات خواہ سیاسی ہوں یا مذہبی اس بات کا التزام کرتے ہیں لیکن احمدی اخبارات اس بات سے بالکل مُبرا ہیں۔ یہ بات فرائض ایڈیٹری کے علاوہ احسان اور حق ہمسائیگی سے بھی دور ہے۔

3۔ تیسرا اہم امر کاموں کی تقسیم ہے۔ اس بات کا یہ مطلب نہیں کہ کسی اخبار کے میدان کو تنگ کیا جائے یا پابندی مثبت ہوگی نہ کہ منفی۔ بعض اخباروں کے ذمہ بعض مضامین خاص طور پر رکھے گئے ہیں۔

نورؔ   سکھوں اور آریوں کے متعلق التزام کرے گا اور دوسرے مضامین بھی لکھ سکتا ہے۔

فاروقؔ   غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق التزام کریگا اور دوسرے مضامین بھی لکھ سکتا ہے۔

الفضلؔ   جماعت کی تعلیم تبلیغ ڈائری خطبات تبلیغی رپورٹیں وغیرہ کے علاوہ خلافت اخلاق اور سیاست پر التزام سے لکھے گا۔

ریویوؔ اور تشحیذ الاذہانؔ دہریت، نیچریت، عیسائیت اور اللہ تعالیٰ کے متعلق الہام ووحی کے متعلق، نبوت اور امامت کے متعلق التزام کریگا۔ تاریخی اور ادبی مضامین بھی لکھ سکتا ہے۔

امر اوّل یعنی مفید اور مؤثر بنانے کیلئے ایڈیٹر صاحبان کا فرض ہوگا کہ اخباروں کے کاغذ اور چھپوائی کو عمدہ کریں۔ ایک دوسرے کی مدد کریں تقسیم عمل کو برداشت کریں اور چونکہ عام طور پر لوگ مضامین لکھ کر نہیں دیتے۔ وقت کی تنگی کا عذر کر دیتے ہیں۔ جو لوگ اس بات کے اہل ہیں ان سے مل کر مضامین کے متعلق نوٹ وغیرہ جمع کریں۔ دنیا میں کوئی شخص ہمہ دان نہیں ہوسکتا۔ خواہ ایڈیٹر ہو یا مولوی ہو۔ ایک دوسرے سے مدد لینی چاہیے۔ ایڈیٹر صاحبان کی خدمت میں وقتاً فوقتاً دفتر نظارت سے بعض سفارشیں بھی ہوتی رہیں گی۔ اور باہر کے مبلغوں کی کاروائی بلا رعایت اور بلا توقف تمام اخباروں کو ایک وقت میں مہیا کی جائے گی۔ ایڈیٹر صاحبان میں سے کوئی ایڈیٹر صاحب بہ نفسِ نفیس یا اپنے کسی نمائندہ کے ذریعے سے کوئی امر معلوم کرنا چاہیں تو ناظر فوراً معلومات مہیا کرنیکا انتظام کرے گا۔

(نورؔ 3 / مارچ 1922ء صفحہ 6)

3۔ قادیان کے مضافات میں تبلیغ

مکرم چوہدری صاحب مجسم تبلیغ تھے۔ آپ کو نہ دھوپ کی پرواہ تھی نہ بارش کی نہ بھوک کی۔ پس ایک ہی لگن اور شوق تھا۔ اور وہ یہ کہ تبلیغ کی جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جماعت احمدیہ میں شامل کیا جائے۔ حضور چاہتے تھے کہ قادیان کے اردگرد کے علاقہ میں کثرت سے تبلیغ کی جائے چنانچہ اس کام میں چوہدری صاحب نے بہت کام کیا اور کئی ایک نئی جماعتیں قائم کیں۔ چنانچہ ہندوستان کی تمام جماعتوں کو

بھی متنبہ کیا اور فرمایا کہ میں اکیلا اس کام کو نہیں کرسکتا جب تک سب لوگ اس کام میں کوشاں نہ ہوں۔ قادیان کی جماعت کے کام کو سراہتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

چوہدری صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔قادیان کی جماعت کے اکثر غرباء جمعرات اور جمعہ کے دن قادیان کے گردونواح کے قریباً 20 گاؤں میں پھیل جاتے ہیں۔ اور نماز جمعہ کے بعد وہ اپنی رپورٹیں ناظر تالیف و اشاعت کو سناتے ہیں۔ اس طریق سے قادیان کے ہمسایہ دیہات میں احمدی جماعت کی طرف ایک عام توجہ ہوگئی ہے۔ زیر رپورٹ ہفتوں میں 26 آدمیوں نے بیعت بھی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید کی جاتی ہے کہ عنقریب بعض گاؤں کے گاؤں جماعت میں داخل ہو جائیں گے یہ کام 4 ماہ سے شروع ہے۔ ایک سو سے اوپر اشخاص اس طرح داخل بیعت ہو چکے ہیں۔ ابھی تک سوائے پادریوں کے کسی سے مباحثہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کوئی پبلک تقریر ہوئی نہ ہی کوئی دنگا فساد ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایماء اور مشورہ سے ناظر تالیف و اشاعت مبلغین کو جو ہدایات دیتے ہیں ان پر وہ لوگ عمل کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے فرمایا ہے کہ ”کیوں یہ سلسلہ تمام ہندوستان میں وسیع نہیں کیا جاتا؟“ اس وقت میں نے یہی عرض کیا کہ حضور کوشش کی جارہی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ بڑی بڑی جماعتیں اس طرف توجہ نہیں کرتیں۔ قادیان میں اپنے کام کی رپورٹ روانہ کرنے اور قادیان سے مشورہ لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ حالانکہ بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض جماعتیں جن کی ہزاروں کی تعداد ہے مہینوں خاموش چلی جاتی ہیں۔ اور جب ہدایات پر عمل کرنے کیلئے زور دیا جائے تو الٹا مرکزی دفتر پر نکتہ چینی شروع کر دیتے ہیں کہ بار بار ایک ہی بات کی رٹ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی خدمت میں میری یہی عرض ہے کہ جب تک ہدایت پر لوگ کاربند نہ ہو جائیں ہم تو اس بات کو دہراتے ہی رہیں گے گویا ہمیں مبلغین کو بھی تبلیغ کرنی ہے۔ اور تبلیغ کیلئے تکرار ضروری اصولوں میں سے ہے۔ پھر ان لوگوں پر جو مبلغ ہیں اور ہم پر تکرار کا اعتراض کریں تعجب ہے۔

(الفضل 26 رفروری 1923ء صفحہ 2،1)

قادیان کی جماعت کام کرتی رہی اور بہت سی نئی جماعتیں قائم ہو گئیں لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ جماعت نے تبلیغ میں ذرا سستی دکھائی تو چوہدری صاحب اہل قادیان کو متنبہ کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہوئے۔

ہماری طرز تبلیغ کی فتح اور مقامی احباب کی لاپرواہی

قادیان اور اس کے گرد و نواح کے گاؤں کی لوکل آبادی میں احمدیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ اہل قادیان کا تعلق ساری دنیا کے ساتھ ہے اس لئے ان کے قرب میں جو عام لوگ رہتے ہیں ان کی طرف توجہ کم ہوتی ہے۔ چونکہ ان لوگوں کی احمدیت میں داخل نہ ہونے کی وجہ ایک ہی ہے کہ نہ ان کے پاس کوئی جاتا ہے اور نہ ہی ان کو احمدی ہونے کی تحریک کی جاتی ہے۔ اور یہ لوگ اپنی جہالت اور سستی کی وجہ سے باوجود ہمسایہ ہونے کے اللہ تعالیٰ کے مسیح موعودؑ کی غلامی کی برکات و انوار سے محروم ہو رہے ہیں۔ ورنہ ہمارا ان لوگوں کے متعلق اندازہ یہ ہے کہ وہ معمولی تحریک پر احمدیت میں داخل ہو سکتے ہیں ہمسایہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان تمام حالات کے چشم دید گواہ ہیں۔ جن کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ نے اور آپ کی جماعت نے کام کیا ہے۔ اور آپ کو اکثر اس بات کا اعتراف کرتے سنا گیا ہے یہ تمام کاروبار اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان لوگوں کی طبائع پر ایک گہرا اثر ہے۔ جس سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ قادیان کے احباب ناظر دعوت و تبلیغ کی ہدایت کے ماتحت ان گاؤں میں مقررہ اوقات پر دورہ کر کے ان لوگوں سے راہ و رسم پیدا کر کے سلسلہ تبلیغ جاری کریں۔ جب یہ تحریک جاری کی گئی تو بعض احباب نے اس خدمت میں ایک وقت تک حصہ لیا۔ اور دو یا تین ماہ کے اندر اندر تھک کر بیٹھ گئے صرف ایک دوست ہیں جنہوں نے تقریباً چھ ماہ تک استقلال سے کام کیا۔ اور یہ دوست میاں عبدالرحیم ورق ساز ہیں............ اس قسم کی تبلیغ کا انتظام ہم نے قادیان کے نواح میں 40 گاؤں میں کیا تھا۔ اگر تمام دوست اپنے فرض کو اسی طرح ادا کرتے جیسا کہ میاں عبدالرحیم ورق ساز صاحب نے کیا تو ایسے یا اس سے بہتر نتائج برآمد ہوتے اور قادیان کے گرد ایک حرکت مبارک پیدا ہو جاتی لیکن افسوس ہے کہ اس امر کو حقیر و خفیف سمجھ کر تساہل سے کام لیا گیا۔ بعض دوستوں نے یہ عذر کیا کہ ہم عالم نہیں کہ تبلیغ کریں۔ بعض احباب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ

ہم عالم لوگ ہیں اور ہماری تقاریر عالمانہ رنگ لئے ہوتی ہیں۔ دیہاتی جہلا سے گفتگو کرنے کا ڈھنگ ہم نہیں جانتے۔ بعض نے ضعف پیری اور بعض نے ایام طفلی کا عذر پیش کر دیا۔ بعض دوستوں نے یہ کہا ہمارے فرائض منصبی جو خدمت اسلام پر مشتمل ہے ان سے فرصت نہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر اس قسم کے اعتراضات کی طرف توجہ کی جائے تو پھر تبلیغ اسلام اور اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے دنیا میں کوئی بھی فارغ نہیں۔ غیر احمدی لوگ جو خدمت اسلام کی طرف توجہ نہیں کرتے ان کے عذرات بظاہر ان سے ہی زیادہ معقول اور وزنی ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے احباب کی خدمت میں اب دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ ہفتہ میں ایک بار تین گھنٹہ کے لئے تبلیغ کے لئے قادیان سے باہر چلے جانا کوئی بڑی بات نہیں اور اس سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا نہ ہی کسی فرض منصبی میں نقص واقعہ ہوتا ہے۔ میری رائے میں سوائے کسل کے اور کوئی وجہ نہیں اور کسل وہ چیز ہے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

(الفضل 29 رجون 1926ء صفحہ 1'2)

تبلیغی دورے

چونکہ چوہدری صاحب ناظر دعوت وتبلیغ بھی تھے۔ انتظامی فرائض کی انجام دہی کے علاوہ آپ کئی ایک مقام پر بغرض تبلیغ تشریف لے گئے آپ نے مختلف جماعتوں کے دورے بھی کئے۔ اور مختلف جماعتوں میں پر معارف تقاریر فرمائیں اور لوگوں کو احمدیت کی تعلیم اور نور سے منور کیا۔ یہاں صرف ان اجلاسات کی فہرست یا بعض لیکچرز کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ جن کی رپورٹ الفضل میں شائع ہوئی

1۔ چوہدری صاحب اور مولوی سید سرور شاہ صاحب کشمیر تشریف لے گئے۔

(الفضل 8رستمبر 1917ء صفحہ 1)

2۔ آپ اور جناب حافظ روشن علی صاحب دورہ پر مختلف مقامات پر گئے۔ مثلاً امرتسر' سہارنپور' میرٹھ' کانپور۔ امرتسر میں چوہدری صاحب نے انگریزی میں لیکچر دیا۔ مجمع خاصہ تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ متواتر انگریزی میں تقریر کی بعد میں ترجمہ بھی سنایا۔ سہارنپور میں چوہدری صاحب نے ''اسلام کی خوبیاں'' پر تقریر کی سوال جواب بھی ہوئے۔ میرٹھ میں چوہدری صاحب نے ''صداقت مسیح موعودؑ'' پر تقریر کی کانپور میں بھی

چوہدری صاحب نے ''صداقت حضرت مسیح موعودؑ'' پر تقریر کی۔ اور اسی طرح ''اسلام'' پر لیکچر دیا۔ (الفضل 12/اپریل 1918ء)

3۔ شاہ جہان پور میں تبلیغی جلسہ ہوا جس میں چوہدری صاحب نے ''مسلمان کس طرح ترقی کر سکتے ہیں'' کے موضوع پر مثالوں اور واقعات کو آسان پیرایہ میں بیان فرما کر حاضرین کو ترقی اسلام کے نئے نئے طریقے بتائے۔ (الفضل 21/مئی 1918ء صفحہ 2)

4۔ چوہدری صاحب اور چوہدری حاکم علی صاحب قادیان کے ''چوہڑوں'' میں تبلیغ کیلئے گئے۔

(الفضل 18/جنوری 1923ء صفحہ 1)

5۔ چوہدری صاحب اور شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور اور جناب حافظ روشن علی صاحب جلسہ احمدیہ دہلی پر تشریف لے گئے۔ (الفضل یکم اپریل 1924ء صفحہ 1)

6۔ 1925ء میں ضلع شیخوپورہ کے مصلیوں کے ایک وفد کے قادیان آنے پر آپ ان کی دعوت پر حضور کی اجازت سے ان کے ساتھ شیخوپورہ گئے اور خوب تبلیغ کی۔ (الفضل 29/نومبر 1949ء صفحہ 4)

7۔ چوہدری صاحب نے فیصلہ کیا کہ مضافات قادیان میں جلسوں کا سلسلہ شروع کیا جائے اس غرض کے لئے انہوں نے بارہ بارہ دیہات کے گروپ بنائے۔ چنانچہ سب سے پہلا جلسہ موضع بگول میں بروز ہفتہ ہوا۔ ان جلسوں سے یہ بھی مقصود تھا کہ ان دیہات میں رہنے والے احمدیوں کا ایک دوسرے سے تعاون اور تعارف پیدا ہو جائے۔ اور تعلقات مضبوط ہوں۔ (الفضل 12/ستمبر 1925ء صفحہ 1)

8۔ لاہور میں 26/فروری 1927ء کو چوہدری صاحب کا عالمانہ پُر از معلومات لیکچر ہوا جس میں بتایا کہ ہندوستان میں مسلمان مبلغین نے کس طرح تاریک ہند میں اسلام کی ضیاء باریاں کیں۔ آپ نے واقعات سے اسلام کے بزورِ شمشیر پھیلنے کے اعتراض کا ازالہ بھی فرمایا۔ اہل علم طبقہ نے اس تقریر کو بہت پسند کیا۔ اور طلباء کالج نے درخواست کی کہ اسے کتاب کی شکل میں شائع کیا جائے۔

(الفضل 27/مئی 1924ء صفحہ 1)

9۔ ایک اجلاس میں شرکت کے لئے چوہدری صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب حضرت مولوی

ذوالفقار علی خاں صاحب اور محترم سید ولی اللہ شاہ صاحب اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب تشریف لے گئے۔(الفضل 18 / مارچ 1927ء صفحہ 1)

10۔ چوہدری صاحب اور جناب مولوی عبدالمغنی صاحب اور کئی ایک مبلغین نوشہرہ متصل فیض اللہ چک کے جلسہ پر گئے۔(الفضل 14 / جون 1938ء صفحہ 1)

11۔ 6/ستمبر 1939ء کو جناب چوہدری صاحب جناب عبدالمغنی صاحب ناظر دعوت تبلیغ معہ بعض مبلغین جماعت احمدیہ ممیرا کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے۔

(الفضل 7/ستمبر 1939ء صفحہ 1)

12۔ گنج مغلپورہ کے جلسہ سالانہ میں آپ نے ''اتحاد بین المسلمین'' پر لیکچر دیا۔

(الفضل 10/مئی 1939ء صفحہ 2)

13۔ مکرم مولانا دل محمد صاحب رقم طراز ہیں۔جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے جماعت احمدیہ دھرم کوٹ، بگہ، کنجران، نارووال، شکار ماچھیاں، اٹھوال گھنیکے بانگر کا تبلیغی دورہ کیا دھرم کوٹ بگہ میں وہاں کی جماعت نے مسجد احمدیہ میں جلسہ کا انتظام کیا جس میں چوہدری صاحب اور خاکسار نے تربیتی تقاریر کیں۔

چوہدری صاحب اپنے لیکچرز کے متعلق رقم طراز ہیں کہ:۔

''میں گذشتہ پندرہ سال میں متواتر ضلع گورداسپور کے دیہات کا دورہ کر رہا ہوں اور مختلف دیہات میں میرے لیکچر ہوتے رہے ہیں جن کی تعداد ایک سال میں اوسطاً پچاس تک رہی ہے۔''

مزید تحریر فرماتے ہیں:۔

1۔ ان لیکچروں میں میں نے ہمیشہ اُنہیں (ہندو مسلمان سکھ) پُرامن رہنے اور محبت سے رہنے کی تلقین کی۔

2۔ میں سکھ اور مسلمان دیہاتیوں کو تلقین کرتا رہا ہوں کہ سودی لین دین سے پرہیز کیا جائے اور ساہو کاروں کے پنجے سے بچیں۔

3۔قانون انتقال اراضی کی بعض دفعات کی وضاحت کی جاتی رہی ہے تا عوام اس سے فائدہ اٹھائیں۔

4۔ میں عوام کو یہ بھی کہتا رہا ہوں کہ بدمعاشوں کے خلاف پولیس کی امداد کی جائے تا گاؤں کے پُرامن لوگ نقصانات سے بچ جائیں۔

5۔ علاوہ ازیں ''جنگی امداد'' کی تحریک کرتا رہا ہوں اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے جنگی امداد سے متعلق خطبات کو دیہاتیوں تک پہنچاتا رہا ہوں۔(الفضل 19 /جنوری 1944ء صفحہ 4)

تلونڈی جھنگلاں میں جماعت احمدیہ کا تبلیغی جلسہ کی مختصر روئیداد پیش کی جاتی ہے۔

19 /جون تلونڈی جھنگلاں متصل قادیان میں بعد نماز ظہر زیر صدارت جناب مولوی عبدالمغنی خاں صاحب ناظر دعوت وتبلیغ قادیان ایک شاندار تبلیغی جلسہ منعقد کیا گیا۔جس میں قادیان اور گردونواح کے احباب کثرت سے شامل ہوئے۔تلاوت ونظم کے بعد مولوی خورشید احمد صاحب سیالکوٹی نے انبیاء علیھم السلام کی مثالیں پیش کرتے ہوئے صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر تقریر کی۔ اسکے بعد مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر نے علامات مہدی ومسیح پر مفصل تقریر کی۔ بعد ازاں جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اعلیٰ نے تبلیغی تنظیم کے متعلق ایک لمبی تقریر کی آپ نے فرمایا:۔

''میں آج اپنے دوستوں کو تبلیغی تنظیم کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں دنیا میں کامیابی صرف انتظام کے ساتھ ہے۔سکھوں کی ساری تعداد پنجاب میں صرف پانچ لاکھ تھی اور مسلمانوں کی صرف لاہور میں ہی اتنی تعداد موجود تھی۔مگر سکھوں نے تنظیم سے کام کیا اور ایسا حملہ کہ مسلمان باوجود یہ کہ پنجاب میں ان سے کئی گنا زیادہ تعداد رکھتے تھے ہوش نہ سنبھال سکے یہ مسلمانوں کی بدانتظامی کا نتیجہ تھا۔پس ہم اس رنگ کی کئی مثالیں اپنے ملک میں دیکھ چکے ہیں۔توہمیں ان سے سبق حاصل کرنا چاہیے اسی طرح تبلیغ کے علاوہ انتظام کے لئے اپنے نفس کی اصلاح بھی نہایت ضروری ہے۔ایک شخص احمدیت میں داخل ہونے سے پہلے اگر مٹی تھا اور بیعت کرنے کے بعد سونا نہیں بن جاتا تو اس کے بیعت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔اگر پہلے اس کی ناروا خواہشات زندہ تھیں تو اب مرجانی چاہئیں تھیں۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔'' ''تمہاری ہر بات میں نمایاں ترقی ہو''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے متعلق فرماتی ہیں:۔
کان خلقہ القرآن کہ وہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر حرکت میں مجسم تعلیم قرآن تھے۔ جب تک ہم خود اعلیٰ نمونہ پیش نہ کریں۔ غیروں کی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی امداد کو ہمارا نیک نمونہ ہی حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی مدد ہمارے نفس کی اصلاح کی منتظر ہے۔ مجھے یاد ہے کہ مسجد اقصیٰ کے ساتھ والا بڑا مکان جب ایک ہندو ڈپٹی نے بنایا اور وہ اسکی دوسری منزل بنانے لگا تو اس سے چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے گھر کی بے پردگی ہوتی تھی اس لیے جماعت کے دوستوں نے آ کر حضرت مسیح موعود سے عرض کیا کہ حضور آپ یہاں کے مالک ہیں۔ اس کو کیوں نہیں روکتے۔

حضورؑ نے فرمایا:۔ ''صبر کرو۔ صبر سے کام لو۔ یہ دوسری منزل ہمارے ہی لیے ہے''

یہ واقعہ 1903ء کا ہے۔ اور اس مکان پر غالباً اس کا چالیس ہزار روپیہ خرچ آیا تھا۔ مگر اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکوں نے کہا یہ مکان نہایت منحوس ہے اس میں ہماری موتیں ہی موتیں ہو رہی ہیں اور ہمیں یہ مکان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب کو کھا جائے گا۔ چنانچہ مجھے ابھی ناظر اعلیٰ ہوئے تین سال ہوئے تھے کہ میں نے یہ مکان چھ ہزار کو خرید لیا۔ اور آج اس میں ہمارے دفاتر کام کر رہے ہیں۔ پس اے بھائیو! اگر تم کو خدا کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ تو اس پر صبر کرو۔

یاد رکھو کہ تم قادیان کے مغلوں سے زیادہ عزت والے نہیں پھر مجھے حال کا واقعہ یاد ہے۔ میں نے خود احرار کے جلسہ کے وقت ایم سری نگیش سابق ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور سے کہا کہ آپ اگر باہر سے آنے والوں کے متعلق دفعہ 144 نافذ کر دیں تو شہر میں امن بھی رہے گا اور شہر والوں پر یہ دفعہ لگانے کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے۔ کہ باہر سے آنے والوں پر یہ دفعہ لگائی جاتی ہے مگر اس نے نہ مانا اور قادیان پر دفعہ لگا دی۔ لیکن خدا نے احرار کو وہ شکست دی کہ آج مسلمان بھی ان سے متنفر ہیں۔ میں اس وقت ایک یا دو باتیں بطور نصیحت کے کہنا چاہتا ہوں جن میں سے سب سے پہلی اور بڑی بات یہ ہے کہ زمیندار حقہ نوشی بالکل ترک کر دیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے چند حقہ پینے والے لوگوں کو قادیان سے نکال دیا تھا۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ پریس میں کوئی کاپی دیکھنے گئے اور آپ

کے پاؤں کی ٹھوکر سے حقہ گر کر ٹوٹ گیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔ **الخبیثات للخبیثین**
کئی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے حرام ہونے کا تو نہیں کہا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اس کو جس حد تک حرام کر سکتے تھے۔ اس حد تک کر گئے ہیں۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی گلیوں کو ٹھیک کرو رستوں کو کشادہ کرو۔ بدبو دور کرو۔ یہاں تک کہ احمدیوں کے گاؤں اور غیر احمدیوں کے گاؤں میں ہر ایک شخص نمایاں فرق دیکھے۔ ان کی زمین اور ان کی کھیتیاں دیکھ کر ہر کوئی پہچان لے کہ یہ کھیتیاں احمدیوں کی ہیں۔ مثلاً میں پہچان لیتا ہوں کہ یہ کھیتی مسلمان کی ہے یا سکھ کی ہے۔ اسی طرح ہمارے احمدی دوست بھی نمایاں پہچان پیدا کر دیں۔

تیسری بات یہ کہنی چاہتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم اور لڑکیوں کی تعلیم کی طرف بھی احباب کو توجہ دینی چاہیے کیونکہ آج جو بچے ہیں کل قوم کے ستون ہونگے ہمارا فرض ہے کہ ہم آئندہ نسل کا بھی خیال رکھیں اور ان کی اصلاح بھی کریں تا حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام صحیح رنگ میں لوگوں تک پہنچا سکیں۔''

(الفضل 23 جون 1938ء صفحہ 5، 6)

ایک اور اچھوتا واقعہ میرے پیارے حمید نصر اللہ صاحب نے بیان کیا کہ 1953ء کا زمانہ تھا۔ حضرت ابا جان کی گاڑی کہیں کام پر گئی ہوئی تھی اور آپ کو ضروری جماعتی کام سے لاہور شہر کی طرف جانا تھا۔ اُن دنوں آپکی رہائش ماڈل ٹاؤن میں تھی اور ماڈل ٹاؤن سوسائٹی کی بسیں ماڈل ٹاؤن سے لاہور جایا کرتی تھیں۔ لہٰذا ابا جان بس میں سوار ہو گئے کچھ ہی فاصلہ طے ہوا تھا کہ ایک جلوس سامنے سے آ گیا۔ اُن دنوں احمدیت کے خلاف پنجاب میں ایک آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ لہٰذا اُس جلوس والوں نے بس کھڑی کروالی اور کہا کہ بس میں جو بھی مرزائی ہے وہ اُٹھ کر باہر آ جائے۔ ہم نے اُس کو قتل کر دینا ہے۔ لہٰذا حضرت ابا جان بس میں ایک دم اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور یوں اُس ہجوم سے گویا ہوئے کہ آپ لوگوں کی زندگیاں صرف و صرف دنیا کیلئے ہیں۔ آپ لوگ صبح اُٹھتے ہیں اور منہ پر چند چھینٹے پانی کے مارے اور بغیر اللہ تعالیٰ کا نام لئے چل پڑے۔ سارا دن دنیا کے غلط سلط دھندوں میں مگن رہے اور شام کو اپنے آرام دہ گھروں میں بستروں میں خدا تعالیٰ کو یاد کئے بغیر دبک کر سو رہے۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے کیا کرتے ہو۔ مگر

میری زندگی صرف وصرف اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے میں گذری ہے اور گذر رہی ہے۔ اگر تم مجھے مارنا چاہتے ہو تو مار دیکھو؟ میں اِس زمانہ کا سرمد ہوں جیسے صوفی سرمد کو لوگوں نے بے گناہ قتل کر دیا تھا اور اسی وجہ سے مغلیہ خاندان کی بادشاہی کا دور ختم ہو گیا اور مسلمان سو سال تک کافروں کی غلامی میں آ گئے۔ آج تم بھی مجھے قتل کر دو گے تو تم پھر سو سال تک غلامی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اگر تم پھر سے غلامی میں رہنا چاہتے ہو تو آ ؤ مجھے قتل کر دو۔ آپکا یہ پر شوکت بیان سن کر وہ بپھرا ہوا ہجوم چھٹ گیا اور آپ کیلئے اللہ تعالیٰ نے امن کی راہیں کھول دیں۔

نوٹ: چونکہ ابا جان نے حضرت سرمد رحمۃ اللہ کا ذکر کیا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سرمد رحمۃ اللہ کا مختصر ذکر کر دیا جائے۔

حضرت سرمد رحمۃ اللہ کی شہادت کا پس منظر

(ولادت 1002 ہجری' شہادت 1070 ہجری)

از دوست محمد شاہد ربوہ

آپ آرمینیا کے رہنے والے ایک شاعر تھے۔ جوانی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ اپنے تخلص سرمدؔ کے نام سے مشہور ہیں۔ شاہجہان کے عہد میں ایران سے ہندوستان آئے۔ یہاں جذب و جنون طاری ہوا اور عُریاں پھرنے لگے۔ سرمدؔ کی مشہور رُباعی ہے۔

ہر کس کہ سر حقیقتش باور شد	او پہن تر از سپہر پنہاں در شد
ملا گوید کہ برفلک شد احمد	سرمدؔ گوید بہ احمد در شد

ترجمہ

ہر شخص جو حقیقت کے راز کو سمجھتا ہے	اُس میں فلک کی وسعتیں آ جاتی ہیں
مُلا کہتا ہے کہ رسول کریم آسمان پر گئے	سرمدؔ کہتا ہے کہ نہیں آسمان رسول کریم پر عیاں ہوا

''تذکرۃ الخیال'' میں ہے کہ اِس رُباعی پر آپ کو کافر قرار دیا گیا کہ معراج جسمانی سے منکر ہیں۔ علاوہ

ازیں آپ کے قرارداد جرم میں اُس وقت اضافہ ہوا جب علماء نے آپ سے کلمۂ طیبہ پڑھنے کیلئے کہا مگر سرمدؔ نے ''لا الہ'' سے زیادہ نہ پڑھا اور کہا کہ ابھی تک میں نفی میں مستغرق ہوں۔ مرتبۂ اثبات تک نہیں پہنچا جب پہنچوں گا تو الا اللہ بھی کہوں گا۔ علمائے ظواہر نے فتویٰ دیا کہ فقط لا الہ کہنا کفر ہے۔ اگر سرمدؔ توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔ سرمدؔ رحمۃ اللہ علیہ نے جو محبت الٰہی میں

فانی تھے اپنے مسلک سے منحرف ہونے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ دوسرے روز مسجد جامع کے سامنے مقتل میں لے جائے گئے جلاد سامنے آیا تو ذیل کا شعر پڑھ کر اپنی گردن رکھ دی۔

شورے شُد از خواب عدم دیدہ کشودیم　　　دیدیم کہ باقی است شب فتنہ غنودیم

(رودِکوثر صفحہ 390 ' 391 و قاموس المشاہیر جلد اوّل صفحہ 287 ' 288)

4۔ مختلف مواقع پر آپ کی صدارتی خدمات

مختلف اجلاسات جن کی صدارت جناب چوہدری صاحب نے فرمائی ان میں سے صرف پانچ کی فہرست درج ذیل ہے۔

1۔ جامعہ احمدیہ، مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کے بڑے طلباء نے زیر صدارت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے سیکرٹری ''ترقی اسلام'' تقریریں کیں۔ تقریریں کرنے والے طلبا میں سے دو جامعہ احمدیہ اور دو ہائی سکول کے تھے جن کی تقاریر امید افزا تھیں۔ (الفضل 22 / جون 1928ء صفحہ 2)

2۔ جب جماعت میں سیرت النبی ﷺ کے جلسے شروع ہوئے تو آپ نے اپنی تقاریر میں رسول کریم ﷺ کی سیرت کو بڑے جامع اور دلچسپ پیرایوں میں بیان فرمایا چنانچہ 26 اکتوبر 1928ء کو تقریب سیرت النبی ﷺ کے دوسرے اجلاس کی صدارت فرمائی اور مؤثر صدارتی تقریر فرمائی۔ اس اجلاس میں بیس 20 کے قریب مختلف زبانوں میں مختلف اصحاب نے رسول کریم ﷺ کی صداقت پر تقریریں کیں۔ (الفضل 28 / اکتوبر 1930ء صفحہ 1)

3۔ قادیان 30 مئی 1937ء کو ساڑھے سات بجے صبح مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت جناب چوہدری

فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ تحریک جدید کا جلسہ منعقد ہوا۔

(زیر مدینۃ المسیح الفضل یکم جون 1930ء صفحہ 1 صدر انجمن احمدیہ کی نظارت دعوت و تبلیغ کا ایک شعبہ تھا۔)

4۔20 جولائی 1940ء بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں جناب چوہدری فتح محمد صاحب کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جس کا افتتاح کرتے ہوئے صاحب صدر نے تبلیغ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے احباب کو تبلیغ کی طرف توجہ دلائی۔ (الفضل 21رجولائی 1940ء صفحہ 2)

5۔ 21 مارچ بعد نماز مغرب زیر صدارت جناب چوہدری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ مسجد اقصیٰ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔جس میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے محامد اور محاسن نہایت احسن اور مؤثر پیرایہ میں کئی احباب نے بیان کیے۔(جلسہ ساڑھے دس بجے دعا پر ختم ہوا)

(الفضل 22رمارچ 1944ء صفحہ 1)

وفود

وزیر ہند کی خدمت میں سپاسنامہ

1917ء میں ہندوستان کا مطالبہ سلف گورنمنٹ زور پکڑ جانے پر سموئل مانیٹگو وزیر ہند ہندوستان آئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ پیش کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ احمدی وفد نے 15رنومبر کو سپاس نامہ پیش کیا۔جو

سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے پڑھا۔اس میں بتایا گیا تھا کہ۔ پڑھے لکھے طبقہ اور ان پڑھ طبقہ دونوں میں بے چینی ہے اور غیر معمولی اصلاحات کا ہندوستان محتاج ہے۔اور یہ درست نہیں کہ صرف ایک قلیل حصہ اصلاحات کا مطالبہ کر رہا ہے۔ہم پوری طرح جائزہ لے سکتے ہیں۔ کیونکہ ہماری جماعت ہندوستان میں ہر طبقہ میں پھیلی ہوئی ہے۔سلف گورنمنٹ کا مطالبہ اس بے چینی کا باعث نہیں بلکہ اس کے بواعث یہ ہیں۔

اوّل:۔ بعض انگریز افسروں کے دیسیوں سے سلوک اچھے نہیں وہ ذرا ذراسی بات پر گالیوں پر اتر آتے ہیں یا بے توجہگی کرتے ہیں۔اس سے اندر ہی اندر بے چینی پیدا ہوتی ہے اور خواہ ایسے افسران کی

تعداد قلیل ہے۔ (کیونکہ تبادلے ہوتے رہتے ہیں) جولوگ حکومت کے خیر خواہ تھے وہ آج برطانوی راج کے مخالف ہیں۔ گو ہڑتال کو ناجائز سمجھنے کی وجہ سے احمدی طلباء اس میں شامل نہیں ہوتے۔ لیکن مجھے احمدی طلباء نے بتایا کہ ہمارے دل دوسروں سے کم تکلیف محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم نے اپنے کانوں سے انگریز پرنسپل کی زبان سے ہندوستانی طلبا سے یہ کہتے سنا ہے کہ

''تم ہمارے غلام ہو''

دوم:۔ انگریزوں اور دیسیوں میں جو امتیاز روا رکھا جاتا ہے وہ اضطراب پیدا کرتا ہے۔ ریلوں میں یورپین لوگوں کے لئے خاص کمرے مخصوص ہیں۔ قانونِ اسلحہ میں دونوں میں امتیاز رکھا جاتا ہے۔ نوآبادیوں میں ہندوستانیوں سے بدسلوکی کی جاتی ہے۔ حالانکہ ہندوستان میں آبادیوں کے رہنے والوں کو خود ہندوستانیوں سے زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ جب کسی یورپین کے ہاتھوں کوئی دیسی مارا جائے تو یورپین افراد پر مشتمل جیوری ہمیشہ کسی نہ کسی عذر پر یورپین ملزم کو بری قرار دے دیتی ہے۔ یا معمولی سزا دیتی ہے۔

سوئم:۔ افزائش نسل وغیرہ کے باعث اقتصادی اور تمدنی حالت نے خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔

چہارم:۔ تعلیم کا انتظام بہت کم ہے۔ صرف کتاب کا رٹنے والا تیار کرنا غیر مفید ہے۔ زمینداری کے لئے ایسی تعلیم چاہیے جو باعلم زمیندار پیدا کر سکے۔ اور زیادہ خرچ تعلیم پر نہ اٹھ سکے۔ اور صنعت وحرفت وغیرہ مختلف فنون کی بھی تعلیم دی جانی ضروری ہے۔ اس سپاس نامے میں یہ امر بھی پیش کیا گیا کہ ہوم رول دیتے وقت صرف اس امر کا اطمینان کر لینا کافی نہیں کہ کام سنبھالنے کے قابل لوگ پیدا ہو گئے ہیں یا نہیں بلکہ یہ بھی کہ کیا کوئی نقصان والی صورت تو رونما نہ ہو گی۔ ہمارے نزدیک ہندوستان میں شدید مذہبی اور نسلی اختلافات کے باعث وسعت حوصلہ اور بے تعصبی کی ایسی کمی ہے کہ جس کی نظیر دیگر ممالک میں نہیں پائی جاتی اس لئے ہمارے نزدیک ہندوستان ابھی سیلف گورنمنٹ کے لائق نہیں اور ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ ہندوستان میں ایسے مقامات بھی ہیں کہ جہاں مساجد کی تعمیر کی اجازت نہیں۔ بعض نے یہ فتاویٰ دیئے ہیں کہ فلاں فرقہ کے افراد کو قتل کر دینا اور ان کے گھر لوٹنا اوران کی عورتوں کو اغواء کرنا جائز ہے۔ اقلیتوں کو فی الحال سخت نقصان پہنچے گا۔ ملازمتوں، امتحانات، تجارت اور انتخابات سب میں شدید تعصب کارفرما ہے۔

عوام کی حالت یوں ہوتو ان کے انتخاب شدہ نمائندوں کوبھی عوام کوساتھ رکھنے کے لئے ان کا ساتھ دینا ہوگا۔اور یہ امر ہندوستان کے لئے ہلاکت ومصیبت کا باعث ہوگا۔دیگر بعض جماعتوں نے وائسرائے کی ویٹو پاور وغیرہ کی جوتجاویز پیش کی ہیں نہایت غیر مؤثر اور ناکافی ہیں۔اور ہمیشہ ان کو استعمال میں لانا ناممکن ہے۔''سوامور بالا کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ ہندوستانیوں میں سیاست کا صحیح علم پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔''اس وفد کے بقیہ افراد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب' نواب محمد علی خاں صاحب' چوہدری فتح محمد صاحب سیال' مولوی شیر علی صاحب مولوی غلام اکبر خاں صاحب اور خان بہادر راجہ پائندہ خاں صاحب تھے۔(ریویو آف ریلیجنز اردو بابت دسمبر 1917ء)

شہزادہ ویلز کی خدمت میں روحانی تحفہ پیش کرنا

1922ء میں شہزادہ ویلز کے مملکت ہند میں ورود کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک تبلیغی کتاب (جوتحفہ شہزادہ آف ویلز کے نام سے معروف ہے) رقم فرمائی اور جماعت کے وفد نے اسے 27رفروری کولاہور میں پیش کیا۔

اس وفد میں چوہدری فتح محمد صاحب سیال بھی شامل تھے۔شہزادہ ویلز کی لاہور میں استقبالیہ تقریب کے موقع پر گورنر پنجاب کی طرف سے حضور بھی مدعو تھے۔گو عام حالات میں حضور ایسی تقاریب میں شرکت نہیں کرتے لیکن ملک کے خاص حالات کے باعث آپ نے شمولیت ضروری سمجھی اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب' چوہدری فتح محمد صاحب اور مولوی عبدالرحیم دردؔ صاحب کی معیت میں لاہور تشریف لے گئے۔(ریویو آف ریلیجنز انگریزی بابت مارچ 1922ء)

وائسرائے ہند لارڈ اردن کی خدمت میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیش بہا تحفہ

حضرت عبدالرحمن صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحفہ ہذا 27رمارچ 1931ء کولکھنا شروع فرمایا۔اور باوجود دوسری مصروفیتوں کے 31رمارچ کوختم کردیا جسکے ترجمہ کا کام مولانا دردؔ صاحب کے سپرد ہوا۔جنہوں نے شبانہ روز کی محنت کے بعد 2راپریل کی صبح کو 7 بجے ختم کرکے ٹائپ شدہ کاپی برائے طبع لاہور روانہ کردی۔

ترجمہ کی نظر ثانی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے فرمائی۔ اور چوہدری ابوالہاشم خان صاحب ایم اے انسپکٹر آف سکولز بنگال نے بھی مولانا دردؔ صاحب کا ترجمہ میں ہاتھ بٹایا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب کاسکیٹ اور طشتری کی تیاری اور تحفہ اردن کی طباعت کے انتظام کیلئے 30/مارچ 1931ء سے لاہور ہی تشریف فرما تھے۔ یہاں سے 7/اپریل 1931ء کی صبح ساڑھے سات بجے کی گاڑی سے نہایت خوبصورت سنہری روپہلی کاسکیٹ اور خوشنما طشت معہ مطبوعہ مجلد تحفہ اردن لے کر واپس دارالامان آ گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحفہ اردن اور کاسکیٹ کا ملاحظہ فرما کر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کو بعض ہدایات دیں اور فرمایا:۔

’چوہدری فتح محمد سیال صاحب ایم اے ناظر اعلیٰ کو دہلی روانہ کر دیں۔ جہاں جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بی اے بیرسٹر اور مولانا دردؔ صاحب ناظر تعلیم و تربیت اور قائم مقام امور خارجہ ممبران وفد پہلے سے پہنچے ہوئے تھے۔‘‘

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے حضرت اقدس کے حکم سے مجھے (قادیانی) کو بھی دہلی جانے کا حکم دیا اور کاسکیٹ اور تحفہ اردنؔ کے متعلق ضروری ہدایات دیں اور ایک تار کے ذریعے دردؔ صاحب کو اطلاع دی کہ چوہدری فتح محمد صاحب اور عبدالرحمن قادیانی صاحب تحفہ اردنؔ لے کر بمبئی میل سے دہلی آ رہے ہیں۔ ان کو اسٹیشن سے لے لیں۔ جناب چوہدری صاحب موصوف 8/اپریل کو صبح ساڑھے سات بجے دہلی پہنچے۔ تحفہ اردن پیش ہونے کی تاریخ اور وقت پہلے سے مقرر ہو چکا یہاں سے روانہ ہو کر وفد ٹھیک وقت پر وائسرائیکل لاج میں پہنچا سب سے پہلے حضرت اقدس کا خط اندر بھیجا پھر وفد بھی کمرہ ملاقات میں داخل ہو گیا۔ جہاں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے تحفہ اردنؔ وائسرائے کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور سیدنا حضرت اقدس اور جماعت کا شکریہ ادا کیا اور وعدہ کیا کہ وہ ضرور اس کتاب کو پڑھیں گے اور علاوہ اس زبانی شکریہ کے تحریری شکریہ بھی ادا کریں گے۔ گفتگو تقریباً 20 منٹ تک جاری رہی اور مختلف امور اور حالات حاضرہ کے متعلق ذکر ہوتا رہا۔

(الفضل 14/اپریل 1931ء صفحہ 1، 2)

آل مسلم پارٹیز کانفرس میں شمولیت

آل مسلم پارٹیز کانفرس کی طرف سے حضور کی خدمت میں دعوت شرکت موصول ہوئی تھی۔جس پر حضور نے ان امور کے متعلق جو اس کانفرس کے ایجنڈا میں درج ہیں ایک مضمون رقم فرمایا۔جس میں ان امور کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے نہایت قیمتی مشورے دیئے اور اپنی طرف سے حسب ذیل اصحاب کو شمولیت کانفرس کیلئے امرتسر روانہ کیا۔

1۔ جناب مفتی محمد صادق صاحب 2۔ جناب میر محمدؓ اسحاق صاحب

3۔جناب ذوالفقار علی خاں صاحب 4۔جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ

5۔ جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری 6۔ جناب حافظ روشن علی صاحب

اور جناب چوہدری ظفراللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء کو لاہور سے شمولیت کے لئے آنے کا ارشاد فرمایا۔(الفضل 18/جولائی 1925ء صفحہ 1)

چیف کنٹرولر آف ریلوے قادیان میں

جناب ملک غلام محمد صاحب چیف کنٹرولر آف ریلویز سٹورز نے آنریبل چوہدری سر محمد ظفراللہ خانصاحب اور چوہدری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ کے ہمراہ مرکزی دفاتر صدر انجمن احمدیہ کا معائنہ فرمایا۔ دوپہر کو آنریبل چوہدری ظفراللہ خانصاحب نے ملک صاحب موصوف کے اعزاز میں دعوت طعام دی جس میں جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ' حضرت مرزا بشیر احمد صاحب' حضرت مرزا شریف احمد صاحب' جناب مولوی عبدالمغنی صاحب۔خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب اور لیفٹیننٹ چوہدری عبداللہ خاں صاحب بی اے شریک تھے۔(الفضل 24/اپریل 1940ء صفحہ 2)

ڈسٹرکٹ وار کمیٹی کے اجلاس میں شمولیت

15/مارچ 1944ء کو جناب فتح محمد صاحب سیالؓ ناظر اعلیٰ ڈسٹرکٹ وار کمیٹی کے اجلاس میں شمولیت کیلئے گورداسپور تشریف لے گئے۔(الفضل 17/مارچ 1944ء صفحہ 1)

6۔متفرق خدمات

کمیٹی کے صدر

چوہدری صاحب کمیٹی کے صدر رقمطراز ہیں

''1940ء میں اس علاقہ (گورداسپور) میں زمینداروں نے اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک کمیٹی بنائی تھی۔جس میں علاقہ کے معزز ہندو سکھ اور مسلمان زمیندار شامل تھے۔ان لوگوں نے بالاتفاق مجھے صدر منتخب کیا تھا۔اس کمیٹی کے اغراض میں یہ بھی تھا کہ زمینداروں کو ساہوکاروں سے اور رشوت خور افسروں سے بچایا جائے۔نیز اس کے ذریعے زمینداروں کی فلاح و بہبود کیلئے جو قوانین پاس کئے گئے ہیں ان کی وضاحت حاصل کرنا مقصود تھی۔تا زمیندار ان سے کماحقہٗ فائدہ اٹھا سکیں۔''

(الفضل 19رجنوری 1944ء صفحہ 4)

درس القرآن میں شمولیت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یکم اگست 1922ء سے قرآن کریم کا جو درس دینا شروع فرمایا ہے اس میں باقاعدہ شامل ہونے والے احباب جن کا نام رجسٹر میں درج کر کے روزانہ حاضری لی جاتی ہے۔اور جنہیں مسجلین کہا جاتا ہے۔ان کی فہرست میں چوہدری صاحب موصوف کا نمبر 8 ہے۔''

انصاراللہ کا قیام

26روفا 1940ء کو حضور نے ایک اعلان فرمایا جس میں 40 سال سے اوپر کے احمدیوں کی ایک مستقل تنظیم کی بنیاد رکھی اور اس کا نام ''انصاراللہ'' تجویز فرمایا۔اس تنظیم کا عارضی پریذیڈنٹ مولوی شیر علی صاحب کو نامزد فرمایا اور ان کی اعانت کے لئے تین سیکرٹری مقرر فرمائے۔

1۔حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے

2۔حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے 3۔حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب

(الفضل یکم اگست 1940ء صفحہ 7 و تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ 71)

چوہدری صاحب کو اس مجلس کا عارضی سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔ قادیان کو تین حلقوں میں تقسیم کیا گیا تا کہ تربیت کا کام اچھی طرح ہو سکے۔ عارضی طور پر چوہدری صاحب کے ذمہ جو علاقہ لگایا گیا۔ اس میں ذیل کے حلقے شامل تھے۔

1۔ دارالسعت مع کھارا۔ 2۔ دارالبرکات مع بھینی۔ 3۔ دارالانوار مع قادر آباد۔

سیکرٹریان نے اپنے دس معاونین خود مقرر کرنے تھے۔ ان کے لئے ایک آنہ ماہوار شرح چندہ رکھی گئی۔ چوہدری صاحب 1942ء تک سیکرٹری رہے۔

(الفضل یکم اگست 4019ء صفحہ 7 و تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ 71)

مجموعہ قواعد و ضوابط

24 رجنوری 1938ء کو چوہدری صاحب نے ایک مجموعہ قواعد و ضوابط صدر انجمن احمدیہ شائع کیا۔ اس کے دیباچہ میں آپ فرماتے ہیں۔

''صدر انجمن احمدیہ کا وجود حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کے آخری ایام میں قائم ہوا تھا۔ جب کہ اس کی بڑی غرض مقبرہ بہشتی کا انتظام اور اس کے محاصل کی وصولی اور اخراجات کی نگرانی بیان کی گئی تھی۔ بعد ازاں اس کا آہستہ آہستہ دائرہ عمل وسیع ہوتا گیا حتی کہ اب وہ سلسلہ کی مرکزی انجمن کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اور جملہ مرکزی ادارے اس کی نگرانی اور ہدایت کے ماتحت ہیں اور اب یہ ایک رجسٹرڈ باڈی ہے۔ جسے قانون رائج الوقت کے ماتحت حکومت سے رجسٹرڈ کرایا جا چکا ہے تمام مقامی انجمن ہائے احمدیہ جو مختلف مقامات میں قائم ہیں۔ وہ صدر انجمن کی شاخیں ہیں۔ جو صدر انجمن کی نگرانی میں کام کرتی ہیں۔

صدر انجمن احمدیہ کے قواعد دو قسم پر مشتمل ہیں۔

1۔ اساسی قواعد یعنی (By laws) بائی لاز جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے منظور کردہ ہیں۔ اور جن میں خلیفہ وقت کے حکم کے بغیر کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔

2۔ وہ عام قواعد و ضوابط جو خود صدر انجمن احمدیہ نے اپنے مختلف صیغہ جات کے لئے وقتاً فوقتاً منظور کیے ہیں۔ ان مؤخر الذکر قواعد میں تکمیل کے خیال سے صیغہ قضاء کے قواعد بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ گو ویسے

قضاء صدر انجمن کی نگرانی سے آزاد ہے اور صدر انجمن احمدیہ اس سے متعلق قواعد بنانے کا اختیار نہیں رکھتی۔ قضاء کے قواعد صیغہ قضاء کے متفرق ریکارڈ سے جمع کئے گئے ہیں۔ اور گو یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کے منظور شدہ ہیں لیکن چونکہ انہیں مرتب آخری صورت میں حضرت خلیفۃ المسیح کو نہیں دکھایا جا سکا۔ اس لئے ممکن ہے ان میں کوئی غلطی رہ گئی ہو جو ظاہر ہونے پر قابل درستی ہوگی قضاء کے متعلق حضرت امیر المومنین کی ایک اصولی ہدایت جو بعد میں نظر آئی ہے وہ تتمہ قواعد میں درج کر دی گئی ہے۔ ان قواعد وضوابط کے جمع کرنے کا کام صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ایک سب کمیٹی کے سپرد ہوا تھا جس کے ممبر محمد شفیع صاحب، میر اسحاق صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تھے۔ اس کمیٹی نے 1931ء میں قواعد کا مجموعہ تیار کر کے یعنی انجمن احمدیہ کے پاس کردہ قواعد کو یکجا جمع کر کے اپنی رپورٹ پیش کی اور صدر انجمن احمدیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ 13/ مارچ 1932ء میں بروئے ریزولیوشن نمبر 143 اس مجموعہ کے طبع کرانے کی اجازت دی اور حضرت امیر المومنین نے مورخہ 14/ مئی 1936ء کو اس کی اشاعت کو منظور فرمایا لیکن چونکہ اس مجموعہ کے طبع کرانے میں بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے توقف ہو گیا تھا۔ اس لئے اب طبع کے وقت اس مجموعہ میں بعد کی ترمیمات اور اضافہ جات وغیرہ بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔ جس میں سید محمد اسماعیل صاحب سپریڈنٹ دفاتر نے مدد دی ہے اور آخری نظر ثانی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت نے کی ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کے مختلف صیغہ جات اور مقامی انجمنوں کو چاہیے کہ اس مجموعہ کی ایک ایک کاپی اپنے پاس محفوظ رکھیں اور ان قواعد کی روشنی میں کام کریں۔''

فقط خاکسار

فتح محمد سیال

(از مجموعہ قواعد وضوابط صدر انجمن احمدیہ شائع شدہ 24/ جنوری 1938ء)

کمیشن برائے تعلیم

نصرت گرلز ہائی سکول قادیان کے نصاب میں تعلیم میں اصلاح کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو

کمیشن مقرر کیا تھا۔اس کے ممبر حسب ذیل تھے۔

1۔حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب سول سرجن۔

2۔جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔

3۔جناب چوہدری فتح محمد سیال صاحب ایم۔اے ناظر اعلیٰ۔

4۔خانصاحب فرزند علی خانصاحب ناظر امور عامہ اور ہیڈ ماسٹر صاحبان نصرت گرلز ہائی سکول' مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول۔اس کمیشن نے اپنا کام 10رفروری سے شروع کر دیا ہے۔

(اخبار الفضل 12رفروری 1934ء صفحہ 1 مدیر مدینۃ المسیح)

اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا قیام

سیکرٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن مبارک اسماعیل تحریر کرتے ہیں۔

''مذکورہ بالا ایسوسی ایشن قائم کرنیکی عرصہ دراز سے کوشش کی جارہی تھی۔اللہ کا شکر ہے کہ اب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے اور مولوی محمد دین صاحب بی اے۔جیسے بزرگان ملت نے اس بات کی طرف توجہ فرمائی ہے امید ہے اب انشااللہ یہ کام ہوکر رہے گا۔

پچھلے دنوں محرم کی تعطیلات میں اسلامیہ کالج لاہور' میڈیکل سکول اور گورنمنٹ کالج کے چند طلباء جو اس سکول کے اولڈ بوائز ہیں قادیان آئے ہوئے تھے۔اس لئے جناب ہیڈ ماسٹر صاحب کے مشورہ سے ایک خاص جلسہ بتاریخ 27راکتوبر 1917ء بروز ہفتہ بعداز نماز عصر ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس کے ڈائنگ ہال میں زیر صدارت جناب مولوی محمد دین صاحب بی اے منعقد ہوا۔اور اس میں باہر سے آنے والے تمام اولڈ بوائز کو مدعو کیا گیا۔قادیان میں رہنے والے بعض وہ اصحاب بھی جو یہاں کے اولڈ بوئز ہیں شریک جلسہ تھے۔سب سے پہلے جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے قائم کرنیکی غرض کے متعلق بزبان انگریزی ایک مختصر تقریر کی اس پر دوسرے دوستوں نے بھی اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔آخر یہ فیصلہ ہوا کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اس غرض کیلئے قائم کی جاوے کہ پرانے طلباء اپنے تعلقات اپنے قومی سکول سے بدستور قائم رکھیں اور اس کو ترقی دینے کے لئے ہر طرح مدد

دینے کے لئے تیار رہیں۔اور یہ کہ مستقل عہدہ داروں کا انتخاب جلسہ سالانہ کے موقع پر چھوڑ دینا چاہیے (جب کہ امید ہے کہ بہت سے اولڈ بوائز اکٹھے ہو سکیں گے) مگر سر دست کام شروع کرنے کے لئے عارضی عہدہ داروں کا انتخاب ضروری ہے۔چنانچہ مولوی محمد دین صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان پریذیڈنٹ اور محمد مبارک اسماعیل (بی اے بی ٹی) سیکرٹری مقرر ہوئے۔ان کے علاوہ جلسہ سے پہلے قواعد وضوابط بنانے کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس کے ممبروں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

1۔مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

2۔چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے

3۔مولوی محمد دین صاحب بی اے پریذیڈنٹ

4۔شیخ نواب دین صاحب بی اے بی ٹی

5۔شیخ مبارک اسماعیل بی اے بی ٹی سیکرٹری۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے ہم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور چوہدری صاحب ہر دو بزرگان کو بسبب ان کی کثرت مشغولیت کے مدعو نہ کر سکے۔لیکن جلسہ کی کاروائی ان کو زبانی سنادی گئی۔جس پر انہوں نے ممبر سب کمیٹی ہونا اوراس کام میں ہر طرح سے مدد دینی منظور فرمایا۔“

(الفضل 10 نومبر 1907ء صفحہ 10)

باب 9

سیاسی خدمات

سیاسی دور

حضرت چوہدری صاحب کے سیاسی کردار کا آغاز 1935ء سے ہوتا ہے۔جب آپ نے پنجاب اسمبلی میں ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے الیکشن میں حصہ لیا اور فتح یاب ہوئے۔اس الیکشن کے ذکر سے قبل اس وقت کا مختصر پس منظر پیش خدمت ہے۔

کشمیر کے مسلمان ایک لمبے عرصہ سے مظالم کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔لیکن 1931ء میں اس وقت کی ڈوگرہ حکومت نے ان پر مظالم کی انتہا کردی۔ادھر مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔چنانچہ صدیوں کے غلام آہ وبکا کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ریاستی حکومت نے انتہائی بے دردی سے ان کو گولیوں کا نشانہ بنایا۔تو مسلمانان ہند اپنے مظلوم اور مقہور بھائیوں کے لئے امداد کرنے کے لئے میدان میں نکلے۔الحاج حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے تمام مسلمانان ہند سے اپیل کی کہ بے شک آپ اپنے کشمیری بھائیوں کی انفرادی اور چھوٹی چھوٹی تنظیموں کی صورت میں مدد کے لئے تیار رہیں تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مسئلہ کے لئے تمام مسلمانان ہند باہم مل کر اور یک جان ہو کر ایک تنظیم قائم کریں۔جو سارے ہندوستان کے مسلمانوں کی صحیح نمائندہ جماعت ہو۔مسلمان اکابرین شملہ کے مقام پر جمع ہوئے سر جوڑ کر بیٹھے اپنے ہر قسم کے باہمی اختلافات کو بھول کر آل انڈیا کشمیر کمیٹی تشکیل دی اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کی تجویز اور محترم خواجہ حسن نظامی اور نواب سر ذوالفقار علی کی تائید اور تمام اکابرین کی اتفاق رائے سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ اس کے صدر مقرر ہوئے۔اس کمیٹی کی شاندار خدمات اور مساعی جمیلہ کا ذکر تاریخ میں ثبت ہو چکا ہے۔ہندوؤں کی اکثریت کی کانگریس نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی ان کی مساعی کو اچھی نظر سے نہ دیکھا۔اور وہ یہ خطرہ محسوس کرنے لگے کہ اگر مسلمان اسی طرح منظم ہو گئے تو کانگرس کا یہ دعویٰ کہ وہ سارے ہندوستان کے باشندوں کی واحد نمائندہ جماعت

ہے۔ باطل ہو جائے گا اور مسلمان اپنی من مانی کر سکیں گے۔ انہوں نے کانگرس کے ہم خیال مسلمانوں کو جمع کیا۔ ان کی امداد میں روپیہ پانی کی طرح بہایا۔ اس طرح احرار بھی میدان میں آئے ان کا فرض یہ قرار دیا گیا تھا۔ کہ چونکہ جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی منظم جماعت ہے جس سے کانگرس کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا وہ اس جماعت کے خلاف نبرد آزما رہیں۔ چنانچہ جمہور مسلمانوں کے نمائندوں کے مشوروں کے خلاف وہ کشمیر کے معاملہ میں کانگریس کی طرف سے بھی کود پڑے۔ اور ختم نبوت کے نام پر قادیان پر حملہ کرنے کی غرض سے آ پہنچے۔

احرار کے گروہ نے قادیان میں اپنے بعض دریدہ دھن مولویوں کو مقرر کیا کہ وہ احمدیوں کی ہر طرح مخالفت کرتے رہیں۔ تا کہ کسی طرح اشتعال پیدا ہو۔ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا۔ کہ وہ فاتح قادیان ہے اور جب 1936ء میں پنجاب اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو اس حلقہ کو جس میں قادیان واقع تھا۔ بطور test Care چوہدری صاحب کے مقابل ایک امیدوار محمد خان کو کھڑا کیا۔ اگر یہ کامیاب ہو جاتا تو اس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا۔ کہ اس حلقہ کے سب مسلمان احرار کے ساتھ ہیں۔ محمد خاں کا انتخاب صرف اس لئے کیا کہ ان کی بہت بڑی برادری جو کئی گاؤں میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس حلقہ میں موجود تھی۔ احرار کا خیال تھا کہ وہ اپنی برادری کی طاقت پر کامیاب ہو جائے گا۔ اور نام احرار کا ہو جائے گا۔ اسکے برخلاف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ احرار کا دعویٰ بالکل باطل ہے اور یہ کہ کئی سال تک قادیان اور اسکے ماحول میں احرار کے پورا زور لگانے کے باوجود اور ان پر کانگرس کی بھاری رقوم خرچ ہونے کے باوجود غیر احمدی مسلمان احرار کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور احمدیوں کو ان سے اچھا سمجھتے ہیں۔ چوہدری صاحب کو اسی حلقہ سے امیدوار کھڑا کیا گیا۔ چنانچہ جنرل سیکریٹری گورداسپور ڈسٹرکٹ نیشنل لیگ قادیان نے یہ اعلان شائع کیا کہ۔

"تحصیل بٹالہ کے مسلم دیہاتی حلقہ کے ووٹروں کو یقیناً اس بات کی خوشی ہوگی۔ کہ جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے سابق مبلغ اسلام انگلستان و بلاد غربیہ نے اپنے احباب اور دوستوں کی درخواست پر اس حلقہ سے بطور امیدوار کھڑا ہونا منظور فرما لیا ہے۔ چوہدری صاحب ضلع گورداسپور کے ایک نہایت معزز زمیندار اور اسی ضلع کے ایک گاؤں کے رہائش رکھنے والے ہیں۔ اس لئے یہاں کے زمینداروں اور

کاشت کاروں کی ہر قسم کی مشکلات وضروریات سے بخوبی واقف ہیں۔اور اسمبلی میں ان کی نمائندگی کے لئے ہر طرح سے اہل ہیں۔ان حالات کے ماتحت تحصیل بٹالہ کے مسلم دیہاتی حلقہ کے ووٹروں سے امید کی جاتی ہے کہ وہ جناب چوہدری صاحب کو نہ صرف خود ووٹ دیں گے بلکہ اپنے اثر سے دوسرے ووٹروں کو بھی اس کی تحریک فرمائیں گے۔‘‘

اس موقع پر میں تحصیل بٹالہ کی تمام نیشنل لیگوں کے عہدہ داروں سے بھی متوقع ہوں کہ وہ بھی جناب چوہدری صاحب کی کامیابی کے لئے سرگرمی سے کام کریں گے۔‘‘

(الفضل 20رنومبر 1936ء صفحہ 2)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی آپ کے حق میں مضامین لکھے۔

آپ نے ایک مضمون لکھا ’’**آپ چوہدری صاحب کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں**‘‘

آپ تحریر فرماتے ہیں

’’احباب کو معلوم ہے کہ اس وقت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے پنجاب اسمبلی کیلئے تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے مسلم حلقے کی طرف سے بطور امیدوار کھڑے ہیں۔یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ چوہدری صاحب موصوف سارے امیدواروں میں سے زیادہ تعلیم یافتہ‘زیادہ تجربہ کار زیادہ قابل امیداروں سے زیادہ ہمدردی رکھنے والے ہیں۔پس جملہ مسلمان ووٹروں کا یہ ایک قومی فرض ہے کہ وہ نہ صرف خود چوہدری صاحب کے حق میں رائے دیں کیونکہ وہ ہر جہت سے سب سے زیادہ بہتر امیدوار ہیں اور ہم آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ چوہدری صاحب موصوف کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں۔

1۔ اگر آپ تحصیل بٹالہ میں خود ووٹر ہیں تو آپ پولنگ کے دن اپنے گاؤں میں موجود رہیں اور اپنا ووٹ چوہدری صاحب کے حق میں دیں۔آپ کو اپنے گاؤں سے پولنگ اسٹیشن تک پہنچانے کا انتظام کر دیا جائے گا۔

2۔ اگر آپ کسی وجہ سے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر سکتے تو بے شک کسی سے ذکر نہ کریں اور پولنگ کے دن خاموشی سے پولنگ کے اسٹیشن پر جا کر چوہدری صاحب کے حق میں پرچی ڈال دیں۔

3۔ اگر آپ خود ووٹر نہیں تو پھر آپ ووٹروں کو سمجھا کر تحریک کریں کہ وہ چوہدری صاحب کے حق میں رائے دیں۔

4۔ اگر آپ ووٹر ہیں تو پھر بھی آپ دوسرے ووٹروں کو چوہدری صاحب کے حق میں رائے دینے کی تحریک کریں۔

5۔ اگر آپ کسی باہر جگہ رہتے ہیں تو پولنگ کے دن سے پہلے رخصت لیکر یا فرصت نکال کر ضرور اس جگہ پہنچ جائیں جہاں آپ کا ووٹ درج ہے۔ پولنگ مختلف مقامات پر ہوگا اور 18 رجنوری سے شروع ہو کر 29 رجنوری 1937ء تک رہے گا۔ اپنے حلقہ کے پولنگ کی جگہ اور معین تاریخ کا علم آپ خط لکھ کر ہم سے دریافت کر سکتے ہیں۔

6۔ اگر آپ کے گاوں کا کوئی شخص دور باہر گیا ہوا ہو اور وہ چوہدری صاحب کے حق میں گزر سکتا ہو تو آپ اس کے نام اور پتے سے ہمیں اطلاع دیں تا کہ اگر سفر لمبا نہ ہو تو اسکے بلانے کا انتظام کیا جائے۔

7۔ اگر آپ کے گاؤں کا کوئی ووٹر فوت شدہ یا مفقود الخبر یا غیر حاضر ہو اور دور دراز جگہ پر گیا ہوا ہو تو آپ اسکے نام وغیرہ سے ہمیں اطلاع دیں۔ تا کہ اگر اسکی جگہ کوئی جعلی پرچی گذرنے لگے تو ہمیں اس کا علم ہو جائے۔

8۔ آپ اپنے علاقے کے ووٹروں کو چوہدری صاحب کا نام اچھی طرح سمجھا دیں اور ان سے چوہدری صاحب کے نام دہرا کر تسلی کر لیں تا کہ ووٹ دینے کے وقت ان کے منہ سے کوئی غلط نام نہ نکل جائے۔

9۔ آپ اپنے علاقہ میں ظاہراً اور خفیۃً جس طرح آپ مناسب سمجھیں پراپیگنڈا کریں کہ یہ کوئی مذہبی سوال نہیں۔ بلکہ محض سیاسی سوال ہے۔ اور چونکہ اس لحاظ سے چوہدری صاحب سب سے بہتر امیدوار ہیں اس لئے انہیں ہی ووٹ دینے چاہیں۔

10۔ آپ اپنے علاقہ کے ووٹروں کو سمجھائیں کہ ووٹ ایک نہائت قیمتی امانت ہے اور آئندہ اسمبلی میں اہم سیاسی سوالات پیش ہونے والے ہیں۔ پس وہ کسی غیر اہل شخص کو ووٹ دے کر اپنی امانت کو ضائع نہ کریں۔

11۔آپ اپنے علاقہ کے ووٹروں کو بتائیں کہ احمدی جماعت پنجاب میں پچیس تیس حلقوں میں غیر احمدی امیدواروں کی مدد کر رہی ہے۔پس اگر دو تین حلقوں سے خود اسے مدد کی ضرورت ہے تو یہ امر اخلاق اور وفاداری کے خلاف ہے کہ اسے مدد نہ دی جائے۔

12۔اگر آپ کے خیال میں چوہدری صاحب کی امداد کرنے کا کوئی ایسا ذریعہ ہو جو آپ کے اختیار سے باہر ہے تو آپ ہمیں اطلاع دیں تا کہ اسے اختیار کیا جاسکے۔

(الفضل 10رجنوری 1937ء ص2)

چنانچہ 26،27،28رجنوری 1937ء کو انتخابات ہوئے۔ان دنوں حکومت بھی ایسے لوگوں کو منتخب کرانے کیلئے غیر آئینی ذرائع استعمال کیا کرتی تھی جو اس کے ڈھب کے ہوتے تھے۔اس حلقہ سے بھی ایک ایسا امیدوار کھڑا کیا گیا تھا اور حکومت کی ساری مشینری اس کی امداد کر رہی تھی۔وہ اسی حلقہ میں سب رجسٹرار بھی تھا اور انریری مجسٹریٹ بھی اور پھر وہ ایک گدی نشین کا بیٹا بھی تھا۔گو کہ چوہدری صاحب موصوف کو تیاری کا پورا موقع نہ ملا تھا۔تاہم پہلے مرحلے پر یعنی 1937ء میں ان کا ایک ٹارگٹ یہ تھا کہ انہوں نے احراری امیدوار کو شکست دینی ہے۔اور ثابت کرنا تھے کہ اس حلقہ کے جمہور مسلمان احرار کو نہیں بلکہ احمدیوں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں کی صحیح نمائندگی کر سکتے ہیں۔آپ کا دوسرا ٹارگٹ یہ تھا کہ وہ خود ہی منتخب ہونے کی کوشش کریں اور اگر وہ اس دفعہ منتخب نہ بھی ہو سکیں تو آپ کے ووٹ کم از کم منتخب ہونے والے کے قریب قریب ووٹ ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قادیان

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احباب کی خواہش پر میں آئندہ پنجاب اسمبلی میں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے مسلم دیہاتی حلقہ کی طرف سے بطور امیدوار کھڑا ہو رہا ہوں اور امید کرتا ہو کہ آپ اس کام میں میری امداد فرمائیں گے

اور نہ صرف خود مجھے ووٹ دیں گے بلکہ اپنے زیر اثر دوسرے ووٹروں کو بھی تحریک فرمائیں گے کہ وہ بھی مجھے ووٹ دیں اور میری امداد کریں۔

میں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے 1910ء میں بی۔اے پاس کیا تھا اور 1912ء میں علیگڑھ کالج سے ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی اور باوجود اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے ایسے زمانہ میں جب کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کیلئے گورنمنٹ کی ملازمت کا مل جانا کوئی مشکل امر نہ تھا اور ملازمت میں ترقی کے بھی راستے کھلے تھے۔ میں نے سرکاری ملازمت حاصل کرنے کیلئے کوئی خواہش یا کوئی کوشش نہیں کی بلکہ خدمت اسلام کے شوق اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے جذبہ نے میرے اندر یہ خواہش پیدا کی کہ اپنا وقت اور اپنی طاقت غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کرنے اور ہندوستانیوں اور خصوصاً مسلمانوں کے سیاسی نقطہ نگاہ کو غیر اقوام کے سامنے پیش کرنے کیلئے وقف کردوں۔

میں 1912ء 1924ء تک تین دفعہ یورپ گیا اور انگلستان اور دیگر بلاد میں تبلیغ اسلام اور ہندوستانیوں اور مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی کرتا رہا ہوں۔ان لمبے عرصوں کے دوران میں مجھے مصر' یورپ' فلسطین' دمشق' وغیرہ کے علاوہ جنوبی افریقہ میں کیپ پاؤن اور ڈربن کے سفروں کا بھی موقع ملا ہے۔ چنانچہ میں نے 1916ء میں ڈربن اور کیپ ٹاؤن میں ہندوستانیوں کی مشکلات کا موقع پر جا کر مطالعہ کیا۔ الغرض میں نے ایشیاء افریقہ اور یورپ کے مختلف ممالک میں سفر کیا ہے اور ان سفروں کے دوران میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے حج بیت اللہ کا بھی موقع عطا فرمایا۔

میں ضلع گورداسپور کے زمینداروں میں سے ہوں اور اسی ضلع کے ایک گاؤں میں رہائش رکھتا ہوں۔ اس لئے یہاں کے زمینداروں اور کاشتکاروں کی ہر قسم کی مشکلات اور ضروریات سے نہ صرف خود بخوبی واقف ہوں بلکہ اسمبلی میں ان کی نمائندگی کرنے کیلئے اپنے آپ کو خدا کے فضل سے ہر طرح آمادہ اور تیار پاتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ

ضلع گورداسپور کے علاوہ میری زرعی جائیداد ضلع لاہور' ضلع منٹگمری اور علاقہ سندھ میں بھی موجود ہیں۔ میرے رشتہ دار اور عزیزوں میں اعلیٰ سے اعلیٰ چھوٹے سے چھوٹے زمیندار بھی ہیں۔ اس لئے زمیندار

ہونے کی وجہ سے زمینداروں کی بہتری کیلئے اپنے اندر ایک مخلصانہ جذبہ رکھتا ہوں اور خدا کے فضل سے اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار بذریعہ تقریر وتحریر انگریزی اور اُردو ہر دو میں بخوبی کرسکتا ہوں۔ان حالات کے ماتحت میں احباب کی خواہش پر اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے اس خدمت کیلئے کھڑا ہوا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ آپ میری امداد کیلئے ہر ممکن سعی فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

والسلام خاکسار

فتح محمد سیال

خواتین کے پولنگ اسٹیشن کی رپورٹ

26رجنوری پنجاب اسمبلی کے جدید انتخابات کے سلسلہ میں آج قادیان میں خواتین کا پولنگ تھا۔ احمدی ووٹر خواتین صبح 9 بجے سے قبل ہی پولنگ اسٹیشن پر جو سال ٹاؤن کمیٹی ہال تھا اور جہاں پردہ کا مکمل انتظام تھا۔خود بخود پہنچ گئیں۔عورتوں کے کل ووٹ 439 گذرے جن میں سے 435 خواتین کے ووٹ جناب چوہدری صاحب کے حق میں تھے۔اور صرف چار عورتیں احرار نمائندہ کی تائید میں تھیں احمدی خواتین نے اس موقع پر نہایت شاندار نمونہ دکھایا۔سوائے ان کے جو فوت ہوگئیں یا بہت دور دراز کے علاقہ میں تھیں باقی ساری عورتوں نے ووٹ دیئے۔حتی کہ تین دن کی زچہ اور ایک نہایت سخت بیمار بہن ڈولیوں میں بیٹھ کر ووٹ دینے آئیں۔ (الفضل 28رجنوری 1937ء صفحہ 1)

اس انتخاب سے پتہ چلتا ہے کہ اگر اسی طرح دوسرے مقامات پر انتخابات دیانت دارانہ ہوتے اور افسران سرکاری امیدواروں کے حق میں دھاندلی نہ کرتے تو وہاں بھی محترم چوہدری صاحب یقینا کامیاب ہو جاتے ان کے ووٹوں کا اور چوہدری صاحب کے ووٹوں کا معمولی فرق تھا اور احرار کے متعلق تو ثابت ہوگیا کہ ان کو جمہور مسلمان نفرت سے دیکھتے ہیں۔جو ووٹ محمد خاں ''انتخابی احراری'' کو ملے وہ اسکی برادری کے ہی تھے۔جنہوں نے مجبوراً ووٹ دیئے۔اس لئے اسے سب سے پہلے ووٹ ملے پس احرار کو شکست فاش ہوئی۔اس موقع پر الفضل میں احرار کی شکست پر ذیل کا مضمون شائع ہوا۔

احرار کو شکست ہوئی۔ چوہدری صاحب جیت گئے

احرار 1937ء کے انتخابات میں لنگر لنگوٹ کس کر باہر نکل آئے۔ اور اپنے مخالف امیدواروں کو ''مرزائی'' یا ''مرزائی نواز'' مشہور کر کے ووٹروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے لگے۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اخبار ''الحدیث'' میں لکھا۔

''احرار کے جلسے میں جہاں اور باتوں کا ذکر آتا ہے وہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو امیدوار مرزائی یا مرزائی نواز ہو اسے ووٹ نہ دو۔ مرزائی کی تعریف تو ظاہر ہے کہ جو شخص مرزا قادیان کو مسیح موعودؑ سمجھے وہ مرزائی ہے۔ ہاں مرزائی نواز کی جامع و مانع تعریف کی ضرورت تھی۔ اس لئے کہ خواہ کوئی مولوی مسجد میں مرزائیت کا رد کرے لیکن وہ یہ نہ کہے کہ ہم احرار کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ وہ مرزائیوں کو کافر بھی کہے تب بھی وہ مرزائی نواز ہے۔''

احرار پارٹی اپنے ہر مخالف لوگوں کو اسلام سے خارج کہتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ احرار اپنے اعمال قبیحہ کی وجہ سے انسانیت سے بھی خارج ہیں۔ (اہلحدیث 15رجنوری 937ء صفحہ 15 کالم نمبر 3) مگر ان تمام سیاسی حربوں کے باوجود احرار کو شکست فاش ہوئی اور صوبہ پنجاب کے کسی حلقہ میں بھی انکا کوئی امیدوار کامیاب نہ ہوسکا۔ اور تو اور بٹالہ کے حلقہ میں بھی ان ''آٹھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی'' کا ادعاء کرنے والوں اور ''فاتح قادیان'' کہلانے والوں کو احمدی امیدوار چوہدری صاحب سے بھی کم ووٹ ملے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:۔

''دوسری شکست احرار کو نمایاں طور پر یہ ملی کہ قادیان کے متعلق انہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے اسے فتح کرلیا ہے اور قادیان کے علاقہ میں احمدیوں کو کوئی پوچھتا نہیں مگر خدا تعالیٰ نے اِن کے اس دعویٰ کی تردید کا بھی سامان مہیا کر دیا۔

چنانچہ جب الیکشن کا نتیجہ نکلا تو بے شک اہل سنت والجماعت کا ایک نمائندہ کامیاب ہوگیا۔ مگر دوسرے نمبر پر احمدی نمائندہ تھا۔ تیسرے نمبر پر احراری۔ اب اس نتیجہ کو احرار کہاں چھپا سکتے ہیں یہ پبلک کی آواز تھی۔ جو ووٹروں کے ذریعہ ظاہر ہوئی اور اس نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ یہ کہنا کہ احمدیوں کو قادیان کے

علاقے میں کچل دیا گیا ہے بالکل بے معنی دعویٰ ہے۔حقیقت اس میں کچھ نہیں۔پس اس نتیجہ نے احرار کی آواز کو بالکل مدہم کر دیا۔اسکے بعد قادیان کی فتح کا نقارہ بجتے کم از کم میں نے کبھی نہیں سنا۔“

(الفضل24نومبر 1938ء صفحہ 2'3)

چوہدری صاحب نے اس وقت اعلان کرایا کہ میں آپ لوگوں کی خدمت کرتا رہوں گا اور انشاء اللہ اگلے انتخابات میں جیت کر اور اسمبلی میں پہنچ کر اس علاقہ کی فلاح و بہبود کے لئے کماحقہٗ کام کروں گا۔

1946ء کے انتخابات

جنگ کی وجہ سے انتخابات ملتوی ہوتے چلے گئے بالآخر 5'6'7فروری 1946ء کو انتخابات ہوئے۔ تمام جماعت احمدیہ چوہدری صاحب کے ساتھ تھی چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ نے جماعت احمدیہ کو مخاطب کر کے یہ پیغام شائع کیا کہ:۔

برادرانِ جماعت احمدیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

چند دنوں میں سارے پنجاب میں اسمبلی کیلئے انتخابات شروع ہو جائیں گے ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے مگر جو حق قانون نے اسے دیا ہے کوئی وجہ نہیں کہ وہ اسے ترک کرے پنجاب میں ہماری جماعت چار پانچ لاکھ ہے اور کوئی پچاس ہزار کے قریب احمدی ووٹ ہیں۔اکثر جگہوں پر یہ ووٹ مسلم لیگ یا یونینسٹ پارٹی کو مل رہے ہیں اور بالعموم مقامی جماعتوں میں اکثریت کی رائے کے مطابق مل رہے ہیں مرکز نے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کیا سوائے چند گنتی کے مقامات کے مجھے افسوس ہے کہ بہت سی جماعتوں نے جماعتی فوائد کو نظر انداز کرتے ہوئے ذاتی تعلقات یا ذاتی دشمنیوں کی وجہ سے فیصلے کئے ہیں اور میں نے اِن کے فیصلوں کو تسلیم کر لیا ہے۔مجھے ڈر ہے کہ اس کا نتیجہ جماعت کیلئے بُرا نکلے گا۔اور ان لوگوں کو بعد میں پچھتانا پڑے گا جبکہ وہ اپنے فعل کے بُرے نتیجے کے اثر کو شاید اپنے اور اپنے عزیزوں کی قربانی سے مٹا سکیں گے۔یا شاید منافقوں کی طرح اپنے آپ کو سلسلہ سے الگ کر کے اپنی جان بچا سکیں گے۔

بعض جماعتوں نے اخلاص کا اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔اور زور کے ساتھ اصرار کیا ہے کہ ان کے ووٹ مرکز

کی مصالح کو پورا کرنے کے لئے حاضر ہیں۔ہم نے اس پیش کش کو خواہ منظور کر لیا ہے یا نہیں ان لوگوں نے اپنے ایمان کا ثبوت دے دیا ہے۔فجز اکم اللہ احسن الجزاء۔

مجھے امید ہے کہ دوسرے گروہ کی غلطیوں سے جب جماعت پر ابتلا آئیں گے تو اس وقت بھی یہ نا کردہ گناہ ہی اپنی قربانیوں کو پیش کر کے دوسری دفعہ جماعت کا ستون ثابت ہوں گے۔

احباب کو معلوم ہے کہ بٹالہ کے حلقہ سے زمین داروں کے صحیح نمائندے چوہدری فتح محمد سیال صاحب کھڑے ہیں۔ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے احمدیوں کے مفاد بھی ان کے ہاتھ میں محفوظ ہو سکتے ہیں افسوس کہ باوجود انتخابات کی بنیاد سیاست پر ہونے کے اور باوجود اس کے کہ ہم نے اس معاملہ میں مذہب کو داخل نہیں ہونے دیا اور تمام پنجاب میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کیا ہے۔یہاں بعض لوگ محض احمدیت کی وجہ سے چوہدری صاحب کی مخالفت کر رہے ہیں۔حالانکہ اگر فرض کرو چوہدری صاحب جماعت احمدیہ ہی کے ممبر ہوتے تو بھی تو اس قسم کا سوال اُٹھانے کا موقع نہ تھا۔کیونکہ دوسری ایسی جگہوں پر احمدی دوسرے فرقوں کے لوگوں کے حق میں ووٹ دیں گے احمدی اور غیر احمدی کا سوال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔پس میں امید کرتا ہوں کہ وہ تمام احباب جن پر میری بات کا اثر ہوسکتا ہے۔تکلیف اٹھا کر اور قربانی کر کے بھی آنے والے چند دنوں میں چوہدری صاحب کے حق میں پر پیگنڈا کریں گے۔اور جب ووٹ کا وقت آئے گا تو کسی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے ہوئے اپنے مقررہ حلقہ میں پہنچ کر ان کو ووٹ دیں گے۔میں اس کے مقابل پر چوہدری صاحب کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے دل میں فیصلہ کر لیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیاب کر دیا تو وہ اپنی تحصیل اور اپنے صوبہ کی دیانت داری اور محنت سے خدمت کریں گے اور اپنے حلقہ کی ضرورتوں کو حکومت کے سامنے بار بار لا کر انہیں پورا کروانے کی کوشش کریں گے اور اپنی کامیابی کو اپنی ذاتی کامیابی نہیں سمجھیں گے اور غیر زمینداروں اور زمینداروں۔غریبوں اور امیروں سب کے حقوق کی حفاظت کو اپنا مقدم اور ضروری فرض سمجھیں گے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل 19 ؍جنوری 1946ء صفحہ 7)

پھر جوں جوں انتخابات قریب آتے گئے۔توں توں جماعت نے کام بھی تیز کر دیا۔یہی نہیں بلکہ ایک شاندار جلسہ چوہدری صاحب کی الیکشن میں کامیابی کے لئے منعقد ہوا۔جس میں علماء سلسلہ اور خود چوہدری صاحب نے تقریر فرمائی۔اس کی روئیداد الفضل کے الفاظ میں کچھ یوں ہے۔

چوہدری صاحب کی الیکشن میں کامیابی کے لئے شاندار جلسہ

18 ماہِ صلح۔آج بعد نمازِ مغرب مسجد اقصیٰ میں خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر اعلیٰ کی صدارت میں ایک جلسہ الیکشن میں چوہدری صاحب کو کامیاب بنانے کیلئے ہوا۔اس میں بعض علماء سلسلہ نے تقاریر کیں۔

جناب مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری کی تقریر

ہمارے مفاد کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے (جن پر لاکھوں انسانوں کی نظریں ہیں) ایک نمائندہ ہو چنانچہ ہمارے اس حلقہ سے جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال کھڑے ہیں آپ اس حلقہ کی نمائندگی اور ہمارے حقوق کی پوری حفاظت کے ہر طرح سے اہل ہیں۔علاوہ ازیں بلحاظ قابلیت و علم و استعداد بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔اور یہ حقیقت ہے کہ اس حلقہ سے جناب چوہدری صاحب کے سوا اور کوئی عمدگی سے نمائندگی نہیں کر سکتا۔اس لئے ہر احمدی کو چاہیے کہ آپ کے حق میں ووٹ دے۔قربانی کر کے اور تکلیف اٹھا کر بھی ووٹ دے۔پھر جہاں تک ہو سکے اپنے حلقہ اثر سے اپنے واقف کاروں اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے بھی ووٹ دلوائے۔اور ان کو سمجھائے کہ جناب چوہدری صاحب موصوف ہر طرح سے قابل ہیں اور اس حلقہ کے امیدواروں میں سے ہر لحاظ سے نمایاں فوقیت رکھتے ہیں۔

مکرم چوہدری خلیل احمد ناصر صاحب کی تقریر

اس وقت ہندوستان سیاسی لحاظ سے ایک نازک مرحلے پر ہے کانگرس اور مسلم لیگ کے اختلافات زوروں پر ہیں۔ان حالات میں جماعت احمدیہ نے ہندوستان میں مسلم لیگ کو ووٹ دیئے ہیں۔لیکن جب جماعت احمدیہ کی طرف سے تحصیل بٹالہ کے حلقہ سے ایک نہایت قابل نمائندہ کھڑا کیا گیا تو لیگ نے

مخالفت شروع کر دی۔ حلقہ بٹالہ سے تین امیدوار ہیں لیکن علم، عمل، قابلیت اور نمائندگی کی صلاحیتوں کے لحاظ سے کوئی عقلمند اور سمجھ دار انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ جناب چوہدری صاحب سب سے زیادہ موزوں اور صحیح نمائندگی کرنے کے اہل ہیں۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی تقریر

ہمیں کسی کے حقوق کو پامال نہیں کرنا چاہیے لیکن ہم اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ہر وقت تیار ہیں ہمیں چاہیے کہ اپنے حلقہ سے ایسے شخص کو ووٹ دیں جو ہر لحاظ سے اس کے شایان شان ہو۔ تحصیل بٹالہ سے مسلمانوں کے حقوق کی بہترین نمائندگی جناب چوہدری صاحب ہی کر سکتے ہیں۔ جہاں مسلمانوں کے مفاد کا سوال ہو گا وہاں آپ ہچکچائیں گے نہیں بلکہ دلیری سے اس کا مطالبہ کریں گے۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کے حقوق بلکہ ایک لحاظ سے ہندوؤں اور سکھوں کے حقوق بھی (جہاں تک صحیح مطالبات کا تعلق ہے) محفوظ ہوں گے۔

جناب چوہدری صاحب کی تقریر

جناب چوہدری صاحب نے دوستوں کو پولنگ پر قادیان آنے اور دیگر ووٹروں کو لانے کی تحریک فرما کر فرمایا جماعتی حقوق کی حفاظت جماعتی طاقت پر منحصر ہے اور جب تک ہم اپنے حقوق کی پوری طرح حفاظت نہیں کر سکتے اس وقت تک ہم کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

احباب جماعت پر انتخابات کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے اپنے مفاد کے لئے کھڑا نہیں کیا اور نہ ہی میں ذاتی طور پر کھڑا ہو رہا ہوں بلکہ مجھے اس لئے کھڑا کیا گیا ہے کہ جماعت اور افراد جماعت کے حقوق ضائع نہ ہوں۔ پس یہ ایک جماعتی کام ہے اس لئے اس کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے لئے قادیان کے احباب کو پوری پوری کوشش کرنی چاہیے کہ کوئی ایک ووٹ بھی نہ رہ جائے۔ اگر قادیان کے پورے کے پورے ووٹ ڈالے جائیں تو باہر کے ووٹ ملا کر ہمارے لئے کامیابی یقینی ہے۔

(الفضل 19 جنوری 1946ء صفحہ 10، 11)

چوہدری صاحب کے مقابلہ پر مسلم لیگ کا نمائندہ بھی تھا۔ اور یونینسٹ پارٹی کا نامزد نمائندہ بھی جو اسی حلقہ سے پہلے افسران کی دھاندلی سے کامیاب ہو چکا تھا اب پھر امیدوار ہے۔ یہ شخص اس حلقہ میں آنریری مجسٹریٹ درجہ اول تھا۔ سب رجسٹرار تھا۔ پیری مریدی کا بھی سلسلہ تھا۔ حکومت کے تمام افسران اس کی پشت پر تھے یہاں تک کہ علاقہ کا تحصیل دار کپڑا اور چینی گاڑیوں میں بھر کر گاؤں گاؤں پھرتا تھا جنگ کے بعد ان چیزوں کے حصول کیلئے لوگ مارے مارے پھرتے تھے وہ ان اشیاء کے بدلے لوگوں سے قسمیں لے لے کر ووٹوں کا سودا کر رہا تھا۔

چوہدری صاحب نے یہ سب حقائق مسلم ہائی کمان کے سامنے رکھ کر انکو قائل کر لیا کہ

''ہمارا موقف یہ ہے کہ ہم نے مسلم لیگ کی مدد کرنی ہے۔ لیکن اس حلقہ میں آپ کا نامزد امیدوار ہرگز یونینسٹ امیدوار کو شکست نہیں دے سکتا۔ البتہ چوہدری صاحب خدا کے فضل وکرم سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے اسے شکست فاش دے سکتے ہیں۔ اور یہ کہ انہیں حضرت امام جماعت احمدیہ کا ارشاد ہے کہ تم کامیاب ہوتے ہی مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤ۔ میں آزاد امیدوار ہوں کسی جماعت کا نمائندہ نہیں۔ اس لئے مجھے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے فلاں جماعت کے ٹکٹ پر الیکشن جیتا اور اب مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ میں اگر کسی جماعت کا نامزد امیدوار ہوں تو وہ جماعت احمدیہ ہے اور اس کا پہلے ہی یہ مسلک ہے کہ مسلم لیگ کو کامیاب بنایا جائے۔'' جب الیکشن ہوئے تو حکومت کے افسران کی تمام دھاندلیوں کے علی الرغم چوہدری صاحب ووٹوں کی بہت نمایاں زیادتی سے کامیاب ہوئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہیں:۔

''21رفروری آج ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کے دفتر میں حلقہ مسلم تحصیل بٹالہ کی پرچیوں کی سرکاری گنتی ہوگئی اور چوہدری صاحب کی کامیابی کا اعلان کیا گیا۔ فالحمد اللہ علی ذلک

ووٹوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1:۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال 6266ووٹ

2:۔ میاں بدر محی الدین صاحب 5651ووٹ

3:- سید بہاالدین صاحب 4163ووٹ

(الفضل 22رفروری1946ء)

جب چوہدری صاحب کامیاب ہوئے تو احمدیوں سے بھی زیادہ غیر احمدیوں نے خوشیاں منائیں اور مسلم لیگ نے اس لئے خوشی منائی کہ کامیابی کے دو دن بعد محترم چوہدری صاحب مسلم لیگ کے ممبر بن گئے۔احمدیوں کی خوشی کا اندازہ چوہدری صاحب کے قادیان کے پہنچنے پر اس خیر مقدم سے ہوتا ہے۔ جو پُرجوش طریقہ سے کیا گیا۔اس کی تفصیل یوں ہے۔

الیکشن میں کامیابی کے بعد پُرجوش استقبال

21رفروری آج گورداسپور سے جب اطلاع پہنچی کہ جناب چوہدری صاحب حلقہ مسلم تحصیل بٹالہ سے پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے ہیں تو خوشی اور مسرّت کی ایک لہر دوڑ گئی۔اور احباب نے الحمدللہ کہتے ہوئے آپس میں مبارک باد کا تبادلہ کیا۔ چونکہ چوہدری صاحب الیکشن کا نتیجہ سننے کیلئے گورداسپور تشریف لے گئے تھے اسلئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ چوہدری صاحب تشریف لا رہے ہیں۔امید ہے دوست انکے استقبال کیلئے اسٹیشن پر تشریف لے جائیں گے۔نیز دوستوں کو دعا بھی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب کو علاقہ کی بہتری کیلئے کام کرنیکی توفیق عطا کرے اگرچہ یہ اعلان تنگ وقت میں کیا گیا تھا۔لیکن گاڑی آنے سے قبل بہت بڑا اجتماع اسٹیشن پر ہو گیا۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب' جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب' حضرت جناب مرزا عزیز احمد صاحب' جناب خان صاحب' مولوی فرزند علی صاحب' سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب' صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور بہت سے اور بزرگ بھی اسٹیشن پر موجود تھے۔گاڑی ٹھیک وقت پر پہنچی۔ مجمع نے جناب چوہدری صاحب کو دیکھ کر الحمداللہ کہتے ہوئے دلی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا۔اور کئی دوستوں نے چوہدری صاحب کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے پلیٹ فارم کے باہر آ کر جناب چوہدری صاحب نے موٹر کے اندر کھڑے ہو کر مختصر تقریر کی اور الیکشن میں حصہ لینے والوں کا شکریہ ادا کیا۔

(الفضل 22رفروری1946ء صفحہ 1)

الیکشن 1944ء میں کامیابی کے بعد حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کا پرجوش استقبال

حضرت اباجان کے قادیان والے گھر کے پچھلے حصہ کی تصویر جو 1991ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر لی گئی تھی۔ حسن اتفاق خاکسار بھی وہاں پر موجود تھی۔

مساعی جمیلہ بطور ایم-ایل-اے 02

چوہدری صاحب ظہور احمد ناظر دیوان فرماتے ہیں:۔

''محترم چوہدری صاحب پر پنجاب اسمبلی کا رکن ہونے کی حیثیت سے جو فرائض عائد ہوتے تھے آپ نے ان کو بطور احسن ادا کیا۔ اور آپ اس حلقہ کے مسلمانوں کے حقیقی نمائندہ ثابت ہوئے۔ انہوں نے اس عہدہ کو ایک امانت سمجھا اور اسے خدا تعالیٰ کی امانت بھی سمجھا اور اس حلقہ کے مسلمانوں کی امانت بھی سمجھا اور دیانت داری اور وفاداری کے ساتھ اس کی حفاظت کی۔ بڑی کثرت سے اپنے علاقے کے دورے کئے اور لوگوں کے مسائل سے آگاہ ہوئے اور پھر ان کے حل کیلئے دلیری کے ساتھ حکومت کے سامنے ان کی نمائندگی کی۔''

تقسیم ہند کے بعد

1948ء میں ملک میں بٹوارہ ہورہا تھا۔ ہر طرف فسادات برپا تھے۔آپ نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر جگہ پہنچ کر مسلمانوں کو منظم کیا ان کو حالات سے باخبر رکھا اور اس وقت جب مشرق پنجاب کے تمام مسلمان ممبران لاہور پہنچ کر اپنے ٹھکانے بنانے میں مصروف تھے۔ مشرقی پنجاب میں صرف دو ممبران تھے۔ جنہوں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ جب تک ایک مسلمان کا انخلاء بھی باقی رہے گا اور اسے پاکستان نہ پہنچائیں گے وہ اپنے حلقہ سے نہیں ہلیں گے۔ چوہدری صاحب کی انہی شاندار خدمات کے پیش نظر حکومت ہند نے آپ نے جھوٹے مقدمات بنا کر آخر کار آپ کو گرفتار کرلیا۔ جیل میں آپ نے جو تکالیف اٹھائیں ان کا تذکرہ اگلے باب میں ہوگا۔

آخر 1948ء کے بعد پاکستان پہنچنے اور اسمبلی کے اجلاس میں بطور ممبران بلا استثناء ان کو شاندار الفاظ میں خیر مقدم کیا۔

باب 10

قید و بند

12 ستمبر 1947ء تا 8 اپریل 1948ء

گرفتاری

چوہدری صاحب 1947ء میں پنجاب اسمبلی ہندوستان کے ایم ایل اے تھے اور وطن کی خدمت کماحقہٗ فرما رہے تھے کہ 12 ستمبر 47ء جھوٹے قتل کے الزام میں آپکو گرفتار کرلیا گیا۔ آپ کے علاوہ مکرم عبدالعزیز بھامڑی، میجر شریف احمد صاحب باجوہ، زین العابدین حضرت ولی اللہ شاہ صاحب مولانا احمد خاں صاحب نسیم، چوہدری علی اکبر صاحب آف ماڑی بچیاں، غلام رسول چک 35 بھی گرفتار کئے گئے۔ آپ کو ایک دو دن قادیان حوالات میں اور ایک دن بٹالہ میں رکھا اور پھر گورداسپور جیل میں رہے۔ پھر جالندھر جیل میں رکھا گیا۔ مکرم چوہدری صاحب ہی ان قید ہونے والے احمدیوں کے امیر اور امام الصلوٰۃ تھے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد درس دیا کرتے تھے۔ سردار ہزارہ سنگھ سپرانٹنڈنٹ جیل نے جالندھر جیل میں مذکورہ بالا اصحاب کو ایک کمرہ دے دیا جس کے ساتھ لیٹرین کا بھی انتظام تھا۔ چوہدری صاحب اور ولی اللہ شاہ صاحب کو چارپائی وغیرہ دی گئی ان کی بزرگی کو مدنظر رکھتے ہوئے کھانا پکانے کی اجازت دے دی گئی۔ (ماخوذ از بیان مولوی عبدالعزیز صاحب بھامڑی)

چوہدری صاحب کو جب جیل میں رکھا گیا تو آپکے چھپے ہوئے جوہر ظاہر ہوئے اور معلوم ہوا کہ چوہدری صاحب ہر طرح کے مصائب جھیل سکتے تھے۔ اس دوران آپ کی بہت سی سیرت کے پہلو نمایاں ہوئے جو کہ پہلے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ تھے۔

مولوی احمد خاں صاحب نسیمؔ اسبارہ میں رقمطراز ہیں۔

جب ہمیں پولیس گورداسپور جیل میں لے گئی تو دوسرے دن چوہدری صاحب مجھے دیکھ کر فرمانے لگے

کہ چند دن ہوئے مجھے الہام ہوا **ولقد نصر کم اللہ ببدر و انتم اذلۃ** فرمانے لگے کہ یہ الہام مبشر ہے جب یہ الہام ہوا میں قادیان کی حفاظت کیلئے دعا کر رہا تھا۔ بعد میں جب ہمیں علم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قادیان میں درویشان کی تعداد 313 مقرر فرمائی ہے تو آپ بہت ہی خوش ہوئے۔

مکرم عبدالعزیز صاحب بھامڑی فرماتے ہیں۔ چوہدری صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ مقدمات بنتے رہتے ہیں قتل کا الزام ہی لگا ہے کوئی اخلاقی جرم کا الزام تو نہیں لگا۔ اور ہر صبح کو پوچھتے کہ کیا کسی کو کوئی خواب آئی ہے؟ جس کو خواب آتی اس کو خواب کی بہترین تعبیر کرتے اور یوں پتہ چلا کہ آپ معبّر بھی ہیں۔

عزت نفس کا خیال

مزید برآں بھامڑی صاحب فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات سینچند کٹوچ معائنہ کرتے کرتے ہمارے پاس پہنچے اور افسوس کا اظہار کیا کہ آپ اسمبلی کے ممبر ہیں لیکن آپ کو سی C کلاس میں رکھا ہوا ہے۔ یہ میرا اختیار ہے کہ اگر آپ درخواست دیں تو اے A کلاس کی سفارش کر دوں۔ چوہدری صاحب فرمانے لگے

”میں ایسی ذلیل حکومت کو درخواست کرنے کو تیار نہیں میں اپنی تاریخ خراب نہیں کرنا چاہتا۔ جس حکومت کو خود خیال نہیں اس کے آگے درخواست کرنا تو میں اپنی غیرت کے خلاف سمجھتا ہوں۔“

جیل میں تبلیغ

مولوی احمد خاں صاحب نسیم تحریر فرماتے ہیں:۔ ایک دفعہ ایک آدمی کے متعلق ہم سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ وہ چونکہ ہر موقعہ پر کوئی نہ کوئی شرارت ہمارے خلاف کرتا ہے اس لئے اس کو چھوڑ دو اس کو کوئی بھی منہ نہ لگائے۔ مکرم چوہدری صاحب نے ہم سے فرمایا:۔ ”نہیں بلکہ ایک کام تم سب اپنے ذمہ لے لو۔ تم دعا کرو اور میں اس کو تبلیغ کرتا ہوں یا تم اس کو تبلیغ کرو میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں اس طرح اس کو چھوڑنا مناسب نہیں اس پر اتمام حجت کر کے چھوڑو۔“

عصر کی نماز کے بعد ہمیں جیل میں کچھ وقت ٹہلنے کیلئے مل جاتا۔ ایک مرتبہ میں اور برادرم مکرم میجر شریف احمد صاحب دونوں مل کر ٹہل رہے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ چوہدری صاحب محترم چند قیدیوں کے

ایک ٹولہ کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں جیل کے اندر تیس چالیس افراد خارش کی وجہ سے بیمار تھے۔ان کو ایک علیحدہ بیرک میں رکھا ہوتھا۔ ان کے ساتھ کسی کے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ تا کہ یہ متعدی بیماری دوسرے قیدیوں میں نہ پھیل جائے۔ باجوہ صاحب نے جب چوہدری صاحب کو ان میں بیٹھا ہوا دیکھا تو مجھے فرمانے لگے ''چوہدری صاحب کیا غضب کر رہے ہیں کہ ان متعدی بیماری والوں کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں ان کو روکنا چاہیے۔'' جب چوہدری صاحب وہاں سے اٹھ کر واپس تشریف لائے تو ہم نے چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ لوگ خارش کی وجہ سے بیمار ہیں آپ وہاں نہ جایا کریں۔

چوہدری صاحب نے فرمایا:۔''میں نے سوچا یہ لوگ بہت تکلیف میں ہیں۔ ان بیماروں کو کوئی بھی اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ ایسے وقت میں آدمی کا دل نرم ہوتا ہے میں ان کے پاس گیا تھا۔ تا میں اس سے فائدہ اٹھا کر ان کو تبلیغ کروں ممکن ہے کہ کسی کا دل احمدیت کی طرف مائل ہو جائے اور ہمیں مسکرا کر فرمانے لگے میں تو اس نیت سے ان کے پاس جا بیٹھا تھا کہ ممکن ہے کوئی مسیح پاک پر ایمان لے آئے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ مجھے اس بیماری میں مبتلا کر دے گا؟ بے فکر رہیں۔''

جیل میں قیام کے دوران قریباً 50 افراد جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اس کام میں مکرم چوہدری صاحب موصوف روح رواں تھے۔

واقعہ قبولیت دعا

بٹالہ کے ایک دوست جیل میں تھے انہوں نے چوہدری صاحب سے ایک مرتبہ پوچھا کہ آپ اس قدر مطمئن کس طرح ہیں آپ نے فرمایا:۔

''مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی بشارت دی ہے کہ ''بخیر و عافیت جیل سے رہا ہو جاؤ گے'' کہ اب مجھے یہ دعا کرتے ہوئے بھی اللہ سے شرم آتی ہے کہ اب مزید میں اپنی رہائی کیلئے دعا کروں۔''

اس پر اس دوست نے کہا آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسا اطمینان بخش نظارہ دکھا دے تو میں بھی مطمئن ہو جاؤں اس کیلئے دعا کرنے کا وعدہ کر لیا اور چند دن کے بعد ہی اس شخص نے ایک واضح رویاء میں دیکھی جس میں اُس نے دیکھا کہ ''ہم پاکستان چلے گئے ہیں اور جیل کے دروازے کھل گئے ہیں اور ہم

سب کو اپنے اپنے رشتہ دار لینے آئے ہوئے ہیں اور مٹھائیاں تقسیم ہو رہی ہیں وغیرہ۔'' اس کے بعد وہ دوست بھی جماعت میں شامل ہو گئے۔

شفقت علی خلق اللہ:: اگر کوئی قیدی بیمار ہو جاتا تو ہمیشہ ہمیں فرماتے کہ اس کو چائے وغیرہ بنا کر دو۔ ڈاکٹر سے خود ملتے یا ہمیں فرماتے کہ جا کر ڈاکٹر سے ملو اسکو دوائی لے دو۔ اور اسکے لئے دودھ وغیرہ کا بندوبست کرادو۔''

غذا میں سرسوں کے تیل کا استعمال

چوہدری صاحب موصوف غذا زبان کے چسکے کے طور پر نہ کھاتے تھے۔ اور نہ ہی آپکو اچھی اچھی غذائیں کھانے کا شوق تھا۔ میں (مولوی احمد خاں نسیم ناقل) نے جیل کے زمانے میں ایک دفعہ دیکھا کہ چوہدری صاحب روٹی پر سرسوں کا کڑوا تیل لگا کر کھا رہے ہیں میں نے پوچھا کہ کیا یہ آپ کو کڑوا نہیں لگتا۔ فرمانے لگے'' میں ذیابیطس کا مریض ہوں اگر میں دہنیت والی کوئی شے بھی استعمال نہ کروں تو میں بہت جلد کمزور ہو جاؤں گا یہ بدمزا تو ہے مگر میں تو اسکو بیماری کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔ غذا تو پیٹ بھرنے کے لئے اور زندگی کے دن گذارنے کیلئے کھائی جاتی ہے۔ زبان کے چسکے کے لئے نہیں۔''

جب تک جیل میں گھی اور دودھ وغیرہ کا انتظام نہ ہوا آپ ہمیشہ ڈاکٹروں سے مل کر سرسوں کا تیل لیتے اور روٹی پر مل کر استعمال کرتے۔ (الفضل 29/مارچ 1960ء صفحہ 5)

چوہدری صاحب جیل میں تقریباً 6 ماہ 26 دن رہنے کے بعد رہا ہوئے اس عرصہ سے متعلق ایک اور دلچسپ بات لکھی جاتی ہے۔

شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل رقمطراز ہیں:۔ ہمارے ان معززین نے جیل میں دوسرے مسلمانوں کی تربیت کا بہت خیال رکھا ان کے نیک نمونہ کو دیکھ کر بہت سے غیر احمدی مسلمانوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ انکو چوہدری صاحب نے اپنی ایک رؤیا بتائی کہ'' آموں کے موسم میں وہ رہا ہو جائیں گے''

تو غیر احمدی مسلمانوں پر خاص اثر ہوا یہ بات انکی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی کہ کس طرح ایک شخص اپنی خواب کی بنا پر یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ فلاں موسم میں رہا کر دیئے جائیں گے

حالانکہ حالات نہایت ہی خطرناک تھے اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ تمام قیدیوں کو اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ مگر جب اس خواب کے مطابق سارے قیدی رہا کر دیئے گئے تو ان میں سے 54 اصحاب نے بیعت کر لی۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب قیدیوں کا تبادلہ دونوں حکومتوں نے منظور کیا تو اس کے لئے کئی تاریخیں مقرر ہوئیں مگر جب تک آموں کا موسم نہ آیا وہ تاریخیں تبدیل ہوتی رہیں۔ اور آخر سات اپریل 1948ء کو آٹھ بجے شب بذریعہ ٹرین جالندھر سے دوسرے زیر حراست قیدیون کے ساتھ ہمارے معزز افراد بھی لاہور پہنچ گئے۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 45-544 مطبوعہ وطن پرنٹنگ پریس شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل)

لاہور اسٹیشن پر استقبال

لاہور اسٹیشن پر آپ کے استقبال کے بارے میں یہ خبر الفضل نے شائع کی لاہور 8/اپریل الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ کل آٹھ بجے شب جالندھر سے زیر حراست مسلمانوں کی جو سپیشل ٹرین لاہور پہنچی اس میں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم ایل اے، مکرم میجر شریف احمد صاحب باجوہ بی اے ایل ایل بی اور دیگر تمام اسیران جالندھر جیل سے بخیر وعافیت لاہور پہنچ گئے۔ قیدیوں کی سپیشل ٹرین کو مغلپورہ ریلوے اسٹیشن سے لاہور چھاؤنی کے سٹیشن پر لایا گیا۔ جہاں متعدد اصحاب نے قیدیوں کا استقبال کیا۔ ان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، نواب محمد دین صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ اور چوہدری اسداللہ خاں صاحب بارایٹ لاء اور بعض دیگر احباب شامل تھے۔

مکرم چوہدری فتح محمد صاحب آج صبح دس بجے ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔ آپ رہا ہوتے ہی مغربی پنجاب اسمبلی کے سیشن میں شریک ہونے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپ رتن باغ میں حضرت اماں جان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد میں نماز جمعہ میں شریک ہوئے۔ یوں چوہدری صاحب ایک زبردست امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد اور بہت سی پیاسی روحوں کو احمدیت کے نور سے منور کرنے کے بعد پھر ایک نئے ملک میں نئے عزم کے ساتھ مصروف کار ہو گئے۔

(الفضل 10/اپریل 1948ء صفحہ 2)

باب 11

وفات،سیرت،روایات،تاثّرات

1۔وفات

وفات سے قبل بیماری

آپ وفات سے قبل بیمار نہ تھے۔اچانک دل کا دورہ پڑنے سے آپ نے 28/فروری 1960ء وفات پائی اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے آپ کا وصیت نمبر 3480 ہے

تدفین

اسی روز سہ پہر ساڑھے چار بجے کے بعد دارالضیافت کے سامنے گھاس کے میدان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد ازاں بہشتی مقبرہ میں قطعہ صحابہ میں دفن ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کی وفات پر تحریر فرماتے ہیں:۔

مجھے افسوس ہے کہ وفات کے وقت مجھے پتہ بھی نہ لگا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں اعلیٰ علین میں جگہ دے اور اس کے فرشتے ان کو لینے کے لئے آگے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہمیشہ ان پر اور ان کے خاندان پر نازل ہوتی رہیں۔

جوانی سے چوہدری صاحب نے سلسلہ کی خدمت کی۔قادیان جہاں سے وہ ہجرت کر کے آئے تھے اللہ تعالیٰ ان کو دائمی طور پر وہیں لے جائے اور جس طرح زندگی میں حضرت مسیح موعودؑ کا ساتھ دیا تھا اب وفات کے بعد دائمی طور پر ان کا قرب نصیب ہو۔ (الفضل 2/مارچ 1960ء صفحہ 1)

تعزیتی قراردادیں

تمام اداروں نے آپ کی وفات پر تعزیتی قراردادیں پیش کیں۔جن کی فہرست یہ ہے۔

1۔ مجلس انصاراللہ مرکزیہ 2۔ لوکل انجمن احمدیہ ربوہ

3۔ طلباء واساتذہ تعلیم اسلام ہائی سکول ربوہ

4۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان 5۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان

6۔ الجمعیۃ العلمیۃ جامعہ احمدیہ ربوہ 7۔ لجنہ اماء اللہ مقامی ربوہ

8۔ وقف جدید انجمن احمدیہ پاکستان 9۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان

10۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ پاکستان

(الفضل مارچ 1960ء)

بیرونی جماعتوں میں سے مندرجہ ذیل جماعتوں نے تعزیتی قراردادیں پیش کیں۔(1) جماعت احمدیہ راولپنڈی (2) مونگ (3) کراچی (4) ملتان شہر (5) مجلس انصار اللہ کراچی (6) کنری (7) خان پور (8) جماعت احمدیہ کوئٹہ (9) رکھ مورو جھنگی ضلع ڈیرہ غازی خاں (10) کورنگی کراچی (الفضل یکم اپریل 1960ء صفحہ 6)

ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب آپ کی وفات پر یوں تعزیت کناں ہیں۔

''ہماری آنکھیں آپ کی جدائی سے آشکبار ہیں مگر ہمیں اپنے پیارے مولیٰ کے فیصلوں کے ساتھ اتفاق ہے۔آپ نے اسلام کی خاطر اپنے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اپنے پیارے آقا حضرت مسیح موعودؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انتھک محنت کی۔آپ کے جسم کا ذرہ ذرہ تھک چکا تھا۔مولیٰ کریم نے آپ کو اپنی اغوش میں بلا لیا۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کو سب سے بڑے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے قرب میں جگہ دے۔ (الفضل 29 ر فروری 1960ء)

شیخ محمدؐ دین صاحب مرحوم سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ رقمطراز ہیں آہ سلسلہ کا وفادار جرنیل متواضع اور بلند اخلاق غیور فرزند ہم سے جدا ہو گیا۔ **انا اللہ وانا الیہ راجعون**

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آپ کی وفات سے ایک خلا واقع ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو پُر کرے اور انہیں قرب خاص سے نوازے۔(الفضل 11 ر مارچ 1960ء صفحہ 4)

2۔سیرت

آپ کا حلیہ

چوہدری صاحب کی تصویر دیکھنے والے اب بھی اور جنہوں نے انہیں دیکھا ہے چوہدری صاحب کی شکل سے بھی ان کی سیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔آپ کا رنگ سرخ وسفید تھا۔تمام خدوخال معیاری خوبصورتی لئے ہوئے تھےقد درمیانہ وجیہہ چہرہ' آنکھیں چمکدار جن میں ذہانت ٹپکتی تھی۔خوبصورت ناک پیشانی فراخ گول چہرہ' خوبصورت داڑھی تراشی ہوئی مونچھیں' تیز چال مگر درمیانے قدم۔

لباس

لباس کے متعلق آپ کا مذاق نہایت عجیب تھا آپ تکلفات سے بے نیاز تھے۔نہایت سادہ مگر صاف ستھرا سفید لباس پہنتے تھے۔سر پر سفید ڈھیلا ڈھالا عمامہ باندھنے تھے۔(لنڈن جب حضور کے ساتھ گئے تو سبز پگڑی باندھی) دیسی جوتا کثرت سے استعمال میں رکھتے تھے۔

پابندی نماز:: مکرم حبیب اللہ صاحب سیال فرماتے ہیں:۔’’جوانی کے زمانے میں نماز کی پابندی کی وجہ سے کالج والوں میں’’لوٹے اور جائے نماز والا چوہدری‘‘ کے نام سے مشہور تھے۔

پابندی تہجد

مکرم محمد حسین صاحب رنگ ریز فرماتے ہیں:۔

’’نمازوں کے علاوہ تہجد میں خاص خشوع وخضوع سے دعائیں کرتے تھے۔‘‘

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔’’چوہدری صاحب تہجد گذار اور نوافل کے پابند اور دعاؤں میں بہت شغف رکھنے والے بزرگ تھے۔‘‘(الفضل 28رمئی 1960ء)

صاحبِ کشف ورؤیا

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

’’چوہدری صاحب صاحبِ کشف ورؤیا بھی تھے۔میں جن دوستوں اور بزرگوں کو عموماً دعا کیلئے لکھا کرتا تھا ان میں چوہدری صاحب مرحوم کا نام بھی شامل تھا۔‘‘(الفضل 28رمئی 1960ء)

چوہدری صاحب اپنے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

’’میں خوابوں کا مدعی نہیں مگر میں نے بہت سی رؤیا اپنی طالبعلمی کے زمانے میں دیکھی تھیں کہ میں یورپ میں تبلیغ اسلام کرونگا۔‘‘ (الفضل 26؍دسمبر 1921ء)

توکل علی اللہ

مکرم محمد حسین صاحب رنگ ریز فرماتے ہیں اپنے کام کے لئے پوری کوشش کرتے تھے۔ مگر اپنی کوشش کو کامیابی کا ذریعہ کبھی تصور نہ کرتے بلکہ یہ یقین رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہوگا تو پھر ہی یہ کام ہو گا۔ چنانچہ کوشش کے ساتھ ساتھ دعاؤں پر بہت زور دیتے تھے۔

نصر من اللہ پر یقین کامل

آپ ہی مزید فرماتے ہیں:۔ الیکشن کے دنوں میں تحصیل بٹالہ کے ایک رئیس سردار مالک سنگھ کے پاس امداد حاصل کرنے کیلئے گئے۔ مگر جب اس نے کورا جواب دے دیا تو بڑے رعب سے فرمایا کہ ہم تو رعایت اسباب کی بناء پر آپ کو اپنا جاٹ بھائی سمجھ کر آپ کے پاس آئے تھے اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم آپ کی امداد پر اپنی کامیابی کا انحصار رکھتے ہیں تو یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ اصل کامیابی تو اللہ کی مدد سے حاصل ہوگی تم بے شک پورے زور سے ہماری مخالفت کرو اگر خدا کی طرف سے ہمارے لئے کامیابی مقدر ہے تو نہ تمہاری امداد مجھے کامیاب کرواسکتی ہے اور نہ مخالفت ناکام کرسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور حضرت امام مہدی پر یقین محکم

عزیزم حمید نصر اللہ صاحب بیان کرتے ہیں 1913ء میں جب حضرت اباجان مرحوم! لنڈن تشریف لے جارہے تھے تو سمندر میں طوفان آ گیا اور جہاز کے ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہوگیا تو جہاز کے کپتان نے کہا کہ آپ سب لوگ لائف بیلٹ باندھ لیں۔ ایک ہندو بھی ہمارے ساتھ سفر کر رہا تھا وہ یہ سُن کر بہت زیادہ گھبرا گیا۔ میں نے اُس ہندو کو کہا کہ تم بالکل بھی پریشان نہ ہو یہ جہاز نہیں ٹوٹے گا کیونکہ میں مسیح وقت کا پیغام لنڈن لے کر جارہا ہوں۔ اُس ہندو نے کہا کہ اگر یہ جہاز نہیں ڈوبے گا تو میں لنڈن پہنچ کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا طوفان تھم گیا اور جہاز بخیر و عافیت لنڈن پہنچ گیا۔ لنڈن پہنچ کر وہ

صاحب خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمان ہو گئے۔الحمداللہ مگر تین دن کے بعد وہ جہاز دوبارہ اپنے سفر پرروانہ ہوااور کھلے سمندر میں پہنچنے سے پہلے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

عزیزم حمید نصراللہ کا ہی ایک اور بیان کردہ واقعہ ہے۔ یہ 1944ء بات ہے کہ ان کو ٹائیفائیڈ بخار ہو گیا اور بخار کئی دِن چلتا رہا جس کی وجہ سے کمزوری بھی حد سے بڑھ گئی۔ ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک آ گئی کہ بے ہوشی کی کیفیت ہوگئی اور یہ کیفیت بھی کئی دن تک جاری رہی۔غنودگی دور ہونے میں نہ آتی تھی یہاں تک کہ برف کی سل پر لٹا دیا گیا ہمارے بہنوئی حضرت چوہدری عبداللہ خان صاحب اُن دنوں ٹاٹانگر میں تھے اُن کو تار بھی دے دیا گیا کہ بچے کی حالت نازک ہے۔اِسی حالت میں حضرت ابا جان اپنی بیٹی آپا آمنہ مرحومہ کے پاس تشریف لائے کچھ درختوں کے پتے آپکے پاس تھے وہ انکو دے کر فرمایا کہ آمنہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی بیماری ایسی نہیں ہے جس کا علاج نہ ہو۔لہٰذا میں ہر ممکنہ درختوں کے پتے لایا ہوں۔ان کو پانی میں اُبال کر ایک ایک چمچہ پلا دیا گیا

عشق قرآن مجید

محمد عبدالحق احمدی آف ہوتی مردان لکھتے ہیں ملکانہ تحریک کے زمانہ کا واقعہ ہے میں ان دنوں آگرہ میں ائر الاتحصیل آفس میں جس کو آگرہ میں عام طور پر 'ہوا گھر' کہتے تھے ملازم تھا۔قادیان سے جو وفد جناب چوہدری فتح محمد صاحب کی قیادت میں آیا تھا۔آگرہ سے کچھ فاصلہ پر ایک گاؤں ہے (جس کا نام غالباً ساندھن ہے) میں ٹھہرا تھا۔اس گاؤں میں ایک پرانی مسجد ہے جو پتلی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے اس کے صحن میں تمام احباب نے فرش پر ڈیرے لگائے تھے، کسی نے جناب چوہدری صاحب کو میرے بارے میں بتلایا تو انہوں نے میرے پیچھے ایک شخص کو''ہوا گھر'' بھیجا۔میں چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے جو پوچھا وہ ان کو بتلایا چونکہ وہ جگہ دور تھی اس لئے آگرہ چھاؤنی میں ایک کمرہ کرائے پر لیا گیا اور یہ قافلہ یہاں پر آ گیا۔یہ بنگلہ بالکل برلب سڑک تھا۔جس پر ہم ہر روز گزر کر دفتر جایا کرتے تھے۔ایک دن میں اور اسحاق علی خاں صاحب اس جگہ سے گذرے اور سلام کیلئے چوہدری صاحب کے دفتر میں گئے تو پتہ چلا کہ اس رات جناب چوہدری صاحب کا کچھ سامان چوری ہو گیا ہے۔

چوکیدار مقرر تھا۔اس نے اشیاء کی کھڑکھڑاہٹ سنی تھی ۔مگراس خیال میں رہا کہ جناب چوہدری صاحب تہجد کیلئے اٹھے ہیں اور یہ آوازان کی طرف سے آ رہی ہے۔ چوہدری صاحب نے صبح بعدنمازفجر موجوداحباب کوقرآنِ مجید کا درس دینا شروع کر دیا۔اندر سے بیگم صاحبہ نے چوہدری صاحب کو چوری کی اطلاع دی مگر آپ بدستور درسِ قرآن میں منہمک رہے پھر بیگم صاحبہ نے اطلاع دی تو آپ نے فرمایا میں کیا کروں اللہ اللہ آپ درس قرآن میں اس قدر محو تھے کہ آپ نے اپنے سامان کی فکر نہ کی قرآن کاعشق چوہدری صاحب کواس قدرتھا کہ باربار یاددلانے پر بھی سامان کی طرف توجہ نہ کی۔ بعدمیں ساراسامان مل گیا۔

آپکی سادگی اورصفائی پسندی

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں آپ کی سادہ طبیعت کا تذکرہ ہو چکا ہے مگر جہاں بھی سادگی کا ذکر ہوا ہے اُس سے یوں لگتا ہے جیسے آپکواپنے لباس یا اپنے گھر بار طرز رہائش کی بالکل بھی پرواہ نہیں تھی۔ یہ تاثر شائید درست نہیں ہے۔تکلف اور تفاخر آپکا مطمع نظر تو کبھی نہ تھاہاں سادگی اورنفاست آپکا شعار تھا۔لباس کے بارہ میں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لباس میں ہمیشہ لٹھے کی دھوبی کی دھلی ہوئی شلوار اور موسم کے لحاظ سے قمیض یا ململ کا کرتہ۔سفید مایا لگی ہوئی پگڑی اوپر اچکن یا کوٹ اور کالے رنگ کے بوٹ پہنا کرتے تھے۔اِس کے علاوہ گھر بھی اُس وقت کے لحاظ سے اچھا خاصا تھا۔صاف ستھرا گھر ہوتا تھا۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ابا جان کوگھر کی صفائی کا اتنا خیال ہوتا تھا کہ سردی ختم ہونے پر اپریل کے مہینہ میں گھر کی سفیدی کرواتے۔ پھر جوں ہی گرمیاں ختم ہوتیں یعنی اکتوبر کا مہینہ آتا تو پھر پورے گھر میں سفیدی کرواتے۔ اِسی طرح مجھے یہ بھی یاد ہے کہ اکثر ہم لوگوں سے فرماتے کہ تم لوگ کبھی کبھی سارادِن باغ میں جا کر رہا کروتا گھر سے مکھیاں بھی نکل جائیں۔عموماً یہ الفاظ ہوتے کہ تم گھر کو چھوڑ وتو مکھیاں بھی گھر کو چھوڑیں۔کھانا مرغن پسند نہ فرماتے بلکہ زیادہ ترصحت مند کھانا پسند تھا۔عموماً صبح ناشتے میں دلیہ اوردودھ استعمال کرتے اِسی طرح دہی لسّی بھی پیتے ہمارے لئے زیادہ تر دودھ پسند فرماتے۔ سبزیاں اور پھل بکثرت ہمارے گھر میں استعمال ہوتا۔ چائے ہمارے گھر میں صرف برسات کے دِنوں میں بنتی تھی وہ بھی عموماً گھر میں بڑے ہی پیتے ہم بچوں کوکم ہی دی جاتی۔ جب کبھی سیر کیلئے باہر نکلتے توگھومتے پھرتے جہاں کہیں تھک کر بیٹھنا ہوتا تو

اپنے سر پر بندھا ہوا صافہ اُتار کر کھیت کے کنارے پہ ڈال کر بیٹھ جاتے پھر جب اُٹھتے تو صافہ کو جھاڑ کر پھر کندھے یا سر پر رکھ لیتے۔ دادا جان جب دیکھتے تو فرماتے مجھے سمجھ نہیں آتی کہ فتح محمد کو ایم۔اے کی ڈگری کس نے دے دی ہے ابا جان کی عادت وطبیعت طبعی سادگی کی حامل تھی۔

سادگی ووقار

مرزا عبدالحق صاحب فرماتے ہیں:۔

آپ کی طبیعت میں سادگی بھی بے حد تھی نہ لباس میں کوئی تکلف تھا (جو پہن لیا سو پہن لیا) اور نہ مکان میں فرنیچر کا کوئی خیال جیسا بھی ہوتا ٹھیک ہوتا۔ نہ کھانے پینے میں کوئی اہتمام جو مل گیا کھا لیا۔ نہ اور کسی بات میں کوئی خاص پابندی زمینداروں اور کسانوں میں بیٹھتے تو بالکل ان کی طرح۔ اہل علم میں ہوئے تو ان کی زینت بن جاتے گویا آپ میں سادگی اور وقار دونوں خوب جمع تھے۔

کھانے میں سادگی

غلام دستگیر صاحب فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ ایک گاؤں میں گئے تو اہل خانہ نے خاطر تواضع کی اور کہا کہ ہم آپ کو دودھ تو پلا دیتے ہیں مگر اس میں جاگ لگا دی ہے۔ فرمانے لگے۔ زہر نہیں ڈالا جاگ ہی لگائی ہے تم لے آؤ کوئی بات نہیں۔

عبدالوحید صاحب اٹھوال فرماتے ہیں:۔

1944ء45ء کی بات ہے کہ میں اور چوہدری صاحب گورداسپور گئے ''بیلنا'' خریدنے کیلئے۔ وہاں مرزا عبدالحق صاحب کے گھر ٹھہرے اگلے دن واپس چلے تو واپسی پر حضرت ولی اللہ شاہ صاحب بھی ساتھ سوار ہو گئے جب ہم دھاریوال نہر کے قریب ایک شہر کے پاس پہنچے تو مجھے کہا کہ کھانے کیلئے کچھ خرید لاؤ۔ مجھے آپ کی خوراک کا علم تھا۔ اس لئے میں ایک ٹوکری سنگترے کی اور پونے گنے کا یک گٹھا لے آیا۔ شاہ صاحب فرماتے لگے یہ کیا لے آئے ہو۔ جبکہ تمہیں کچھ بھی لانے کو نہیں کہا تھا تو چوہدری صاحب فرمانے لگے کہ اس سے اچھی خوراک کونسی ہو سکتی ہے۔

لباس میں سادگی

مختار احمد صاحب ہاشمی فرماتے ہیں:۔

ہر آنے والے شخص کو آپ تبلیغ کرتے۔ایک دفعہ ایک گریجویٹ قادیان آیا اور مجھے مل گیا کہنے لگا کہ دفاتر دکھاؤ میں نے مختلف دفاتر دکھائے اور پھر چوہدری صاحب کے پاس لے گیا۔آپ اس سے ٹھیٹھ پنجابی میں باتیں کرتے رہے جب ہم فارغ ہوکر نکلے تو کہنے لگا کہ یہ جو ناظر اعلیٰ لکھا ہوا ہے کیا اس سے مراد بڑے ناظر کے ہیں۔میں نے کہا ہاں۔تو وہ حیران ہونے لگا۔میں نے حیرانگی کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میں ان کی باتوں اور ان کے لباس سے تو انکو مڈل پاس سمجھتا ہوں۔کیا تم لوگوں نے مڈل پاس کو اتنا بڑا عہدہ دیا ہوا ہے۔میں نے کہا اندازہ صحیح نہیں۔یہ ایم اے ہیں۔اور انگلینڈ میں بطور مبلغ رہ کر آئے ہیں۔کہنے لگا مجھے یقین نہیں آتا میں نے کہا۔

''ہاتھ کنگن کو آرسی کیا''

میں پھر اس کو چوہدری صاحب کے پاس لے گیا اور میں نے چوہدری صاحب سے عرض کی کہ میں اسے پہلے لے کر آیا تھا اور اب پھر لایا ہوں کہ اپنے انگلینڈ کے واقعات سنائیں۔چوہدری صاحب نے انگلینڈ آنے جانے کے واقعات اور وہاں کے قیام کا ذکر کیا پھر اس نے انگلش میں باتیں شروع کردیں تو آپ نے جواب انگلش میں دیئے۔جب باہر نکلے تو میں نے پوچھا اب کیا رائے ہے تو کہنے لگا باوجود اتنی جانچ پرکھ کے مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ ایم اے ہیں کیونکہ جو انگلینڈ میں رہ کر آتا ہے وہ اس طرح کی رہائش اور پہناوا نہیں رکھتا۔

دوسروں پر اعتماد

چوہدری صاحب خود فرماتے ہیں:۔حضرت میر اسحاق صاحب نہایت ذکی' فہیم اور صاحب الرائے انسان تھے۔مجھے ان پر اتنا اعتماد تھا کہ جس مجلس میں وہ موجود ہوتے میں اس میں بے فکر رہتا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ آج ہم جو فیصلہ کریں گے وہ درست ہوگا۔(الفرقان ستمبر اکتوبر 1961ء میر اسحاق صاحب نمبر)

کلام میں سادگی

سید احمد علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔محترم چوہدری صاحب جب مقامی تبلیغ کے لئے جماعتوں میں تشریف لے جاتے تو ان میں انتہا درجے کی سادگی سب کو نظر آتی تھی۔کھانے پینے سونے بیٹھنے میں تکلف سے بالکل بالا رہتے تھے۔ جلسے میں جب تقریر فرماتے تو دیہاتیوں کی سمجھ کے مطابق عام فہم اور بالکل سادہ الفاظ میں ایسی تقریر کرتے کہ بچوں اور بوڑھوں تک کو آپ کا مضمون یاد ہو جاتا۔تقریر میں موٹے اور علمی الفاظ یا فقرات ہرگز استعمال نہ کرتے۔اس کی وجہ سے عوام آپ کی تقریر کو بہت پسند کرتے تھے۔

غریب ساتھیوں سے تعلق

مکرم محمد حسین صاحب رنگ ریز فرماتے ہیں:۔مجھے چوہدری صاحب سے جتنا عرصہ ملنے اور ساتھ کام کرنے کا موقع ملا مجھے ان کی یہ خوبی انتہائی درجہ تک پسند تھی کہ وہ اگر چہ بہت تعلیم یافتہ اور ایک بڑے زمیندار تھے اور دنیاوی لحاظ سے بڑا اونچا درجہ رکھتے تھے اور دینی لحاظ سے صدر انجمن احمدیہ کے ناظر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز تھے مگر اس کے باوجود اپنے غریب ساتھیوں سے اس طرح ملتے اور باتیں کرتے تھے کہ جس طرح دو برابر درجہ کے دوست باہم بے تکلفی سے باتیں کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا حال دریافت کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی چھوٹی چھوٹی باتیں اور مسائل بھی دریافت کرتے اور پھر ان کے حل کیلئے مناسب مشورہ بھی دیتے اور اپنی طرف سے ہر ممکن امداد بھی کرتے تھے۔

محمود و ایاز ایک ہی صف میں

محمد حسین صاحب فرماتے ہیں:۔

جب کبھی ایسا موقع ہوتا کہ سفر میں یا گھر پر کھانے کے وقت ہم اکٹھے ہوتے تو نہایت بے تکلفی سے ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر برابر کے دوستوں کی حیثیت کی سے کھانا کھاتے اور کوئی تکلف نہ برتتے۔

مہمان نوازی

مرزا عبدالحق صاحب تحریر کرتے ہیں:۔آپ بہت فراخ حوصلہ اور مہمان نواز تھے۔ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنے سے حتی الوسع گریز نہ کرتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ فراخ حوصلگی کا معاملہ

کرتے۔ روپے کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ آپ کی زمینوں وغیرہ کے مقدمات خاکسار کے سپرد ہوتے۔ ہر خرچ خوشی سے برداشت کرتے۔ آپ سے کبھی تنگ دلی کا اظہار نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ حضرت چوہدری صاحب احرار کے ساتھ خاکسار کو اپنے ساتھ مکان پر لے گئے جو شہر سے خاصے فاصلے پر تھا۔ ایک دو ماہ خاکسار وہاں رہا۔ حضرت چوہدری صاحب نے مہمان نوازی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی آپ کی انکساری اور مہمان نوازی خاکسار کو بہت شرمندہ کرنے والی تھی۔

مولوی احمد خاں صاحب نسیم رقمطراز ہیں:

اگر آپ کو کسی مہمان کی تکلیف کا علم ہو جاتا تو آپ کو بہت دکھ ہوتا اور مہمان کی دلجوئی خود فرماتے۔ اکثر دفعہ اپنی جیب خاص سے مہمانوں کی مہمان نوازی فرماتے۔ (الفضل 19/ مارچ 1960ء)

مظلوموں کی مدد

مولوی احمد خاں صاحب نسیم ہی تحریر فرماتے ہیں:۔

ضلع گورداسپور کے زمینداروں کے ساتھ خودہ مسلمان ہوں یا سکھ چوہدری صاحب موصوف کے بہت گہرے مراسم تھے اور ہر مظلوم چوہدری صاحب موصوف کو اپنا ہمدرد اور غمگسار سمجھتا تھا اور چوہدری صاحب کا مکان اور دفتر مظلوموں کو پناہ گاہ ہوتا تھا۔ اور ہر مظلوم اور دکھیا دل آپ کے پاس آ کر تسکین و تسلی پاتا تھا۔ مظلوموں کی امداد ایسے رنگ میں فرماتے تھے کہ مظلوم کا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہوتا۔ بعض دفعہ ہندو یا بعض سکھ اپنے گاؤں میں کمیوں یا غریب لوگوں پر ظلم کرتے تھے تو خود ان لوگوں کے پاس جاتے اور ان کو روکتے کہ یہ طریق پسندیدہ نہیں کہ آپ غریبوں پر ظلم کریں۔ اکثر دفعہ وہ ہندو یا سکھ زمیندار غرباء کی امداد فرماتے اور بعض دفعہ دن رات ایک کر دیتے۔ اس امداد میں مذہب وغیرہ کی کوئی قید نہ ہوتی خواہ وہ مظلوم کسی ہی مذہب کا کیوں نہ ہو۔

آپ اپنے کارکنان کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو خدا نے بذریعہ الہام فرمایا تھا کہ:

لا تصعر لخلق اللّٰہ و لا تسئم من الناس (تذکرہ صفحہ 52)

حضور آئے اور خدا کے پاس چلے گئے ان الہامات کے مخاطب حضورؑ کے بعد ہم لوگ ہیں۔ اس لئے ہر

آنے والے کو خوش خلقی اور فراخ دلی سے ملو اور ہر آنے والا تم سے مل کر خوش ہو اور اس کا دل تسلی پائے۔

مکرم محمد حسین صاحب رنگ ریز فرماتے ہیں:۔پس آپ جب بھی کسی کو تکلیف میں دیکھتے یا کسی مظلوم کو پاتے تو اس کی تکلیف اور ظلم کے دور کرنے کیلئے تن من دھن سے کوشش کرتے تھے۔

اوفوا بعهدکم کا سبق

محمد حسین صاحب ہی فرماتے ہیں:۔

الیکشن کے دنوں میں آپ ہمیں بڑی تاکید کرتے کہ کسی کے ساتھ کوئی ایسا وعدہ نہ کرنا جو پورا نہ ہو سکتا ہو۔وہی وعدہ کرو جسے پورا کیا جا سکتا ہو۔اور جب وعدہ کرو تو پھر پوری کوشش سے اسے پورا کرو۔

خرچ کی پرواہ نہیں کرتے تھے

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے ان کے ساتھ آگرہ سے مین پوری جانا تھا۔ میں نے پوچھا کتنا خرچ لے لوں۔آپ نے اس کا جواب کچھ نہ دیا اور صرف یہ کہا کہ آپ کا کام جانے۔

سلسلہ کی رقوم کی حفاظت

مکرم احمد علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

میں جن دنوں دارالتبلیغ کراچی کا مبلغ انچارج تھا چوہدری صاحب گاہے بگاہے جماعتی کاموں کے سلسلے میں وہاں بھی تشریف لایا کرے تھے۔شروع شروع میں ہم غلام علی صاحب تالپور کے بنگلے پر جو (سندھ یونیورسٹی اور سعید منزل کے بالمقابل بندر روڈ پر تھا) نمازیں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ ادا کرتے تھے۔اور وہیں جلسے ہوا کرتے تھے۔ایک دن اسی جگہ پر محترم چوہدری صاحب نے مجھے کچھ رقم بطور چندہ دی اور فرمایا کہ احتیاط سے رسید کٹوائیں اور مجھے دے دیں۔پھر دوبارہ مڑ کر واپس آئے اور فرمایا کہ رسید اپنی نگرانی میں کٹوائیں۔اور دیکھیں کہ دونوں حصوں پر صحیح الفاظ لکھے ہوں تا کہ غلطی نہ ہو۔میں نے عرض کیا انشاءاللہ اسی طرح کروں گا جس طرح آپ نے حکم فرمایا ہے۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ محترم چوہدری صاحب کو سلسلے کی رقوم کی حفاظت اور دوسرے کو گناہ سے بچانے کا کتنا احساس تھا۔

مکرم محمد عمر صاحب بھی اس بارے میں فرماتے ہیں:۔چوہدری نذیر احمد راجپوت (سکنہ ساندھن آ

گرہ) نے ایک واقعہ مجھے سنایا کہ حضور نے شدھی کی تحریک پر مناسب طور پر بے دریغ خرچ کرنے کی اجازت دی تھی۔تو نذیر احمد نے کہا کہ خلیفہ وقت نے امیر بھی ایسا ہی چنا ہے جو بے دریغ مناسب طور پر خرچ کرتا ہے۔خلیفہ وقت کا پیسہ ضائع نہیں کرتا اور بڑی حفاظت کرتا ہے۔

غضِ بصر

مرزا عبدالحق صاحب فرماتے ہیں:۔

آپ بہت متقی اور پرہیزگار تھے۔آپ کے وقت میں جو دوست انگلستان میں تھے بتاتے ہیں کہ آپ سڑک پر چلتے تو اپنی آنکھیں اس قدر نیچے رکھتے کہ حادثہ کا شکار ہو جانے کا ڈر رہتا تھا۔

لا تجہر بالقول کے مصداق

مکرم محمد عمر صاحب فرماتے ہیں:۔

آواز بہت دھیمی تھی۔اتنی دھیمی کہ کئی مرتبہ بات پوچھنی پڑتی تھی کہ کیا کہا ہے۔

تبلیغ کا جنون

مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ چوہدری صاحب کا لڑکا فوجی وردی میں ملبوس دفتر میں ملنے آیا اور السلام علیکم کہا تو آپ نے اسے سامنے بیٹھا لیا اور تبلیغ شروع کر دی اور گفتگو کے دوران پوچھا آپ کس رینک میں ہیں۔آپ کے لڑکے نے اپنا رینک بتایا تو چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میرا لڑکا بھی اسی رینک میں کام کرتا ہے۔تو وہ کہنے لگا میں ہی تو آپ کا لڑکا ہوں تو فرمایا کہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تو لڑکے نے کہا کہ میں نے السلام علیکم کہا تھا اور آپ نے آواز نہیں پہچانی اور تبلیغ شروع کر دی۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رقمطراز ہیں:۔چوہدری صاحب کو دراصل تبلیغ کا غیر معمولی شوق تھا اور انہیں خدا نے تبلیغ کا ملکہ بھی ایسا عطا فرمایا تھا کہ بہت جلد اپنی گفتگو سے دوسرے کا دل صداقت کے حق میں جیت لیتے اور زمینداروں پر تو گویا ان کا جادو چلتا تھا۔(الفضل 28رفروری 1960ء)

ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

میری آپ سے پہلی ملاقات 1908ء میں ہوئی اور آخری ملاقات گذشتہ جلسہ سالانہ سے صرف دو روز قبل ہوئی تھی جو بات مجھے ان کی آخری ملاقات میں نمایاں نظر آئی وہ آپ کا تبلیغ کے سلسلہ میں غیر متناہی جوش تھا۔ اس طرح جوش وعزم ان میں 1908ء میں بھی موجود تھا۔ اس قدر لمبے زمانہ میں جو نصف صدی سے زیادہ ہوتا ہے آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ آپ واقعی سلسلہ کے بہادر سپاہی اور جرنیل تھے۔ تحریک شدھی جب ایک دفعہ دب کر پھر ابھرنی شروع ہوئی تو اس کو فرو کرنے کیلئے چوہدری صاحب نے بڑے دردِدل سے تحریر فرمایا

علاقہ ملکانہ میں آریوں نے دوبارہ اپنا جال نہایت تندہی سے پھیلانا شروع کر دیا اور کوئی احمدی اس بات سے بے خبر نہیں کہ یہ ہمارا فرض ہے ہم اپنوں کو غیروں کے حملے سے بچا ہیں اور غیروں کا اسلام کی نعمت سے متمتع کریں اگر اس وقت ہم نے آریوں کے حملہ سے ملکانوں کو نہ بچایا اور غیروں پر اسلام کی خوبیاں ظاہر کر کے اسلام سے ان کو مانوس نہ کیا تو ہماری ایک طویل محنت رائیگاں جانے کا سخت خطرہ ہے۔ لہٰذا اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے جس کیلئے اس زمانہ میں احمدی جماعت کو کھڑا کیا گیا ہے۔ علاقہ ملکانہ میں خصوصیت کے ساتھ احمدی احباب کے مال کی اور وقت کی سخت ضرورت ہے۔ غرض آریوں کے اس فتنہ کو فرد کرنے کیلئے احباب کی خواہ وہ امیر ہوں یا غریب ہوں خود جا سکتے ہیں یا نہ جا سکتے ہوں سب کی فوری توجہ کی سخت ضرورت ہے۔ اس کارخیر میں ایک غریب کا ایک پیسہ بھی کام دے سکتا ہے۔ اس لئے امیر و غریب سب کی خدمت کی اس وقت ضرورت ہے۔ (الفضل 2رجولوئی 1926ء صفحہ 10)

مکرم محمد عمر صاحب فرماتے ہیں آپ کے ہر وقت غور وحوض کرنے اور سوچنے کے متعلق مسز سلیمان بیکس نے کہا تھا

Mufti is very claver missionery chife (مفتی محمد صادق صاحب)

CH. F. M. is thinking always. (What about F.M)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی آپ کو مفکر کہا تھا۔

مکرم محمد عمر صاحب فرماتے ہیں:۔

’’ایک دفعہ حضور نے مجھے اور فتح محمد صاحب (نائب امیر ضلع لاہور) کو فرمایا کہ رحمت اللہ لیگ کے ممبر کو میرے پاس لے کر آؤ۔ جب حضور کے پاس واپس پہنچے تو چوہدری صاحب کا ذکر ہوا لیکن چوہدری صاحب وہاں موجود نہ تھے تو میں نے کہا کہ چوہدری صاحب اپنی جائیداد تباہ کر رہے ہیں بیچ رہے ہیں۔ کوئی پروا نہیں کرتے۔ میں نے شکایت کے رنگ میں کہا تھا۔‘‘

حضور فرمانے لگے۔’’بات سنو! چوہدری صاحب جیسا مفکر آدمی مجھے لا دو‘‘

عزیز احمد صاحب نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے۔

’’اصولی امور میں وہ (چوہدری صاحب) حقیقۃً غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے اور ان امور میں ان کی نظر بعض اوقات اتنی گہری جاتی تھی کہ حیرت ہوتی تھی کہ ایسی سادہ طبیعت کا انسان اصولی امور میں اتنا ذہین اور دور رس ہے۔‘‘ (الفضل 28/فروری 1960ء)

کاظمین الغیظ

مکرم محمد عمر صاحب فرماتے ہیں

چوہدری صاحب غصے میں کم ہی آتے تھے۔ لیکن دینی معاملات میں خامی کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ میں دس سال تک آپ کے پاس رہا آپ نے مجھے کبھی نہیں جھڑکا اور کبھی نہیں مارا۔ اسی طرح آپ کا ایک نوکر کرم دین تھا آپ نے اس کو بھی کبھی نہیں جھڑکا۔ بعد میں وہ ڈرائیور بن گیا۔

مکرم محمد خاں صاحب فرماتے ہیں’’میں اس بات کی گواہی پورے وثوق سے دیتا ہوں کہ مجھے آپ نے کبھی سخت کلامی سے نہیں پکارا۔ ہمیشہ پیار بھرے الفاظ سے بلاتے۔ کبھی کسی غلطی پر سرزنش نہی کی۔ بلکہ محبت سے راہ نمائی کرتے۔‘‘ (الفضل 3/اپریل 1960ء)

اعلیٰ خلق

مکرم احمد علی شاہ صاحب فرماتے ہیں

میں 42ء 1941ء میں مقامی تبلیغ میں حضرت چوہدری صاحب موصوف کے ماتحت کام کرتا رہا۔ ایک روز رات کے وقت جبکہ گرمیوں کا موسم تھا عشاء کے بعد میں نے آپ کی کوٹھی پر ایک جماعتی کام کے

سلسلہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ کافی رات گئے تک کچھ سکھ اور غیر احمدی آپ کے پاس اپنے ذاتی کاموں کے لئے صلاح ومشورہ کررہے ہیں۔ میں تو کام کر کے چلا آیا اور وہ وہیں بیٹھے تھے۔ صبح کو نماز فجر کے معاً بعد پھر مجھے آپ کی خدمت میں آپ کی کوٹھی پر حاضر ہونے کا موقع ملا تو میں نے دیکھا کہ صبح سویرے ہی پھر سکھ وغیرہ آپ کے پاس بیٹھے کام کررہے ہیں۔ میں نے تنہائی میں چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ایسے لوگوں کو ملنے کیلئے آپ کوئی ایسا وقت رکھیں کہ آپ کو آرام کرنے کا موقع مل سکے۔ ورنہ اس طرح آپ کو نہ رات کو آرام ملے گا نہ دن کو۔

(میرا یہ عرض کرنا تھا) کہ اس پر چوہدری صاحب نے نہایت پیار سے اور عمدہ طریق سے مجھے سمجھایا اور فرمایا کہ مولوی صاحب اگر میں اپنے گاؤں میں ہوتا تو چوہدری نظام الدین صاحب کے لڑکے فتح محمدؐ سیالؔ کے پاس کون چل کر آتا یہ محض حضرت مسیح موعودؑ کی برکت ہے کہ آپکی جماعت میں داخل ہونے اور آپ کی جماعت کا عہدہ دار فرد ہونے کی وجہ سے لوگ میرے پاس آتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے کہ **لاتصعر لخلق اللہ ولاتسئم من الناس** (تذکرہ صفحہ 52)

ترجمہ ''لوگوں سے بدخلقی نہ کرنا اور ان سے تھک نہ جانا۔''

اس لئے میں کسی کو کسی وقت بھی آنے سے منع نہیں کرسکتا میرے پاس جس وقت بھی جو کوئی آئے گا میں اپنی توفیق کے مطابق اسکی مدد ضرور کروں گا مکرم چوہدری صاحب موصوف کا یہ خلق اور نمونہ دیکھ کر میں نے آج تک آپکے بتائے ہوئے سبق کو نہیں بھلایا۔

اطاعت خلیفہ وقت

مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی فوری چٹھی چوہدری صاحب کو پہنچی۔ آپ ناظر اعلیٰ تھے تو آپ نے اسے الٹا کر کے میز پر رکھ دیا تا کہ کوئی اور نہ پڑھے اور کچھ دیر بعد آپ نے اسکی پشت پر دستخط کرنے شروع کر دیئے۔ (اسے رف کاغذ سمجھ کر) بعد میں جب یاد آیا تو قاضی عبدالرحمن صاحب کو فرمایا دیکھنا ایک ضروری چٹھی آئی تھی معلوم نہیں کہاں گئی ہے۔ تلاش کرنے لگے قاضی صاحب نے وہی دستخطوں والا کاغذ سیدھا کیا کہا یہ تو نہیں فرمانے لگے یہی ہے آپ نے مطلوبہ

رپورٹ تیار کی اور ساتھ چھٹی لگا کر حضور کو روانہ کر دی جب حضور نے دیکھا کہ چھٹی کی دوسری طرف دستخط ہی دستخط ہیں تو آپ نے چوہدری صاحب کو 15 یا 20 روپے جرمانہ کر دیا۔ جب چوہدری صاحب کو معلوم ہوا تو قاضی صاحب سے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تو اتنی رقم نہیں آپ ہی جمع کروا دیں اور رسید لگا کر حضور کی خدمت میں بھیج دیں کہ میں نے جرمانہ ادا کر دیا

آپ بدظنی سے اجتناب کرتے تھے

مکرم احمد خاں صاحب نسیم رقم طراز ہیں، آپ فرماتے تھے کہ بعض لوگ مجھے آ کر دھوکہ دے جاتے ہیں وہ جس طرح مجھ سے بات کرتے ہیں میں ویسے ہی یقین کر لیتا ہوں کہ یہ شخص ٹھیک ہی کہتا ہوگا۔ یہ سوچتا بھی نہیں کہ وہ شخص غلط بیانی بھی کر سکتا ہے۔ (الفضل 19 / مارچ 1960ء)

چوہدری صاحب خود فرماتے ہیں۔ ”بدظنی سے بچو۔ بدظنی بہت خطرناک بلا ہے اس سے بچتے رہو شاید جس پر انسان بدظنی کرتا ہے وہ نیک ہی ہو اور بدظنی کرنے والے کی نظر خطا کرتی ہو۔ اس سے بچتے رہو۔ بدظن انسان ضرور ہے کہ ایک دن بدظنی میں ترقی کرتا کرتا نہ صرف محض مادہ محبت سے بے بہرہ ہو جاتا ہے بلکہ بے مروت بھی ہو جاتا ہے۔ (الفضل 26 / دسمبر 1912ء)

بہادری:: مکرم احمد خاں صاحب نسیم تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت بہادر دل عطا فرمایا ہوا تھا۔ 1947ء کے شروع میں بعض جگہوں میں فسادات شروع ہو گئے تھے۔ آپ نے اپنے علاقے میں دورے کر کے تمام مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ حالات جلد جلد بدل رہے ہیں تم لوگ تیاری کر لو تا کہ آخری وقت میں نقصان نہ اٹھانا پڑے خطرناک مقامات پر جانے سے آپ دریغ نہیں کرتے تھے۔ (الفضل 19 / مارچ 1960ء)

جذبہ ہمدردی

مکرم احمد خاں صاحب (ڈرائیور دفتر اصلاح وارشاد ربوہ) تحریر فرماتے ہیں

1۔ ایک دفعہ چوہدری صاحب جماعتوں کے دورہ پر گئے میں بھی ہمراہ تھا جب کھانے کا وقت ہوا تو میں جیپ درست کر رہا تھا جس دوست نے کھانے کا بندوبست کیا تھا وہ چوہدری صاحب کو لے گئے اور

میرے لئے کھانا بھیج دیا اتنے میں ایک دوست دوڑتا ہوا آیا کہ احمد خاں تمہیں چوہدری صاحب یاد فرماتے ہیں میں اپنا کھانا لے کر وہاں چوہدری صاحب کے پاس گیا میں نے نیچے بیٹھنا چاہا لیکن چوہدری صاحب نے مجھے اپنی چارپائی پر بیٹھا دیا اور اپنی کھانے والی پلیٹ بھی میرے آگے کی جوان کیلئے لائی گئی تھی اور پھر کہا احمد خاں کھاؤ اور پھر خود بھی کھانا شروع کر دیا۔ کھانے کے دوران کئی دفعہ آپ کے ہاتھ سے میرا ہاتھ ٹکرایا لیکن چوہدری صاحب آرام سے کھانا کھاتے رہے۔

گویا آقا و غلام دونوں ایک ہی پلیٹ سے کھانا کھاتے رہے اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں حضرت مسیح موعودؑ کے غلاموں کا غلام نہیں بلکہ رسول اللہ کے غلاموں کا غلام ہوں چونکہ حسنِ سلوک کا یہ جذبہ اسی نبی نے ہی پیدا کیا تھا۔ اور آج یہ جذبہ دوبارہ حضرت مسیح موعودؑ کے طفیل دوبارہ زندہ ہوا۔

2: خاکسار کا اپنڈے سائیٹس کا جنرل ہسپتال کوٹ لکھپت میں اپریشن ہوا مجھے وہم بھی نہ تھا کہ میرے جیسے معمولی شخص کی عیادت کو کوئی آئیگا۔ لیکن میں نے دیکھا چوہدری صاحب اپنے غلام کی عیادت کو آئے اور ایک بار نہیں بلکہ دوبارہ آئے۔ یہ واقعہ گویا ایک چھوٹا سا واقعہ ہے۔ لیکن میں اس سے بے حد متأثر ہوا میں نے ان کیلئے بے حد دعائیں کیں۔ آج بڑے بڑے لوگوں کو اپنے خدام کا اتنا دھیان کہاں ہوتا ہے۔

3: چوہدری صاحب کا جذبہ ہمدردی محض اپنے ہی خدام کیلئے نہ تھا بلکہ وہ کسی بھی انسان کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ایک دفعہ قصور جاتے ہوئے للیانی تھانہ کے عین سامنے ایک شخص ہماری جیپ سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا چوہدری صاحب کو بہت دکھ ہوا اور آپ شدت احساس سے چیخ اٹھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے پھر آپ نیچے اترے زخمی نوجوان کو اٹھایا جیپ میں ڈال کر ہسپتال پہنچایا اور وہاں داخل کروایا۔ بعد میں بڑے درد سے اس کا ذکر کرتے تھے کہ اس بیچارے کو ہماری ہی بے پروائی کی وجہ سے چوٹیں آئیں ورنہ کوئی بات نہ تھی۔

4: پھر آپ کی ہمدردی کا یہ جذبہ محض انسان سے ہی نہ تھا بلکہ جانوروں سے بھی تھا۔ ربوہ سے جڑانوالہ جاتے ہوئے ایک بھینس جیپ کے نیچے آ گئی۔ جیپ کی بریک نہ لگ سکی۔ میرے حواس باختہ ہو گئے کہ چوہدری صاحب ناراض ہونگے۔ لیکن انہوں نے مجھے کچھ نہ کہا بلکہ بھینس کے زخمی ہونے پر افسوس ضرور کیا۔

یہ واقعات بظاہر بہت معمولی ہیں لیکن ان کی گہرائی میں چوہدری صاحب کا جذبہ ہمدردی موجزن نظر آتا ہے۔ رحم آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ درشتی اور سختی سے آپ ناآشنا تھے۔ (الفضل 3/اپریل 1960ء)

مصمم ارادہ:: مکرم عبدالوحید صاحب اٹھوال فرماتے ہیں۔

1960ء کا واقعہ ہے جب چوہدری صاحب بہت کمزور ہو گئے تھے۔ میں راولپنڈی سے ربوہ آیا اور ملنے کیلئے گیا وہاں میجر منصور صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ چوہدری صاحب کچھ لکھ رہے تھے اور ہاتھ کانپ رہے تھے۔ میں نے کہا کہ ابا جان آپ کے ہاتھ کانپ رہے ہیں فرمایا ''کہ ہم یہ ضرور لکھیں گے'' کتنا مصمم ارادہ تھا اور پھر زلزلہ آ گیا میں نے کہا کہ زلزلہ آ گیا ہے فرمانے لگے زلزلہ ہمیں کچھ نہیں کہے گا۔ چنانچہ آپ لکھتے رہے اور کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی۔

آپ نڈر تھے

مکرم امان اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک سکھ افسر کے پاس آپ کسی کام کی غرض سے گئے اس نے کام کرنے سے انکار کیا۔ ایک دن آپ کار پر آ رہے تھے کہ اتفاقاً اس افسر کی کار راستے میں خراب ہوگئی۔ آپ کو سکھ ڈرائیور نے روک کر کہا یہ کار شہر تک لے چلو تو چوہدری صاحب نے جواب دیا کہ جا کر افسر سے کہہ دو کہ میں فتح محمدؐ ہوں اور میں تمہاری کار کو نہیں لے جا سکتا۔

مالی خدمات:: چوہدری صاحب نے مختلف اوقات میں جو جماعت کے لئے یا قوم کیلئے مالی خدمات کیں اسکی چند ایک جھلکیاں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

آنہ فنڈ کالج کیلئے

1: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:- ''تو پھر ہر احمدی ایک آنہ ماہوار دو سال تک کالج کے واسطے دے اس سے کوئی الگ نہ رہے۔ بچہ ہو بوڑھا ہو مرد ہو عورت ہو۔ ایک گھر میں جس قدر احمدی ہوں وہ سب کے سب دو سال تک کے لئے عزم کرلیں کہ ایک آنہ ماہوار اپنے دوسرے چندوں کے علاوہ محض کالج کے لئے دیں گے۔'' اس تحریک میں چوہدری صاحب (طالبعلم کالج کلاس) نے بھی حصہ لیا اور فی کس کے حساب سے آٹھ آٹھ ماہ کے لئے چندہ جمع کروایا۔ (الحکم 24/جون 1905ء صفحہ 11)

2: شیخ محمود احمد از مصر نے جب مصر میں احمدیہ دارلکتب کھولنے کا اعلان کیا اور احباب جماعت سے کتب سلسلہ مانگیں تو اس وقت بہت سے لوگوں نے مدد کی۔ چوہدری صاحب نے بھی اس کارخیر میں حصہ لیا۔(الحکم 14/مارچ 1925ء صفحہ 5)

3: چوہدری صاحب موصوف نے ربوہ میں سب سے پہلی مسجد مبارک کی تعمیر کے لئے 101/- روپے نقد عطا کئے۔(تاریخ احمدیت جلد نمبر 14 صفحہ 25)

حضرت اباجان کی سیرت کا ایک اور پہلو

بسا اوقات گھر میں سب افراد سارا دن اپنے اپنے کاموں میں اِدھر اُدھر مصروف رہتے ہیں۔ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو وقت نہیں دے پاتے مل بیٹھنے کیلئے صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ کھانا اکٹھے کھایا جائے اور حضرت رسول کریم ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ کھانا اکٹھے کھایا جائے اِس سے محبت بڑھتی ہے۔ چنانچہ اباجان کو اِس بات کا بھی ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ہم لوگ کبھی بھوک کی وجہ سے یا ناسمجھی کی وجہ سے کھانا کھالیتے تو حضرت اباجان فرمایا کرتے تھے کہ میں نے میز اِسی لئے بنوائی تھی کہ ہم سب مل کر کھانا کھائیں جبکہ گاؤں میں اب بھی یہ دستور ہے کہ کچن میں کھانا تیار ہو رہا ہوتا ہے وہاں پہ ہی جس کو جب بھی بھوک لگی کھانا نکالا اور کھالیا۔لیکن آپس میں مل بیٹھ کر کھانا کھانے میں جو لطف ہے وہ اکیلے کھانے میں نہیں ہے۔سب مل کر بیٹھتے ہیں تو کچھ ہلکی پھلکی گفتگو ہوتی ہے کچھ گھریلو مسئلے زیر بحث آتے ہیں۔انہی چھوٹی چھوٹی باتوں سے آپس میں تعلق ومحبت بڑھتی ہے۔ چنانچہ حضرت اباجان کی یہ خواہش اور کوشش ہوتی تھی کہ کھانا اکٹھے کھایا جائے اور یوں مل بیٹھنے سے کھانے کے اداب کے ساتھ ساتھ اباجان کی پاکیزہ صحبت بھی میسر آجاتی تھی۔

3۔روایات

محترمہ بھابھی جان بیگم چوہدری صالح محمد صاحب سیال مرحوم

مندرجہ ذیل واقعات ہماری پیاری بھابھی جان نے امریکہ سے تحریر کر کے بجھوائے ہیں۔ یہ ایک بہو

کے تحریر کردہ واقعات ہیں۔ اِس سے بھی آپکی سیرت کے کئی ایک پہلوعیاں ہوتے ہیں۔ بھابھی جان نے جو کچھ تحریر کیا ہے۔ میں من وعن اسے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں۔ اس میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو پہلے بھی تحریر ہو چکی ہیں۔ مگر دوبارہ جو تحریر میں آئیں گی۔ تو اُس سے گذشتہ باتوں کی تصدیق ہوگی۔ میری بھابھی جان صفیہ بیگم صاحبہ حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم کی نواسی ہیں۔ ہمارے گھر میں یہ سب سے بڑی بہو بیاہ کر آئیں تھیں۔ اِس لئے اِن کو ایک مقام حاصل ہے۔ ہم سب اس وقت چھوٹے چھوٹے تھے۔ اِس لئے ہم سب کو آپ کے ساتھ ایک خاص لگاؤ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی ساری اولاد کو نیک اور خادم دین بنائے رکھے۔ آمین آپ فرماتی ہیں کہ میں آج حضرت ابا جان کے واقعات لکھنے بیٹھی ہوں تو آنسوؤں کی جھڑی سی لگ گئی ہے۔ میں مئی 1943ء میں شادی ہو کر ابا جان کے گھر آئی۔ اُن کے ساتھ قادیان میں 4 سال رہنے کا موقع ملا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی 1950ء تک ایک ساتھ رہے۔ میں نے ابا جان کو انتہائی منکسر المزاج اور حلیم الطبع پایا۔ ابا جان کو تازہ اور کھلی ہوا اور کھلی جگہ اور صفائی بہت پسند تھی۔ ابا جان کا گھر کھیتوں کے بیچ میں تھا۔ صبح صبح باہر نکل جاتے کھیتوں اور باغ میں چلتے پھرتے مالی اور دیگر خادموں کو ہدایات دیتے۔ اردگرد کے گاؤں کے لوگ گھر کے باہر اکٹھے ہو کر بیٹھے ہوتے۔ اُن کے ساتھ بیٹھ کر اُن کے معاملات سلجھاتے' مشورے دیتے اُن کے مقدمات کے حل کیلئے عدالتوں میں بھی جاتے۔ یہ لوگ زیادہ تر سکھ زمیندار ہوتے تھے۔ آپ لباس انتہائی سادہ پہنتے۔ گرمیوں میں سفید ململ کا کرتہ شلوار' سر پر پگڑی ہوتی جوتے ہر قسم کے پہن لیتے۔ نہایت کم گو تھے اگر کہیں کاغذ گرا ہوا دیکھتے تو اُٹھا لیتے اور اُس کو پڑھتے اور پھر کسی اونچی جگہ پر رکھ دیتے۔ گرمی ہو یا سردی بچوں کو چھٹی کے دن گھر میں بیٹھنے نہیں دیتے تھے کہتے تھے گھر سے نکلو باغ میں گھومو' پھرو' تازہ ہوا کھاؤ اور کمروں کی سب کھڑکیاں دروازے کھول دو تا کہ گھر میں بھی صاف ہوا آئے۔ ایک دفعہ کراچی تشریف لائے بلڈنگیں اور فلیٹ دیکھ کر فرمانے لگے یہ انسانوں کے رہنے کیلئے نہیں بلکہ چوہوں کے بل بنائے گئے ہیں۔ گھر میں تشریف لاتے تو صحن میں جو بھی چیز بیٹھنے کی ہوتی بلا تکلف بیٹھ جاتے اور ہم لوگوں سے بات چیت کرتے رات کا کھانا جلد کھا لیتے مغرب کی نماز کیلئے تیسری منزل پہ چلے جاتے۔ مغرب اور

عشاء کی نمازیں اوپر ہی ادا کرتے جلدی سو جاتے اور آدھی رات کو اُٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔صبح کی اذان کے بعد ایک ایک بچے کو بلند آواز سے پکارتے اور نماز کیلئے بیدار کرتے۔ جب بھی کسی کو پکارتے تو پورا نام لیتے کبھی کسی کا نام بگاڑ کر نہیں لیا۔

بہت ہی سادہ غذا پسند تھی۔ دودھ بہت پسند فرماتے۔ بچوں کو بھی دودھ پینے کی ہدایت کرتے۔ دہی' مکھن اور تازہ سبزیوں سے رغبت تھی۔ بھنے ہوئے مصالحے دار گوشت کو پسند نہیں فرماتے۔صبح جب باہر جاتے تو کھیتوں سے نہایت ملائم اور چھوٹی چھوٹی سبزیاں توڑ کر لاتے اور فرماتے کہ اسکو بھون کر صرف سیاہ مرچ اور نمک ڈال دو۔اُسکو شوق سے کھاتے۔

دین کے کاموں کیلئے ہر وقت چوکس رہتے۔مگر دنیاوی کاموں کی اور اپنی ذات کی زیادہ پروا نہیں کی بلکہ دنیا کے اکثر کام بھول جاتے۔ٹرین میں سفر کرتے تو بستر بھول جاتے یا بکس چھوڑ آتے۔اگر وقت پر کھانا یا ناشتہ دے دیا تو کھا لیتے ورنہ کبھی کبھی کھیتوں کے بیچ میں تھا۔صبح صبح باہر نکل جاتے کھیتوں اور باغ میں چلتے پھرتے مالی اور دیگر خادموں کو ہدایات دیتے۔اردگرد کے گاؤں کے لوگ گھر کے باہر اکھٹے ہو کر بیٹھے ہوتے۔اُن کے ساتھ بیٹھ کر اُن کے معاملات سلجھاتے' مشورے دیتے اُن کے مقدمات کے حل کیلئے عدالتوں میں بھی جاتے۔ یہ لوگ زیادہ تر سکھ زمیندار ہوتے تھے۔آپ لباس انتہائی سادہ پہنتے۔گرمیوں میں سفید ململ کا کرتہ شلوار' سر پر پگڑی ہوتی جوتے ہر قسم کے پہن لیتے۔نہایت کم گو تھے اگر کہیں کاغذ گرا ہوا دیکھتے تو اُٹھا لیتے اور اُس کو پڑھتے اور پھر کسی اونچی جگہ پر رکھ دیتے۔گرمی ہو یا سردی بچوں کو چھٹی کے دن گھر میں بیٹھنے نہیں دیتے تھے کہتے تھے گھر سے نکلو باغ میں گھومو پھرو' تازہ ہوا کھاؤ اور کمروں کی سب کھڑکیاں دروازے کھول دو تا کہ گھر میں بھی صاف ہوا آئے۔ایک دفعہ کراچی تشریف لائے بلڈنگیں اور فلیٹ دیکھ کر فرمانے لگے یہ انسانوں کے رہنے کیلئے نہیں بلکہ چوہوں کے بل بنائے گئے ہیں۔گھر میں تشریف لاتے تو صحن میں جو بھی چیز بیٹھنے کی ہوتی بلا تکلف بیٹھ جاتے اور ہم لوگوں سے بات چیت کرتے رات کا کھانا جلد کھا لیتے مغرب کی نماز کیلئے تیسری منزل پہ چلے جاتے۔مغرب اور عشاء کی نمازیں اوپر ہی ادا کرتے جلدی سو جاتے اور آدھی رات کو اُٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔صبح کی اذان کے بعد

ایک ایک بچے کو بلند آواز سے پکارتے اور نماز کیلئے بیدار کرتے۔ جب بھی کسی کو پکارتے تو پورا نام لیتے کبھی کسی کا نام بگاڑ کر نہیں لیا۔

بہت ہی سادہ غذا پسند تھی۔ دودھ بہت پسند فرماتے۔ بچوں کو بھی دودھ پینے کی ہدایت کرتے۔ دہی' مکھن اور تازہ سبزیوں سے رغبت تھی۔ بھنے ہوئے مصالحے دار گوشت کو پسند نہیں فرماتے۔ صبح جب باہر جاتے تو کھیتوں سے نہایت ملائم اور چھوٹی چھوٹی سبزیاں توڑ کر لاتے اور فرماتے کہ اسکو بھون کر صرف سیاہ مرچ اور نمک ڈال دو۔ اُسکو شوق سے کھاتے۔

دین کے کاموں کیلئے ہر وقت چوکس رہتے۔ مگر دنیاوی کاموں کی اور اپنی ذات کی زیادہ پروا نہیں کی بلکہ دنیا کے اکثر کام بھول جاتے۔ ٹرین میں سفر کرتے تو بستر بھول جاتے یا بکس چھوڑ آتے۔ اگر وقت پر کھانا یا ناشتہ دے دیا تو کھا لیتے ورنہ کبھی کبھی بغیر ناشتہ کے نکل جاتے۔ اِسی طرح غسل خانے میں صاف کپڑے لٹکا دیئے تو پہن لیتے ورنہ وہی کپڑے پہن لیتے۔ کبھی کسی سے کچھ نہیں کہا۔ بچوں کو ڈانٹتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ جو بات کہنی ہوتی آرام سے پاس بُلا کر کہہ دیتے۔ میرے بچے بچپن میں بہت صحت مند تھے انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوتے بڑے پیار سے اُنکو دیکھتے رہتے اور مسکراتے رہتے۔ کبھی زور سے قہقہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ جب زیادہ خوش ہوتے تو مسکراتے رہتے۔ بچوں کی صحت کے متعلق ہمیشہ اہم ہدایات دیتے تھے۔ جب آپکا پہلا پوتا پیدا ہوا تو بہت خوش ہوئے۔ شدید سردی میں رات بارہ بجے اپنے گھر سے میرے میکے میں آ کر اپنے پوتے کے کان میں اذان دی اور گھٹی بھی دی نیز شاہد نام رکھا۔ یہ نام حضرت سیدہ اماں جان مرحومہ نے (اللہ تعالیٰ اپنے قرب میں جگہ دے) جب میری پہلی بیٹی عزیزہ شاہدہ کو گود میں لیا اور فرمایا اب اس کے بھائی ہوگا تو اُس کا نام شاہد رکھنا۔ جب شاہد 4 سال کا ہوا اور اِس کو سکول میں داخل کرنے کا مرحلہ آیا تو فرمایا ذرا بڑا ہو جانے دو تا کہ مکمل اعتماد کے ساتھ پڑھ سکے۔ جب 1947ء کے فسادات شروع ہوئے تو میں بہت ڈرتی اور گھبراتی تھی۔ اس لئے بھی کہ گھر شہر سے دور تھا اور اردگرد کھیت ہی کھیت نظر آتے تھے۔ ایک دن فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایک مومن کو دس کافروں پر حاوی کیا ہے۔ ہم انشاء اللہ کافروں پر حاوی ہوں گے۔ تم گھبراؤ نہیں۔ جب انڈیا کی جیل میں رہے تو

گورداسپور ضلع کے سکھ آپکو اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ آپ کی غذا دوائیوں کا بڑا دھیان رکھتے گھر سے کھانا پکوا کر لاتے۔ پھل دودھ بھی مستقل پہنچاتے اِسی طرح سردیاں آئیں تو گھر سے نیا بستر بھی لا کر دیا۔ جب جیل سے رہا ہو کر آئے تو صحت بہت اچھی تھی۔ لگتا نہیں تھا کہ جیل سے رہا ہو کر آئے ہیں۔

حضرت ابا جان کو قیدیوں کو خوب تبلیغ کا موقع بھی ملا اور بہت سے لوگ احمدی بھی ہوئے۔ اِس سے آپکے بلند اخلاق، صائب الرائے اور انسانوں سے محبت و خلوص کا پتہ چلتا ہے۔ اپنے عزیزوں رشتہ داروں کے ساتھ بھی بڑے ہی حسن سلوک کا برتاؤ رکھتے۔ آپ نے Mohmmadan Anglo Oriental College سے ایم۔اے کیا تھا۔ اُس زمانے میں یہ کالج الہٰ آباد یونیورسٹی سے منسلک تھا۔ ابا جان اُس یونیورسٹی کے انیسویں 19 طالب علم تھے۔ یہی کالج بعد میں علی گڑھ یونیورسٹی کے نام سے مشہور ہوا۔

میرے میاں نے ایک دفعہ مجھے ابا جان کے متعلق بتایا۔ مفہوم میرے ذہن میں ہے وہ لکھ رہی ہوں ابا جان نے جب حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا شرف حاصل کیا زمانہ طالب علمی سے ہی بٹالہ (یہ فاصلہ 11 میل کا تھا) سے قادیان کبھی پیدل اور کبھی تانگہ پر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دسمبر کا مہینہ تھا اور بارش زوروں پر تھی۔

ابا جان رات کو قادیان پہنچے اور حضرت مسیح موعودؑ کے دیار کا دروازہ کھٹکھٹایا تو حضورؑ نے خود دروازہ کھولا اور فرمایا میرے دِل میں تھا کہ کوئی مہمان آ رہا ہے اتنی بارش میں اور میں دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اِس مہمان کی ہر طرح سے حفاظت فرمائے۔ میں انتظار میں تھا کھانا بھی نہیں کھایا اور پھر حضرت مسیح موعودؑ نے آپکے ساتھ کھانا کھایا اور اِس میں خاص بات یہ تھی کہ کپڑوں سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ آپ اتنی طوفانی بارش میں اتنا طویل سفر طے کر کے آئے ہیں حالانکہ کپڑے گیلے ہونے سے بیمار ہونے کا خطرہ بھی تھا۔

آپ نے اپنی تمام تر زندگی خدمت دین میں گذار دی۔ آپ بانی سلسلہ احمدیہ اور خلیفہ وقت کے عاشق اور شیدائی تھے۔ انتہائی شریف النفس، غریب پرور، جری اور متوکل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

اعتبار اتنا کرتے کہ حیرت ہوتی ہے۔ آپ کے ایک خادم نے بتایا کہ ہمیں بعض دفعہ پیسوں کی ضرورت ہوتی اور ہم کہتے چوہدری صاحب ہمیں تنخواہ دے دیں تو جیب میں ہاتھ ڈال کر رقم عنایت فرما دیتے۔ کبھی پلٹ کر نہ پوچھتے کہ تم تو تنخواہ لے چکے ہو۔ اس طرح کبھی کبھی ہم مہینہ میں دو دفعہ بھی تنخواہ لے لیتے۔ اللہ اللہ کیا سادگی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کی نسلوں کو بھی اِسی طرح احمدیت کا فدائی بنائے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

عزیزم ادریس نصراللہ خان

خاکسار حلفاً بیان کرتا ہے کہ:-

1۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال مرحوم نے میرے استفسار پر کہ کیا ان کے ساتھ کبھی کوئی واقعہ خارق عادت معجزانہ رنگ میں ہوا۔ درج ذیل دو واقعات مجھے خود سنائے۔ ایک آدھ لفظ اِدھر اُدھر ہو گیا ہو گا لیکن مفہوم 100 فیصد وہی ہے جو انہوں نے فرمایا۔

اول: ’’کالج سے چھٹیوں کے دنوں میں میں (فتح محمد سیال) قادیان گیا تا کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت کا کچھ وقت پا سکوں۔ اِن دنوں میں ایک شام عشاء کی نماز کے بعد سیدنا حضور نے سب لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے پوچھا آپ میں سے کون ابھی میرا تحریر کردہ اشتہار لے کر بٹالہ جا کر اُسے چھپوا کر صبح تک واپس لا سکتا ہے۔ اس پر میں نے اور مکرم مفتی فضل الرحمن صاحب نے ہاتھ کھڑے کئے جس پر حضور نے فرمایا بہتر ہے۔ دونوں چلے جاویں۔ آپ ٹھہریں میں آپکو کاغذ لا دیتا ہوں۔ اس پر حضور اندر تشریف لے گئے تھوڑی ہی دیر میں ہاتھ میں کاغذ لے کر باہر مسجد میں دوبارہ تشریف لے آئے۔ کاغذ ہمیں دیئے اور فرمایا پریس والوں کے ساتھ ہمارا انتظام ہے۔ اسکو کاغذ دے دینا وہ چھاپ کر آپ کو دے دے گا۔ یہ مجھے (یعنی حضور کو) صبح تک ضروری چاہئیں۔

ہم دونوں وہیں سے بٹالہ کی طرف سرپٹ ہو گئے۔ پریس کا دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ کھلنے پر اُنہیں بتایا کہ یہ کاغذ سیدنا حضور نے بھجوائے ہیں اور صبح اُنکو قادیان میں چاہئیں۔ اس پر اُن صاحب نے کاغذ لے

لئے اور چار پائی پر وہیں بچھی تھی اسکی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تم دونوں میری چار پائی پر لیٹ جاؤ میں کام شروع کرتا ہوں جب ختم ہو گا تو تمہیں جگا دوں گا۔ ہم دونوں وہیں لیٹے اور سو گئے۔ رات کے کسی حصہ میں اُنہوں نے ہمیں جگا کر وہ چھپے ہوئے اشتہار بنڈل کی صورت میں Roll کر کے دے دیئے اور اس پر حفاظت کی غرض سے کپڑا بھی لپیٹ دیا کیونکہ اب باہر بارش ہو رہی تھی ہم دونوں پھر بھاگنا شروع ہوئے اور قادیان داخل ہوئے تو اذان ہو رہی تھی۔ سارا راستہ بارش اور کچہ راستہ۔ جب ہم مسجد مبارک کی سیڑھیوں پر پہنچے تو میں نے صاف کرنے کی غرض سے پاؤں زور سے زمین پر مارے اور حیران ہوا کہ بارش اور مٹی اور تقریباً 11 / 12 میل رات کے اندھیرے میں سفر کے باوجود نہ صرف میرے کپڑے اور جوتے صاف تھے اور اس پر کوئی خاص مٹی یا کیچڑ نہ تھا بلکہ گیلے بھی نہ تھے۔ صبح کی نماز پر حضور تشریف لائے تو ہمیں دیکھ کر کہا تم ابھی یہیں ہو ہم نے کہا ہم تو کام کروا لائے۔ اس پر حضور خوش ہوئے اور بعد نماز اندر سے ہمارے لئے اُبلے ہوئے انڈے اور دودھ لائے جو ہم نے کھائے۔‘‘

دوسرا واقعہ جو مجھے سنایا وہ یہ تھا کہ ’’میں جب قادیان سے انگلستان روانہ ہوا تو میرا کرایہ از بمبئی تا لنڈن چاندی کے روپوں کی صورت میں ایک پوٹلی کی صورت میں میرے پاس تھا جو میں نے ٹرین کی اوپر والی سیٹ پر رکھ دیا اور خود نچلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بمبئی کی گاڑی کافی تیز رفتار تھی اور تیز رفتاری میں اچھلتی ہوئی چلتی تھی۔ مجھے پتہ نہ چلا اور وہ گٹھڑی اچھلتی ہوئی سیٹ سے گری اور دروازہ کی کھلی کھڑکی میں سے باہر گر گئی۔ رگڑنے کی ضرب سے کھل گئی اور روپے معلوم ہوتا تھا کہ بکھر گئے۔ پچھلے ڈبہ والے نے روپے دیکھے اور زنجیر کھینچ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے ڈبہ کے دروازہ سے گارڈ نے (جو انگریز تھا) پوچھا آپ میں سے کسی کی کوئی گٹھڑی گری ہے اس پر مجھے اپنی گٹھڑی کا خیال آیا میں نے اُٹھ کر دیکھا تو گٹھڑی وہاں نہ تھی اس پر میں نے کہا کہ ہاں میری گٹھڑی معلوم ہوتی ہے گری ہے۔ اُس کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ اس میں روپے تھے۔ جس پر اس نے پوچھا کہ اتنے روپے لے کر تم کہاں جا رہے ہوں تو میں نے اسے بتایا کہ میں انگلستان جا رہاں ہوں اور یہ رقم میرے ٹکٹ جہاز وغیرہ کی ہے۔ اس پر ان کی تسلی ہوگئی اور اس نے وہ گٹھڑی روپوں کی مجھے دے دی۔‘‘

مندرجہ بالا دونوں واقعات میں میں نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی برکات کی ان کے رفقاء میں ودیعت کے ضمن میں سنائے۔ جس میں میری خالہ محترمہ امتہ الشافی بیگم صاحب بنت حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال بھی شامل ہیں۔ خاکسار حضرت چوہدری فتح صاحب مرحوم کا نواسہ ہے۔ میری والدہ چوہدری صاحب مرحوم کی بڑی بیٹی آمنہ بیگم مرحومہ تھیں۔ میرے والد محترم چوہدری عبداللہ خان صاحب مرحوم امیر جماعت کراچی تھے اور دادا حضرت چوہدری نصراللہ خان صاحب مرحوم پہلے ناظر اعلیٰ اور اس سے قبل قانونی مشیر صدر انجمن وسیکرٹری بہشتی مقبرہ تھے۔

4۔تاثرات

آپ کی شخصیت کے بارے میں بعض احباب کے تاثرات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے آپ کی سیرت کے بہت سے پہلو عیاں ہوتے ہیں۔

1: چوہدری صاحب کے صاحبزادے مظفر احمد صاحب سیال فرماتے ہیں۔

’آپ کی عمر تقریباً 55 سال کی تھی جب میں نے ہوش سنبھالا۔ اس وقت آپ مقامی تبلیغ میں انچارج تھے۔ ہندو سکھ مسلمان سب کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ اپنے تمام علاقہ میں بڑے پاپولر تھے۔ اور تمام سے مساوی سلوک کرتے تھے۔‘‘ ؎ اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ اپنے اوپر خود اعتمادی بہت تھی۔ خلیفہ وقت کے حکم پر بغیر حیل وحجت عمل کرتے۔ اور اس طرح اپنے آپ کو خلیفہ وقت سے پیوست رکھتے تھے جیسے ایک دیوار سے دوسری دیوار۔

3: الفضل اخبار نے آپ کی وفات پر یوں لکھا:۔

’’1954ء سے آپ اصلاح وارشاد کے عہدہ پر فائز تھے۔ اس دوران میں آپکی خدمات جلیلہ کا ریکارڈ بہت شاندار ہے۔ آخر دم تک آپ مصروف عمل رہے حتی کہ جس روز آپ کو دل کا دورہ ہوا اس روز بھی آپ نے باقاعدہ دفتر میں حاضر ہو کر کام کیا تھا۔ اس طرح بچپن سے لے کر آخری دم تک آپ کی عمر اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں ہی گزری۔ اور آپ خدمت دین کا فریضہ بجالاتے ہوئے مولائے

حقیقی کے حضور حاضر ہوئے۔نصف صدی کے اس عرصہ میں ہزاروں لوگوں کو آپ کے ذریعے قبول حق کی توفیق ملی۔'' (الفضل یکم مارچ 1960ء)

3: محمد اسماعیل صاحب دیال گڑھی فرماتے ہیں۔'' وہ شخص سادگی اور جرأت کا بے مثال پیکر تھا اور مسلمانوں کی ہمدردی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔''

4: حضرت شیخ محمدؐ احمد صاحب مظہر فرماتے ہیں۔

''مرحوم بہت بہادر انسان تھے۔اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔اور خدا تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتے تھے۔''

5: احمد خاں صاحب ڈرائیور اصلاح وارشاد تحریر فرماتے ہیں۔

'آہ وہ شخص ہم سے جدا ہوگیا۔جس کے جذبہ ہمدردی' محبت واخوت اور غریبوں سے حسنِ سلوک نے مجھ جیسے انسان پر بھی اتنا گہرا اثر کیا کہ میں نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی الحمداللہ (الفضل 3/اپریل 1960ء)

6: چوہدری عبدالطیف صاحب بی اے انچارج جرمن مشن رقمطراز ہیں۔

''چوہدری صاحب کا وجود سلسلہ عالیہ احمدیہ کیلئے بہت مفید تھا۔اور ان کی بے لوث خدمات تاریخ احمدیت میں سنہری حروف کے ساتھ لکھی جائیگی۔اور آئندہ آنے والی نسلیں ان کیلئے دعائیں کرنا اپنا فرض خیال کریں گی۔ان کی خدمتِ دین کا جذبہ سلسلہ احمدیہ سے گہری عقیدت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذات سے محبت اور عشق کا میری طبیعت پر گہرا اثر تھا بلکہ حق یہ ہے کہ اپنی قادیان کی زندگی میں جن بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونا میں اپنا فرضِ منصبی سمجھتا تھا۔ان میں سے ایک حضرت چوہدری صاحب کا وجود بھی شامل تھا۔'' (الفضل 11/مارچ 1960ء)

7: چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال فرماتے ہیں۔

''اگرچہ خاکسار مرکز میں 1951ء سے بطور واقف زندگی حاضر ہوا مگر چوہدری صاحب کی ایسی نمایاں شخصیت تھی کہ اس سے پہلے یعنی وقف سے پہلے آپ سے سرسری ملاقاتوں اور انکی سرراہ زیارت

سے بھی انسان متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ مجھے قادیان میں ایک مرتبہ جلسہ سالانہ کے سٹیج پر ان سے ملنے کا موقع ملا ان کی گفتگو میں جوش، لگن اور قطعیت کا رنگ نمایاں تھا۔ غالباً وہ اس وقت ناظر اعلیٰ تھے۔''

ربوہ میں بطور واقف زندگی حاضر ہونے پر (جبکہ محترم چوہدری صاحب ناظر اصلاح وارشاد (مقامی) تھے) ایک مرتبہ ان کے ساتھ تبلیغی دورہ پر جانیکا موقع ملا ان کی تبلیغ کا انداز بالکل نرالا تھا مدلل گفتگو سننے کے بعد اگر کوئی شخص خاموش رہتا تو اس سے کہتے کہ اگر آپ پر حق کھل گیا ہے تو لو بیعت فارم پُر کرو۔ تبلیغ کے کام سے انہیں ایک خاص لگن تھی اور سامعین کو مطمئن کرنے کا اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ضعیفی میں بھی گاؤں گاؤں پھرنا اور لوگوں سے تعلقات قائم کرنا اور تبلیغی مہم کو جاری رکھنا ان کے اوصاف حمیدہ کے اہم جزو تھے۔

8: مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان فرماتے ہیں۔

مکرم چوہدری صاحب مضبوط جسم اور اچھی صحت کے مالک تھے۔ شکل وصورت عادت و گفتار سے باوقار اور وجیہہ نظر آتے۔ سادہ اور صاف ستھرے رہتے تھے۔ اپنے مخالف کو تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہی بہت متأثر کر لیتے۔ حق بات کہنے میں نہایت جرأت مند اور دلیر تھے۔ اس زمانہ میں ایم اے پاس کیا جب مسلمانوں میں خال خال ایم اے تھے۔ زندگی وقف کی۔ دین کا علم قادیان سے حاصل کیا۔ عالم باعمل تھے۔ سالہا سال جماعت کی مرکزی انجمن صدر انجمن احمدیہ کے ناظر دعوت تبلیغ اور ناظر اعلیٰ رہے۔ انگلستان میں پہلے مبلغ اسلام تھے۔ 1924ء حضرت مصلح موعود کے سفر یورپ و بلاد عربیہ میں آپ کے صاحب سفر رہے۔ تبلیغ اسلام کیلئے ان کے اندر ہر وقت ایک جوش اور ولولہ رہتا اور پیغام حق بڑے احسن طریق سے پہنچاتے۔ آپ کے ذریعے بہتوں کو حق قبول کرنے کی توفیق ملی۔ ہندوستان کے علاقہ ملکانہ میں جب شدھی کے ذریعے ہزاروں مسلمان ہندو ہو گئے تو حضرت مصلح موعود کی نگرانی میں احمدیوں نے اتنا بھرپور حملہ کیا کہ سب مرتدین الا ماشاء اللہ پھر سے کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مکرم چوہدری صاحب اس مہم کے سالار تھے۔ چوہدری صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ اور متمول زمیندار ہونے کے باوجود انتہائی سادہ طبیعت تھے۔ کبر کی آپ میں بو تک نہ تھی۔ اپنے مکان کے اردگرد پھل دار درختوں کا باغ لگایا ہوا

تھا۔پھل خوب استعمال کرتے کچی سبزیاں گاجر ٹماٹر وغیرہ بھی خوب کھاتے جس کیلئے پلیٹوں اور چھریوں کا تکلف بالکل نہ کیا کرتے۔باغ سے پھل تو ڑواتے۔ان کو زمینی کنواں جو چل رہا ہوتا میں دھوتے اور صاف گھاس پر ڈال دیتے اور بغیر چاقو کے منہ سے کاٹ کاٹ کر خود بھی کھاتے اور ساتھیوں کو بھی کھلاتے اور پھل اور سبزیوں کے فوائد بھی ساتھ ساتھ بتاتے جاتے۔اپنے ماتحتوں کے ساتھ انتہائی شفقت کا سلوک کرتے۔انہیں خاندان کا فرد خیال کرتے۔کھانے کے وقت مددگار اور ڈرائیور کو بھی اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔بڑے بے تکلف تھے۔

واذبطشتم بطشتم جبارین کا بھی نمونہ تھے۔دشمن سے ہرگز خوف نہ کھاتے۔

9: مولوی ظفر صاحب فرماتے ہیں۔

چوہدری صاحب کی طبیعت میں سنجیدگی شرافت حسن واخلاق نہایت خوبی سے سموئے ہوئے تھے۔وہ بات آہستہ کرتے تھے۔اونچا نہیں بولتے تھے۔نہایت بہادر اور نڈر تھے۔اور اگر کبھی دشمن سے لڑنا بھی پڑ جاتا تو بھاگنے والے نہ تھے۔آنکھیں جھکا کر چلتے تھے۔

10: شیخ محمد الدین صاحب مرحوم سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ تحریر فرماتے ہیں۔

چوہدری صاحب سلسلہ کے ان ممتاز فدائی اور صاحب اخلاق خدام میں سے تھے۔جن کو حضرت مسیح موعودؑ سے والہانہ عشق تھا۔

میں اس امر کا عینی گواہ ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت مبارکہ اور سلسلہ کے ساتھ فدائیت نے ان پر ایک خاص روحانیت' غیرت اور ولولہ کا رنگ پیدا کر دیا تھا۔(الفضل 11/ مارچ 1960ء صفحہ 4)

11: ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب رقمطراز ہیں۔

ماتحت کام کرنے والے تو کام کرنے والی جماعتوں میں ہوتے ہی ہیں لیکن جرنیلوں کا ملنا مشکل ہوتا ہے۔اور فتح نصیب جرنیل تو اور بھی مشکل سے ملتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحب کو اسم بامسمی بنایا تھا۔یہ الٰہی تصرف معلوم ہوتا ہے۔کہ آپ کا نام بھی فتح محمد رکھا گیا۔اور میدان ہائے کارزار میں بھی فتح محمدی کا سہرا آپ کو نصیب ہوا۔ (الفضل 2/ مارچ 1960ء صفحہ 4)

12: مولانا ظہور حسین آف بخارا فرماتے ہیں۔

چوہدری صاحب نہایت بزرگ آدمی تھے اور بڑی اچھی طرح سے ماتحتوں کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی سادگی تھی۔ مجھے یاد ہے جب وہ لنڈن سے تبلیغ کے بعد تشریف لائے تو لنڈن کے لباس کا ان پر کچھ اثر نہ تھا۔ تبلیغ کا ان کو بہت جوش تھا۔ بہت کامیاب مبلغ تھے۔ خلیفہ وقت کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔ اور ان کے ارشاد کی اطاعت اپنا فرض خیال کرتے تھے۔

13: مکرم غلام باری صاحب سیف فرماتے ہیں۔

چوہدری صاحب مبلغین سے محبت رکھتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں بے حد سادگی تھی۔ لباس بھی سادہ ہوتا۔ آپ کی خوراک سادہ اور بے تکلف ہوتی۔ دوران سفر جو ملتا کھا لیتے۔ کبھی خاص اہتمام کیلئے نہ کہا۔ آپ کو امرود بہت پسند تھے۔ اسی طرح آپ کو گرم گرم گڑ بہت پسند تھا۔

14: چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی اپنی کتاب

"In the company of promised Messeih"

کے صفحہ نمبر 185 پر رقمطراز ہیں:۔

Ch. Fateh Muhammad was a man of simple habits, Straight forward in his dealings and a great friend and benefactor of the peadantry.

15: مکرم احمد علی شاہ صاحب بتاتے ہیں:۔

خدا نے اپ کی زبان میں بڑی تاثیر پیدا کر رکھی تھی آپ کی باتیں سن کر لوگ بیعت کیلئے تیار ہو جاتے تھے اور جو کوئی بیعت کی خواہش کرتا فوراً اس سے بیعت فارم پُر کروا لیتے۔ کیونکہ آپ یہ سمجھتے تھے جو ہمارے قریب ہو گیا ہے وہ اور قریب ہو جائے گا۔ اور آہستہ آہستہ اس کا علم بڑھے کا اور تربیت بھی ہوتی چلی جائے گی۔ بعض لوگ شکوہ کرتے کہ آپ کے ذریعہ بیعت کرنے والے کئی پیچھے ہٹ جاتے ہیں لیکن وہ خیال نہیں کرتے تھے کہ جو مخلص احمدی ہو گیا وہ تو جماعت کا حصہ بن گیا لیکن جو کمزوری دکھا گیا۔ وہ اگر جماعت میں پوری طرح شامل نہیں تو وہ جماعت کا مخالف بھی نہیں ہوسکتا۔ وہ مفید ضرور رہے گا۔ گویا وہ

اگر ہماری کھیتی کی فصل نہیں تو فصل کی باڑ ہی سہی۔

16: حضرت مولونا ابوالعطاء صاحب جالندھری مرحوم تحریر فرماتے ہیں۔

''وہ (چوہدری صاحب) بہت ہی وسیع القلب اور اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے۔ اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں کی تکلیف سے انہیں سخت صدمہ ہوتا تھا۔ مگر سلسلہ کیلئے مجسم غیرت تھے۔''

(الفضل 5/مارچ 1960ء صفحہ 4)

17: چوہدری صاحب کے دوسرے صاحبزادے ناصر محمد سیالؔ صاحب فرماتے ہیں:۔

ابا جان ہمیشہ نرمی کا سلوک کرتے تھے۔ بہت سادہ طبیعت تھی۔ جمعہ کے روز سورۃ کہف کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور مجھے بھی ہمیشہ سورۃ کہف پڑھنے کیلئے فرمایا کرتے تھے۔ کبھی گھبراہٹ نہیں ہوتی تھی۔ ہمیشہ پرسکون رہتے تھے۔

18: حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اپنے ایک خط میں رقمطراز ہیں:۔

خط حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب ایم۔اے نہایت صالح نوجوان تھے اور بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ طالبعلمی کے زمانہ سے ہی انہیں تبلیغ حق کا بہت جوش تھا اور ان کی تمام عمر اس نیک مقصد کیلئے وقف رہی۔

جناب خواجہ کمال الدین صاحب 1912ء کے آخر میں ایک حیدر آبادی رئیس کے ایک نجی معاملہ میں مشیر قانونی کی حیثیت سے انگلستان تشریف لائے اور اپنے مؤکل کی طرف سے سپرد کردہ فرض کو ادا کرنے کے بعد یہیں بس گئے اور ایک ماہواری رسالہ جاری کیا جس کا نام Islamic Review and Muslim India رکھا۔ بعد میں Muslim India ترک کردیا گیا اور Islamic Review کے نام سے بہت عرصہ جاری رہا۔ مگر اب چند سالوں سے بند ہو گیا ہے۔ جناب خواجہ صاحب کی دینی سرگرمیوں میں ان کا ہاتھ بٹانے کیلئے 1913ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے جناب چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو انگلستان بھیج دیا۔ مارچ 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے وصال پر حضرت خلیفۃ

الثانی نے جناب چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو ہدایت دی کہ وہ اپنی رہائش مسجد ووکنگ میں ترک کر کے لنڈن منتقل کر لیں اور لنڈن میں سلسلہ احمدیہ کا مشن قائم کریں۔ اس ہدایت کی تعمیل میں جناب چوہدری صاحب موصوف نے لنڈن میں احمدیہ مشن قائم کیا اور انگلستان میں پہلے احمدی مبشر ہونے کی سعادت انہیں نصیب ہوئی۔

آپ کی بقیہ زندگی کا اکثر حصہ انگلستان میں اور مرکز سلسلہ احمدیہ قادیان دارالامان میں گذرا اور آخری چند سال ربوہ میں گذرے۔ جہاں ان کی وفات ہوئی۔ یہ تمام عرصہ آپ خدمت دین کیلئے وقف رہے اور خلیفۂ وقت کی صداقت کے ماتحت مختلف حیثیت میں سلسلہ کی خدمت بجالاتے رہے۔ جس کی تفاصیل چند صفحات میں بیان نہیں کی جاسکتیں۔ والسلام خاکسار

ظفراللہ خان

چوہدری حمید نصراللہ صاحب فرماتے ہیں

جماعتی کاموں کیلئے جانا ہوتا تو گاڑی استعمال کرتے۔ لیکن خود ہر صبح پیدل دفتر جاتے اور پیدل ہی واپس آتے تھے۔ حالانکہ آپ کی کوٹھی سے دفتر خاصے فاصلہ پر تھا۔ اِس گاڑی کے ڈرائیور مکرم چوہدری کرم دین صاحب تھے جو بڑے مخلص، دیانت دار شخص تھے اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ اِسی طرح چوہدری محمد بخش صاحب اور محترم غلام قادر صاحب بھی آپکے رفیق کار تھے جو بڑے مخلص اور محنتی تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہی جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اُن کی اولادوں کو جماعت کا بہترین خادم بنائے۔ آمین

پاکستان بننے کے بعد جھنگ، فیصل آباد اور شیخوپورہ کے ضلع میں تبلیغی کام کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہاں بھی جماعت کو بہت ترقی ہوئی۔ الحمداللہ

مظفر بھائی نے یہ بھی بیان کیا کہ قادیان میں حضرت ابا جان نے مجھے قرآن کریم خود پڑھایا۔ اِسی طرح زمیندارہ کا بھی شوق تھا اور اُس وقت کے ''موسٹ ماڈرن'' قسم کے زمیندار تھے۔ مظفر بھائی نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت ابا جان قادیان میں الیکشن جیت کر واپس آئے تو سب اہل قادیان اسٹیشن پر آپکے

استقبال کیلئے گئے ہوئے تھے تو میں بھی اُن میں شامل تھا۔ ابا جان نے اسٹیشن پہ کھلی کار میں کھڑے ہو کر تقریر کی۔ جس میں الیکشن کی کامیابی پہ اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ کامیابی صرف و صرف جماعت کی وجہ سے ہے۔ میرا اس میں کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے ہی اِس الیکشن کیلئے کھڑا ہوا تھا اور کامیاب بھی ہوا ہوں۔ خلاصہ یہی تھا اُس تقریر کا کہ میرا وجود کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جو کچھ بھی ہے وہ جماعت احمدیہ اور حضرت خلیفۃ المسیح کی برکات ہیں۔

میری چھوٹی بہن بشریٰ سیال صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ جب سانگرہ ضلع قصور میں حضرت ابا جان کو قادیان کی زمین کے بدلے میں زمین ملی اور پھر کام شروع کروانے کا مرحلہ آیا تو حضرت ابا جان نے حضرت میاں شریف احمد صاحب سے درخواست کی کہ زمین کے بابرکت ہونے کیلئے میری خواہش یہ ہے کہ آپ میری زمین پہ تشریف لے چلیں اور زمین پہ کَسی کے ساتھ پہلا ٹپہ آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے لگائیں اس سفر میں میں یعنی (بشریٰ سیال) بھی ہمراہ تھی اور ہم سب لوگ سانگرہ گئے اور حضرت میاں شریف احمد صاحب نے کَسی کے ساتھ ٹپہ لگایا۔

میری چھوٹی بہن بشریٰ سیال صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ جب سانگرہ ضلع قصور میں حضرت ابا جان کو قادیان کی زمین کے بدلے میں زمین ملی اور پھر کام شروع کروانے کا مرحلہ آیا تو حضرت ابا جان نے حضرت میاں شریف احمد صاحب سے درخواست کی کہ زمین کے بابرکت ہونے کیلئے میری خواہش یہ ہے کہ آپ میری زمین پہ تشریف لے چلیں اور زمین پہ کَسی کے ساتھ پہلا ٹپہ آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے لگائیں اس سفر میں میں یعنی (بشریٰ سیال) بھی ہمراہ تھی اور ہم سب لوگ سانگرہ گئے اور حضرت میاں شریف احمد صاحب نے کَسی کے ساتھ ٹپہ لگایا۔

کون کہتا ہے کہ آپ بھول جاتے تھے

عزیزم عبدالحی سیال کی ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابا جان جوڑا گئے تو میرے لئے میرے ابا چوہدری محمد ظفر اللہ صاحب نے مبلغ 40 روپے بھجوائے۔ حضرت ابا جان جب ربوہ تشریف لائے تو مجھے انہوں نے مبلغ 40 روپے اپنی جیب سے نکال کر دیئے کہ یہ لو تمہارے ابا نے تمہارے لئے بھجوائے ہیں۔

کچھ دن بعد پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور 40 روپے میرے ہاتھ پر رکھ دیئے اور کہا کہ یہ تمہارے ابا نے دیئے تھے۔ اس طرح کم وبیش چار پانچ دفعہ کیا اور ہر دفعہ میں عرض کرتا کہ ابا جان آپ مجھے رقم دے چکے ہیں تو پھر واپس اپنی جیب میں رکھ لیتے۔ یہ بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ آپ کو یہ بات تو بھول جاتی رہی کہ میں نے رقم واپس کر دی ہے لیکن یہ نہ بھولتے کہ مجھے کسی نے کوئی رقم دی ہے اور میں نے وہ رقم دینی ہے یعنی دینا تو نہ بھولتے مگر لینا بھول جاتے تھے۔

محترم ملک سلطان محمد خان صاحب آف کوٹ فتح خان ابن سلطان سرخرو خان صاحب آف پنڈی گھیپ۔

حضرت ابا جان کے دوسرے داماد۔ واقعہ بیعت

یہ اہم واقعہ مجھ سے عزیزم سلطان رشید خان ابن محترم ملک سلطان محمد خان صاحب مرحوم نے بیان کیا ہے۔ جن کو میں اپنے الفاظ میں تحریر کر رہی ہوں۔ عزیزم سلطان رشید نے بیان کیا کہ 1919ء میں اُن کے ابا جان نے میٹرک کر کے گارڈن کالج راولپنڈی میں داخلہ لیا تھا یہ کالج مشنری کالج تھا۔ محترم بھائی جان ملک صاحب نے بتایا کہ ہم چند ایک مسلمان نوجوانوں نے فیصلہ کیا کہ ہم کم ازکم ایک نماز باجماعت پڑھا کریں گے۔ چنانچہ ہم سات لڑکوں نے مغرب کی نماز باجماعت پڑھنی شروع کی۔ کالج کے لان میں ہم نماز پڑھا کرتے تھے جب تین چار دن گزر گئے تو ہمارے ایک پروفیسر اسرائیل لطیف (جو کہ عیسائیت کے پر جوش مبلغ تھے) آئے اور ہم سب لڑکوں سے کہا کہ لائن میں کھڑے ہو جاؤ لڑکے کھڑے ہو گئے۔ تو پروفیسر صاحب نے پہلے لڑکے سے پوچھا کہ تم احمدی ہو۔ اُس نے کہا کہ نہیں۔ پھر دوسرے اور تیسرے سے یہی سوال کیا میں سب سے آخیر میں کھڑا تھا میں نے اِس اثنا میں فیصلہ کر لیا تھا کہ میں کہوں گا کہ میں احمدی ہوں۔ خیر جب مجھ سے بھی یہی سوال کیا تو میں نے کہا کہ جی میں احمدی ہوں۔ تب انہوں نے مجھ سے کہا کہ کل صبح دفتر میں آکر مجھ سے ملو۔

اگلے دن میں دفتر گیا تو انہوں نے مجھ سے عقائد کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا کہ میں عقائد تو

اتنے نہیں جانتا۔ تب پروفیسر صاحب نے کہا کہ اچھا میں تم کو سمجھاؤں گا۔
چنانچہ اُس نے مجھے ایک پمفلٹ دیا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت آنحضرت ﷺ پر بیان کی گئی تھی اور یہ پمفلٹ چودہ نکات پر مشتمل تھا۔ ہم سب لڑکوں کو کچھ بھی علم نہ تھا۔ ہم نے اُس پمفلٹ کی 32 کاپیاں تحریر کیں اور مسلمانوں کے مختلف علماء کرام سجادہ نشیں پیر خانے اور جماعت احمدیہ قادیان کو بھی بھجوائیں۔ 30 جگہوں سے تو کوئی جواب نہ آیا لیکن صرف دو جگہوں سے جواب آیا۔ اس میں سے ایک قادیان دارالامان تھا اور دوسرا جواب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا تھا۔ مولوی صاحب نے تو یہ تحریر فرمایا کہ تم لوگوں کے والدین انتہائی بے وقوف ہیں جنہوں نے آپ نوجوانوں کو مشنری کالج میں داخلہ دِلوایا ہے۔ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ تم سب اپنا بوریا بستر سمیٹ کر فوراً اِس کالج سے واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ لیکن قادیان سے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی طرف سے نہایت مدلل جواب موصول ہوئے اور ساتھ چودہ مزید سوال انہوں نے لکھ کر بھجوائے اور ساتھ ہی تحریر فرمایا کہ ہمارے اِن سوالوں کے جواب یہ لوگ نہیں دے سکتے نہ ہی دیں گے۔ خیر جب پروفیسر صاحب کو وہ جوابات اور سوالنامہ دیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے احمدیوں سے سوال نہیں کئے تھے۔ میں نے تو مسلمانوں سے سوال کئے ہیں۔ محترم بھائی جان ملک سلطان محمد صاحب نے فرمایا کہ میرے دِل پر اِس بات کا بڑا گہرا اثر ہوا اور میں نے سلسلہ عالیہ کی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ مطالعہ کرتے کرتے 1924ء آ گیا اور میں اوکاڑہ اپنے پھوپھی زاد بھائی سردار سر محمد نواز خان صاحب کی زمینوں کے کام کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں پر کام لمبا ہو گیا تو میں نے الفضل جاری کروایا۔ پہلے دن جب پوسٹ مین الفضل لے کر آیا تو اُن کیساتھ ایک سفید ریش بزرگ بھی تشریف لائے پوسٹ مین تو چلا گیا اور وہ بزرگ تشریف فرما رہے۔ میں نے خیال کیا اپنے کسی کام کیلئے آئے ہوں گے۔ اُس وقت میرے پاس جو چالیس پچاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی اپنا اپنا مدعا بیان کر کے واپس چلے گئے۔ مگر وہ بزرگ بیٹھے رہے۔ آخیر میں نے خود ہی اُن سے پوچھا کہ آپ کسی کام سے تشریف لائے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں کسی کام سے تو نہیں آیا بلکہ میں چونکہ خود احمدی ہوں اسلئے اپنے احمدی بھائی کو ملنے آیا ہوں۔ اِس پر میں نے کہا کہ میں تو احمدی نہیں ہوں تب

انہوں نے کہا کہ میں نے پوسٹ مین کے پاس الفضل اخبار دیکھا تو میں یہ سمجھا کہ جس شخص نے اخبار منگوایا ہے وہ احمدی ہی ہوگا۔ پھر وہ بزرگ گویا ہوئے کہ کیا ابھی آپکو کوئی شک وشبہ ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں ''کوئی شک وشبہ نہیں'' تو انہوں نے پھر دریافت کیا کہ پھر آپ بیعت کیوں نہیں کرتے۔ میں نے جواباً کہا کہ بس ایسے ہی۔ تب انہوں نے پھر ''مجھ سے کہا کہ کیا آپ کو یہ یقین ہے کہ آپ کل تک زندہ رہیں گے۔'' ان کے اتنا کہنے میں ایسا اثر تھا کہ میں فوراً اُٹھ کر اندر کمرے میں چلا گیا اور بیعت کا خط لکھا' لفافے میں ڈال کر ایڈریس لکھا اور باہر آ کر اُن بزرگ کی خدمت میں دیا کہ میرا بیعت کا خط ہے اور آپ خود اپنے ہاتھ سے لیٹر بکس میں ڈال دیں۔ اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے احمدیت کی عظیم نعمت سے نواز دیا۔ پھر محترم بھائی جان کا ہی یہ بیان مجھے عزیزم سلطان رشید نے بیان کیا کہ ابا جان بتایا کرتے تھے کہ جب میں نے بیعت کر لی تو میں نے اپنے ابا جان کی خدمت میں خط لکھا کہ میں نے بیعت کر لی ہے۔ تب اُن کا جواب آیا کہ میں بھی کتابوں کا مطالعہ کر رہا ہوں تمہارے پاس اور کوئی کتابیں آئیں تو مجھے بھجوا دینا۔ لیکن اِس معاملہ میں میں تمہارے ساتھ کوئی بحث کرنا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ ہمارا باپ بیٹے کا تعلق ہے۔ باذوق ونکتہ دان طبیعتیں تو اِس جواب کو سمجھ گئیں ہوں گی لیکن بعض چھوٹی عمر کے بچے شاید نہ سمجھ پائیں کہ محترم سلطان سرخرو خان صاحب کی اِس سے کیا مراد ہے۔ تو عرض کئے دیتی ہوں اِس سے مطلب یہ ہے کہ بحث سے باپ بیٹے میں جو احترام کا تعلق ہے وہ مجروح نہ ہو۔

خیر پھر کچھ عرصہ بعد مکرم محترم جناب سلطان سرخرو خان صاحب بھی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اِس اثنا میں محترم اسماعیل صاحب جو پیغامی تھے اور مولوی محمد علی صاحب انکو ملنے آیا کرتے تھے اور ہمارے ابا جان (چوہدری فتح محمد سیال) بھی جناب سلطان سرخرو خان صاحب سے ملاقات کے لئے کوٹ فتح خان آتے تھے۔ پھر جب اُن کو اپنے بیٹے ملک سلطان محمد خان صاحب کی شادی کا مرحلہ پیش آیا تو انہوں نے جناب چوہدری عبدالعزیز صاحب سے ذکر کیا کہ آپ قادیان جائیں اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی خدمت میں میرے بیٹے کے رشتہ کیلئے عرض کریں اور میری طرف سے عرض کریں کہ اگر چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی کوئی صاحبزادی ہو تو وہاں رشتہ کا پیغام دے دیں اور اگر چوہدری صاحب

کے گھر میں رشتہ نہ ہوتو پھر جہاں پر حضرت میاں صاحب مناسب خیال فرمائیں رشتہ کروا دیں اور یوں یہ دو نیک خاندان آپس میں منسلک ہوئے۔ الحمد للہ علی ذلک

محترم بھائی جان کا یہ بھی بیان ہے کہ 1924ء میں جب میں نے بیعت کی تو اُس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لنڈن تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں 1924ء کے جلسہ سالانہ پر حاضر ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح سے شرف باریابی بھی حاصل ہوا۔ آپکی نیک فطرت کا ایک اور ثبوت آپ کا جماعت کے ساتھ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ دالہانہ محبت کا تعلق تھا۔ عزیزم سلطان رشید نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر ربوہ گئے ہوئے تھے اُن دِنوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب تحریر فرمائی تھی (مذہب کے نام پر خون)۔ ایک جلد حضور نے ابا جان کو بھی عنایت فرمائی اُن دنوں آپ ابھی مقام خلافت پر متمکن نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت عام طور پر آپکو بعض لوگ پیار سے میاں طاری کہہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے رات کو سونے سے پہلے ابا جان سے کہا کہ جو کتاب آپکو میاں طاری نے دی ہے وہ اگر آپ نے نہیں پڑھنی تو میں پڑھ لوں۔ میں نے بس اتنا کہا تو آپ کو بہت غصہ آ گیا اور مجھے کہا کہ میری اولاد ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کا نام "اس قدر بے ادبی" سے لے۔ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے عزیزم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا کہ میں نے حضور کی خدمت اقدس میں جب یہ واقعہ تحریر کیا تو حضور اقدس کا جو جواب تھا وہ اور بھی پیار و خاکساری میں ڈوبا ہوا تھا۔ حضور نے فرمایا! "کہ کیسے عجیب لوگ تھے جو پھولوں کے ساتھ تو پیار کرتے ہی تھے مگر کانٹوں کے ساتھ بھی پیار کیا کرتے تھے۔"

آپکا خاندانی حسب ونسب دنیاوی لحاظ سے بھی ممتاز تھا یعنی سردار سر محمد نواز صاحب جو پاکستان کے وزیر دفاع کے عہدہ پر رہے۔ آپکے پھوپھی زاد تھے اور دوسرے ملک امیر محمد خان سابق گورنر آف پنجاب بھی آپکی دوسری پھوپھی کے صاحبزادے تھے۔

عزیزم سلطان رشید نے ایک واقعہ اور بیان کیا کہ ایک دفعہ مجھے میرے ابا جان نے کسی دوائی لانے کیلئے گولبازار بھیجا تو میں دوائی لیکر جب سڑک پر آیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ دائرہ بنا کر کھڑے باتیں

کررہے ہیں اور باتیں بڑے زوروشور، جوش وجذبہ سے ہورہی تھیں۔ میں بھی جا کر کھڑا ہوگیا باتیں دعوت الی اللہ کی مساعی کے متعلق تھیں اور جناب واحد حسین صاحب گیانی محورِ مرکز تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب باتیں ذرا کم ہوئیں تو اپنے اردگرد ماحول پر سب کی نظر پڑی تو زیادہ تر تو جماعت احمدیہ کے بزرگ افراد ہی تھے۔ جو آپس میں ایک دوسرے کے شناسا تھے۔ لیکن میں تو ابھی نوجوان تھا اور ربوہ میں ناآشنا بھی تھا تو تب جناب واحد حسین صاحب گیانی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کون صاحب ہیں۔ میں چونکہ ربوہ میں تھا۔ فوراً خیال بڑے ابا جان کی طرف گیا اور میں نے عرض کیا کہ میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کا نواسہ ہوں۔ میرے اس کہنے پر جناب واحد حسین صاحب گیانی جلدی سے آگے بڑھے اور بڑے تپاک اور پیار سے مجھے گلے لگایا۔ میں جب گھر آیا تو ابا جان مرحوم (ملک سلطان محمد خان صاحب) نے دیر کی وجہ پوچھی تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ اِس طرح گفتگو سننے میں محو ہوگیا اور پھر تعارف کا ذکر کیا تو میرے ابا جان مرحوم نے ایک فقرہ فرمایا جو آج بھی دل پر اثر کئے ہوئے ہے اور وہ فقرہ یہ تھا کہ

”پہلے اپنے آپکو اُس مقام پر تو لے آؤ کہ تم ابا جان کے ساتھ اپنی نسبت کا اظہار کر سکو۔“

حضرت ابا جان مرحوم کے تمام نسبتی رشتوں کا ذکر تفصیل سے تو ممکن نہیں ہے۔ اس لئے خاکسار نے صرف ایک دو غیر معمولی اہمیت رکھنے والے رشتوں کا ذکر کیا۔ ویسے تو ماشاءاللہ آپ کے سب نسبتی رشتہ دار خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت کے ساتھ گہرا لگاؤ رکھنے والے مخلص خاندان تھے۔ اپنی اپنی جگہ سب ہی کسی نہ کسی رنگ میں اہم تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ سب کی نسلوں کو اپنا قرب عطا فرمائے۔ آمین

بیگم چوہدری مقبول احمد صاحب شیخوپورہ

اب میں اپنی پیاری بہن منیرہ بیگم چوہدری مقبول احمد صاحب شیخوپورہ کے خیالات وتاثرات بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتی ہوں۔ میں نے جب حضرت ابا جان کی سیرت تالیف کرنے کا ارادہ کیا تو میری اس بہن نے سب سے پہلے میری آواز پہ لبیک کہتے ہوئے بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور بڑا ہی خلوص ومحبت سے بھرپور جواب دیا۔ انکا ایک ایک لفظ ابا جان کی محبت میں ڈوبا ہوا تھا۔ ویسے تو جس بھی عزیز سے میں نے رابطہ کیا اس نے نہایت ہی ادب واحترام سے ابا جان کی خدمت میں اپنی اپنی عقیدت

کے پھول نذر کئے ہیں۔ میں سب کے جذبات کو صفحہ قرطاس پہ نقش نہیں کر سکتی وہ تو صرف اور صرف سنے اور محسوس کئے جاسکتے ہیں لیکن جو بات تحریر میں آجاتی ہے اُس کو سب پڑھنے والے محسوس کر سکتے ہیں۔ میں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہوں۔ بہر حال میری بہن نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ اُن کے ہی الفاظ میں پیش خدمت ہیں وہ لکھتی ہیں۔

خاکسار بچپن سے ہی اپنی بڑی ہمشیرہ آپا آمنہ مرحومہ زوجہ چوہدری عبداللہ خان صاحب کے زیر سایہ رہی اور قادیان میں تعلیم بھی نہ حاصل کر سکی اور نہ زیادہ وقت وہاں رہی اسلئے کچھ زیادہ نہ لکھ سکتی ہوں۔ ہاں کبھی کبھار قادیان جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ (آپ بھی اپنی والدہ صاحبہ کی وفات کی وجہ سے ابا جان سے زیادہ قریب نہ رہ سکیں۔)

اور حضرت ابا جان کا جو تاثر میرے ذہن میں ہے وہ نہایت سادہ شریف النفس اور شفیق ہستی کا ہے۔ میں نے اُنکو گھر میں اکثر وضو کرتے پایا۔ گھر میں آتے تو وضو کرتے گھر سے جاتے تو وضو ضرور کرتے۔ اُس وقت تو مجھے علم نہ تھا مگر اب سمجھ آتی ہے وہ ہر وقت باوضو ہی رہنا چاہتے تھے۔ قادیان ہمارے گھر میں اکثر آپ کے بھانجے بھتیجے تعلیم کے حصول کیلئے آکر ٹھہرتے۔ وہ اُن سے نہایت عمدہ اور محبت کا سلوک روا رکھتے کھانا تو وہی جو گھر میں پکتا تھا کھاتے مگر اِس کے علاوہ اُنکو ہدایت تھی کہ وہ جب بھی چاہئیں بھینسوں کا دودھ دوھ کر پی سکتے ہیں اور باقی ماندہ دودھ وہ گھر میں بھجوادیا کریں۔ اِس سے ابا جان کی کوشش ہوتی کہ جو کمی کھانے وغیرہ سے رہ جاتی اِس طرح پوری ہو جائے اور اِس ہدایت پر عمل بھی کراتے تھے۔ جلسہ سالانہ پر اکثر قادیان جانے کا اتفاق ہوتا۔ ہمارے گھر کے عقبی حصہ میں ایک لمبی چوڑی گیلری تھی جس کا تعلق اندر سے بالکل نہ تھا اُسکی خوب صفائی کروائی جاتی اور تمام گیلری میں پرالی لاکر ڈال دی جاتی۔ اُس کے اوپر گھر کے اچھے بستر ڈلوادیئے جاتے تاکہ مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ چند ایک اپنے بستر بھی ہمراہ لے آتے۔ لڑکوں کی ڈیوٹیاں لگ جاتیں کہ اُن کا خیال رکھا جائے۔ وقت پر کھانا اور چائے سے اُنکی خاطر و مدارات ہو۔ اُن دنوں میں ہماری ایک پھوپھی جان عائشہ بیگم صاحبہ مرحومہ کو جلسہ سے چند دن پہلے بلوالیا جاتا کہ وہ باورچی خانہ کا انتظام سنبھال لیں۔ وہ گھر میں کھانا بھی پکواتیں اور لنگر کا کھانا تقسیم بھی فرماتیں۔ مہمان

زیادہ تر حضرت مسیح موعودؑ کے لنگر کا کھانا ہی پسند کرتے۔ کہتے جو مزا لنگر کی دال روٹی میں ملتا ہے وہ گھر کے کھانے میں کہاں۔ لنگر کے کھانے کے متعلق ابا جان کی ہدایت تھی کہ فالتو بالکل نہ منگوایا جائے۔ جتنے مہمان ہوں اُتنی پرچی بھجوائی جائے۔ ایک بھی فالتو نام نہ ہو پھر احتیاط سے تقسیم کیا جائے۔

ایک مرتبہ پھوپھی جان کے پاس ایک دو دن کی روٹی کے ٹکڑے جمع ہو گئے تو بھینسوں کے آگے ڈلوا دیئے وہ کسی طرح آتے جاتے ابا جان نے دیکھ لئے. گھر آ کر پوچھا تو پھوپھی جان نے وضاحت کی کہ مہمانوں نے جو ٹکڑے بچا دیئے وہ سوکھ گئے تو میں نے بھینسوں کیلئے بھجوا دیئے۔ ابا جان نے اظہارِ ناراضگی کیا اور کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے لنگر کے ٹکڑے بھی بابرکت ہیں آپ نے رات کو پانی میں بھگو چھوڑنے تھے اور صبح جب نرم ہو جاتے گھی لگا کر بچوں کو ناشتہ میں دینے تھے۔ بہر حال پھوپھی جان نے معذرت کی اور آئندہ احتیاط کرنے کا وعدہ کیا۔

ہمارا گھر محلہ دارالانوار میں سٹیشن کے قریب تھا اور گاڑیوں کے آنے جانے کا ہمیں اندازہ تھا جلسہ سالانہ کے دنوں میں جب کوئی گاڑی آتی ہم بچے اپنے گھر کے کوٹھے پر چڑھ جاتے اور بہت دعائیں کرتے کہ اللہ میاں ہمارے گھر میں سب سے زیادہ مہمان آئیں۔ جب مسافروں کا انبوہ ہمارے گھر سے آگے گزر جاتا تو ہمیں بہت افسوس ہوتا اور ہم سب کے منہ لٹک جاتے۔

قادیان میں جلسہ کے دنوں میں شدید سردی ہوتی۔ ہمارے اکثر بستر تو مہمانوں کیلئے وقف کر دیئے جاتے اور ہم سب کو دو دو ہو کر سونے کیلئے کہا جاتا۔ میں اور شافی اکٹھے سوتے مگر رضائی نام کی کوئی چیز نہ ہوتی بس کپڑا سا ہوتا اور روئی کہیں کہیں ہوتی۔ اب سردی کم ہو تو کیسے؟ ایک دفعہ ہم نے ترکیب سوچی کہ منہ اندر کر کے خوب زور زور سے سانس لیں اور پھونکیں مار مار کر رضائی کو گرم کیا جائے۔ ہم نے باری باری زور زور سے پھونکیں ماریں اور اِسی عمل کو دہراتے ہوئے نیند آ گئی۔

ایک واقعہ جو بھائی جان عبداللہ خان صاحب اکثر سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ بھائی جان، آپا آمنہ تینوں بچے اور میں قصور سے قادیان گئے ابا جان گھر سے باہر بیٹھے اخباروں کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ہم سب بھی وہاں اُتر گئے اور ملاقات کی ابا جان فرمانے لگے عبداللہ خان یہ تینوں تو تمہارے بیٹے ہیں مگر یہ لڑکی

ساتھ کون ہے؟ بھائی جان نے سمجھا کہ ابا جان مذاق کے موڈ میں ہیں کہا بھلا آپ تبائیں تو ابا جان نے کہا چوہدری شاہ محمد کی بیٹی ہے۔ بھائی جان نے انکار کیا تو کہنے لگے محمد عمر کی بیٹی ہے۔ اِسی طرح چند اور عزیزوں کے نام لئے تو اُنکوں یقین ہو گیا یہ مذاق وغیرہ ہرگز نہیں تب بھائی جان نے کہاں کہ یہ تو منیرہ ہے تو فرمانے لگے کتنی بیوقوف لڑکی ہے۔ گم صُم کھڑی بتلاتی نہیں کہ میں آپکی بیٹی ہوں۔ اللہ اللہ سادگی کی انتہا ہے۔ دین کے کاموں میں ایسے مصروف کہ بچوں کو بھی نہیں پہنچانتے تھے۔

1945ء کی گرمیوں کا واقعہ ہے کہ ہمارے بڑے بھائی صالح محمد سیال کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ صالح بھائی کے پاس ایک چھوٹا سا ریڈیو تھا کوئی رات کے بارہ بجے کا وقت تھا بھابھی جان بھائی اور ہم چند لڑکیاں صحن میں بیٹھے ریڈیو سن رہے تھے ابا جان اچانک اوپر سے اُتر آئے کہنے لگے میں تہجد کیلئے اُٹھا ہوں اور یہاں گانے سنے جا رہے ہیں۔ صالح بھائی نے کہا ابھی تہجد کا وقت نہیں ہوا ابا جان نے فرمایا بہر حال میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میرے گھر میں فلمی گانے سنے جائیں۔ انہوں نے وہ ریڈیو اُن کے ہاتھ سے پکڑ لیا اور اتنی زور سے گھمایا کہ دیوار سے دور پار کہیں گر گیا۔ اُس کے بعد دوبارہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔

1947ء کا پُر آشوب سال شروع ہو چکا تھا میں تعلیم کے سلسلہ میں اسلامیہ کالج برائے خواتین لاہور میں تھی مارچ کے مہینہ میں لاہور میں ہندو مسلم فسادات عروج پر تھے۔ جماعت کے نظام کے تحت ہم احمدی لڑکیوں کیلئے مرکز سے ایک جیپ آئی جو ہم سب کو اکٹھا کر کے قادیان لے گئی خیال تھا کہ تحصیل بٹالہ میں چونکہ مسلم اکثریت ہے۔ اِس کا الحاق پاکستان سے ہوگا۔ قادیان میں اور بھی بہت سی مستورات اِردگرد کے دیہات سے حفاظت کے پیش نظر آ گئی تھیں۔

ہم لوگ آپنے گھر میں تھے ابا جان کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی اِس لئے وہ صبح ہی صبح چوہدری محمد شریف صاحب باجوہ کے ہمراہ گھر سے نکل جاتے اور شام گئے گھر لوٹتے۔ بہت خاموشی سے کام کرتے اور ہمیں معلوم بھی نہیں ہوتا۔ بارہ ستمبر کی رات اطلاع آئی کہ ہزارہ سنگھ تھانے دار نے ابا جان اور چوہدری محمد شریف صاحب باجوہ کو تھانے بُلا لیا ہے اور اُنکو وارنٹ گرفتاری دکھا کر روک لیا ہے۔ ہمیں ابا جان نے پیغام بھجوایا کہ ایک ہلکا سا بستر دو جوڑے کپڑے ایک جائے نماز اور لوٹا بھجوا دیا جائے۔ ہم نے ویسے ہی

کیا۔ بعد میں پتہ چلا اِن دونوں کو گرفتار کر کے قادیان سے کہیں باہر بھجوا دیا گیا ہے۔ اِس طرح آپکو اسیران راہِ مولا ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ میرے بھائی منصور احمد سیال جنکی عمر اسوقت تقریباً 18' 19 سال کی تھی اور خدام الاحمدیہ کے ممبر تھے حفاظت مرکز کے لئے مقرر کئے گئے۔ میں اور میرا چھوٹا بھائی مظفر احمد سیال جنکی عمر اسوقت صرف پندرہ سال تھی ایک اماں نواب بی بی جو گھر میں کھانا پکایا کرتی تھیں گھر میں رہ گئے۔ دو چار روز گزرنے کے بعد صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے ہمیں تسلی و تشفی دی اور فرمایا کہ آپ لوگوں کو چند دن کے اندر لاہور جانا ہوگا۔ کانوائے تیار ہو رہا ہے۔ جس میں صرف عورتیں اور بچے ہونگے۔ چھت پر احمدی مرد ہونگے۔ کچھ ابا جان کی گرفتاری اور پھر قادیان سے بچھڑنے کا غم برداشت نہ ہوتا تھا۔ روانگی کے وقت صرف ایک جوڑا تھا جو پہنا ہوا تھا۔ گھر اور گھر کا سارا سامان ویسے ہی چھوڑا۔ گھر کے دروازے تک نہ بند کئے اور بس میں سوار ہو گئے۔ شام تک بس کھچا کھچ بھر گئی تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ بس بٹالہ کی طرف روانہ ہوگئی اور ہمیں بھُنے ہوئے چنے کھانے کیلئے مل گئے۔

بٹالہ پہنچنے تک شام گہری ہوگئی بس والوں نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ رپورٹ ملی تھی کہ اِس سے پہلے کانوائے امرتسر میں سکھوں نے لوٹ لیا ہے۔ حالانکہ ہماری بس کے آگے پیچھے ملٹری پولیس بھی تھی پھر بھی انہوں نے آگے جانے سے انکار کر دیا چنانچہ بس کو بٹالہ سے دور کہیں پڑاؤ ڈالنا پڑا ہم تمام رات وہاں رُکے رہے اور دعاؤں میں مصروف رہے۔ سحری کے وقت دوبارہ سب سواریوں کو بٹھایا گیا۔ اِس طرح منہ اندھیرے ہم امرتسر سے گذر گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے ہمارا قافلہ امرتسر سے خیر و عافیت سے گذر گیا اور ہمارا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ دس گیارہ بجے کے قریب ہم لاہور پہنچ گئے۔ یہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت بڑا کارنامہ تھا کہ اتنی عورتیں اور بچوں میں سے ایک فرد بھی ضائع نہ ہوا اور سب کو قادیان سے لاہور پہنچا دیا گیا۔

لاہور کے رتن باغ میں حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ اور اُنکا عملہ ہمارے استقبال کیلئے موجود تھا۔ ہاتھ منہ دھویا کھانا تیار تھا سب نے کھانا کھالیا تو اِس کے بعد اعلان ہوا جن کے رشتہ دار آ گئے ہیں وہ اُن کے ساتھ چلے جائیں اور جن کا کوئی رشتہ دار لاہور میں نہیں ہے وہ ٹھہر سکتے ہیں۔

ہمارے پھوپھی زاد بھائی لاہور میں تھے وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے اور چند دن بعد پھوپھی جان عائشہ بیگم کے گھر لدھی کیلیے گئے اور بھائی مظفر سیال کو جوڑا میں چھوڑ دیا پھر آپا آمنہ بیگم صاحبہ ٹاٹا نگر سے لاہور آ گئیں تو انہوں نے ہم کو لاہور بلا لیا۔ تب ہمیں پتہ چلا کہ ابا جان ابھی تک جالندھر جیل میں ہیں۔ کبھی کبھار اُنکا خط ملتا تسلی دیتے اور لکھا ہوتا کہ مجھے رؤیا میں دکھلایا گیا ہے کہ میں خیریت سے گھر آ جاؤں گا۔ انشاء اللہ خدا خدا کر کے اپریل 1948ء آ گیا تو پتہ چلا کہ ہندوستان و پاکستان کے قیدیوں کا آپس میں تبادلہ ہوا ہے۔ اُس میں حضرت ابا جان پاکستان آ گئے ہیں۔ ابا جان الیکشن لڑ کر M.L.A منتخب ہوئے اور پھر بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اسلئے نواب آف ممدوٹ جو اُن دِنوں وزیر اعلیٰ تھے اور میاں ممتاز دولتانہ وزیر خزانہ تھے کی کوشش تھی کہ ابا جان مزید ایک دِن بھی جیل میں نہ رہیں۔ اِن دونوں اصحاب کی کوشش سے کاغذات جلد تیار ہو گئے۔ ہم سب عزیز و اقارب ابا جان کو لینے کیلئے کوٹ لکھپت جیل گئے۔ مگر ہماری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی کہ ابا جان نے گھر آنے سے انکار کر دیا کہ جب تک میرے اِن سب ساتھیوں کا جو میرے ساتھ جیل میں رہے ہیں انتظام نہیں ہو جاتا میں اکیلا کیسے چلا جاؤں؟

تقریباً 58 وہ لوگ بھی تھے جو جیل میں احمدی ہوئے تھے۔ ہم تو بغیر ابا جان کے گھر آ گئے مگر پھر نواب آف ممدوٹ اور میاں ممتاز دولتانہ کے سمجھانے پر کہ پہلے آپ تو باہر آئیں پھر اُن کیلئے بھی کوشش کرتے ہیں تب آپ جیل سے باہر تشریف لائے!

ربوہ کا جلسہ سالانہ

1949ء اپریل میں جب ربوہ کا جلسہ سالانہ کا موقعہ آیا تو حضرت والد صاحب حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر ربوہ چلے گئے اور تا وفات فروری 1960ء تک وہیں پر قیام فرمایا۔ ابا جان نے کیونکہ زندگی وقف کی ہوئی تھی اسلئے زیادہ وقت دعوت الی اللہ میں ہی گذرتا۔ اُس کام کیلئے کسی موقع یا وقت کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خداداد ملکہ عطا فرمایا تھا صاف وسادہ الفاظ میں بات کرتے اور سامعین دو چار ملاقاتوں میں ہی قائل ہو جاتے۔ بے شمار لوگوں نے آپکے ذریعے احمدیت قبول کی۔

میری شادی دسمبر 1949ء میں شیخوپورہ میں ہوئی۔ ابا جان ربوہ سے دورہ کیلئے جاتے اور لاہور جانا ہوتا تو شیخوپورہ میں میرے پاس نصف گھنٹہ کیلئے رُک کر جاتے۔ ہمارا پُرانا گھر سرگودھا لاہور روڈ پر واقع تھا۔ کھانے کیلئے میں اصرار کرتی مگر اُن کا کھانا جو کہ بیسن کی روٹی اور پھل پر مشتمل ہوتا گاڑی میں ہی ہوتا۔ شوگر کے مریض ہونے کی وجہ سے دودھ کا ایک گلاس جو بغیر چینی کے ہوتا پی لیتے۔

جب بھی تشریف لاتے تو تھوڑی دیر کیلئے کہیں چلے جاتے۔ آخر ایک دِن میں نے پوچھ لیا کہ ابا جان میرے علاوہ یہاں پر آپ کا اور کون ہے؟ جسے آپ ملنے جاتے ہیں۔ تو اُنہوں نے فرمایا ''پہلوان'' جو چوہدری محمد صدیق ایڈوکیٹ کے والد صاحب ہیں میرے ساتھ جیل میں رہے ہیں۔ اُنہوں نے بیعت بھی کی تھی۔ میں اُنکو ملنے جاتا ہوں۔ کیونکہ ہم نو ماہ ایک دوسرے کے ساتھی رہے ہیں اور اُنکو اُنکا وعدہ بھی یاد دلاتا ہوں۔ فروری 1960ء میں آخری بار تشریف لائے تو کچھ جلدی میں تھے۔ کہنے لگے میں چوہدری غلام قادر صاحب اوکاڑہ والے کے لڑکے کے ولیمے میں جا رہا ہوں۔ واپسی پر دیر ہو جائے گی۔ میں ربوہ جلد پہنچنا چاہتا ہوں اور کل سے رمضان بھی شروع ہو رہا ہے اور مجھ سے یوں جلدی میں رخصت ہو گئے۔ دوسرے ہی دِن ربوہ سے اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت ابا جان رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اطلاع ملتے ہی ہم فوراً ربوہ کیلئے چل پڑے مگر ابا جان تو فوت ہو چکے تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز انتظام پر مامور تھے۔ ہماری بھابھی صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے سب افراد جماعت احمدیہ ربوہ کے بے شمار مرد و زن موجود تھے۔ ہم سب کیلئے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپکے درجات کو بہت بلند فرمائے، ہم سب کا انجام بخیر ہو۔ آمین اللّٰھم آمین

منیرہ بیگم۔ شیخوپورہ

میجر منصور احمد صاحب سیال

اب میں اپنے بھائی میجر منصور احمد سیال کے تاثرات و محسوسات بیان کرنا چاہوں گی۔ جن دِنوں پاکستان بنا تو ہمارے بڑے بھائی صالح محمد سیال اُن دِنوں سندھ کی زمینوں پر مصروف تھے۔ اُن سے چھوٹے بھائی ناصر محمد صاحب سیال امریکہ میں تھےتو حضرت ابا جان جب گرفتار ہوئے اور اُنکو جالندھر لے جایا گیا۔ منصور بھائی جن کی عمر اُس وقت بہت کم تھی انہوں نے بھاگ دوڑ کر کے تمام اہم کام سرانجام دیئے اور آپ بڑی ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے تمام کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اُس پر آشوب زمانہ میں ابا جان کو ملنے کیلئے اور اُن کی ضرورت کی چیزیں اُن تک پہنچانے کیلئے ہندوستان بھی جاتے رہے۔ خیر اب میں اُس مضمون کی طرف آتی ہوں جو منصور بھائی نے بیان کیا۔ 47-1946ء کا زمانہ بڑا کٹھن تھا اور اُس وقت ابا جان قادیان کے اردگرد کے دیہات میں جاتے۔ وہاں پر سب لوگوں سے ملاقات کرتے۔ سکھوں، مسلمانوں سے ملاقات کرتے اُن کے حالات معلوم کرتے اور سمجھاتے کہ ہم نے مسلمان علاقوں میں فساد نہیں کرنا۔ آپس میں لڑنا نہیں ہے بلکہ اتفاق سے رہنا ہے۔ اُن دنوں حضرت ابا جان کا یہ معمول تھا کہ صبح ایک مسجد میں جاتے وہاں نماز پڑھنے کے بعد بیٹھ جاتے اور مسجد میں حاضر لوگوں سے ملکی حالات پر بات چیت کرتے۔ لوگوں کو حوصلہ دلاتے۔ حفاظت کے طریق بتاتے۔ اُن سے مشورہ لیتے اُنکو مشورہ دیتے اور پھر اگلے دیہات میں چلے جاتے شام تک تین چار دیہات کا دورہ کر کے واپس آتے تو شام کی نماز کسی دوسرے محلے کی مسجد میں پڑھتے اور پھر وہاں وہی عمل دہراتے یوں روزانہ کسی نہ کسی نئی مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔ آپ کی شخصیت اتنی اثر انگیز تھی کہ جب تک آپ مسجد میں بیٹھے رہتے تمام لوگ بھی بیٹھے رہتے۔ آپ کی بات کرنے کا انداز بڑا مؤثر ہوتا تھا کہ مخاطب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ہر شخص یہ سمجھتا کہ آپ نے جو بات بھی کی ہے وہ دلی خلوص کے ساتھ کی ہے اور واقعہ بھی یہ ہی تھا۔ سب باتیں بتانے کے بعد دعا کی تحریک بھی کیا کرتے۔ دیہاتوں میں جب بھی جاتے تو سکھوں کو خاص طور پر ملتے اور ان کو فساد کے نقصانات سے آگاہ کرتے سکھ بھی بحیثیت ایک معزز زمیندار ہونے کے آپکی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور آپکی بات بھی بہت مانتے تھے۔ پاکستان بننے تک اور پاکستان بن جانے

کے بعد تک آپ کی یہ مہم جاری رہی اور آپ احمدیوں اور اکثر مسلمانوں کو نکال کر قادیان لاتے رہے تب ضلع کے افسروں نے مشورہ کیا کہ اِس بندے کا کچھ نہ کچھ بندوبست ہونا چاہیے۔ چنانچہ قادیان کے چوکی انچارج نے آپکو بلوایا ہم لوگ یہی سمجھے کہ ابا جان کو کسی ضروری مشورہ کیلئے بلوایا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ جب میں آپکی ملاقات کیلئے گیا تو ابا جان کو حوالات میں بند پایا۔ حوالات کا کمرہ بہت چھوٹا سا تھا۔ نہ کوئی بستر اور نہ ہی کوئی اور چیز آرام کرنے کیلئے تھی۔ حالانکہ اُسوقت آپ پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے۔ لیکن ایک عام قیدی اور آپ میں کوئی امتیاز نہ رکھا گیا تھا۔ آپ کو تین دن تک اُسی حوالات میں رکھا گیا تھا۔ میں آپکے لئے کھانا لیکر جایا کرتا تھا لیکن اِس دوران میں نے جو دیکھا وہ یہ تھا کہ ابا جان بڑے مطمئن اور پرسکون ہوتے۔ گھر بار کی نہ جائیداد کی نہ بیوی بچوں کی فکر نہ کوئی گھبراہٹ نہ کوئی اضطراب!

بڑے متوکل اور بہت باحوصلہ تھے۔ تین دن بعد قادیان سے گورداسپور جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ جب گورداسپور پہنچے تو محترم مکرم احمد خان نسیم صاحب کا بیان ہے کہ ایس پی گورداسپور نے ابا جان کے سامنے ہی اپنے عملہ کو کہا کہ آپ لوگ چوہدری فتح محمد کو کیوں لے آئے ہو۔ اِن کو تو مار کر کسی نہر میں پھینک دینا تھا۔ تو آپ نے ایس پی کو جواباً کہا کہ تمہارے بندے مجھے نہیں مار سکتے۔ جب خدا تعالیٰ چاہے گا میں تب ہی مر سکتا ہوں۔ پھر جیل کے حکام نے یہ منصوبہ بنایا کہ آپکو جیل میں ہی قتل کروا دیا جائے وہ کچھ سکھ قیدیوں کے ذریعے یہ کام کروانا چاہتے تھے مگر دیگر سکھ قیدیوں کو جب اِس منصوبہ کا پتہ چلا تو انہوں نے برملا کہا کہ اگر آپ لوگوں نے کوئی ایسی حرکت کی تو جیل میں ایسا فساد کریں گے کہ یہیں پر ایک اور پاکستان بنا دیں گے۔

آپ کو حکام جیل میں کس طرح مروا سکتے تھے جب کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو رؤیاء کے ذریعہ خوش خبری دے دی تھی کہ آپ زندہ سلامت اپنے گھر واپس جائیں گے پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اماں جان اور تمام خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور ساری جماعت احمدیہ کی دعائیں آپکے ساتھ تھیں۔ وہاں کے مقامی سکھ تو اس قدر آپ کی عزت کرتے تھے کہ اکثر اپنی جیب میں آپ کیلئے روٹی ڈال کر لے آیا کرتے تھے۔ منصور بھائی بیان کرتے ہیں کہ اُن دنوں دو دفعہ میں گورداسپور جیل میں ملاقات کیلئے گیا

اور ایک دفعہ جالندھر جیل میں گیا۔ جس روز گورداسپور گیا تو اس دن آپ کی پیشی تھی آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور پیروں میں بیڑیاں اور مجرم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ مگر اس کے باوجود آپکو کوئی گھبراہٹ نہ تھی۔ دو دفعہ سپرینٹنڈنٹ جیل کے دفتر میں ملاقات کروائی گئی۔ ابا جان اے کلاس کے حق دار تھے مگر گورنمنٹ آف انڈیا نے آپ کو۔C۔ سی کلاس دی ہوئی تھی۔ اُن دنوں راجہ غضنفر علی وزیر مہاجرین تھے۔ ابا جان کی ملاقات کیلئے انڈیا جانے کا تمام انتظام راجہ صاحب ہی کیا کرتے۔ آپ کی طبیعت چونکہ بہت سادہ تھی اِس لئے جیل کی زندگی نے زیادہ تکلیف نہیں دی۔ دھوپ میں پانی رکھ کر اپنے لئے چائے بنا لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ منصور بھائی آپکی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اگر ہم بچوں سے کوئی غلطی ہو جاتی تو اپ کے دریافت کرنے پر ہم بچے خاموش ہو جاتے تو پھر جواب طلبی نہ کرتے نہ ہی کبھی اصرار کرتے اور نہ ہی کبھی آپ کا لہجہ درشت ہوا نہ ٹوہ لگاتے یا کھوج، اور جو کچھ ہم کہتے اُس پر اعتبار کر لیتے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کے بچوں میں جھوٹ کی عادت نہیں۔

منصور بھائی نے بتایا کہ آپکی طبیعت میں لوگوں کیلئے ہمدردی کا جذبہ موجزن تھا ہر مصیبت زدہ اور ستم رسیدہ مظلوم کی مدد کیا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اسی لئے سکھ آپ کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔

ابا جان ایک دن لاہور سے ربوہ جانے کیلئے تیار ہوئے اور مجھے بھائی مقبول احمد صاحب کیلئے الیکشن میں کام کے سلسلہ میں شیخوپورہ جانا پڑ گیا اور میں نے کہا کہ بس ایک دن کا کام ہے۔ میں ابا جان کی گاڑی ساتھ لے گیا مگر مجھے وہاں تین دن لگ گئے۔ جب واپس آیا تو ابا جان نے بس اتنا ہی فرمایا کہ ”میاں آ گئے ہو“

اِسی واقعہ کے متعلق عزیزم ادریس نصر اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابا جان روز صبح تیار ہو جاتے اور انتظار کرتے کہ جونہی منصور آئے میں ربوہ کیلئے چل پڑوں مگر تین دن تیار ہونے کے باوجود منصور کے آنے پر کوئی خفگی کا اظہار نہیں کیا۔ اتنا بڑا حوصلہ بہت کم لوگوں میں دیکھنے میں آیا ہے۔

چوہدری مظفر احمد صاحب سیال ابن حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ

مظفر احمد سیال میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ میں نے جب اُن سے حضرت ابا جان کے حالات دریافت

کئے تو یوں گویا ہوئے کہ قادیان میں میں چھوٹا ہی تھا۔ جتنا مجھے یاد ہے وہ یہ کہ حضرت ابا جان اُن دِنوں ناظر اعلیٰ اور ناظر دعوت تبلیغ مقامی کے عہدہ پر فائز تھے۔ اردگرِد کے دیہات میں جو تبلیغی جلسے ہوتے تھے اُن میں میں نے کم وبیش دس جلسوں میں شرکت کی ہوگی۔ جلسے بڑے اہتمام سے ہوتے تھے۔ باقاعدہ سٹیج بنایا جاتا تھا جلسہ کا دورانیہ صبح نو بجے سے شروع ہو کر شام چار بجے تک ہوتا تھا۔ جلسہ میں باقاعدہ بڑے بڑے جماعت کے معززین تقریریں کیا کرتے مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ' حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب' حضرت ابولعطا صاحب جالندھری' حضرت محترم عباد اللہ گیانی صاحب' حضرت مولوی احمد خان نسیم صاحب' محترم مولوی محمد اسماعیل صاحب دیال گڑھی اور حضرت ابا جان مرحوم اِس کے علاوہ حضرت ابا جان امرتسر' بٹالہ' پٹھانکوٹ' کپورتھلہ اور ہوشیار پور تک تبلیغی دوروں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ کم وبیش 60 سے 70 میل تک کے علاقہ میں لوگوں کے ساتھ تعلقات تھے۔ ابا جان کا طریق کار یہ تھا کہ آپ ہر احمدی' غیر احمدی ہندو' سکھ سب احباب کے ساتھ بلا امتیاز تعلق رکھتے تھے۔ لوگ آپکے پاس اپنے اپنے مسئلے مسائل لے کر آتے اور آپ سب کی مدد کیا کرتے۔ یہ لوگ اکثر وبیشتر گھر پر بھی تشریف لاتے تھے۔

جماعتی اور تبلیغی کاموں کیلئے آپ کو جماعت کی طرف سے گاڑی ملی ہوئی تھی۔ مگر وہ گاڑی حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی پہ گیراج میں کھڑی ہوتی۔ جب جماعتی کاموں کیلئے جانا ہوتا تو گاڑی استعمال کرتے۔ لیکن خود ہر صبح پیدل دفتر جاتے اور پیدل ہی واپس آتے تھے۔ حالانکہ آپ کی کوٹھی سے دفتر خاصے فاصلہ پر تھا۔ اِس گاڑی کے ڈرائیور مکرم چوہدری کرم دین صاحب تھے جو بڑے مخلص' دیانت دار شخص تھے اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ اِسی طرح چوہدری محمد بخش صاحب اور محترم غلام قادر صاحب بھی آپکے رفیق کار تھے جو بڑے مخلص اور محنتی تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہی جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اُن کی اولادوں کو جماعت کا بہترین خادم بنائے۔ آمین

پاکستان بننے کے بعد جھنگ' فیصل آباد اور شیخو پورہ کے ضلع میں تبلیغی کام کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہاں بھی جماعت کو بہت ترقی ہوئی۔ الحمد اللہ

مظفر بھائی نے یہ بھی بیان کیا کہ قادیان میں حضرت ابا جان نے مجھے قرآن کریم خود پڑھایا۔ اِسی طرح زمیندارہ کا بھی شوق تھا اور اُس وقت کے ''موسٹ ماڈرن'' قسم کے زمیندار تھے۔ مظفر بھائی نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت ابا جان قادیان میں الیکشن جیت کر واپس آئے تو سب اہل قادیان اسٹیشن پر آپکے استقبال کیلئے گئے ہوئے تھے تو میں بھی اُن میں شامل تھا۔ ابا جان نے اسٹیشن پہ کھلی کار میں کھڑے ہو کر تقریر کی۔ جس میں الیکشن کی کامیابی پہ اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ کامیابی صرف وصرف جماعت کی وجہ سے ہے۔ میرا اس میں کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہی اِس الیکشن کیلئے کھڑا ہوا تھا اور کامیاب بھی ہوا ہوں۔ خلاصہ یہی تھا اُس تقریر کا کہ میرا وجود کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جو کچھ بھی ہے وہ جماعت احمدیہ اور حضرت خلیفۃ المسیح کی برکات ہیں۔

باب 12
مجالس عرفان میں آپکی شمولیت

تعارف مجلس عرفان

حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ مسجد مبارک میں مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک تشریف فرما ہوتے اور احباب سے مختلف موضوعات پر ہلکی پھلکی باتیں بھی کرتے اور لطائف بھی بیان فرماتے اور ساتھ ہی دینی معارف بھی بیان فرماتے چلے جاتے۔اس مجلس کو مجلس عرفان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔حضرت چوہدری صاحب اس مجلس میں باقاعدگی سے شامل ہوا کرتے تھے۔

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب حضور خلیفۃ المسیح الثانی کے بچپن کے ساتھی تھے۔حضور جب خلیفہ منتخب ہوگئے تب بھی حضور چوہدری صاحب سے اور چوہدری صاحب حضور سے بہت بے تکلف تھے۔ہر قسم کی بات بلا تردد پوچھ لیا کرتے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی چوہدری صاحب سے وقتاً فوقتاً مختلف امور کے بارے میں دریافت فرماتے رہتے تھے جیسا کہ مجلس عرفان (حضرت مصلح موعود) ظاہر ہے۔الفضل میں شائع شدہ مجلس عرفان کی ڈائری سے چند اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔

چوہدری صاحب کی طرف سے مزاج پرسی

"جناب چوہدری فتح محمد صاحب کے دریافت کرنے پر کیفیت مزاج بتاتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ عموماً مجھے خود بخار کا احساس نہیں ہوتا البتہ مقیاس الحرارت کے ذریعے یا کسی دوسرے شخص کو ہاتھ لگے تب معلوم ہوتا ہے کہ میرا جسم گرم ہے۔"

(مجلس عرفان 6 اکتوبر 1921 بحوالہ الفضل 13، اکتوبر 1921ء صفحہ 1)

مردہ کا حج

حضور نے فرمایا میں نے دیکھا کچھ ہندوستانیوں نے ایک چارپائی اٹھائی ہوئی ہے اور طواف کروایا جارہا ہے۔میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے ایک شخص کہنے لگا۔ایک آدمی جو حج کے لئے آیا تھا مر گیا ہے اب اس

کا ''طواف وداع کرایا جارہا ہے'' چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ میں نے بھی اس دفعہ بہت سی چارپائیاں دیکھی تھیں۔ میں نے خیال کیا شاید یہ بیمار لوگ ہیں۔

ایک ہندو کا خط

''حضور نے جناب چوہدری صاحب کو ایک مدراسی ہندو کے انگریزی خط کا جواب دینے کے لئے دیا۔ جس نے لکھا تھا کہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت تھی۔ مگر ایک مجلس میں ایک بحث سن کر دل میں پہلے روح کے متعلق پھر خدا کے بارے میں شکوک پیدا ہوئے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بھی کم ہوگئی اس لئے وہ عجیب تذبذب کی حالت میں ہے اس کے متعلق اس کی تشفی کی جائے۔''

ایک انگریز فلسفی

چوہدری صاحب نے موجودہ زمانہ کے ایک انگریز فلسفی کے متعلق عرض کیا کہ اس نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ بحیثیت مذہب عیسائیت سے نہیں کئی مذہبوں سے اسلام اچھا ہے مگر مسیح کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات معترض ہے۔

رسول کریمؐ کی حیات طیبہ

حضور نے چوہدری صاحب کی مندرجہ بالا بات پر فرمایا:

''میں نے بارہا پہلے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک لائف اس غرض کو مدنظر رکھ کر لکھی جائے جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے''۔

آج تک جو سوانح لکھی گئی ہیں وہ دو طرح کی ہیں یا دشمنوں نے لکھی ہیں یا سوانح نگاروں نے صرف سوانح کو جمع کر دیا ہے یا وہ لوگ ہیں جو یورپ کے

معترضین کے اعتراضوں کو سامنے رکھ کر لکھتے ہیں۔ اس طبقے کی نظر بھی محدود ہوتی ہے چاہیئے یہ کہ پہلے ایک زبردست تمہید میں آنحضرت کا دعویٰ بتایا جائے اور وہ باتیں بتائی جائیں جو اس دعویٰ کے مدعی میں ہونی چاہئیں پھر ایک ایک کر کے وہ آپ کے وجود میں دکھائی جائیں۔ یہ غلط طریق ہے کہ ثابت کر دیا

جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھے بادشاہ تھے یا اچھے مدبر تھے کیونکہ اصل کام ان کا بادشاہت وغیرہ نہ تھا اگر اصل حالات کے مطابق آنحضرتؐ کی سوانح عمری لکھی جائے تو امید ہے کہ اچھا اثر پیدا کر سکتی ہے۔

شریف مکہ کو گورنمنٹ کچھ نہ دے گی

چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ میں نے پائیونر (Pioneer) میں پڑھا ہے کہ سعودی گورنمنٹ نے اعلان کر دیا ہے کہ ہم شریف مکہ کو کچھ نہ دیں گے۔

حضور نے فرمایا الحمد اللہ اسکی ہم نے پہلے ہی تحریک کی تھی کہ اس طرح عرب کو اپنے ماتحت کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

(مجلس عرفان 24 اکتوبر 1921ء بحوالہ الفضل 7 نومبر 1921ء صفحہ 5)

علماء یورپ کی خوش فہمی

جناب چوہدری صاحب کو متبسم ہو کر مخاطب کر کے حضور نے فرمایا آج تار چھپا ہے کہ انسان اور بندر کے میسنگ (Missing Link) کی ہڈیاں روڈیشیا (علاقہ افریقہ) میں مل گئی ہیں۔فرمایا بہت خوشی منائی جارہی ہے اور جابجا اس کے نظارے دکھائے جارہے ہیں

حضور نے مزید فرمایا معلوم نہیں اس سوال کا یہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ مانا ہزاروں لاکھوں سال کے تغیر کے بعد بندر انسان بن جاتے ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ جب کہ بندر بھی موجود ہیں اور انسان بھی موجود ہیں تو یہ درمیانی نسل کہاں گم ہوگئی اگر واقعی بندر سے ترقی کر کے انسان بنتے ہیں تو اب وہ مسنگ لنک (Missing Link) بھی گم نہیں ہونی چاہیئے تھی۔اب بھی بندروں سے انسان بننے چاہیں۔توالد و تناسل کے سلسلہ کی ہی ضرورت نہ تھی۔اسی طریقے سے انسان بنائے جاتے نیز ہنس کر فرمایا کہ جرمنی کے لوگ افزائش نسل کے لئے انعام مقرر کر رہے ہیں۔کارخانے کھول دیتے اور ہر سال اس مخلوق سے آدمی بنا بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دیتے۔

(مجلس عرفان 26 نومبر 1921ء بحوالہ الفضل 19 جنوری 1922ء صفحہ 8)

رسالہ تحفہ پرنس آف ویلز کا مسودہ

21 جنوری کی صبح کو جب کہ مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کے لئے باہر کے محلوں کے بھی احباب آئے ہوئے تھے۔حضور نے اس وقت اپنی تازہ تصنیف ''تحفہ شہزادہ آف ویلزہ'' کا مسودہ سنانا تھا۔اس لئے بہت سے احباب نے چھت پر بھی نماز پڑھی۔نماز کے بعد مسجد کے اندر سب احباب جمع ہو گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ احباب حلقہ وسیع کرلیں اور جن احباب نے مشورہ دینا ہے وہ آگے آجائیں۔اس کے بعد مندرجہ ذیل احباب کو آگے طلب فرمایا مولوی سید سرور شاہ صاحب، حافظ روشن علی صاحب، مولوی شیر علی صاحب۔میاں بشیر احمد صاحب۔شیخ عبدالرحمان صاحب مصری۔مولوی محمد اسماعیل صاحب۔میر محمد اسحاق صاحب۔مولوی فضل دین صاحب۔قاضی امیر حسین صاحب اور فرمایا۔

ولایت میں تبلیغ کرنے والے بھی آگے آجائیں کیونکہ کہ وہ ان کے مذاق کو سمجھتے ہیں۔اس پر چوہدری فتح محمد صاحب اور قاضی عبداللہ صاحب بھی اس حلقہ میں آگئے۔

(مجلس عرفان 21/جنوری 1922ء بحوالہ الفضل 20 مارچ 1922ء ص 6)

ولایت میں خواجہ کمال الدین صاحب مولوی مبارک علی صاحب سے ملنے گئے اور خیال کیا کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت کے آدمی نہیں اور ساتھ ہی قادیان میں بھی زیادہ عرصہ نہیں رہے اس لیئے اثر میں آجائیں گے ان سے کہا کہ یہ اختلاف تو ذاتیات کی وجہ سے ہے انہوں نے دوسرا قدم اٹھایا۔اور پھر خواجہ صاحب نے سمجھا میری بات کا اثر ہو گیا ہے اس کے بعد انہوں نے دوسرا قدم اٹھایا اور پھر خواجہ صاحب نے کہا کہ تم باہر کے لوگ کیا جانتے ہو یہ مسجد لنڈن میاں صاحب نے اپنے نام خریدی ہے تھوڑے عرصے تک تو مسجد رہے گی پھر ان کی ذاتی جائیداد ہو جائے گی مسجد کا روپیہ ان کے پاس ہے مولوی مبارک علی صاحب نے کہا اسی لئے تو میں نے کہا ہے کہ یہ جھگڑا ذاتیات کا ہے اور آپ لوگ غلط ذاتی الزام لگاتے ہیں یہی جو آپ نے مسجد کے متعلق کہا ہے اس کی نسبت سن لیجئے یہ خلیفہ ثانی کے نام پر نہیں خریدی گئی چوہدری فتح محمد سیال صاحب کے نام خریدی گئی ہے جو اس وقت مبلغ تھے اور خرید کے کاغذ میرے پاس ہیں اور روپیہ بھی ولایت میں جمع ہے۔اس صورت میں آپ کی بات کو کس طرح درست مان

لوں اس پر خواجہ صاحب کو اپنی لاعلمی اور غلطی کا اعتراف کرنا پڑا۔

(مجلس عرفان 15 مئی 1922ء بحوالہ الفضل 12 جون 1922ء صفحہ 8)

عیب کو ثواب بنانے والے

ایک شخص کے متعلق چوہدری صاحب نے بیان کیا کہ جب ولایت میں وہ مبلغ بن کر گیا تھا تو میں اس سے ملا وہ ناچنے وغیرہ سے بہت دلچسپی کا اظہار کرتا اور اپنے لئے اس قسم کی باتوں کو یہ کہہ کر جائز قرار دیتا ہے کہ میں صوفی ہوں اور صوفیوں کے لئے سب جائز ہے۔اس پر خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا۔

''ایسے لوگ عیب کر کے مختلف ناموں کے نیچے چھپ جانا چاہتے ہیں لیکن اس طرح وہ عیب ثواب نہیں بن جاتا اگر کوئی چور چوری کر کے کہے کہ میں اس فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں جس کا پیشہ ہی چوری ہے تو اس کا جرم کم نہیں ہو جائے گا۔''

ہندوستان کی افسوسناک حالت

حج کے متعلق ذکر پر چوہدری فتح محمد صاحب نے بیان کیا کہ جہاز کے ملازمین وغیرہ ہندوستانیوں کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک کرتے ہیں گویا انہیں انسان ہی نہیں سمجھتے بلکہ بھیڑ بکریاں سمجھتے ہیں کیونکہ ان کو تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں اور گالی گلوچ بھی بہت کرتے ہیں اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا۔

''میرے نزدیک تو ہندوستانی اپنے ساتھ جو آپ سلوک کرتے ہیں ملازمین جہاز کا سلوک اس سے زیادہ وحشیانہ نہیں ہوگا۔اور بھیڑ بکریوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے اس کے مقابلہ میں بہت نرم ہوتا ہے جس سال میں حج کو گیا اس دفعہ میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ جس سے مجھے بہت ہی حیرت ہوئی جب ہم جہاز پر سوار ہونے لگے تو ہمارے پیچھے پیچھے ایک شخص بڑا بھاری بستر اٹھا کر آ رہا تھا۔ملازمین جہاز نے اسے روک لیا کہ بستر کھول کر دکھاؤ اس میں کیا ہے وہ کھولنے سے اس بنا پر انکار کر رہا تھا کہ میری چیزیں خراب ہو جائیں گی لیکن جہاز والوں نے سخت اصرار کیا جب بستر کھولا گیا تو اس کے اندر ایک آدمی نکل آیا ۔اس طریق سے بستر بند ہونا بھیڑ تو ہرگز پسند نہ کرے گی اور اگر زبردستی بند بھی کر دی جائے تو اس قدر شور

مچائے گی کہ آخر اسے نکالنا ہی پڑے گا مگر وہ آدمی چپ چاپ بستر میں پڑا تھا۔ اور بستر اس طرح بند تھا کہ کسی طرف سے ہوا نہیں لگ رہی تھی اس نظارہ کو دیکھ کر میں تو حیران رہ گیا مگر وہ ایسا بے شرم انسان تھا کہ لوگوں کے سامنے بستر سے نکل کر جب کھڑا ہوا تو ہنسنے لگ گیا اور یہ اس وقت کا ذکر ہے جب وہ حج کر کے واپس آ رہا تھا۔ اور جب وہ اپنے آپ کو حج کر لینے کی وجہ سے گناہوں سے بالکل پاک وصاف سمجھتا تھا اب بتایئے جو لوگ خود اپنے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں انہیں اگر جہاز والے تنگ کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں تو کیا سختی ہیں''۔

(مجلس عرفان 14 جون 1922ء بحوالہ الفضل 31 جولائی 1922ء صفحہ 6،5)

حضور کا 21 گھنٹے روزانہ کام

کچھ ککروں کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ حضور نے فرمایا:۔

مفتی محمد صادق صاحب نے ایک نسخہ بھیجا تھا اس کے استعمال سے مجھے فائدہ ہوا ہے۔ اور اس گرمی کے موسم میں 21۔22 گھنٹے تک میں نے پڑھنے لکھنے کا کام کیا ہے مگر کوئی تکلیف نہیں ہوئی اسی سلسلہ میں چوہدری صاحب کی آنکھوں کا ذکر آ گیا انہوں نے کہا ولایت میں جا کر میری آنکھیں زیادہ خراب ہو گئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ چوہدری صاحب کے ککرے تو بہت ہی سخت قسم کے ہیں۔

دعا سے آنکھوں کی شفایابی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:۔ دعا کے اوقات ہوتے ہیں جب چوہدری صاحب ولایت سے آئے تو ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے ان کی آنکھوں کو دیکھا اور مجھ کو بتایا کہ چوہدری صاحب کی ایک آنکھ (بائیں) کا بچنا تو تقریباً ناممکن ہے اور دوسری بھی بہت خراب ہو رہی ہے مجھے اس سے قلق پیدا ہوا کہ چوہدری صاحب کام کے آدمی ہیں مگر ان کی آنکھوں کے متعلق ڈاکٹر صاحب ایسا خیال کرتے ہیں میں نے دعا کی تو رات کو خواب میں ایک آدمی نے کہا کہ ان کی آنکھ تو اچھی ہے صبح کو میں نے ڈاکٹر صاحب کو یہ خواب بتایا اور انہوں نے پھر آنکھ کو دیکھا اور کہا کہ اب مرض کا ایک بٹا تین (1/3) حصہ باقی رہ گیا ہے۔

چوہدری صاحب نے عرض کیا اس وقت میری آنکھ میں چنے کے برابر زخم ہو گیا تھا اور چھ انچ کے فاصلے

تک (ہاتھ کو آنکھ کے سامنے کر کے عرض کیا) یہاں سے ہاتھ نظر نہیں آتا تھا۔ بلکہ پانی سا سامنے نظر آتا تھا اور اس سے پہلے یہ حالت تھی کہ ہر ایک دوائی مضر پڑتی تھی پھر ہر ایک دوائی مفید ہونے لگی اب میری طرف سے ہی سستی ہے کہ دوائی کا استعمال نہیں کرتا اس آنکھ کی نظر دوسری سے تیز ہوگئی ہے۔ حضور نے فرمایا ''چوہدری صاحب کی آنکھوں اور مطلوب خان کے متعلق اسی طرح ہوا چوہدری صاحب کے آنکھوں کے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت بتا دیا اور ان کی آنکھیں اچھی ہوگئی اور مطلوب خان کی موت کی خبر سرکاری طور پر آ گئی ہے اور ساتھیوں کے خطوط بھی آئے ہیں

(مجلس عرفان 10 ستمبر 1922ء بحوالہ الفضل 9 اکتوبر 1922ء صفحہ 5)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلوب خاں کی موت کے بارے میں حضور نے پہلے احباب کو مطلع کر دیا تھا کہ وہ مر جائے گا۔ جو بعد میں مر گیا۔ ناقل)

ہندوستانی طلباء کا مطمع نظر

چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ ہندوستانی طلباء تو فلاسفی وغیرہ پڑھتے ہیں حضور نے فرمایا ''چونکہ اس سے بڑی بڑی تنخواہیں ملتی ہیں اس لئے وہ ان علوم کو پڑھتے ہیں ہندوستانیوں کی غرض تو پڑھنے سے ملازمت ہوتی ہے علوم کے لئے کم پڑھتے ہیں ان کے سامنے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کھائیں گے کہاں سے۔(مجلس عرفان 8 ستمبر 1922ء بحوالہ الفضل 23 اکتوبر 1922ء صفحہ 6)

تبلیغ دین میں چھوٹے بڑے کا سوال نہیں

جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے نے اس اشتہار کا مضمون پیش کیا جو بٹالہ کے غیر احمدی لوگوں کی انجمن ''شباب المسلمین'' کی دعوت کے جواب میں لکھا گیا تھا اور اس کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کس کی طرف سے شائع ہوا ہے قادیان کی لوکل انجمن کی طرف سے یا ناظر تالیف و اشاعت کی طرف سے حضور نے فرمایا:۔

''تبلیغ میں چھوٹے بڑے کا سوال نہیں ہوتا اگر ایک چوڑھا بھی بہت بری حالت میں ہو ہم سے کچھ سمجھنا چاہے تو ہم اسکو سمجھا دیں گے اور جو یہ ہم غیر احمدیوں کو ان کے اس مطالبہ پر کہ جماعت احمدیہ کا امام

خود بحث کے لئے آئے کہا کرتے ہیں اپنے خلیفہ کو بلاؤ یہ اس لئے کہ لوگ سمجھ نہیں سکتے کہ بحث ومباحثہ میں پڑنے سے ہمارے کاموں میں کس قدر رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں ورنہ چھوٹے بڑے کا سوال نہیں۔

ترکوں میں تبلیغ

چوہدری صاحب نے ایک ذکر کے دوران میں عرض کیا کہ ترکوں میں تبلیغ وغیرہ کرنا مشکل نہیں کیونکہ جن ترکوں سے ملاقات ہوئی عموماً ان میں تعصب کم پایا گیا ہے۔

حضور نے فرمایا

"تبلیغ کہیں بھی مشکل نہیں بجز ہندوستان کے۔ ہندوستانیوں میں یہ وہم ہے کہ ہم ہر بات سے واقف ہیں اور یہی وہم رکاوٹ کا باعث ہے اسی ذکر میں چوہدری صاحب نے ایک مشہور اور عالم ترک کا ذکر کیا جو ایک خاص فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اس سے جب گفتگو ہوئی تو اس نے کہا ہم اولیاء اور مجددین امت محمدیہ کو انبیاء بنی اسرائیل سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ مجھے دریافت کرنے کا خیال نہ آیا کہ کیا سب ترکوں کا خیال یہی ہے یا اسی فرقے کا جس سے وہ تعلق رکھتا ہے اس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ

حضرت علیؓ باقی تینوں خلفاء سے افضل تھے۔

حضور نے فرمایا: "شیعوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ آئمہ انبیاء سے افضل تھے، وہ ان کو بھی راہ راست خدا سے کلام کرنے والا مانتے ہیں اور ان کو یہ اعتقاد ہے کہ نبوت سے امامت کا درجہ اعلیٰ ہے"۔

(مجلس عرفان 2، اکتوبر 1922ء بحوالہ الفضل 23 اکتوبر 1922ء صفحہ 6،5)

درس قرآن کے بعد دعا

جناب چوہدری صاحب نے ایک مقام کے متعلق عرض کیا کہ وہاں سے خط آیا ہے کہ درس قرآن کے بعد (جس کا سلسلہ اب شروع ہوا ہے) جب دعا کی جاتی ہے تو بعض دعا کرتے ہیں اور بعض معترض ہیں اور اس کو بدعت کہتے ہیں۔

حضور نے فرمایا: "کہ ہر روز درس کے بعد دعا کرنا یہ کوئی مسنون طریق نہیں ہے۔ ہاں اگر قرآن کریم

ختم ہو یا کوئی خصوصیت ہو یا کوئی خاص موقع اور ضرورت ہو تو دعا کرنا جائز ہے"۔

(مجلس عرفان 4 اکتوبر بحوالہ الفضل 23 اکتوبر 1922ء صفحہ 6،5)

ولایتی گائیں

گائیوں کے ذکر میں چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ ولایت میں جو گائیں ذبح ہوتی ہیں وہ اور ہوتی ہیں اور جو دودھ دیتی ہیں وہ اور۔ ذبح ہونے والی قسم کا جسم خوراک سے بڑھتا ہے دودھ نہیں بڑھتا اور دودھ دینے والی قسم کا دودھ بڑھتا ہے جسم تیار نہیں ہوتا۔

حضور نے فرمایا:۔"ہندوستان میں جو ناقص گائیں ہوتی ہیں وہ ذبح کی جاتی ہیں"

یہودی گوشت فروش

چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ

"ولایت میں یہودی گوشت فروخت کرتے ہیں انکا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے ناقص نہیں ہوتا"۔

حضور نے فرمایا:۔"کہ یہود کے طالمود میں یہ قانون (LAW) ہے کہ اگر چنے کے برابر پہلی دفعہ چربی نکلے تو اس کو بڑا جرمانہ ہونا چاہیئے اور اگر دوسری دفعہ نکلے تو اس کے لئے یہودی سلطنت میں سزائے موت مقرر ہے"۔

خالص دودھ

ولایت میں شیر فروشوں کے ذکر میں چوہدری صاحب نے کہا کہ"ایسا اعلیٰ درجہ کا دودھ ہوتا ہے کہ یہاں وہ میسر نہیں ہوتا برتن صاف دودھ خالص اور ہر شخص وہاں دودھ بیچ نہیں سکتا بلکہ وہی بیچ سکتا ہے جو زمیندار ہے"۔

حضور نے فرمایا:۔"اس پر بھی وہ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ہماری غذا اچھی نہیں"

(مجلس عرفان 29 اکتوبر بحوالہ الفضل 9 مارچ 1922ء صفحہ 5)

باب 13

آپ کے شائع شدہ خطوط مضامین تقاریر

آپ کے چند ایک خطوط

”سیدی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں خیریت سے ہوں۔میری آنکھوں کو بھی آرام ہو رہا ہے۔دن بدن اچھی ہوتی جاتی ہیں۔اگرچہ ابھی تک لکھنا پڑھنا زیادہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔کھانے کے متعلق میں فکر میں ہوں۔پہلے جس مکان میں رہائش کا خیال تھا۔اس میں ایک ہفتہ رہ کر چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس میں خرچ بہت زیادہ تھا اب ایک اور مکان میں ہوں۔یہاں خرچ ایک پونڈ کے قریب ہوگا۔لیکن مکان اور صاحب مکان بہت گندے ہیں۔اس لئے یہاں بھی قیام کا خیال نہیں۔اس لئے میرے تمام خطوط جب تک میں نہ لکھوں۔اور خاص کر روپیہ ووکنگ کی معرفت آنا چاہیئے۔Light اخبار میں مَیں نے حضرت صاحب مسیح موعود علیہ السلام کی بلقان کی پیش گوئی کے متعلق ایک خط چھپوایا ہے۔اس اخبار کا ایک پرچہ حضور کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔بعض اور اخباروں میں بھی لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے موقعہ ملتا رہے تو لکھوکھا لوگوں تک حضرت صاحب کا نام بڑی آسانی سے پہنچ سکتا ہے۔لیکچر دینے کا بھی انتظام کر رہا ہوں۔آئندہ ہفتہ تک انشاء اللہ تعالیٰ کام شروع کر دوں گا۔اور بعض لوگوں سے ملاقات بھی شروع کر دی ہے۔یہاں پادری وائٹ بریکٹ کے ساتھ ایک اخبار میں میری خط و کتابت ہو رہی تھی۔اس دفعہ کے خط میں اُس نے حضرت صاحب کے متعلق بہت سی بکواس کی ہے۔اگرچہ میرے پہلے خط کا جواب بالکل نہیں دے سکا۔اس میں بڑی شرارت کی بات یہ ہے۔کہ لکھتا ہے کہ حضرت صاحب نے عیسائیت کے اثر سے متاثر ہو کر اسلام میں ایسی تبدیلیاں کر دی ہیں۔جو اس زمانہ کے لوگوں کے لئے قابل قبول ہوں۔اس خط کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ 19 ر جون کے Surve Herolo میں شائع ہوگا۔میں اپنا پچھلا خط اور پادری

وائٹ بریکٹ کا خط حضور کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں۔ میں نے پہلے بھی غالباً دو خط الفضل کے دفتر میں بھیجے تھے۔لیکن ابھی تک وہ شائع نہیں کئے گئے۔ریویو آف ریلیجنز میں مولوی شیر علی صاحب کو ضرورت ہے۔اگر وہ خطوط الفضل کے دفتر سے مل سکیں۔

عرب صاحب۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب۔عبدالعزیز صاحب اور عبداللہ خان صاحب۔سب خیریت سے ہیں۔اور دعا کے لئے اور السلام علیکم عرض کرتے ہیں۔

مجھے پچھلے دنوں آپ کا ایک سو روپیہ خواجہ صاحب کی معرفت پہنچ گیا ہے۔میں حضور کے گھر لڑکا پیدا ہونے پر اور عزیزہ امتہ الحی کے ساتھ شادی کرنے پر مبارک باد عرض کرتا ہوں۔ مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی ہے۔کہ امتہ الحی کی شادی آپ کے ساتھ ہوگئی۔اگر کسی اور جگہ شادی ہوتی تو شاید کیسے واقعات پیش آتے۔اور ہمارے مرحوم استاد اور آقا مولانا نورالدین کی لڑکی کے لئے اس سے اور کوئی جگہ بہتر نظر نہیں آتی۔اللہ تعالیٰ اس شادی کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے بابرکت کرے۔والسلام (فتح محمد)

مسیح موعودؑ کا ذکر ولایت کے اخبارات میں

''چوہدری فتح محمد صاحب نے اپنے خط میں جس اخبار کا ذکر کیا ہے۔اُس میں انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بلقان کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا اعلان کیا ہے۔اس کا کٹنگ چوہدری صاحب کے خط کے ساتھ مل گیا ہے۔اور ہم ذیل میں اُس کا ترجمہ کر دیتے ہیں۔''

جنگ بلقان کی پیشگوئی زبردست طور سے پوری ہوئی۔

جناب من! خواجہ کمال الدین صاحب نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک پیشگوئی کے متعلق آپ کے اخبار مورخہ 14 دسمبر 12ء میں ایک مضمون شائع کیا تھا۔(جب خواجہ صاحب نئے نئے ولایت گئے ہیں اور غیر احمدیوں کی ابھی مدد ملنی شروع نہ ہوئی تھی۔تو وہ حضرت مسیح موعود کے ذکر کو بُرا نہیں خیال کرتے تھے۔یہ خیال ان کو تب پیدا ہوا ہے جب غیروں سے مدد ملنی شروع ہوگئی'' یہ پیش گوئی ایک حیرت انگیز طریق سے پوری ہوگئی ہے۔ابتداء میں اس پیش گوئی کا اعلان عربی میں جس زبان میں یہ الہاماً نازل

ہوئی تھی۔ جو 1904ء میں شائع کیا گیا تھا۔اوراس کالفظی ترجمہ یہ ہے۔"ترک ایک قریب کی زمین میں شکست کھائیں گے۔لیکن شکست کھانے کے بعد جلد تر غالب ہوجائیں گے۔" یہ پیش گوئی جو 1904ء میں کی گئی تھی۔اپنے پورا ہونے سے آٹھ سال پہلے ان چار باتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔یعنی جنگ کا ہونا،اس کا مقام،ترکوں کی شکست اورآخرکار پھران کی فتح یہ بات کہہ دینی آسان تھی۔خواہ 1904ء میں ہی کیوں نہ کہی جاتیکہ ترکوں کوکوئی جنگ پیش آئے گی۔لیکن یہ بات قبل از وقت بتا دینی بالکل ناممکن تھی۔کہ جنگ کا میدان کون سا ہوگا۔اور پھر فریقین کے بدلنے والے حالات کا قبل از وقت بتا دینا اور بھی مشکل تھا۔کہ ترک چھوٹی چھوٹی بلقانی ریاستوں کے ہاتھوں ایسی خطرناک شکست کھائیں گے۔اور پھر اپنے دارالخلافہ کے قریب ترکوں کی نہ دبنے والی فوج تھریس میں اس طرح پراگندہ کردی گئی کہ وہ اپنا پایۂ تخت قسطنطنیہ سے بروسہ کو بدل دے۔

لیکن اس پر جنگ کا خاتمہ نہیں ہوا۔ترکوں نے شتلجہ کے مورچوں کے پیچھے مضبوط قدم جمالیا۔اورآگے بڑھنے والے بلغاریوں کوایسے سخت نقصان پہنچائے کہ بلغاریوں کے دماغ سے یہ خیال بالکل نکل گیا۔کہ وہ ترکوں کی فوج کوشکست دے کہ شتلجہ کے مورچوں پر قبضہ کرلیں اوراسے قسطنطنیہ کی طرف دھکیل دیں۔

اس حال میں بھی کہا جا سکتا تھا کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔لیکن ترکوں کے ایڈریانوپل پر دوبارہ قبضہ کر لینے کی وجہ سے یہ اور بھی مکمل طور سے پوری ہوئی۔ابتداء جنگ سے ریاست ہائے بلقان کی متحدہ فوجیں ایڈریانوپل فتح کرنے کے لئے پورا زور خرچ کررہی تھیں۔کیونکہ یہ شہر قسطنطنیہ کی کنجی ہے۔اور جب کہ ایک لمبی اور مستقل جدوجہد کے بعد ترکوں نے اسے دشمن کے سپرد کردیا۔توکسی شخص کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔کہ یہ شہر پھر کبھی ترکوں کی سلطنت کا ایک حصہ بنے گا۔لیکن جنگ کے ترازو نے ایک اور حرکت کی۔اور متحدہ ریاستوں میں جھگڑا ہوگیا۔اوراس سے ترکوں کو ایڈریانوپل اور بعض دوسرے ضروری مقامات کے دوبارہ فتح کرنے کا موقعہ مل گیا۔جن مقامات سے انہیں بلغاریوں نے چندروز پہلے مار کر ہٹا دیا تھا۔ترک انجام کار فاتح ہوئے اوراس طرح وہ الہام جو احمد ؑقادیانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا تھا پورا ہوا۔

فتح محمد سیال ایم اے قادیانی۔ ہند الفضل 12 جولائی 16ء

"بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سیدی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری صحت اچھی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آنکھوں کو بھی آرام ہے۔اللہ تعالیٰ حضور کی دعاؤں کو میرے حق میں قبول فرمائے۔اور ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت کرے اور توفیق دے کہ جس غرض کے لئے حضرت صاحب مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔وہ ہمارے ناچیز اور کمزور ہاتھوں سے پوری ہو۔آمین۔حضور کا جوش مجھ پر یہاں اثر کر رہا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے اور حضور کی دعاؤں کی برکات سے راستہ کھلتا ہوا نظر آتا ہے۔میں نے فی الحال مندرجہ بالا پتہ پر رہائش کرنے کی نیت کر لی ہے۔حضور اس پتہ پر میرے ساتھ خط وکتابت فرماویں تو بہتر ہوگا۔کتب،رسائل اور اخبارات بھی اس پتہ پر آنے چاہئیں اس گھر کی مالکہ ایک سکول میں استانی ہے۔اور اچھی سنجیدہ معلوم ہوتی ہے۔اس لئے اگر یہاں سے چلا بھی جاؤں تو ڈاک کو کسی قسم کا خطرہ نہیں ہوگا۔

ہندستانی لڑکوں میں اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کرنے کا موقعہ دے دیا ہے Indian National association کے سیکرٹری نے مجھے خود ہی اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک لیکچر پڑھنے کے لئے مدعو کیا ہے۔جس کے لئے میں تیاری کر رہا ہوں۔اس لیکچر کے بعد اگر اللہ تعالیٰ اسے بااثر کر دے۔تو پھر مذہب پر۔اخلاق۔انبیاء پر بھی لیکچر دینے کا اچھا موقع حاصل ہو جائے گا۔کل جمعہ کے دن سیکرٹری سے تاریخ جلسہ کے متعلق فیصلہ کروں گا۔انشاء اللہ

اس کے علاوہ ایک قہوہ خانہ میں لیکچر دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔اس میں قریباً ایک سو اشخاص کے نام کارڈ جاری کرنے کا ارادہ ہے۔امید ہے کہ سامعین کی تعداد کافی ہوگی۔خیال ہے کہ یہ لیکچروں کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔اور کم از کم دو لیکچر ماہوار ہو جایا کریں۔لیکن ایسے لیکچروں میں فی لیکچر قریباً 10 شلنگ کا خرچہ بھی ہو جایا کرے گا۔اس دفعہ کا خرچہ لکھتا ہوں

	روپے	آنے
ایک سو کارڈ چھپوائی	2 ـ	6
خرچہ ڈاک	4	2
کرایہ قہوہ خانہ	3 ـ	0
کل رقم	9 ـ	6

ریویو آف ریلیجنز کی تجویز جو حضور نے فرمائی ہے۔ مجھے بہت پسند ہے۔ فی الحال میرے نام پچاس کاپیاں روانہ کی جائیں۔ اور انگلستان میں جن جن اشخاص یا لائبریریوں کے نام ریویو شائع ہوتا ہے۔ ان کے پتہ سے مجھے اطلاع ہونی چاہیے۔ تا کہ بعض اشخاص یا لائبریریوں کے نام دوبارہ پرچہ جاری نہ ہو جائے۔ کاغذ کے متعلق (ریویو آف ریلیجنز کے لئے کاغذ کی ضرورت تھی اور خیال تھا کہ مسلم انڈیا کا کاغذ لگایا جائے) خواجہ صاحب کے پرنٹر اور خواجہ صاحب نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ تجارت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ کہ اس قسم کی اطلاع دی جائے۔ اس لئے مجھے دیر ہوئی۔ میں نے خود کوشش کی ہے۔ اور ایک کمپنی سے جو بڑی مشہور کمپنی اور قابل اعتماد معلوم ہوتی ہے۔ ایک نمونہ کی کتاب لی ہے۔ جس میں کم از کم تین کاغذ اسلامک ریویو کے کاغذ سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ اور وہ تین کاغذ توڑ کر میں نے کتاب میں بند کر دیئے ہیں۔ تا کہ ان کی تلاش میں تکلیف نہ ہو۔ اس نمونہ کی کتاب پر کاغذوں کی تجارتی قیمت بھی لکھی ہوئی ہے۔ یعنی وہ قیمت جو صرف اصحابِ مطالبہ سے یہ لوگ لیتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں سے اس سے زیادہ قیمت لی جاتی ہے۔ اور ایسے موقعہ پر یہ لوگ کاغذ وزن کر کے بیچتے ہیں۔ اس لئے قیمت وزنوں میں دی گئی ہے۔ اس کمپنی کی ایک دکان دہلی میں بھی ہے اور وہاں سے اس قیمت پر کاغذ ملے گا۔ اس لئے یہاں سے کاغذ خرید کر روانہ کرنا وہاں سے خریدنے کی نسبت بہت مہنگا پڑیگا۔ اور ممکن ہے کہ اگر کاغذ کی کافی تعداد خریدی جائے تو دہلی کی کمپنی بٹالہ تک کاغذ پہنچانے کی ذمہ داری لے لے۔

شیخ عبدالرحمن صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں عرض کی جائے۔ کہ عیسائیت کے خلاف لوگوں میں وعظ کریں۔ اس سے لوگوں کو رغبت ہوگی۔ تو پھر حضرت صاحب کے متعلق خود بخود گفتگو کا موقعہ

مل جائے گا۔مصری تو مردہ اور ٹھوس دماغ معلوم ہوتے ہیں۔شامیوں سے بہت امید ہوسکتی ہے۔شامیوں کی ذہانت بھی اور زندگی بھی ایسی قوم۔نئے خیالات سے جلد متاثر بھی ہوتی ہے۔اور پھر ان کے پھیلانے کی کوشش بھی کرتی ہے۔مجھے اگر شیخ عبدالرحمن صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پتہ سے اطلاع ہوتو ان سے خط وکتابت کروں۔مدت سے خیال ہے لیکن اخبارات میں پتہ کا کبھی ذکر نہیں ہوتا۔ Three cerculating liberary پر میرے خیال میں کچھ زیادہ خرچ نہیں ہوگا۔اگر میرے پاس بیس 20 کتابیں ہوں اور ہر ایک کتاب کے دس نسخے ہوں۔تو کام خوب چل سکتا ہے اور میرے خیال میں یہ مشکل نہیں۔بیس 20 کتابوں کے قریب تو ریویو آف ریلیجنز میں سے ہی نکل سکتی ہیں۔اگر مجھے ریویو کی ہر ایک جلد کے دس دس نسخے روانہ کر دیئے جائیں تو میں خود ان جلدوں کو توڑ پھوڑ کر بیس سے زیادہ کتابیں نکال لوں گا۔اور پھر ان کی جلد بندی بھی کروالوں گا۔

اس کے علاوہ انگریزی میں اور کتابیں بھی ہیں۔جو اسلام کے لئے نہایت مفید ہیں آجکل کے ڈاکٹروں اور فلاسفروں کی کتابیں اسلام کے بہت قریب آگئی ہیں اور ایسی کتابوں کا مطالعہ گویا اسلامی کتابوں کا مطالعہ ہے۔مثلاً ایک ڈاکٹر نے ایک کتاب Woman لکھی ہے۔جس میں اس کے خیالات بالکل اسلام سے ملتے ہیں۔یہاں تک کہ وہ تعدد ازواج کا بھی حامی ہے۔اور یورپ کی موجودہ آزادی نسواں کے خلاف ہے۔اور منڈی میں جا کر عورتوں کا مردوں کے ساتھ روزی کے لئے مقابلہ کرنے کے سخت خلاف ہے۔اور وہ کہتا ہے کہ ضرور ہے کہ مرد عورت کے لئے خوراک مہیا کرے۔ورنہ آئندہ نسلیں تباہ ہو جائیں گی۔اس طرح شراب کے متعلق۔جوئے کے متعلق۔تمباکونوشی کے متعلق بعض کتابیں عیسائیت کے خلاف ہیں۔ایسی کتابوں کے جمع کرنے کا بھی خیال ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی اور صفات۔ضرورت انبیاء، ترقی ایمان کے منازل۔ضرورت تجدید۔روحانی ایقان ایسے ایسے مضامین پر لکھنے کا خیال ہے اس ضمن میں اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر بھی آجایا کرے گا۔

والسلام فتح محمد

الفضل 19 جولائی 14ء

(3) "بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدی ومولائی! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس ڈاک میں جو مجھے 23 جون کا ملی ہے۔حضور کی طرف سے کوئی خط نہیں ملا۔اس موجودہ مکان میں جب تک اللہ تعالیٰ چاہے ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔اور اس کا پتہ یہ ہے۔

تمام خط وکتابت اور ترسیل کتب اس پتہ پر ہونی چاہئے۔اس دفعہ کا الفضل بھی نہیں ملا۔ایسا معلوم ہوتا ہے۔کہ ووکنگ میں رہ گیا۔چودھری ظفراللہ خان صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ان کی معرفت چند باتیں معلوم ہوئیں۔اور مفتی محمد صادق صاحب کی کامیابی سے بہت خوشی ہوئی۔میرا خیال ہے کہ امریکہ کے علاوہ آسٹریلیا میں بھی مشن بھیجنا چاہئے۔وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہلے بھی موجود اور دو مساجد بھی موجود ہیں۔

یہاں کی حالت عرض کرتا ہوں۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ایک خط لکھا تھا وہ چھپ چکا ہے۔لیکن ابھی تک مجھے نہیں ملا۔کل میں نے ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا۔لیکن جمعرات کے دن ان کے آدھے دن کی چھٹی ہوتی ہے۔اس لئے امید نہیں کہ آج مجھے ڈاک کے وقت سے پہلے ان کی طرف سے اخبار مل سکے۔مجھے کل ہی معلوم ہوا کہ اخبار میں خط چھپ گیا ہے۔جلسہ جس کے متعلق کارڈ شائع کیا تھا۔امن سے طے ہو گیا۔لیکن حاضرین کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔قریباً پندرہ کے قریب لوگ موجود تھے۔اور یہی اس ملک کی بڑی مشکلات میں سے ہے کہ لوگ سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔اب میرا خیال ہے کہ اور طرز اختیار کروں۔بجائے مختلف اشخاص کے نام کارڈ جاری کرنے کے اشتہار دے دوں۔پھر اللہ تعالیٰ جس کے دل میں چاہے تحریک کر دے اور حاضر ہو جائے۔اور اسلامی طریقہ بھی یہی ہے۔اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس کے نزدیک کون لوگ مناسب اور اس بات کے اہل ہیں۔کہ ان تک میری بات پہنچے اور میرا خیال ہے کہ کارڈ کی نسبت زیادہ کامیابی ہوگی۔مضمون کے متعلق میرا خیال ہے کہ صاف کر کے ریویو کے نام بھیج دوں۔وہاں چھپ جائے گا۔مجھے ریویو کی لہر ایک جلد کی ایک ایک کاپی ضرور پہنچ جانی چاہیئے۔

پیر منظور محمد صاحب کے رسالہ سے مجھے بہت فائدہ ہوا ہے۔میرا خیال ہے کہ اس رسالہ کی بہت اشاعت ہونی چاہیئے۔کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم الشان پیش گوئی پوری ہوتی ہے۔اور میرا خیال ہے کہ خدا ترس لوگوں کو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔یہاں چند احمدی ہیں۔ان میں یہ رسالہ شائع کروں گا۔اور ووکنگ میں بھی بھیج دوں گا۔دُعا کی سخت ضرورت ہے۔

آنکھوں کو اب ویسی تکلیف تو نہیں ہوتی۔لیکن جب تک پورا آرام نہ ہو۔کام کرنا نہایت مضر پڑتا ہے۔اس لئے اکثر حیران رہتا ہوں۔میرے لئے دعا فرماویں۔کہ اللہ تعالیٰ صحت عنایت فرمائے۔آئندہ لیکچر کے متعلق ہیڈنگز سوچ رہا ہوں۔میرا خیال ہے کہ حیرت انگیز ہیڈنگز ہوں اور پھر ان کی اشاعت پرزور طریقہ سے کی جائے۔تو چالیس پچاس کے قریب لوگ سننے کے لئے جمع ہو جائیں گے۔اس لئے دو مضامین یہ ہوں گے۔The second advent of jesus christ in India لیکن جب تک میرے پاس ریویو نہ ہو۔ایسے مضامین کے متعلق بہت مشکلات ہوتے ہیں۔خاص کر موجودہ صحت کی صورت میں اور ہر طرح سے خیریت ہے۔احمدیوں کا جلسہ کرنے کا خیال ہے۔اس میں اور لوگوں کو بھی مدعو کیا جائے گا۔ممکن ہے کہ بعض لوگ حاضر ہو جائیں اور بعض مضامین بھی پڑھ دیئے جائیں۔اللہ تعالیٰ چاہے تو مفید ہوں گے۔والسلام

فتح محمد

26 جون 14ء (الفضل 26 جولائی 14ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ہفتہ کے دن ہائیڈ پارک میں گیا۔مختلف مذہبوں اور سوسائٹیوں کے لیکچرار موجود تھے لیکن سب سے زیادہ مجمع دہریہ لوگوں کے اردگرد تھا۔میں بھی وہیں کھڑا ہو گیا۔پہلے ایک دہریہ لیکچرار کھڑا ہوا۔اس نے عہد نامہ عتیق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چند اعتراضات کئے۔اور پھر ان اعتراضوں کو وسیع کر کے تمام مذہبوں پر اور خدا کے ماننے والوں پر اعتراضات شروع کر دیئے۔میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر

15 منٹ کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق چند عام فہم باتیں کیں۔اور زیادہ زور الہام اور وحی پر دیا۔اوراس بات کے بیان کرنے کی کوشش کی کہ علوم جو انسان الہام اور وحی کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔ایسے قابل اعتبار یقینی اور مضبوط ہیں۔جیسا کہ وہ علوم جو ہم حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اور علوم جو وحی کے ذریعہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ان تمام طریقوں سے ان کا امتحان اور آزمائش کی گئی ہے۔جیسا کہ ظاہر علوم کا امتحان اور آزمائش کی جاتی ہے۔اور وہ سچے نکلے ہیں۔

پھر جب انسانی فطرت اور عقل اس بات کی تائید کرتی ہیں۔تو بات اور بھی پختہ ہو جاتی ہے۔اس کے بعد دہریہ لیکچرار کی باری تھی۔اس نے مجھے ہنسی میں اڑانے کی کوشش کی۔کہا کہ انگلستان میں بہت سے نبی گذر چکے ہیں اور پگٹ ابھی زندہ ہے۔اس لئے ہمیں نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔پھر وقت ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔اس لئے ان لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔حاضرین میں سے چند لوگ میرے اردگرد جمع ہو گئے۔اور الہامات ووحی کے متعلق پوچھنا شروع کیا۔میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق ذکر کیا۔اور کچھ اپنے تجربات بھی بیان کئے۔اور خاص کر جنگ بلقان کے متعلق جو حضرت صاحب کی پیش گوئی پوری ہوئی ہے۔اس کا ذکر کیا۔ان باتوں سے اکثر حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا ہے۔اور ان میں سے بعضوں نے ملنے کے وعدے کئے ہیں۔

لنڈن میں آکر اور مختلف سوسائٹیوں کے لوگوں سے ملاقات کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر آیا ہوں کہ یہاں اسلام کی جنگ دراصل دہریت کے ساتھ ہے۔نہ کہ عیسائی مذہب کے ساتھ۔مختلف انجمنیں خواہ وہ سیاسی ہیں یا مذہبی یا اخلاقی ان کے کارکن اور وہ لوگ جو ایسے کاموں میں زیادہ چستی دکھلاتے ہیں۔اکثر دہریہ ہیں۔یا اگناسٹک ہیں۔اور اگر اللہ تعالیٰ کو بھی مانتے ہیں تو وہ ایسے رنگ میں جیسے کہ برہموسماج۔اس لئے میرے خیال میں سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرز اختیار کرنے کے اور کوئی ایسی طرز نہیں۔جو حقیقی رنگ میں مفید ہو۔اور بدی کو جڑ سے اکھیڑ سکے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بار بار اور بڑے زور سے پیش کیا جائے۔اور پیش کرنے والے لوگ ایسے ہونے چاہئیں کہ جو علاوہ حسن اخلاق اور اعلیٰ درجہ کے چال چلن کے آداب مجلس سے واقف اور الہام ووحی سے بھی قدرے

آشنا ہوں۔اور اس بات کے پہنچانے میں کسی کی ہنسی یا ملامت کی پرواہ نہ کریں۔کیونکہ ضرور ہے کہ شروع شروع میں ایسے لوگوں پر بدظنی اور ہنسی ہو۔اللہ تعالیٰ کی حکمت عملی نے مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا۔اور اُس نے تبلیغ اسلام میں ایک خاص طرز اختیار کی۔جو لوگوں کے علم سے وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ان لوگوں کی حکمت سے زیادہ پختہ ہے۔اس خیال کو دل میں لے کر میں Ethical society کے چرچ میں گیا۔ان لوگوں کو دعویٰ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔لیکن ان لوگوں کی تقریروں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے صاف صاف منکر ہیں۔انسانی اخلاق کو خدا مان کر پوجتے ہیں۔احسان ایک خدا ہے۔سچائی ایک خدا ہے۔انصاف ایک خدا ہے۔لیکن ان خداؤں کو نہ کچھ علم ہے اور نہ طاقت اور نہ کسی سے محبت کر سکتے ہیں اور نہ بغض اور خود انسانی دماغ کی ایجاد ہیں۔اس کے بعد مسیح ناصری علیہ السلام اور بدھ علیہ السلام خدا ہیں۔اور ارسطو بھی خدا ہے۔کیونکہ یہ لوگ راست باز تھے۔اور ان لوگوں کے گرجوں میں مسیح۔بدھ ارسطو اور بعض زمانہ موجودہ کے حکماء کے بت بھی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ محمد ﷺ کا بت ابھی تک ان لوگوں نے نہیں بنایا۔نہ ہی ان کے مذہبی گیتوں اور دعاؤں میں بدھ یا مسیح کی طرح محمد ﷺ کا ذکر ہوتا ہے۔عیسائیت کے خلاف بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح صریح التاثیر معلوم ہوتی ہے۔اس لئے میری طبیعت بڑے زور سے اس طرف مائل ہے کہ مسیح کی وفات اور اُس کی قبر کا ذکر کیا جائے اور پھر مسیح کی آمد ثانی پر لیکچر دیئے جائیں۔یہ طرز صریح التاثیر ثابت ہوگی۔انشاء اللہ تعالیٰ۔ضرب یختلی اصل الاحضام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اس طرز کے متعلق فرمایا ہے۔

حضور کا رؤیا پڑھ کر مجھے بہت خوف پیدا ہوا ہے۔میں ڈرتا ہوں کہ ان وعدوں میں کہیں میں بھی شامل نہ ہو جاؤں۔رب اما ترینی ما یوعدون رب فلا تجعلنی من القوم الظالمین۔اللھم اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

حضرت مفتی صاحب اور سید ولی اللہ شاہ صاحب کے خطوط اور دیگر مبلغین کے خطوط پڑھ کر دل بہت خوش ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ سب کو کامیابی دے۔اور امن وعافیت سے رکھے۔شام سے مجھے بہت امید ہے۔شام کے لوگ اہل پنجاب کی طرح زندہ دل اور سادہ مزاج ہیں۔مصر کی نسبت مجھے بہت شکوک

ہیں۔ مجھے اس بات کو پڑھ کر حیرانی ہوئی کہ برادرم شیخ عبدالرحمن اگرچہ مصر میں ہیں۔لیکن گفتگو اور تحقیق کا شوق دوشامیوں نے ہی ظاہر کیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں بھی عرب اور شام کا ذکر ہوا ہے۔مصر کے متعلق مجھے تو یاد نہیں۔لیور پول اور خوکسٹن دو جگہیں خیال میں ہیں۔لیکن خرچ کے خیال سے ابھی تک کہیں بھی جانے کا فیصلہ نہیں کیا۔

(الفضل 9/اگست 1914ء)

امامنا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برادرم عبدالرحمن صاحب قادیانی کے خط کے ذریعہ حضور کے رؤیا صالحہ اور مشغولیت کا علم ہوا۔امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کتاب بابرکت ہوگی۔میرا ایک اپنا رؤیا ہے۔جو حضور کے رؤیا سے بہت ملتا ہے۔یہ میں نے ووکنگ میں حضرت مولانا خلیفہ اوّلؓ کے زمانہ میں دیکھا تھا۔میں نے دیکھا کہ ایک بڑی مجلس ہے اور بہت سے لوگ جمع ہیں اور حضرت مسیح موعود کا ارادہ ہے کہ ان لوگوں میں تقریر فرمائیں۔حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے اور دو اور احمدیوں کو کسی مضمون پر قرآن شریف سے آیات نکالنے کے لئے حکم دیا۔میں نے چند آیات قرآن کریم سے نکال کر حضور کی خدمت میں پیش کی ہیں۔اور اس کے بعد حضور تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں۔تقریر میں رُعب اور تاثیر ہے۔اور اس سے لوگوں کے دلوں پر ایک ہیبت سی طاری ہو رہی ہے۔ابھی تقریر ختم نہیں ہوئی تھی کہ حاضرین میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا۔اور حضور کی خدمت میں ایک پاؤنڈ پیش کیا۔حضور نے وہ پاؤنڈ لے لیا ہے۔پاؤنڈ لیتے ہی میں نے دیکھا کہ مقرر حضرت صاحب نہیں ہیں۔بلکہ کوئی اور شخص معمولی سا مولوی ہے۔تقریر میں معقولیت ویسی ہی موجود ہے۔لیکن تاثیر بالکل اڑ گئی ہے۔لوگ تقریر کو سنتے ہیں اور معقولیت پر خوش بھی ہوتے ہیں۔لیکن ان کے دلوں پر تقریر کا اثر بالکل نہیں ہے۔

اس کے بعد تقریر ختم ہو گئی۔پھر میں نے دیکھا کہ تین کرسیاں ہیں ایک پر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور ایک پر میں خود بیٹھا ہوں اور تیسری کرسی جو خالی پڑی تھی۔اُس پر وہ مقرر صاحب آ کر بیٹھ گئے ہیں۔میں نے ان کی خدمت میں یہ الفاظ کہے ہیں۔”مولوی صاحب!سکھوں کے مسلمان کرنے کی کوئی

تجویز کرنی چاہئیے۔اس سے میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ حضرت صاحب کے مرید جب تک اللہ تعالیٰ کے وعظ اور تقریر کریں گے۔اُن کی تقریروں میں الٰہی تاثیر اور روحانی فیض ہوگا۔جو حضرت مسیح موعود کی تقریروں میں ہوا کرتا تھا۔لیکن جب روپیہ کا خیال ہوگا تو تاثیر اٹھ جائے گی۔خواہ معقولیت موجود رہے۔اس رؤیا کے بعد میں نے بہت استغفار اور لاحول پڑھا کہ اللہ تعالیٰ اس باریک شرک سے محفوظ رکھے۔انسان کمزور ہے اللہ تعالیٰ کے نور کے سوا گناہ نظر نہیں آتا۔

اس ہفتہ دو نئے چرچوں کے جلسوں میں شامل ہونے کا موقعہ ملا ہے اور ان کے بعض مینجروں سے لیکچروں کے لئے خط وکتابت کر رہا ہوں۔

Christian science church کے لوگوں کی یہ کوشش ہے کہ بیماریوں کا علاج بغیر دوا محض توبہ اور دُعا کے ذریعہ سے کیا جائے۔اور یہ لوگ ایک نبیہ عورت کو مانتے ہیں۔جو قریباً قریباً ایک سو برس گذرا انگلستان میں گذری ہے۔اس عورت کی بعض کتابیں قلمی ایک صندوق میں بند ہیں۔اس کے متبعین کا خیال ہے کہ اس بند صندوق میں دنیا کے آئندہ واقعات کے متعلق ذکر ہے۔جو کہ 1923ء تک تمام پورے ہو جائیں گے۔اور ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح کی رسول تھی۔ان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔لیکن یہ نہایت متعصب عیسائی معلوم ہوتے ہیں۔اس لئے امید بہت ہی کم ہے۔اس کے علاوہ ایک اور چرچ ہے جو اپنے آپ کو Faithisess کہتے ہیں۔اور زورالسڈ کو نبی مانتے ہیں۔ان لوگوں کا خیال ہے کہ الہام جاری ہے۔اور ہم فرشتوں اور روحوں سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ان کی مجلس میں بھی گیا۔اور ایک ملہم شخص نے میرے متعلق بعض باتیں بیان کیں۔جو بالکل غلط تھیں۔میں خاموش ہو کر سنتا رہا۔نہ میں نے اس کی تصدیق کی اور نہ تکذیب۔یہ لوگ قریباً 60 کے قریب مرد عورت ہیں۔ان میں لیکچر دینے کے لئے خط وکتابت کر رہا ہوں۔لیکچر الہام پر ہوگا۔جو میں نے تیار بھی کر لیا ہے۔

مبلغ 33 پاؤنڈ اور 6 شلنگ مجھے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی معرفت پہنچ گئے ہیں۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔اس دفعہ جمعہ کے بعد میری ایک تقریر ہوگی۔الہام پر میں اس مضمون کو نہایت ضروری خیال کرتا ہوں۔کیونکہ یہاں کے نئے پرانے مسلمان قریباً تمام کے تمام الہام کو ایک قسم کا انسانی مسئلہ ہی خیال

کرتے ہیں۔اس لئے اب کے جمعہ کی نماز کے بعد بھی اس مضمون پر بولنے کا خیال ہے۔اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے۔کیونکہ بہت مشکل اور متنازعہ خیز ہے۔اس لئے غلط فہمی سے بہت ڈرتا ہوں۔

ریویو کے نمبر جس قدر جلد ممکن ہوں روانہ فرماویں۔اور فی الحال نمبر رواں کی بھی بیس کے قریب کا پیاں روانہ کر دینا۔میری صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔لیکن آنکھوں کے لئے ابھی دعا کی بہت سخت ضرورت ہے۔اب تین گھنٹہ کے قریب لکھنے اور پڑھنے کا کام کر سکتا ہوں۔لیکن جب تک پوری صحت نہ ہو۔پوری طاقت سے کام نہیں ہو سکتا دوائی ابھی تک شروع ہے امید ہے کہ اب میں فوکسٹن اور لیورپول جانے کی کوشش کروں گا۔(الفضل 20/اگست 1914ء)

اماموا سیدنا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہوں۔اس ہفتہ جمعہ کے بعد ہائیڈ پارک میں بھی دہریہ لوگوں کی جگہ پر تھوڑی دیر تک بولنے کا موقعہ ملا۔اس کے بعد دو اشخاص سے ملاقات ہوئی۔اور گفتگو کے بعد حضرت صاحب کی کتاب Teaching of Islam ان کی خدمت میں پیش کی گئی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے۔اس کتاب کو پڑھ کر ان لوگوں کو اسلام کے مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہو جائے گا۔جمعرات کے دن ہائیڈ پارک میں ہی ایک پُرانے انگریز سے ملاقات ہوئی۔یہ شخص مصر میں مقام طنطا میں سکول ماسٹر ہے اور رخصتوں پر انگلستان آیا ہوا ہے۔اس کے ساتھ حضرت صاحب کے متعلق گفتگو ہوئی۔اس نے بھی کتابیں پڑھنے کا وعدہ کیا اور آج انشاء اللہ تعالیٰ Teaching of Islam اسے بھیج دوں گا۔آٹھ کے قریب لیکچر تیار کر لئے ہیں۔

(1) اسلام (2) سلسلہ احمدیہ اور اسلام (3) الہام (4) ایمانی ترقی کے مدارج (5) محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیات (6) قرآنی شریف کی عبادت اور تعلیم پر بحث اور چند اور آیتوں کی تفسیر (7) مسیح ہندوستان میں (8) یہودیوں کی گم شدہ اقوام

آئندہ ہفتہ انشاء اللہ تعالیٰ دو اور مضمون تیار کر کے مختلف سوسائیٹیوں سے خط و کتابت کروں گا۔کل فوکسٹن جانے کا ارادہ ہے۔

عبداللہ کوئلم کے لڑکے کا پتہ حاصل کیا ہے اور کل انشاء اللہ تعالیٰ اسے خط لکھوں گا۔ اس کا جواب آنے کے بعد فیصلہ کروں گا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ دعا کے لئے عرض کرتا ہوں۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اور دوسرے احمدیوں کے لئے بھی دعا فرماویں۔ سب خیریت سے ہیں۔

امامنا وسیدنا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہاں ایک میرے جرمن دوست ہیں۔ جن کے ساتھ میرا تعارف انگلستان پہنچنے کے چند ہی دن بعد ہوا۔ یہ جرمن کے ایک بڑے اعلیٰ خاندان سے ہیں اور خود اپنے حق میں (یہ جملہ میں نے انگریزی سے ترجمہ کر دیا ہے) وائیکونٹ ہیں۔ جب سے میرا تعارف ان کے ساتھ ہوا۔ اسلام کے متعلق ان کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی تھی۔ اوّل اوّل انہیں اسلام کا نام بھی معلوم نہ تھا۔ جب انہیں ذرا دلچسپی پیدا ہوگئی۔ تو میں نے حضرت صاحب کی کتاب Teaching of Islam انہیں دی اس کے مطالعہ سے ان پر بہت اثر ہوا اور کئی خطوں میں انہوں نے اس کا ذکر کیا۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں مَیں ان کا ذکر بذریعہ خط وکتابت کیا کرتا تھا۔ اور حضور بھی ان کے حالات میں دلچسپی ظاہر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دو خطوں میں مَیں نے ان کا ذکر نہ کیا تو حضور مرحوم نے خاص طور پر ان کے متعلق دریافت کیا۔ کہ آپ نے اپنے دوست کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ چند ہفتے ہوئے خطوں میں اس امر پر ہماری بحث چھڑ گئی۔ کہ دوستی کس بنا پر ہونی چاہیئے۔ میں نے انہیں لکھا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو میرے ساتھ اس لئے محبت ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ اس کے جواب میں علاوہ دیگر باتوں کے انہوں نے تحریر فرمایا۔

"میں اسلام کو نہایت ادب اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ آپ مسلمان ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے کہ جہاں تک میرا مطالعہ ہے اور میں نے غور کیا ہے۔ میں اسلام کو سب مذاہب سے اعلیٰ، بہتر اور سچا پاتا ہوں۔"

انگلستان میں یہ بغرض تعلیم آئے تھے۔ ان کے والدین برسلز ملک بیلجیم میں رہتے ہیں۔ گو ان کا وطن جرمن ہے۔ سال میں تین دفعہ یہ گھر جایا کرتے تھے۔ اب ان کی تعلیم کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ اور کل واپس

برسلز جانے والے ہیں۔ان کا ارادہ آئندہ موسم خزاں و سرما میں ہندوستان آنے کا ہے۔اور اگر ہندوستان آئے تو اوّل حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔کل جو خط ان کا مجھے ملا اس میں سے چند فقرے بعینہٖ ہی نقل کر دیتا ہوں۔اور عرض کی کہ حضور میرے لئے بھی اور ان کے لئے بھی دعا کریں۔

''میرا خیال ہے کہ یہ جو خط میں آپ کی طرف لکھ رہا ہوں یہ اس ملک میں آپ کی طرف میرا آخری خط ہوگا۔یہاں رہتے مجھ کو تین سال گذر گئے ہیں۔اور اب صرف چند دن تک ہی میرا انگلستان میں قیام ہے۔اس کے بعد مجھے اپنے تمام مہربانوں سے رخصت ہونا ہوگا جن کے ساتھ مجھے اس ملک میں ملاقات کا اتفاق ہوا۔میرے پیارے دوست میں آپ سے صرف ایک دفعہ اور مل سکوں گا۔اور پھر شاید آئندہ کبھی ملاقات کا موقعہ نصیب نہ ہو۔آئندہ کا علم صرف خدا کو ہے۔اور گو میں نے اپنے خیال میں کئی سالوں کا پروگرام بنا رکھا ہے۔مگر میں نہیں جانتا کہ مجھے اپنی امیدوں کے بَرلانے کا موقعہ ملے گا یا نہیں۔میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ ایک سال کے بعد زندہ بھی رہوں گا۔کہ نہیں واللہ اعلم میں انشاء اللہ آپ کو کبھی نہیں بھولوں گا۔اور ہمیشہ آپ کو محبت کے ساتھ یاد رکھوں گا۔

جب میں ہندوستان میں پہنچوں گا۔وہ ہندوستان جس کے دیکھنے کا میں بہت شائق ہوں۔تو اغلباً ہم دونوں ایک ہی مذہب کے پابند ہوں گے اور اس وقت ہم میں یگانگت کا پورا نقشہ ہوگا۔جتنا میں اسلام کا مطالعہ کرتا ہوں۔اور اس پر غور کرتا ہوں اتنی ہی مجھ میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اس کی تعریف کروں۔اور اس سے محبت رکھوں میں اس کے متعلق سوچنے میں کئی گھنٹے خرچ کر دیتا ہوں اور شائد میں اپنے کسی آئندہ خط میں اس کے متعلق زیادہ لکھ سکوں۔

ان کی عمر 22 سال کی ہے اور پورا نام اوسکار برنلر (یہ تو ان کا نام ہے) فرائی ہیر (یعنی وائیکونٹ) فان (انگریزی میں of کے برابر ہے) آنس ان کا خطاب ہے۔

حضور ضرور ضرور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی قبولیت کا شرف عطا فرمائے اور ان کے ایمان کو تقویت دے آمین۔اور عاجز کے لئے بھی ضرور دعا فرماویں۔حضور کا غلام۔ظفر اللہ خان

(الفضل 13 اگست 1914ء)

سیدنا واما منا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ موصول ہو کر باعث شرف ہوا۔ مجھے برسلز سے مسٹر برنلر کا ایک اور خط موصول ہوا ہے۔ جس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ گو میں آج کل بہت مشغول رہتا ہوں۔ لیکن پھر بھی میں نے Teaching of Islam کا ایک اور دفعہ مطالعہ کرنے کے لئے وقت نکال لیا ہے اور جتنا زیادہ میں اس کتاب کو پڑھتا ہوں اتنی ہی میری وقعت اس کے لئے بڑھتی جاتی ہے۔

عاجز کو افسوس ہے کہ ہمارے سلسلہ کی طرف سے انگریزی میں اسلام کے متعلق بہت تھوڑی کتب چھپی ہیں اور قرآن کریم کے ترجمہ کے چھپنے کی بھی ابھی کچھ دیر تک کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے تبلیغ میں بہت روک پیدا ہوتی ہے۔ یہاں جب کسی کو اسلام کے متعلق مطالعہ کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ تو اسے قدرتاً قرآن کریم کے پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ اور ہمارا اپنا ترجمہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسے لوگوں کو عیسائی مصنفوں کے تراجم پڑھنے پڑتے ہیں۔ جن سے یہ لوگ قسم قسم کے ابتلاؤں میں پڑ جاتے ہیں۔ خدا کرے کہ مولوی محمد علی صاحب کے ترجمے کے متعلق کوئی خاطر خواہ فیصلہ ہو جائے۔ اور جلد ایک صحیح اور مستند انگریزی ترجمہ قرآن کا سلسلہ احمدیہ کی طرف سے شائع ہو۔

آسٹریا اور سرویا کے درمیان جنگ شروع ہو جانے کی وجہ سے تمام یورپ میں جنگ کا خوف ہے۔ اگر یہی حالت کچھ دیر رہی تو مسٹر برنلر اس سال ہندوستان نہیں آسکیں گے۔ مجھے بڑی خواہش ہے کہ وہ حضور کی ملاقات کا شرف حاصل کریں۔ اور اسلام کے ساتھ عملی واقفیت پیدا کرنے کے بعد ہندوستان میں ہی اپنے قبول اسلام کا اعلان کریں۔ آگے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔ حضور ضرور ان کے لئے دعا فرماتے رہا کریں۔

عاجز امتحان کی تیاری میں مصروف ہے۔ حج کے متعلق قاہرہ تک سفر کا انتظام تو ہو گیا ہے۔ اب معلوم نہیں سویز سے آگے جہاز میں جگہ مل سکے یا نہ۔ یہاں سے دو اصحاب ہم سفر ہوں گے۔ کل ایک خط میں نے شیخ عبدالرحمن صاحب کو لکھا ہے۔ امید ہے حضور نے بھی تحریر فرما دیا ہوگا۔

اب جوں جوں واپسی کا وقت قریب آتا جاتا ہے۔ شوق دیدار بھی تیز ہوتا جاتا ہے۔ عاجز کے لئے

ضرور دعا فرماتے رہا کریں۔ والسلام۔ محمد ظفر اللہ۔ (الفضل 13 اگست 1914ء)

سیدنا وسیدنا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں خیریت سے ہوں۔ برادرم عبدالرحمن صاحب قادیانی کی معرفت حضور کی طرف سے خط پہنچ گیا تھا۔ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کے فضل سے لیکچر دینے کا موقعہ مل گیا۔ اگرچہ میرا نام پروگرام میں نہیں تھا۔ ایک صاحب کی طبیعت قدرے علیل تھی۔ انہوں نے اپنا وقت مجھے دے دیا۔ لیکچر کا مضمون جیسا کہ میں اس سے پہلے خط میں عرض کر چکا ہوں ''ترقی ایمان کے مدارج'' تھا۔

میں اتوار کے دن ووکنگ گیا تھا۔ عرب صاحب خیریت سے ہیں پیر کے دن صبح کے وقت ووکنگ سے روانہ ہو کر قریباً 3 بجے شام کے فوکسٹن پہنچا۔ وہاں مسٹر کلف اور مسٹر ساگر چند اور دوسرے واقف لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ان لوگوں کے ذریعہ سے دوسرے لوگوں سے ملنے اور گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے خود ہی لیکچر دلوانے کا انتظام کیا ہے۔ اور جمعہ کے روز مؤرخہ 24 جولائی کو 8 بجے شام لیکچر ہوگا۔ لیکچر کا مضمون الہام پر میں نے رکھا ہے۔ اور ان لوگوں نے خوشی سے منظور بھی کر لیا ہے۔ ایک اور شخص نے تجویز کی ہے کہ فوکسٹن کے پادریوں سے ملاقات کی جاوے اور ان کے ساتھ گفتگو کر کے مذہبی باتوں کا فیصلہ کیا جائے خاص کر اس بات کا کہ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ مسٹر کلف اور مسز کلف تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت قریب آ رہے ہیں۔ پہلے دن 3 گھنٹے کے قریب گفتگو ہوتی رہی اور کل پھر دو 2 گھنٹے تک کے قریب گفتگو ہوئی۔ ان لوگوں کا شوق اور اسلام کے ساتھ محبت بڑھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ واقعات مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی ذکر ہوا۔ مسٹر کلف نے حضور کی سوانح پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن چونکہ میرے پاس کتاب نہیں۔ اسلئے زبانی گفتگو پر ہی اکتفا کیا گیا۔ میں ہر ہفتہ خط لکھتا ہوں اگر کسی ہفتہ خط نہ ملے تو مجھے اطلاع ہونی چاہئے۔

خواجہ صاحب نے مجھے کہا کہ میں لیورپول چلا جاؤں۔ وہاں کے حالات کا بالکل علم نہیں ہے۔ اس لئے ایک ہفتہ کے بعد لورپول جانے کا ارادہ ہے۔ حضور بھی اپنے منشاء سے اطلاع دیں۔ وہاں دو 2 مشکلات ہیں ایک تو عبداللہ کوئلم کے حالات اور مقدمات کی وجہ سے لوگوں کو اسلام کے ساتھ دشمنی اور نفرت

ہوچکی ہے۔اور دوسرے انگریز مسلمانوں کی گفتگو سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شخص ایسا بھی نہیں ہے کہ محض اخلاقی رنگ میں بھی مدد کرے۔

حضور اس عاجز کے لئے دعا فرماویں۔قریباً ایک ہفتہ سے بائیں آنکھ میں پھر تکلیف ہوگئی ہے۔کام بھی نہیں کرسکتا اور تکلیف ہوگئی ہے۔Teaching of Islam کی پانچ کاپیاں لوگوں کو پڑھنے کے لئے دے دی ہیں۔اگر اور کاپیاں ہوں تو تقسیم کرنے کا موقعہ ہے۔اور میرے خیال میں یہ طرز لیکچروں سے زیادہ مفید ہے۔حضور مسٹر کلف اور اس کی بیوی کے لئے دعا فرماویں۔والسلام۔فتح محمد

(الفضل 18 ستمبر 1914ء)

بخدمت حضرت امیر المؤمنین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ ہفتہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے گذرا۔ریویو آف ریلیجنز کی کاپیاں تقسیم کردی گئی ہیں۔ایک شخص کی طرف سے شکریہ کا خط بھی آیا ہے۔اس طرح سے امید ہے کہ اور لوگوں سے بھی خط وکتابت شروع ہوجائے گی۔فوکسٹن کے بھی ایک شخص کا خط آیا ہے۔اس شخص کا نام غالباً آپ جان جائیں گے۔یہ شخص نہ عیسائی اور نہ مسلمان دہریہ ہے۔اس لئے اگر خط شائع ہو تو نام شائع نہیں ہونا چاہیئے۔اس شخص کے ساتھ دیر تک گفتگو ہوئی۔اور حضرت صاحب کی بعض پیش گوئیوں کا بھی ذکر ہوا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اس کو تحقیقات کا شوق پیدا ہوگیا ہے۔دوسرا خط ایک یہودی کا ہے۔جو لنڈن میں رہتا ہے۔تیسرا خط فلہم لائبریری کے سیکرٹری کی طرف سے ہے۔یکم اکتوبر کو ان لوگوں کے ہاں لیکچر دینے کا فیصلہ ہوا ہے۔

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے خط میں جس جرمن کونٹ کا ذکر ہے وہ بے چارہ تو اب جنگ میں ہے۔اور تمام خط وکتابت اس سے منقطع ہوچکی ہے۔جرمن فوج کو خطرناک مشکلات کا سامنا ہے۔اس لئے اس کے زندہ واپس آنے کی بھی امید کم ہے۔ممکن ہے کہ بچ نکلے۔اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اسلام کی اشاعت کا ذریعہ ہوگا۔لیکن فی الحال اس سے تمام تعلقات منقطع ہوچکے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امامنا وسیدنا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہوں۔آنکھوں کو بھی نسبتاً بہت آرام ہے۔کام چھ گھنٹہ کے قریب ہر روز کرتا ہوں۔لیکن کام دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔واقفیت کے وسیع ہونے سے خط وکتابت کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جاتا ہے۔اور ملاقاتوں میں اکثر وقت خرچ ہوتا ہے۔جنگ کی وجہ سے قدرے رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے جلدی دور ہو جائے گی۔جرمن پیرس سے قریباً بارہ میل کے فاصلہ تک پہنچ گئے تھے۔لیکن اب پھر واپس ہو رہے ہیں۔اس لڑائی کی فتح یا شکست پر بہت کچھ منحصر ہے۔میں نے ''ٹائم'' روزانہ خریدنا شروع کر دیا ہے۔آج کی ڈاک میں تین پرچے روانہ کرتا ہوں۔خیال ہے کہ اشتہار نکال دیا کروں۔تا کہ ڈاک محصول کم دینا پڑے۔

افریقہ میں جو مشن روانہ کرنا ہے اسے روکنے کی ضرورت نہیں۔مغربی افریقہ دائرہ جنگ سے بالکل باہر ہے۔بحرہ روم سے دور افریقہ کے سمندر خطرہ سے بالکل باہر ہیں۔امید ہے کہ مسٹر دوست محمد صاحب کی طرف مولوی شیر علی صاحب نے خط لکھ دیا ہوگا۔۔۔۔۔حضور دعا فرماویں اور دوسرے دوستوں کی خدمت میں دعا کے لئے عرض ہے۔لیورپول میں بھی بعض لوگوں سے خط وکتابت شروع ہے۔ریویو آف ریلجینز کے لئے تین خریدار پیدا کئے ہیں لیکن اس میں بڑی مشکل یہ ہے کہ 12 ستمبر ہو چکی ہے۔اور ابھی تک جولائی کا پرچہ نہیں پہنچا۔مجھے تو اس دیری کی سمجھ نہیں آ سکتی۔آرٹیکل مہیا نہیں ہو سکتے یا مطبع کی مشکلات ہیں۔صدر انجمن احمدیہ کا نوٹس جو قرآن شریف کے ترجمہ کے متعلق تھا۔افریقن ریویو اور نیر ایسٹ میں شائع کروا دیا ہے۔

عرب صاحب امریکہ کو روانہ ہو گئے ہیں۔لڑکوں نے یہاں سے چندہ کر دیا تھا۔جاتے وقت مجھ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔میاں محمد علی اور سب برادران خیریت سے ہیں۔ والسلام

فتح محمد

گریٹن ہوئس گلوو روڈ

17 ستمبر 1914ء

داد و تحسین

چوہدری صاحب کے لیکچروں کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے

لنڈن کا مشہور اخبار یونگ نیوز 11 جنوری 15ء رقم طراز ہے کہ ”چوھدری فتح محمد سیال ایم اے نے دلچسپ اور پر معنی لیکچر تھیوسافیکل سوسائٹی کے مقامی صدر مقام میں کل سہ پہر کو دیا، قابل مقرر مسٹر فتح محمد سیال ایم اے نے فرمایا کہ محمد ﷺ نے جس مذہب کی تعلیم دی وہ کوئی نیا مذہب نہ تھا کیونکہ اسلامی تعلیم کا خلاصہ خدا تعالیٰ کے قوانین کی اطاعت اور خلق خدا پر شفقت ہے اور یہی ایسی تعلیم ہے جس پر ابتدائے آفرنیش سے ہر مذہب دنیا میں چلا آ رہا ہے یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کو انسانوں سے دور رکھتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ نیکی کو غلبہ حاصل ہو اور بدی کی جڑ کاٹی جائے اور اسلام کی تعلیم کی رو سے ایک پاکباز انسان بدکردار شخص کی نسبت خدا تعالیٰ سے زیادہ نزدیک ہے مغربی دنیا کا یہ خیال کہ اسلام عورت کو روحانیت سے خالی تصور کرتا ہے۔ محض بے ہودہ و بے بنیاد ہے۔ اسلام کی رو سے تو عورت کو روحانیت میں مرد کے برابر رکھا گیا ہے اور جائیداد میں سے برابر کے حقوق دیئے گئے ہیں جو انگلستان میں نہیں دیئے گئے مزید براں عورت کو بیوی ہونے کی نسبت ماں ہونے کی حیثیت سے زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے، اگرچہ موسم کی حالت اچھی نہ تھی تاہم لیکچر گاہ حاضرین سے پر ہو گئی تھی۔ لیکچر کے اختتام پر حاضرین میں سے بہتوں نے سوال بھی کئے۔

مسٹر خالد شیلڈرک سوالات کے جواب اور چوہدری صاحب کی شخصیت اور لیکچر کے اثر کی نسبت اپنے ایک تازہ خط میں جو کہ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز قادیان کے نام آیا ہے، فرماتے ہیں۔ مسٹر سیال نہائت عمدہ کام کر رہے ہیں وہ ایک نیک آدمی ہیں اور مجھے فخر ہے کہ وہ میرے بہترین دوستوں میں سے ہیں ایک لیڈی نے جو میری مسلمان کردہ ہے۔ چوھدری صاحب کے South Sea والے لیکچر کو سن کر مجھ سے مقرر کی قابلیت اور لیاقت کا تعریفی الفاظ میں ذکر کیا اور کہا کہ سوالات کا جواب دیتے وقت وہ خوب عہدہ برآ ہوئے۔ (الفضل 23 فروری 15ء)

چوہدری فتح محمد صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب

نعوذباللہ من شرور انفسنا

اس تحریر کا باعث خواجہ کمال الدین صاحب کے وہ الفاظ ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب اختلافات میں میرے متعلق تحریر کرنے پسند فرمائے ہیں۔احمدی جماعت کو متنبہ کرنے کے لئے اور خواجہ کمال الدین کے دھوکہ سے بچانے کے لئے اصل واقعہ کو جواباً شائع کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ **وباللہ التوفیق**

خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ جو شائع کیا ہے کہ حضرت میاں صاحب نے مجھے ان سے اور ووکنگ سے علیحدہ کیا بالکل جھوٹ ہے بلکہ میرے ووکنگ سے چلے جانے اور علیحدہ کام شروع کرنے کے صرف خواجہ صاحب ذمہ وار ہیں اور حضرت میاں صاحب کا نام انہوں نے یونہی قوم کو دھوکہ دینے کے لئے ذکر کر دیا ہے، اصل واقعہ یوں ہے کہ خواجہ کمال الدین کو میرا وجود انگلستان میں کسی زمانہ میں بھی پسند نہ تھا، اور میں بھی ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتا تھا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم کی اطاعت لازمی تھی۔اس لئے جوں توں کرتے دن گذر گئے۔حضرت مرحوم کی وفات کے بعد اپریل 16ء میں خواجہ کمال الدین نے عرب صاحب کے ہاتھ مجھے کہلا بھیجا کہ مجھے فوراً ہندوستان واپس چلا جانا چاہئے اور اس کا انتظام اس طرح ہوسکتا ہے کہ یہ عاجز اپنے والد صاحب کو بذریعہ تار اس بات کی درخواست کرے کہ میرے والد صاحب واپسی کے لئے روپیہ شیخ رحمت اللہ صاحب کے پاس جمع کروادیں اور روپیہ جمع ہو جانے کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب خواجہ کمال الدین کر تار دیں اور پھر خواجہ صاحب کمال فیاضی سے مجھے یہاں سے ٹکٹ واپسی خرید دیں گے اور غالباً خواجہ کمال الدین صاحب کا یہ بھی خیال تھا کہ دونوں طرف سے جو تاروں پر خرچ ہو اس کا خرچ اس روپیہ میں وضع کیا جائے جو میرے والد صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب کے پاس جمع کروا چکے ہوں میں نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا کیونکہ میں سرزمین انگلستان کو بغیر اجازت حضرت خلیفہ ثانی کے چھوڑنا گناہ اور گستاخی میں داخل سمجھتا تھا۔اور خواجہ صاحب جو مجھ سے یہ تمام کاروائی تاروں کے ذریعہ سے کروانی چاہتے تھے۔اس میں بھی غالباً یہی حکمت تھی کہ میں بغیر مشورہ کے یہاں سے چل دوں یہ پہلی کوشش علیحدگی کی جو ناکام رہی۔

اس کے بعد ایک اور وقت آیا اور خواجہ صاحب کو غالباً شروع ہی میں یقین ہو گیا کہ میں یہاں انکی مدد کے بغیر بھی ٹھہر سکتا ہوں اس کے بعد خواجہ صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ میں خواجہ صاحب کے ساتھ کام کروں اور اس کے عوض میں خواجہ صاحب علاوہ کھانا کے 60 روپیہ ماہوار دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں روپیہ وغیرہ کے متعلق کوئی شرط نہیں کرتا۔ آپ میری صرف ایک بات مان لیں، تو میں آپ کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہوں اور وہ یہ کہ میں آپ سے شرط کرتا ہوں کہ میں ووکنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام نہیں لونگا نہ لیکچروں میں اور نہ گفتگو میں اور نہ ان مضمونوں میں حضور علیہ السلام کا ذکر کرونگا، لیکن ووکنگ سے باہر پرائیویٹ طور پر میں خود لیکچروں کا انتظام سوسائٹیوں کے ساتھ کروں گا اور ان لیکچروں کے ساتھ آپ کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی میں آپ سے ان لیکچروں کے انتظام کے لئے کسی قسم کی مدد طلب کروں گا۔ ایسے لیکچروں میں آپ کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہوگا۔ اس لئے آپ پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی، لیکن آپ نے میری اس درخواست کو نامنظور فرمایا اور کہا کہ اگر تم نے حضرت صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرنا ہے تو تم اور میں ایک چھت کے نیچے مل کر کام نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد میں لنڈن چلا گیا اور اپنے طور پر کام شروع کر دیا جس پر آپ نے ہندوستانی اخباروں میں شائع کیا کہ لنڈن کی برانچ کھول دی گئی ہے، اور قاری صاحب اور فتح محمد وہیں کام کرنے کے لئے چلے گئے ہیں۔ قاری صاحب کے متعلق تو مجھے علم نہیں، لیکن مجھے آپ نے خود ووکنگ سے نکالا اور اب آپ اسے حضرت میاں صاحب کے ذمہ لگاتے ہیں۔ افسوس!!!

”اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب“

میں جو آپ نے چند متضاد باتیں بیان کی ہیں ان کے علاوہ میرے نزدیک ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ سلسلہ احمدیہ میں ایسے اشخاص کا وجود ہے جن میں حق پرستی نہیں اور نہ ہی ان کی باتوں میں صفائی ہے .... یہ واقعات ہیں جن کا میں ثبوت دینے کے لئے اگر خواجہ صاحب کو ضرورت ہو تو ہر وقت تیار ہوں اور وہ ثبوت محض واقعات پر ہونگے نہ کہ ظنوں و نتائج پر۔ لیکن ابھی تک میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اگر خواجہ صاحب آئندہ میرے متعلق ذکر کرنا بالکل ترک کر دیں تو میں بھی ان کے متعلق کوئی

ذکر نہ کروں گا جو جھوٹا ہے اسے اللہ تعالیٰ خود ہی تباہ کر دے گا۔ جنگ وجدل کی ہرگز ضرورت نہیں۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ خواہ انہوں نے حضرت میاں صاحب کی بیعت کی یا نہیں کی انہیں چاہئے کہ ایسے لوگوں سے تعلق ہرگز نہ رکھیں جن کی بات بات میں چال بازی اور جھوٹ ہوتا ہے اور جن کا ساتھی کسی وقت بھی ان سے امن میں نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت اور تقویۃ الایمان یعنی کشتی نوح میں صاف صاف لکھا ہے کہ جو لوگ اپنی بات میں صفائی پسند نہیں اور مبالغہ کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں وہ میرے سے نہیں۔ مسئلہ خلافت میں ہم میں اختلاف ہوا اور اس کے باعث دو جماعتیں ہو گئیں۔ اور احمدی جماعت کے ممبر متقی لوگ ہیں اور مجھے ان پر حسن ظنی ہے، لیکن اس اختلاف کے باعث ہمیں تقویٰ کی باریک راہیں ہرگز نہیں چھوڑنی چاہئیں صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس شخص کے رعب میں مت آؤ اور سلسلہ کی ترقی کسی خاص شخص کے وجود کے ساتھ مت خیال کرو۔ سلسلہ کی طرف سے کارکن مقرر کئے جاتے ہیں ان میں اس بات کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے اس لئے ایسے کارکن لوگوں سے جب ایسی حرکات صادر ہوں تو انہیں ہرگز ہرگز معاف مت کرو، کیونکہ اس سے سلسلہ بدنام ہوتا ہے اور اس کے رعب میں فرق آتا ہے جیسا کہ لنڈن میں ہوا۔ باقی رہا خواجہ صاحب کا یہ کہنا کہ میرا ان سے علیحدہ ہونا فضول خرچی ہے اور آئندہ نقصانات کا اور مکروہات کا موجب ہوگا اور یہ کہ میں ان کے قدم قدم پر چلتا ہوں ان تمام باتوں کے جواب میں یہ عرض ہے کہ میرا وجود یہاں فضول نہیں کیونکہ جو کام میں یہاں کر رہا ہوں نہ تو وہ کام یہاں مولوی صدرالدین صاحب کر سکتے ہیں اور نہ ہی خواجہ صاحب ہندوستان بیٹھے ہوئے میری جگہ پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ میں ادھر ادھر لیکچر دینے کے لئے جاتا ہوں جس کے لئے مولوی صدرالدین صاحب کو ہرگز فرصت نہیں کیونکہ ووکنگ میں اتنا کام ہے کہ وہ ایک دن کے لئے بھی اسے نہیں چھوڑ سکتے، چہ جائیکہ وہ ہفتوں تک ووکنگ سے غائب رہیں جیسا کہ مجھے ضرورت پڑی اور آئندہ انشاء اللہ پڑے گی مثلاً برمنگھم اور اس کے گردونواح میں لیکچر ہونگے اور یہ لیکچر انشاء اللہ تعالیٰ تقریباً سات ہونگے جن کے لئے مجھے دس روز یا اس زیادہ ٹھہرنا ہوگا۔ باقی رہا خواجہ صاحب کے قدموں کی نسبت اگر میں نے نعوذ باللہ ان کے قدموں پر چلنا ہوتا تو ووکنگ میں مجھ سے کیوں کہا جاتا کہ ہم ایک چھت کے تلے کام نہیں

کر سکتے میں اپنے لیکچروں میں سادگی سے اسلام کو پیش کرتا ہوں اور موقع بہ موقع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر پاک بھی کرتا ہوں۔ جیسے سنا ہے کہ خواجہ صاحب سم قاتل سمجھتے ہیں یہ ہی میری عادت لوگوں کے ساتھ خط وکتابت میں اور بوقت ملاقات ہے۔ چنانچہ پہلا شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اسلام پہنچایا یعنی سٹرپشیں کوریو وہ احمدی بھی ساتھ ہی ہوا اور آئندہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے تو جو لوگ میرے ذریعہ مسلمان ہونگے وہ احمدی انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ہونگے اس کے علاوہ ایک لیڈی ہے اس خاتون کو کسی غیر احمدی کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعودؑ کا علم ہوا اور اس نے اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھی اور اس بات پر ایمان لائی کہ مرزا غلام احمد صاحب نبی ہیں اور کہتی ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گیا، اس کے علاوہ میں نے ایک اور انگریز کو احمدیت کی دعوت دی اس نے منظور کی اور کل رات (جمعہ سے) سلسلہ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی اور چندہ دینے کا وعدہ کیا۔ کیا خواجہ صاحب نے یہ کام کیا جب یہاں پر تشریف رکھتے تھے آیندہ کر سکتے ہیں خواجہ! دیکھو! کامیابی اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے تمہاری اور ہماری چال یا طرز کی کوئی بات نہیں۔ طرز درحقیقت ایک ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتلادی ہے آپکی طرزیں اور آپ کے پاک قدم آپ کو مبارک ہوں، باقی رہا آپ کے ''اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب'' اس کی نسبت میری یہ رائے ہے کہ آپ نے جو میرے متعلق اس میں لکھا ہے آپ کو اور مجھے بخوبی علم ہے کہ وہ بالکل لغو اور جھوٹ ہے اس میں باقی باتوں کا بھی جنکی نسبت آپ نے اس میں ذکر کیا ہے۔ قیاس کر سکتا ہوں، باقی رہا آپ کے الفاظ ''پیارو'' ''آؤ'' ''جاؤ'' ''الغرض'' اور ''خدارا'' بھلا سوچئے کہ ان کا میرے پر کیا اثر ہو سکتا ہے کیونکہ میں آپ کے ساتھ نو ماہ تک رہا اور آپ کا میں نے خوب اندازہ کیا جن احمدی احباب کے ساتھ آپ کا تعلق ہے ان پر مجھے رحم آتا ہے، آپ نے اس جلد شدہ کتاب میں لوگوں کو بہت حلف دیئے ہیں۔ میں تو ادنیٰ ادنیٰ شخص کو بھی حلف دینا پسند نہیں کرتا مگر میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ مندرجہ ذیل اشخاص کے اسلام لانے میں آپ کی تبلیغ کا کہاں تک تعلق ہے، یعنی اس میں پہلی رسم لارڈ ہیڈلے کیپٹن عبدالرحمان ایک شخص جو روس سے دوسرا جو بیلجیم سے مسلمان ہوئے، دوسری بات اگر یہ لوگ آپ کی تبلیغ سے واقعی مسلمان ہوئے ہیں تو ان لوگوں کے اعتقادات و زندگیوں پر آپ کا کیا اثر ہے۔ ان تعودو نعد

راقم فتح محمد

(الفضل 18 مارچ 15ء 18 فروری 15ء)

(کارونڈل۔میری ہل۔ووکنگ انگلینڈ)

واپسی

مکرم معظم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے مبلغ انگلستان 29 مارچ 4.30 بجے قادیان دارالامان بخیر و عافیت پہنچے فالحمدللہ علی ذالک حضرت خلیفہ برحق کو جب اطلاع ہوئی تو آپ استقبال کے لئے تشریف لے گئے اور جوں جوں احباب کو اطلاع ہوتی گئی وہ بھی ساتھ ملتے گئے حضور موڑ پر لب سڑک جو کنواں ہے اس سے دو تین سو قدم آگے چوہدری صاحب سے ملاقی ہوئے پھر ان کو ٹم ٹم پر سوار کر کے معہ خدام واپس تشریف لائے جمعہ کے دن شام کے وقت حضور نے چودہ پندرہ احباب کے ساتھ چوہدری صاحب کو دعوت مسنونہ دی اور ہفتہ کو صبح کو چوہدری صاحب نے تعلیم الاسلام ہائی اسکول کے ہال میں انگریزی میں لیکچر دیا جس سے اسلام کی خوبیاں بیان فرمائیں اور یہ بتایا کہ یورپ کس قدر اس تعلیم الٰہی کا محتاج ہے 3 اپریل بعد از نماز مغرب مسجد اقصیٰ میں چوہدری صاحب نے سوا گھنٹہ اردو میں لیکچر دیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب میں نے یہاں سے روانہ ہونے کا قصد کیا تو میری راہ میں بہت سی مشکلات ڈالی گئیں مگر اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور میں اپنی دلی خواہش کو پورا کر سکا سب سے پہلے آپ مجھ سے توقع نہ رکھیں کہ میں اس بارے میں آپ کے سامنے کچھ بیان کروں گا کیونکہ میں خواجہ صاحب یا مولوی صاحب کی نسبت کچھ نہیں کہنا چاہتا نہ اسکی ضرورت ہے میں اپنے بارے میں کچھ ذکر کروں گا وہ بھی اس لئے کہ آپ کو وہاں کے حالات کا علم ہو اور آپ یقین کریں کہ احمدی مشن وہاں کامیاب ہوا اور اس سے زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے اور یہ کہ احمدیت کی تبلیغ کی وہاں سخت ضرورت ہے اور اس کے لئے آپ کی متفقانہ ہمت اور امداد کی ضرورت ہے میں اپنی ذات کے متعلق ہر ایک تکلیف برداشت کر سکتا تھا مگر ایک اصولی اختلاف جو طرز تبلیغ میں پیش آ رہا تھا اس کا میرے پاس کوئی علاج نہ تھا وہ حضرت مسیح موعود کا ذکر ضرورت کے وقت کرنا بھی غیر احمدیوں کی طرف سے حصول چندہ میں مانع سمجھتے تھے۔ دوسری مجھے یہ

شکائت تھی کہ کسی سے اختلاف ہے تو ہو اس کی تردید بھی ہو اس سے علیحدگی بھی ہوتی ہے تو ہو مگر کم از کم میرے سامنے اسے گالیاں تو نہ دی جائیں۔آخری بات بھی ایک حد تک قابل برداشت ہوسکتی تھی مگر پہلی بات بہت مشکلات میں ڈالنے والی تھی کیونکہ اس قدر بھی منظور نہیں کیا جاتا تھا کہ میں ووکنگ سے باہر اپنے طور پر اپنے ذاتی رسوخ وکوشش سے کام لیکر اگر کہیں لیکچر دوں تو اس میں مسیح موعود کا ذکر کر دوں پھر اس کے ساتھ ہی خلافت کا جھگڑا بھی پیش آ گیا۔میں کہتا تھا کہ قیام خلافت سے مطلقاً انکار احمدی جماعت کی ترقی میں سخت حارج ہے۔کیونکہ بغیر ایک شخص کی ماتحتی کے نظام وحدت قائم نہیں رہ سکتا اور جب تک کوئی قوم نظام کے نیچے کام نہیں کرتی وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ہندوستان میں ہندوؤں کو جو زوال آیا تھا تو اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ وہ مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے تھے اور کسی نظام وحدت کے نیچے نہ تھے۔راجپوتانہ کی ریت کے ذرے اور ہمالیہ پہاڑ کے ذرے ایک ہی جنس سے ہیں مگر ایک متفرق ہیں اور آپس میں کسی خاص ذریعہ سے ایک کے حکم سے نہیں اور دوسرے بوجہ شدت تعلق مل کر ایسے مستحکم ہو گئے ہیں کہ ہوا کا طوفان انہیں اڑا نہیں سکتا۔پھر وہ نہ خود اپنی حفاظت کرتے ہیں بلکہ دوسروں کے آرام کا موجب بھی ہیں کہ ان سے چشمے بہتے ہیں اور قسم قسم کے پھل پھول پیدا ہوتے ہیں پھر آپ تو خلیفہ کو کثرت رائے پر اختیار دین موجب نقصان اور آج کل کے آئین کے خلاف سمجھتے ہیں مگر آپ دنیا کی تمام موجودہ سلطنتوں کو دیکھ لیں کہ جو بادشاہ کی قائل ہیں وہ بھی بادشاہ کی ذات کو قانون سے بالاتر سمجھتی ہیں اور جو قومیں پریزیڈنٹ تجویز کرتی ہیں وہ بھی کثرت رائے کے مقابل پر اس کے احکام کو ترجیح دیتی ہیں امریکہ کے پچھلے پریزیڈنٹ کا واقعہ سب کو معلوم ہے کہ کثرت رائے نے ایک قانون دو بیویاں کرنے والوں کے متعلق پاس کر دیا مگر پریزیڈنٹ نے اس کے خلاف کہا تو پھر اس کثرت رائے پر عمل نہ ہوا۔اور اس پریزیڈنٹ کے حکم کے لحاظ یہاں تک ہے کہ پھر دوسرے پریزیڈنٹ کے عہد میں بھی وہ مسئلہ نہیں چھیڑا گیا اور ہم تو جو خلیفہ مانتے ہیں وہ ماتحت ہے قرآن مجید کے احکام کے رسول اللہ کے احکام کے مسیح موعود کے احکام کے یہ دو اصولی اختلاف تھے کہ ان کے ساتھ ملکر کام کرنا دشوار تھا آخر میں الگ ہوا اور میری مضطرانہ دعاؤں کے جواب میں ایک صبح اللہ نے کشف کی حالت کہو یا الہام سے ممتاز کیا اور میں نے

عالم بیداری میں یہ آواز زور سے سنی کہ میاں محمود کی بیعت پشاور سے لیکر بہار تک کے لوگ کریں گے۔ اور پھر آواز آئی اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ میں اس کے معنی نہیں سمجھا مگر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ غیر معمولی طور پر مجھ پر علوم کا انکشاف ہوا اور لیکچر دینے کیلئے میرا سینہ کھول دیا گیا ورنہ میرے لئے یہ بات بہت ہی مشکل تھی چار ماہ تو مجھے خط وکتابت اور رسوخ پیدا کرنے میں لگ گئے باقی ایک سال مجھے کام کرنے کا موقعہ ملا اور وہاں کے لوگ کام کرنے میں ایسا انہاک رکھتے ہیں کہ اتوار ہی کو کوئی لیکچر ہوسکتا ہے اس طرح پر 48 لیکچر ہوسکتے ہیں مگر میرے 54 لیکچر ہوتے کیونکہ بعض سوسائٹیوں نے مجھے لکھا کہ آپ ایک لیکچر ہفتہ کی شام کو دیں اور ایک اتوار کو ایک لیکچر قابل ذکر ہے جو الہام و وحی پر تھا جسے سن کر ایک دہریہ نے مجھ پر کچھ ٹھٹھا کیا مگر تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اور وہ کہنے لگا کہ آپ کے دلائل نہایت معقول اور زبردست ہیں میں خدا کو مانتا نہیں تھا اب مانتا ہوں پھر اس کی ستدعا پر میں نے اسے حضرت مسیح موعود کی ایک پیش گوئی بتائی جو ابھی پوری نہیں ہوئی تھی جب جنگ شروع ہوئی اور اخبارات میں بعینہ وہی فقرات چھپنے لگے جو میں نے حضرت اقدس کی نظم اور عبارت سے بنائے تھے تو وہ احمد پر ایمان لایا اور اب مخلص احمدی ہے اور پر جوش مبلغ پھر ایک اور لیکچر قابل ذکر ہے جس کے خاتمہ پر بوڑھا پریزیڈنٹ جو عیسائی تھا بول اٹھا کہ اگر اسلام یہ ہے جو تم نے بیان کیا تو وہ عیسائیت سے بہت اعلیٰ ہے پھر ایک یہودی تھا جس کو میں نے ٹیچنگز آف اسلام دی اس کے پڑھنے پر وہ احمدی ہوگیا بعض لوگ ایسے بھی احمدی ہوئے جو خدا تعالیٰ کی ہدایت سے میرے پاس پہنچے۔ ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے کہا مجھے دوبار رؤیا میں کہا گیا ہے کہ ایک ہندوستانی یہاں لیکچر دے گا، جو مذہب وہ بتائے وہی حق ہے اسے قبول کرنا۔ چنانچہ یہ شخص بھی احمدی ہوگیا۔ ایک خاتون نے اپنی رؤیا سنائی کہ میں ایک مشرقی ملک میں گئی ہوں اور ایک دربار ہے جس کے تین حلقے ہیں اور میں تیسرے حلقے میں بیٹھی ہوں۔ میں نے اسے کہا کہ مسیح موعود خلیفہ اوّل کے بعد اب خلیفہ ثانی ہیں ان کی بیعت میں داخل ہوگی یہ خاتون بھی احمدی ہے اور حضرت اقدس سے محبت کا یہ حال ہے کہ تقریباً ہر وقت یہی ذکر کرتی رہتی ہے۔ ان احمدیوں میں سے جو خدا کے فضل سے میرے تعلق کے سبب ہوئے، تین ایسے مرد ہیں جو رائٹر ہیں جن کا پیشہ ہی یہی ہے کہ بذریعہ تحریر وتصنیف وجہ معاش پیدا کرنا وہ

سلسلہ احمدیہ کے لئے بہت مفید کام دے سکتے ہیں اور عمر میں بھی جوان نہیں بلکہ 60,50,40 سال کے ہیں یعنی پختہ کار ہیں یہ بالکل غلط ہے کہ میں نے کسی کے مسلمان کئے ہوئے لوگوں کو احمدی خیالات کا بنایا بلکہ جن لوگوں کا ذکر میں نے کیا یہ وہی ہیں جو براہ راست محض بافضال خداوندی میری تبلیغ سے احمدی ہوئے اس کے بعد چوھدری صاحب نے تبلیغ کے متعلق چند تجاویز پیش کیں اور کہا کہ ہم کو جو امانت مسیح موعود نے سپرد کی ہے ہمارا فرض ہے کہ اسے اکناف عالم میں پہنچائیں اور ہمت نہ ہاریں اور ایک نظام وحدت میں ہو کر خلیفہ کے ماتحت کام کریں کیونکہ ذاتی طور پر جو شخص کام جو انفرادی حالت میں کئے جائیں کبھی بارآور نہیں ہوئے اور ہوتے ہیں تو بہت جلد زوال پذیر۔ پس کام وہی ہے جو جماعت نظام وحدت کے اندر کرے اور کسی مشن کو ذاتی مشن اور اس کی آمد کو ذاتی ملکیت قرار نہ دے۔

(الفضل 4،8 اپریل 16ء)

خط کا خلاصہ

میں نے ایک پادری کو خط لکھا تھا کہ آپ کو عیسائیت سے کیا ملا؟۔ اس نے جواب میں لکھا کہ 63 برس جو میں نے خدا کی خدمت میں گزارے ہیں خدا کے لاانتہاء رحم پر میری حد سے زیادہ اُمید بندگئی ہے۔ یہ مجھے اس کے بیٹے کے مصلوب ہونے سے اور روح القدس سے ملی ہے۔ اس خط کا جواب میں نے اسے لکھا کہ ہر ایک مذہب کا متبع یہی کہتا ہے کہ ہمارے مذہب میں نجات ہے جو آخرت میں ملے گی لیکن ہمیں تو جب یقین ہوا کہ اسی دنیا میں اس کا ثبوت ملے تو ہمیں یقین ہو جائے گا کہ جب دنیا میں ہم اس پر چل کر نجات پا سکتے ہیں تو اس کا آخرت کا دعویٰ بھی سچا ہے پھر میں نے اسے لکھا ہے کہ اسلام ایسا دعویٰ کرتا ہے اور دعویٰ ہی نہیں کرتا ثبوت بھی دیتا ہے۔ چنانچہ آج بھی اس مذہب پر چل کر ایک شخص اس اتنے بڑے درجہ کو پہنچ گیا جس نے دعویٰ کیا کہ میں نبی اللہ ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے کلام کرتا ہے اس نے کثرت سے آسمانی نشان اپنے دعویٰ کی صداقت میں پیش کئے اس کا نام احمد آف قادیان ہے وہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ مجھے اسلام کی فرمانبرداری سے ملا ہے دیکھئے کیا جواب دیتا ہے؟۔

گذشتہ پیر کے روز ایک میٹنگ میں گیا جس میں ایک لائق ڈاکٹر نے ثابت کیا کہ منشی اشیاء مثلاً افیون ،بھنگ وغیرہ کے کیا کیا ضرر ہیں اور کیا فوائد ہیں انسانوں میں اس کا کیا اثر ہوتا ہے لیکچر کے بعد سوال وجواب ہوتے رہے جن کا ماحصل یہ تھا کہ اگرچہ بعض صورتوں میں مفید بھی ہیں لیکن نقصان زیادہ ہیں محض میخواری کی وجہ سے ایک سال میں چار ہزار اشخاص مرے ہیں۔ جب انسان تھوڑا تھوڑا استعمال شروع کرتا ہے تو پھر بڑھتے بڑھتے عادت زیادہ کی ہوجاتی ہے۔آخر میں نے بھی کھڑے ہوکر ایک چھوٹا سا ریمارک دیا میں نے کہا کہ موجودہ ترقی کے زمانہ کے سائنٹسٹ بڑی جدوجہد سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نشی اشیاء کے مضرات زیادہ ہیں، بہ نسبت اس کے فوائد کے لیکن اسلام کی پاک کتاب نے تیرہ سوسال سے زیادہ ہوئے کہ یہی بات بتائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے،**اثمھما اکبر من نفعھما**۔چونکہ اسلام بدی کو جڑھ سے اُکھیڑتا ہے اس لئے ایسی منشی اشیاء کے استعمال سے قطعاً منع کرتا ہے کیا ہی قابل اتباع وہ مذہب ہے جس میں ہماری بہتری بہبودی کو مدنظر رکھا ہے کیا اب ایسا مذہب پیروی کے قابل نہیں۔

دوسرا خط:۔اس ہفتہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام کرنے کی خوب توفیق ملی رسالہ میگزین بابت ماہ دسمبر تقسیم کیا اور دوستوں کو تبلیغی چٹھیاں لکھیں جن کا مضمون یہ تھا اللہ تعالیٰ کے قانون قدیم کے مطابق دنیا میں ضلالت فسق وفجور جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے کسی برگزیدہ کو بھیجتا ہے جو پھر تازہ آسمانی نشانوں سے لوگوں کے ایمان کو تازہ کرتا ہے۔اور وہ پھر خدا تعالیٰ کے صفت پر کامل ایمان لا کر گناہوں سے بچ جاتے ہیں۔اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانہ اس بات کا متقاضی تھا کہ کوئی عظیم الشان مصلح اس بے دینی اور گمراہی کے وقت میں آوے۔احمد آف قادیان نے اس وقت کے مصلح ہونے کا دعویٰ کیا اور اس نے عظیم الشان ثبوت اپنے دعویٰ کے دلائل میں دیئے جوخوارق عادت کے طور پر پورے ہوئے اور وہ اپنے دعویٰ میں کامیاب ہوا پگٹ اور ڈوئی کی طرح ناکام ونامراد نہیں رہا۔پس ایسے دعویدار کو ماننا ضروری ہے اگر ہم احمد کو نہ مانیں تو دوصورتیں ماننی پڑیں گی۔اوّل۔یہ کہیں کہ زمانہ ایسے مصلح کا حاجت مند نہیں۔تو یہ غلط ہے۔زمانہ تو چاہتا ہے کہ کوئی آوے۔دوسری یہ صورت ہے کہ زمانہ تو چاہتا ہے لیکن اب کوئی آنہیں سکتا۔ یہ کہنا خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے برخلاف

ہے بعض دوستوں نے تو اس کا جواب نہیں دیا اور بعض نے شکریہ ادا کیا۔ ایک پادری نے اس پر زیادہ گفتگو کرنی پسند کی ہے مجھے لیکچر کے لئے 19 اپریل کو بلوایا ہے۔ مضمون کا عنوان اس نے ''خدا کا نیا رسول'' رکھا ہے۔

گذشتہ پیر کے روز ایک دوست ملے تھے اور ان کے ساتھ ایک مسلمان بیرسٹر بھی تھے کہتے تھے ہم تم کو سوسائٹی کا امام بناتے ہیں بشرطیکہ تم قادیانی سلسلہ کا ذکر نہ کرو اسکو ہندوستان میں ہی رہنے دو۔ یہاں عام اسلام پیش کرو مرزا صاحب کا نام نہ لو۔ میں نے کہا کہ اسلام مرزا صاحب کے بغیر ایک ڈھانچے کی طرح ہے جس میں جان نہیں پھر اگر مرزا صاحب ہی کو جو اسلام کی جان ہیں پیش نہ کیا تو اس کا کیا اثر ہوگا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آخر ووکنگ والے بھی تو اسلام پیش کرتے ہیں اور وہ مرزا صاحب کا نام بھی نہیں لیتے میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے تو اس زمانے کے مفاسد کو دور کرنے کے لئے مسیح موعود کو علاج تجویز کیا ہے اگر اب اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے گا تو پھر مسلمانوں کی سب کوششوں کا حال وہی ہوگا جو اتنے عرصہ سے ہو رہا ہے۔ اسلام کو ہم زندہ مذہب کس طرح پیش کر سکتے ہیں جب تک یہ نہ بتایا جائے کہ اس کے متبعین اس زمانہ میں بھی اعلیٰ درجہ کے روحانی مراتب اور مدارج حاصل کر سکتے ہیں بعد میں میں نے ایک کو حضرت صاحب کے دعاوی کے متعلق خط لکھا ہے اور ایک کو ریویو رسالہ بھیجا ہے۔

اخبار ''ایوننگ نیوز'' میں ایک مدعی نبوت پر ایک نوٹ نکلا تھا۔ جس نے کچھ عرصہ عروج کیا لیکن آخر کار ناکامی کی حالت میں مر گیا۔ اس پر میں نے اخبار مذکور میں ایک چٹھی بھیجی ہے، جس میں بتایا ہے کہ اس شخص کی ناکامی اور تباہی ڈوئی اور پگٹ کی ناکامی اور تباہی کی طرح اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ یہ جھوٹے مدعی نبوت تھے۔ لیکن میں ایک سچے مدعی نبوت کو پیش کرتا ہوں جس کا نام احمد آف قادیان ہے جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، اور اپنے دعاوی اور مشن میں کامیاب ہوا وہ سب نشان اس کے دعویٰ کے ثبوت میں پورے ہوئے جو مسیح کی دوبارہ آمد کے متعلق انجیلوں میں بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً، قحط، مری، طاعون، زلازل، جنگ۔ اس کے متبعین اس وقت آدھا ملین سے زیادہ ہیں، جو اس کی تعلیم پر پورے طور سے کاربند ہیں اس کی تعلیم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس وقت جہاد حرام ہے سلطنت برطانیہ سے وفاداری

اوراس کی اطاعت ضروری ہے اس تعلیم کا اثر مسلمانوں میں یہ ہوا کہ ایسے نازک وقت میں وہ گورنمنٹ کے وفادار اور نمک حلال رہے یہ اسی نبی کی زبردست تعلیم کا نتیجہ ہے، اس چٹھی کے ساتھ میں نے وہ اشتہار جوصوفی غلام محمد صاحب نے ماریشس میں ''برٹش گورنمنٹ اور جہاد'' چھپوایا ہے بھجوادیا۔ طریق تبلیغ:۔ میرا یہ خیال تھا کہ بغیر عیسائی مذہب پر نکتہ چینی کرنے کے اسلام پھیلایا جائے لیکن اب طبیعت اس طرف گئی ہے کہ پہلے ان کے اپنے مذہب کی کمزوری ثابت کی جائے پھر انہیں یہ معلوم ہوجائے کہ ان کے اپنے مذہب میں کچھ نہیں تو ان کو اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا جائے اور معلوم ہوا کہ نرمی سے ان کا مذہب اچھی طرح بیخ وبن سے اکھاڑا جا سکتا ہے۔

(الفضل 11 اپریل 16ء)

مضامین

محترم چوہدری فتح محمد سیال صاحب نے مختلف وقتوں میں کئی ایک مضامین اخبار البدر اور الفضل قادیان و ربوہ میں تحریر کئے ہیں۔ اگر اُن تمام مضامین کو جمع کیا جائے تو ایک الگ سے کتاب بن جائے گی۔ ذیل میں آپ کے مضامین کی ایک فہرست بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔ یہ تمام مضامین کی فہرست نہیں ہے۔ قاری اس کا مطالعہ کر کے اندازہ لگا سکتا ہے کہ محترم سیال صاحب نے کن کن موضوعات پر قلم اٹھایا۔ یہ فہرست اخبار الفضل سے لی گئی ہے۔

نمبر شمار	مضمون	تاریخ اشاعت
	ایک احمدی انگلش خاتون کا خط بنام	19 اگست 1916ء
	انگلستان میں تبلیغ اسلام	28 جولائی 1921ء
	علماء غیر احمدیاں کا اللہ اور رسولؐ اور خلفاء پر حملہ	3 اپریل 1922ء
	آریوں کی غلط بیانی	21 مئی 1923ء
	علاقۂ ارتداد میں مسلم جماعتوں کے باہمی طریق عمل کا کشفِ راز	31 مئی 1923ء
	آریوں کی رنگ آمیزی	15 اپریل 1923ء
	علماء اسلام کی خطرناک پالیسی	3 مئی 1923ء
	آریہ دھرم کے نابود ہو جانے کی پیشگوئی	28 مئی 1923ء
	غریب ملکانوں پر شدید مظالم (فتنہ ارتداد)	4 جون 1923ء
	41/2 لاکھ ملکانوں کو ارتداد سے بچانے کا طریق ہندوؤں سے چھوت چھات	31 جون 1923ء
	آریوں کے دھوکے سے بچو	30 نومبر 1923ء

	شدھی پر موت	4 مارچ 1924ء
	تبلیغ ادنیٰ اقوام	31 جنوری 1925ء
	تحریک شدھی کے خطرات ہندو قوم کے لئے	31 مئی 1927ء
	ہندو اقوام میں تبلیغ اسلام	24 جون 1927ء
	ہندو سوسائٹی کی تباہی کے آثار	5 اگست 1927ء
	رحمۃ للعالمین کی سیرت کے متعلق لیکچروں کا انتظام	10 اپریل 1928ء
	سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر 2 جون کے جلسوں کے متعلق جدوجہد	12 مارچ 1929ء
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت ایک بینظیر سپہ سالار	31 مئی 1929ء
	ستھیارتھ پرکاش ایک آریہ کی نظر میں	2 اگست 1929ء
	روحانی سزا کے مقابل پر جسمانی سزا کچھ نہیں	9 فروری 1938ء
	غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق پیغام صلح کے مطالبہ کا جواب	15 مئی 1941ء
	موت کے متعلق خواب کی تعبیر	28 مئی 1943ء
	موجودہ سیاسی فسادات کے متعلق	24 اپریل 1947ء
	مسلمانوں کو از سر نو مسلمان کرو	16 اپریل 1950ء

محترم سیال صاحب کے چند ایک مضامین بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

مالی قربانی کے لئے جماعت کو تحریض

آپ مختلف اوقات میں جماعت کو مختلف قسم کی مالی قربانیاں کرنے کے لئے تحریص دلاتے رہتے تھے۔ تا کہ جماعت مالی جہاد میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔اس بارے میں شائع شدہ چند رپورٹیں ملاحظہ ہوں۔

ایک قابل غور چٹھی

مکرمی چوہدری فتح محمد صاحب سیال سیکرٹری ''ترقی اسلام' ذیل کی چٹھی بغرض اشاعت بھیجتے ہیں۔ احباب کے لئے حصول ثواب کا یہ نہایت قیمتی موقعہ ہے۔اس بھائی کی ضرور مدد کرنی چاہیے اور سیکرٹری ترقی اسلام کو بہت جلد یہ رقم بھیجنے کے قابل بنا دینا ضروری ہے۔خصوصاً ایسی حالت میں کہ یہ رقم بطور قرضہ ہے الحکم کے پچاس خریدار یہ رقم آسانی سے پورا کر سکتے ہیں۔الحکم کے لئے یہ نہایت ہی خوشی کی بات ہو گی اگر صرف اس کے خریدار چھوٹی سی رقم پوری کر دیں۔ میں اس کے عملی جواب کی اشاعت کا شوق سے انتظار کروں گا۔سیکرٹری صاحب کی چھٹی حسب ذیل ہے۔

''جزیرہ سیلون میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ارادہ تھا کہ ایک مستقل احمدیہ مشن قائم کیا جائے لیکن کسی نامعلوم وجہ سے گورنمنٹ سیلون اس بات پر مزاحم ہوئی اور یہ ارادہ ملتوی کیا گیا۔علاوہ مبلغ کے جماعت سیلون کو ایک امام اور معلم کی ضرورت بھی تھی حسب اتفاق سے مولوی ابراہیم صاحب جو کہ مالا باری تاجر ہیں اور اسلام سے واقفیت بھی رکھتے ہیں چند مہینوں سے کولمبو میں مقیم ہیں اور اسی فکر میں ہیں کہ وہاں تجارت کا کام شروع کریں اور احمدی جماعت کی امامت اور تعلیم بغیر کسی معاوضہ کے کرتے رہیں۔لیکن مولوی صاحب کے فنڈز میں کچھ کمی ہے۔مولوی صاحب مذکور نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں تحریر کیا کہ اگر ان کو پانچ صد روپیہ قرض کے طور پر انجمن ترقی اسلام کی طرف سے مل جاوے تو وہاں ان کا کام چل سکتا ہے۔چونکہ ترقی اسلام میں اس قدر روپیہ نہیں ہے۔اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے

تجویز فرمایا ہے کہ ترقی اسلام کی ضمانت پر کسی ذی ثروت احمدی دوست سے یہ پانچ صدروپیہ بطور قرض لے کر مولوی صاحب مذکور کو دیدیا جاوے۔ مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ چند ماہ میں یہ روپیہ بہ اقساط واپس کر دیا جاوے گا۔ جو دوست اس کارخیر میں مدد کرنی چاہیں وہ مہربانی کر کے سیکرٹری ترقی اسلام سے خط و کتابت کی

(الحکم 7راپریل 1918ء صفحہ 1 تا 2)

نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ

مسلمانان جموں وکشمیر کی امداد کیلئے چندہ کی تحریک

ایک پائی فی روپیہ چندہ کی تحریک

چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ ناظر اعلیٰ نے اس چندہ کی تحریک کی طرف توجہ دلاتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے گذشتہ سے پیوستہ جمعہ کے خطبہ میں تحریک فرمائی ہے کہ مسلمانانِ کشمیر کی آزادی کے لئے اور اہل کشمیر کے لئے ابتدائی انسانی حقوق حاصل کرنے کے لئے جو تحریک جاری ہے اسکے اخراجات کے لئے ماہوار آمد پر ایک پائی فی روپیہ کے حساب سے چندہ دیا جائے تا کہ اخراجات کا باقاعدہ انتظام ہو جانے کے بعد اس تحریک میں جو لوگ کام کر رہے ہیں ان کے اخراجات کا ایک حد تک انتظام ہو سکے اور وہ اپنے کام میں عمدگی سے مشغول ہوسکیں۔''

میں نے اس معاملہ پر غور کیا ہے۔ دراصل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے اس عظیم الشان معاملہ کی انجام دہی کے لئے جو مطالبہ کیا گیا ہے وہ بہت ہی خفیف ہے۔ ایک سو روپیہ کی آمد پر صرف آٹھ آنے چار 4 پائی چندہ بنتا ہے۔ جو اس قدر قلیل رقم ہے کہ اس کی ادائیگی کے متعلق کسی قسم کا تامل ایک مومن کیلئے ناواجب ہے۔ میں نے اپنے دفتر میں تحریر دی ہے کہ آئندہ میری تنخواہ میں سے ہر ماہ دو پائی فی روپیہ کے حساب سے کاٹ کر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے حساب میں جمع کرادیا جایا کرے۔ جزرسی اور کفایت

شعاری ایک اچھی چیز ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں جزرسی کا خیال ایک نہایت ہی مکروہ اور نامناسب خیال ہے۔وہ محسن اور بابرکت ذات جس کی عطا بغیر حساب ہے۔اس کے ساتھ حساب وکتاب ایمان کی شان کے بالکل خلاف ہے اس لئے امید کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ اس کرتی ہوئی لبیک کہے گی۔اور اگر ریاست جموں وکشمیر کے مسلمان بھائیوں کو انتہائی مصائب وآلام میں دیکھتے ہوئے بھی ہندوستان کے دوسرے مسلمانوں کے خون سفید پڑ جائیں (جو مسلمان بھائیوں کا طرہ امتیاز ہے) تو بھی حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت اس کے لئے اپنی انتہائی کوشش اور سعی صرف کردے احمدی جماعت کو یہ یادھنا چاہیے کہ ہماری کامیابی کی بنیاد کسی کام اور اسکے متعلق جو ظاہری کوشش کی جائے اس کی نسبت پر نہیں بلکہ ہماری کامیابی کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی سچی خدمت کا جب صحیح جذبہ انسان میں انبیاء کی تعلیم کے ماتحت پیدا ہو جاتا ہے۔تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق روحانی جماعت کی نصرت کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔اور پھر دنیا میں کوئی طاقت ایسی جماعت کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔اسی لئے صحابہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ

ترجمہ:''جس طرف مسلمانوں کی جماعت توجہ کرے گی اسی طرف اللہ تعالیٰ بھی توجہ کرے گا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فیصلہ فرما رکھا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اپنے مخالفوں پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ان حالات میں اسلامی جماعت کے دل میں کبھی شکست کا خیال بھی نہیں آنا چاہیے۔ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض وقتی تکالیف درپیش ہوں لیکن یہ بھی اس کی ادائیگی کے متعلق کسی قسم کا تامل ایک مومن کیلئے ناواجب ہے۔اور یہ بھی دراصل مومنوں کے انعام میں زیادتی کے لیے پیدا کی جاتی ہیں نہ اس لئے کہ ان کو کامیابی کے انعام سے محروم کیا جائے۔کئی دفعہ مجھے خیال آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ہندوستان کی گری ہوئی اقوام کو اٹھانے کی طرف توجہ فرمانی چاہیے۔

میرا خیال تھا کہ اس شق میں مسلمان کمیوں کی طرف جو ہندوؤں سکھوں کے گاؤں میں رہتے ہیں اور ادنیٰ اقوام کی طرف توجہ کی جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے منشاء میں ان باتوں سے زیادہ ضروری اور اعلیٰ کام

آپ کے لئے مقدر تھا۔ کیونکہ کشمیری مسلمانوں کی آزادی سے ایک ملک اور بتیس 32 لاکھ کی قوم ایک ایسی قوم سے آزاد کرائی جائے گی جس کا ظلم اور تعلّی فرعون کے ظلم اور تعلّی سے کم نہیں ہے۔ برہمن، ہندو، راجپوت اور ڈوگرے اپنے آپ کو فرعون سے کم نہیں سمجھتے اور یقینی طور پر ان کے دل کشمیری مسلمانوں کی حقارت سے اسی طرح بھرے ہوئے ہیں۔ جس طرح فرعون کی قوم بنی اسرائیل کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ انگریزی علاقہ میں ایک حصہ قوم کی ترقی کا سوال ہے۔ لیکن کشمیر کی ساری قوم اور سارے ملک کا سوال ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اس عظیم الشان کام میں احمدیوں کو دوسرے بھائیوں کے ساتھ اس کے سرانجام دینے کا موقع دیا ہے۔

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام وہ لوگ جو مالی و جانی رنگ میں اس میں حصہ لیں گے اللہ تعالیٰ کے اجر کے مستحق ہوں گے وقت گذر جاتا ہے۔ عمریں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور ایسے جہاد کے مواقع انسان کو بار بار ہاتھ نہیں آتے۔ اس لئے اس موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور مالی و جانی قربانی کے ذریعہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسی طرح ایک اور موقع پر حضرت چوہدری صاحب نے جماعت کو مالی جہاد میں حصہ لینے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا تھا۔

مومنین کے دو گروہ

اعمال کے لحاظ سے مومنین کی تقسیم دو حصوں میں ہو سکتی ہے۔

ایک وہ گروہ ہے جو السابق الی الخیر کہلانے کا مستحق ہے۔ اس گروہ کے افراد میں نیک اعمال کو بجا لانے کا جوش طبعی طور پر پایا جاتا ہے۔ اور یہ گروہ بغیر کسی قسم کی یاددھانی یا انتباہ کے نیکی اور اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرنے میں دوسروں سے سبقت لے جاتا ہے۔

لیکن دوسرا گروہ وہ ہے جس میں اسلام کی محبت پائی جاتی ہے۔ لیکن ان کو یاددھانی اور تنبیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض افراد طبعاً غافل ہوتے ہیں۔ اور جب تک توجہ نہ دلائی جائے حصول نیکی اور انفاق فی سبیل اللہ کے مواقع کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اور جب تک توجہ نہ دلائی جائے ان کو احساس پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ انتباہ کے بعد ایسے لوگوں کی قربانی میں ایک خاص

جوش پایا جاتا ہے۔اور بعض ایسا جوش دکھاتے ہیں کہ صفِ اولین میں کھڑے ہونے والے بھی حیرت میں پڑ جاتے ہیں خود ہوشیار رہیں اور دوسروں کو ہشیار کریں اس کا علاج یہ ہے کہ ہوشیار رہیں وہ قافلوں کو تنبہ کریں اور جو جاگتے ہیں وہ سونے والوں کو جگائیں تاکہ ان کو دوہرا ثواب حاصل ہو اور ہمارے تمام کام سہولت سے سرانجام پائیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے الدال علی الخیر کفاعلہ

یعنی ''نیکی کے کام پر دلالت کرنے والے کو اسی قدر ثواب مل جاتا ہے جس قدر نیکی کرنے والے کو ملتا ہے۔

وسیع اور لامحدود نیکی کے وارث

میری اپنی تو رائے یہ ہے کہ چندہ کے معاملہ میں جو شخص دوسروں سے چندہ وصول کرتا ہے۔ اور اس طرح ان کو باقاعدہ چندے ادا کرنے کی عادت ڈالتا ہے وہ اس شخص سے زیادہ نیکی کا مستحق ہے۔ جو شخص اپنا چندہ بڑھ چڑھ کر ادا کرتا رہے۔ کیونکہ اموال کے خرچ کرنے کی آخر ایک حد ہوتی ہے ادھر ایک شخص اپنے لامحدود اموال میں سے ایک محدود رقم ہی دیسکتا ہے۔ خواہ اس کی نسبت دوسروں سے بڑھی ہوئی ہے۔لیکن جو احباب اپنے حقوق ادا کرنے کے بعد دوسروں کو نیکی پر آمادہ کرتے ہیں اور ان کو انفاق فی سبیل اللہ پر باقاعدگی کی عادت ڈالتے ہیں۔ وہ ایک وسیع اور لامحدود نیکی حاصل کرنے میں ممد اور معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اور سلسلہ کی ضرورت کو پورا کرنے میں مستقل اور قائم رہنے والے نظام کی بنیاد ڈالتے ہیں۔ اور ایک ایسی سنت کے قیام میں حصہ لیتے ہیں جس کی وجہ سے آخر کار اسلام باقی تمام ادیان پر غالب آئے گا۔

دین کیلئے خرچ کرنا

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اس وقت مصیبت اور تنگی کا زمانہ ہے۔ لیکن آج کل اسلام سب سے غریب اور سب سے زیادہ تنگ حالات میں گزر رہا ہے۔ اور جو شخص اپنی جان پر اور اپنے اہل وعیال پر

خرچ کرتا ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی ضرورت کے لئے کچھ نہ کچھ بچا سکے۔اس لئے ایسے تمام خیالات و وساوس سے مومن کو بچنا چاہیے اور اس جہاد کے موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔(الفضل 12/مارچ 1933ء صفحہ 3) (الفضل 18/فروری 1932ء صفحہ 3)

جماعت احمدیہ قادیان کے چھبیس مئی کے جلسہ میں چوہدری صاحب نے ریز روفنڈ فراہم کرنے کے بارے میں جماعت کو اس ضرورت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"اس وقت جو میں بعض باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ریز روفنڈ کے متعلق ہیں۔خلیفۃ المسیح الثانی کا منشاء ہے کہ""ریز روفنڈ میں پچاس لاکھ روپیہ جمع کیا جائے اور اس کا اکثر حصہ غیر احمدی احباب سے وصول کیا جائے۔"

ہمارا کیا حق ہے کہ غیر از جماعت سے چندہ لیں اس بارہ میں عرض ہے کہ

چونکہ فنڈ عام مسلمانوں کے فوائد پر خرچ کیا جائے گا اس لئے ہمارا حق ہے کہ ان سے لیں۔ مثلاً ہمارا تعلیم اسلام ہائی سکول ہے اس سے دونوں فریق استفادہ حاصل کرتے ہیں۔اسی طرح ہسپتال ہے اس سے بھی ہندو،سکھ،مسلمان سب علاج کرواتے ہیں۔اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہسپتال کے لئے چندہ ہم ان سے بھی مانگیں۔جس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ریز روفنڈ کا اعلان کیا تھا اس وقت اس کی بڑی غرض ہندوؤں کو مسلمان بنانا تھا۔یہ ایسا کام ہے جو براہ راست مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے۔اس لئے آپ ان سے چندہ مانگنے کے حق بجانب ہیں۔اسی طرح ملکانہ میں شدھی کی تحریک کو روکنے کی ضرورت پڑی اور جس میں تقریباً میرے اندازے کے مطابق جماعت احمدیہ کا تین لاکھ روپیہ خرچ ہوا اور اب تک وہاں کام ہو رہا ہے۔اس لئے ان لوگوں سے چندہ اس تحریک کی وجہ سے بھی مانگا جا سکتا ہے۔اسی طرح دوسروں سے چندہ وصول کرنے سے ایک روحانی فائدہ بھی ہے اور یہ ہے کہ روحانی ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان نیکی کا کام کرے۔"اور ہمارے دوستوں کا فرض ہے کہ ریز روفنڈ کی فراہمی کے لئے پوری جدوجہد سے کام لیں۔"

(الفضل 2/جون 1935ء صفحہ 3)

تقاریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خدمتِ اسلام

یہ ایک لیکچر ہے جو کہ چوہدری فتح محمد سیال صاحب نے ایک خاص جلسہ تشحیذ الاذہان کے واسطے لکھا تھا، مگر چونکہ جلدی تھی اور وقت بہت کم تھا اس لئے وہ نہ تو اسے پوری طرح سے دیکھ سکے اور نہ سارا مضمون شائع ہوا۔ جلسہ کے بعد آپ نے پوری محنت کے ساتھ اس مضمون کو تیار کیا۔ یہ مضمون مدت سے ہمارے پاس پڑا ہے اور اب شائع کیا جاتا ہے۔ چوہدری صاحب نے جو محنت اور سعی اس مضمون کے لکھنے میں کی ہے قابل داد ہے اور اور اُمید ہے کہ ناظرین اس سے پورا فائدہ اٹھائیں گے اور اس کے اندر جو جو باتیں لکھی گئی ہیں ان پر غور کرنے سے اپنے آپ کو احمدی جماعت میں مفید وجود ثابت کریں گے۔ والسلام............آڈیٹر“

پیارے حاضرین! آپ کے سامنے جس مضمون پر میں بولنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں وہ بڑا عظیم الشان مضمون ہے اور میری طاقت سے بہت بڑھ کر ہے کہ میں اس پر پورا احاطہ کرسکوں تاہم مضمون کی عظمت کے علم اور اپنی کمزوری کے احساس کے باوجود اس مضمون پر کچھ کہنے کے لئے میرا یہ عذر ہے کہ ہمیں اس وقت اس مضمون پر سوچنے کی بہت بڑی ضرورت ہے

کیونکہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ہر ایک عقلمند و راستی پسند شخص خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ آنجناب تشریف لائے تو اسلام کی کیا خدمت کی؟ اور آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو کن کن خطرات سے نجات دی؟ اس وقت جو ہمارے مخالف لوگ ہیں دوسرے چھوٹے چھوٹے اور فضول جھگڑوں کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں، یہ ان کی بالکل غلطی ہے اگر وہ لوگ حق پسند ہیں اور ان میں خوف خدا ہے اور ہمارے ساتھ ان کے جھگڑے کی بنیاد تقویٰ پر ہے تو اُن کو اس بات کی تحقیق کرنی چاہئے کہ جب ہمارے سیدنا مسیح موعودؑ نے دعویٰ مسیحائی کیا تھا اس وقت اسلام کی کیا حالت تھی

اور اب کیا حالت ہے؟ اگر آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے خوف کو امن سے بدل دیا ہے اور اگر اس میں ایک نئی قوت اور نئی روح پھونک دی ہے اور اس کو ایسا مضبوط کر دیا ہے کہ بجائے اس کے کہ پہلے وہ ایک خطرناک دماغی جنگ میں مشغول تھا اب مذاہب باطلہ پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا ہے او دشمن کو بجائے حملہ کرنے کے اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حضور کی خدمت کی ناشکری کی جائے اور آپ کی خلافت میں شک لایا جاوے کیونکہ ایسا کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ قرآن شریف (سورۃ النور آیت 56) میں فاسقوں کے لفظ سے تعبیر فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔـا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○

اور جیسا کہ یہ بات ہمارے مخالفوں کے لئے ضروری ہے ویسا ہی احمدی جماعت کے لوگوں کے لئے سخت ضروری ہے کہ ان کو علم ہو کہ آپ سے بیعت کا تعلق ہونے کے بعد ان کو کیا کیا فائدے ہونے ہیں اور کس کس طرح آپ نے لیظھرہ علی الدین کلہ۔ کی پیشگوئی کو پورا کیا ہے کیونکہ اس بات کو سمجھے بغیر ہم اس فرض سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ذمہ چھوڑ گئے ہیں ہرگز ہرگز پوری طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے اور نہ ہی دنیا کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ پس جب کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی خدمت اسلام پر کچھ بولنا آسان بات نہیں ہے اور یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ کوئی شخص مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام عمر کی کاروائی کو چند منٹ میں کھڑا ہو کر بیان کر دے تاہم کم از کم اتنا تو ضرور ہو گا کہ آپ لوگوں کے دل میں اس مضمون پر سوچنے کی تحریک ہو گی اور یہی میرے اس وقت کی کوشش کا اصل مقصد ہے اور اگر آپ صاحبان میری باتوں کی طرف پوری توجہ فرمائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ ہمارا وقت ضائع نہیں ہو گا۔ پہلی بات جو اس مضمون میں قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے اسلام کن کن خطرات میں پڑا ہوا تھا اور وہ کونسی باتیں ہیں جن کو دیکھ

کر دوست دشمن نے اسلام کی مرثیہ خوانی شروع کر دی ہے؟ چنانچہ ہم ان خطرات کو دو حصّوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔اول اسلام کی اندرونی کمزوری اور دوم اسلام پر بیرونی حملے۔ جب ہم بیرونی دشمنان اسلام کی طرف توجہ کرتے ہیں تو سب سے اوّل جس دشمن پر ہماری نظر پڑتی ہے وہ نیم دہریت اور مغربی سائنس اور فلسفہ کا حملہ ہے جن لوگوں کو مذہب اسلام سے جو کوئی خاص نفرت تو نہیں لیکن عام طور پر تمام الہامی مذاہب سے دشمنی ہے اور درحقیقت ان کا حملہ نفس مذہب پر ہے یہ نہ صرف مذہب اسلام پر بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات کے جیسا کہ انبیاء علیہم اسلام کے ذریعہ سے ظاہر ہوئے بالکل منکرین اور مسئلہ وحی والہام اور دعا پر ٹھٹھا کرتے ہیں اور یورپ میں ایک بڑی جماعت ہے جو اس بات کی کوشش کر رہی ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کو اڑا دیا جاوے اور ان کی خیال ہے کہ جتنی مصیبتیں دنیا پر لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے وارد ہو رہی ہیں اور جس قدر تکالیف میں انسان مبتلا ہے انسانی دماغ کے صفحہ پر سے لفظ مذہب کے مٹا دینے سے دور ہو سکتی ہیں اور ان کے خیال میں اب نوع انسان کے لئے سوائے اس راہ کے اور کوئی نجات کی راہ نہیں رہی۔آپ صاحبان میں سے شائد بعض لوگ حیران ہوں کہ یہ علم طبعیات کے ماہر اور فلسفہ دان تو اکثر انصاف پسند اور محقق لوگ ہوتے ہیں پھر ان کو اصول مذہب سے کیوں نفرت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بڑی غلطی عیسائیت اور عیسائی پادریوں کی ہے اور جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ عیسائیت ایک یہودی مذہب ہے اور اس کے تمام اصولی مسائل عقل صحیح اور فطرت سلیم کے بالکل مخالف ہیں اور جو کوئی محقق انصاف پسند آدمی ان کو قبول نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ علم دوست لوگ طبعاً عیسائیت کے لغو مسائل سے نفرت کرنے لگ گئے ہیں اور اس کو دیکھ کر دیگر کل مذاہب بھی بدظن ہیں۔

دوسری غلطی پادریوں سے یہ ہوئی کہ جب یورپ میں علوم کی تحقیقات شروع ہوئی اور علم کی روشنی پھیلنے لگی تو ظلمت پسند پادریوں کی طبعیت میں ان لوگوں کے برخلاف بڑا جوش پیدا ہوا اور جہاں تک ان سے ہو سکا ان علوم کے روکنے اور ان لوگوں کو ستانے قتل کرنے اور رعب حکومت سے دبانے کی ہر طرح سے کوشش کی اور اس کش مکش میں جب ان لوگوں نے مذہب عیسوی کے لغو مسائل اور برے نتائج کو دیکھا تو ان کو اس مذہب سے اور بھی نفرت اور دشمنی ہوگئی اور چونکہ ان لوگوں کا آبائی مذہب نصرانیت تھا وہ لوگ اور

مذہبوں کو بھی اسی مذہب پر قیاس کرنے لگ گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ جیسے مذہب عیسوی سائنس اور علوم حقیقی کا دشمن ہے اور انسانی ترقی کو روکنا چاہتا ہے، باقی تمام مذاہب بھی اسی طرح انسان کے لئے مضر ہیں اور مغربی دنیا میں یہ سمجھا گیا کہ مذہب علوم صحیحہ کی ضد ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے عیسائیت کے برخلاف کوشش شروع کی اور اس اپنے کام میں انہوں نے ایسی کامیابی حاصل کی ہے کہ عیسائیت کو بالکل کمزور کر دیا ہے اور یورپ پر اس مذہب کا قبضہ اب بالکل برائے نام ہے اور سوائے ادنیٰ جماعتوں کے جاہل لوگوں اور عورتوں کے کوئی شخص دل سے عیسائیت کا معتقد نہیں اور چونکہ ان فلسفی طبع لوگوں نے عیسائیت کو مغلوب کر لیا اور یہ مذہب ان لوگوں کے خیال میں دنیا کا سب سے بڑا اور مضبوط مذہب تھا اس واسطے انہوں نے دنیا کے دوسرے مذاہب اور خاص کر اسلام پر حملے کرنے شروع کر دیئے اور مختلف رنگوں میں اسلامی دنیا پر اپنا اثر ڈالنے لگے۔ حکومت اور درس گاہوں کے ذریعہ ان کے عجیب وغریب علوم چاروں اطرف میں پھیلنے لگے اور دنیاوی کامیابی اور وجاہت کے ذریعہ سے طالب علموں اور قوم کے نوجوانوں تک ان کا اثر پہنچا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ طالب علم عموماً مذہب سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں اور ان کی زندگی پر عملی رنگ میں مذہب کا کوئی اثر نہیں رہتا ان لوگوں میں کچھ تکبر بھی آجاتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ جو مسئلہ ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا وہ لاینحل ہے اور اس کے بعد وہ مذہب کی تحقیقات چھوڑ دیتے ہیں اور فرحوا بما عندھم من العلم کے پورے مصداق ہو جاتے ہیں دوسرا فتنہ جو اسلام برداشت کر رہا ہے تھا وہ پادری لوگوں کا ہے خود ان لوگوں میں یا ان لوگوں کے مذہب میں تو کوئی ایسی خوبی نہ ہے جس سے یہ اسلام پر معقولیت سے حملہ کر سکیں لیکن مسلمانوں کی اپنی غلطیوں نے ان لوگوں کو اسلام پر حملہ کرنے کا موقع دے دیا بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ مسئلہ رواج پا گیا کہ تمام نبی فوت ہو گئے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمانوں پر زندہ بیٹھے ہیں وہاں کھانے پینے سے پاک زمانے کے اثر سے آزاد فرشتوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں، اور پھر دنیا میں مسلمانوں کی ہدائت کے لئے لوگوں کے دیکھتے ہوئے آسمانوں سے نزول فرمائیں گے پھر لوگ اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ صرف مسیح ہی ایک ایسا نبی ہے جو گناہ اور مَسِ شیطان سے پاک ہے اور اپنے آسمانوں پر چڑھ جانے کی طرح اس امر میں بھی حضرت مسیح علیہ

الصلوٰۃ والسلام واحدہٗ لاشریک ہے اوران ظالم لوگوں نے اس بات میں یہاں تک غلو کیا کہ سید المعصومین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اس بات میں ابن مریم کا شریک سمجھنا گناہ قرار دیا۔ پھران لوگوں نے اس عاجز انسان کو خالق وغیب دان ویحی الموتیٰ مان کران کوایسی صفات سے

متصف مانا جو خاصہ الوہیت ہیں۔ چنانچہ پادریوں کے مکار وبیباک فرقہ نے مسلمانوں کے اس غلط اعتقاد سے خوب ہی فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کے اس اعتقاد کو مدنظر رکھ کرایسے ایسے حملے کئے کہ مسلمانوں کواضطراب میں ڈال دیا اور عیسائیوں کی یہ آواز کہ مسیح ہی اسلام کا زندہ بنی ہے اور مسیح ہی اسلام کا معصوم بنی ہے اور وہی جو کہ خود زندہ ہے ہم لوگوں کو عذاب سے چھڑا سکتا ہے اور وہی جو کہ خود معصوم ہے ہم کو گناہوں سے پاک کرسکتا ہے۔ ایک ایسی آواز تھی کہ مسلمان حیران اور لاجواب رہ گئے اوران پرستاران الوہیت کی شوخی حد سے بڑھ گئی یہ عجیب اور حیرت انگیز بات ہے نہ آپ کے پاس اپنی کتاب نہ ہدائت، نہ ان کے پاس اپنے مذہب کی کوئی عقلی دلیل نہ نقلی۔ لیکن پھر بھی ان لوگوں نے مسلمانوں کی ہی غلطیوں سے فائدہ اٹھا کر اور اپنی سخت بے حیائی کمینگی اور دولت ورعب اور محض کوشش سے دنیا کو حیران کر دیا ہے اور ایک کمزور و بے بس و بے کس انسان کو الوہیب کی کرسی پر بٹھانے کے لئے عجیب وغریب دجالیت کے کرشموں سے کام لیا۔ ان لوگوں نے مسیح کو خدا یا ابن خدا مان کر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدوسیت پرتو دھبہ لگایا ہی تھا، لیکن جوان لوگوں نے اس اعتقاد سے فائدہ اٹھایا اور نتائج نکالے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ عیسائیت کو بیٹا بنانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ کفارہ کا جھوٹا اور لغو مسئلہ تراشا جائے جس میں تقویٰ وطہارت، نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس طرح یہ مسئلہ یورپ کے تمام فسق وفجور اور گناہوں کا سرچشمہ ہے۔ دوسری خطرناک بات جواس سے پیدا ہوئی ہے وہ سوائے مسیح کے باقی تمام نبیوں اور راستبازوں کی عیب جوئی ان کو گالیاں دینا اوران پر جھوٹے الزام لگانا ہے تاکہ تمام نبی علیہ السلام گنہگار ٹھہر جاویں اور مسیح کی خدائی ومعصومیت ضرورت کفارہ وصفات وغیرہ ثابت ہوجائے اور اس عیب جوئی کے لئے انہوں نے خاص کر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سید المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرآن شریف اور اسلام جیسے پاک مذہب کو چن لیا ہے ان لوگوں نے آپ کو گالیاں دینے قرآن شریف کی

ہتک کرنے اور اسلام کی تکذیب وتخریب میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اور انہوں نے ہر ایک جائز و ناجائز طریقہ سے اسلام کو صرف ہندستان ہی سے نہیں بلکہ تمام دنیا سے نابود کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ لوگ اپنی جان سے مال سے، شراب اور عورتوں کے ذریعہ اپنی جاہ وحشم اور تجارتوں کے ذریعہ اسلام کی تخریب میں لگ گئے ہیں۔ ہسپتالوں اور لڑکوں کے اسکول اور لڑکیوں کے اسکولوں کے ذریعہ مسلمانوں کے گھروں میں گھس گئے ہیں۔ مسلمانوں کے بچے جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے مدعی تھے اور جن کی زبانوں پر آپ کا نام سنتے ہی درود جاری ہوجاتا تھا اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے پاک صحابہ رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات پر ہزار ہزار بہتان باندھتے ہیں اور قابل شرم وحیا سوز کارروائی کی کمائی سے اپنے پیٹوں کو بھرتے ہیں یہ ایک ایسا نظارہ ہے کہ اس کو دیکھ کر بے اختیار دل سے یہ آیت نکلتی ہے: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے اور زمین شق ہوجائے اس بات سے کہ خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔

اسلام کا تیسرا دشمن آریہ سماج ہے ان کا اپنا مذہب کیا ہے؟ مکڑی کا جالا ہے جس کو ان لوگوں نے حالات زمانہ اور مغربی علوم کے رعب میں آکر بنایا ہے تاہم خود ساختہ مذہب ہندوستان کی پرانی بت پرستی اور وہم پرستی سے بہت اعلیٰ اور اسلام کے زیادہ قریب ہے، ان لوگوں نے ہندوؤں کا پرانا مذہب چھوڑ دیا ہے اور ایک خدا کی پرستش کے قائل ہیں اور اس حیثیت سے اسلام کے بہت قریب آ گئے ہیں لیکن دوسری طرف یہ لوگ اواگون جیسے بے ہودہ مسئلہ کے قائل اور قبولیت دعا اور وید کے بعد الہاموں کے منکرین ان لوگوں کے خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سنسکرت زبان کو اور آریہ قوم کو اور آریہ ورت ملک کو ہمیشہ کے لئے اپنے الہام اور کلام کے لئے چن لیا ہے اور باقی تمام ملکوں کے لوگ اس نعمت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے اور رہیں گے اور نعوذ باللہ باقی تمام مدعیان نبوت جھوٹے اور کذاب ہیں اس جماعت کی بڑی بات یہ ہے کہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور گندہ دہانی اور گالیاں دینے میں عیسائی پادریوں کو بھی شرمندہ کر دیا ہے اور مفتوحہ قوم کی پوری نفرت سے مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ دیو سماج، برہمو سماج فرقوں سے کئی مسلمان دہریہ خیالات کے ہوگئے ہیں اور آجکل مسلمانوں کی

ایک بڑی جماعت کے اعتقادات وحی والہام کے متعلق برہموسماج سے بالکل ملتے جلتے ہیں اور دنیا کی عام چال اور حکام وقت کے اثر سے اکثر لوگ مادہ پرست اور دنیا کے کیڑے ہو گئے ہیں اور ضل سعیھم فی الحیوۃ الدینا کے پورے مصداق ہو رہے ہیں۔

ان سب باتوں کے بعد سب سے زیادہ قابل توجہ امران قوموں اور مذہبوں کا اسلام کے برخلاف جوش ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس سے پہلے بھی تمام مذاہب اور فرقے موجود تھے مگر اس وقت جوان میں نئی بات پیدا ہوئی ہے وہ اسلام سے سخت نفرت اور عملی رنگ میں دشمنی ہے مستقل طور پر ایسے فرقے اور جماعتیں پیدا ہو گئی ہیں جن کا کام ہی یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم پر اعتراض کریں اور برے رنگ میں اس کو لوگوں کے سامنے پیش کر کے لوگوں کو اسلام سے نفرت دلائیں۔ کوئی ہم میں سے نہیں کہہ سکتا کہ اس سے پہلے بھی کبھی ایسا ہوا ہو۔ ایک وقت تھا کہ اسلام کی شہرت تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی تھی۔ دہریہ برہمو، ہندو وغیرہ شب پرست جانوروں کی طرح اپنی اپنی تاریک بلوں اور گھونسلوں میں سر چھپائے بیٹھے تھے۔ عیسائیت بھی معہ اپنے مددگاران اور دجالیت کے سامانوں کے یورپ کی تاریک و تار جگہوں میں دھکیل دی گئی تھی لیکن مسلمانوں میں آثار ضعف دیکھتے ہی ان تمام دشمنوں نے یکبارگی سر نکالا اور اپنے پرانے کینہ کی وجہ سے اسلام سے انتقام لینے کے لئے اپنی تمام طاقتوں سے اسلام کی مخالفت میں لگ گئے۔ اب اس وقت اگر اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی خاص طور پر مدد نہ کرتا تو ظاہر نظر میں ان مخالفوں سے بچنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی۔

دوسری بات جو مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا رہی ہے، مسلمانوں کی اپنی کمزوری اور اندرونی ضعف ہے۔ جب مسلمان مذہب میں سست ہو گئے اسلام کی غیرت اور محبت دلوں سے نکل گئی اور اسلام کا صحیح علم اور نور ایمان ان میں سے اٹھ گیا اور زمین میں بجائے اصلاح کے فساد پھیلانے لگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حکومت کو بھی ان کے ہاتھوں سے چھین لیا اور جہالت اور ادباران کے حصہ میں آ گئے اور یہ جہالت اور سستی یہاں تک بڑھی کہ دوسری قوموں نے سمجھا کہ اسلام کے ساتھ سستی اور جہالت لازم و ملزوم ہے جہالت سے گمراہی اور بد عتقادات پھیلی مذہب کی جگہ تو اہمات اور خود ساختہ روایات نے لے لی اللہ تعالیٰ

پر وہ ایمان جس سے اچھے اخلاق عبوریت تقویٰ طہارت پاکیزگی پیدا ہوتی ہے بالکل اُٹھ گیا۔ اعلیٰ طبقہ کے مسلمان تین حصوں میں منقسم ہیں۔ اول: صوفی لوگ۔ دوم: علماء۔ سوم: اُمراء۔ ان تینوں قوموں کا جو اس وقت حال ہے اس سے لوگ ناواقف نہیں آج کل جو گدی نشین ہیں ان میں سوائے جہالت تکبر اور اباہت کے اور کچھ نظر نہیں آتا علماء اندرونی جھگڑوں، ضد، تعصب اور دنیا پرستی میں مشغول ہیں۔ اُمراء کو اپنے آرام اور عیش وعشرت سے فرصت نہیں۔ یہ سب لوگ ضرورتِ زمانہ سے بالکل ناواقف اور مصائب اسلام سے بالکل غافل ہیں۔ اس لئے ان سے کسی قسم کی اصلاح یا مدد کی اُمید نہیں ہوسکتی جب ان تینوں اعلیٰ درجہ کے طبقوں کا یہ حال ہے تو عوام کی حالت آپ لوگ خود ہی قیاس کر سکتے ہیں۔ جب قوم کے دل و دماغ اور ہاتھ پاؤں ہی مارے گئے تو اس کیدوسرے اعزاء کا کیا حال ہوگا اور اس قوم سے ہم کیا اُمید کر سکتے ہیں؟ ان مسلمانوں کے ایمان اس قدر کمزور ہیں اور یہ علوم روحانیت سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ انہوں نے خود وحی والہام، قبولیتِ دعا اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں سے جو وہ اپنے خاص بندوں پر کرتا ہے جن کو دوسرے الفاظ میں آیت، معجزہ یا کرامت کہتے ہیں انکار کر دیا ہے اور تقدیر جیسے سچے اور ہمتوں کو بڑھانے والے مسئلہ پر ہنسی اور ٹھٹھہ کرتے ہیں اگر غور سے دیکھیں تو درحقیقت یہ چھپی ہوئی دہریت ہے، کیونکہ اگر آج کل اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں سے ہم کلام نہیں ہوتا اور دعاؤں کو قبولیت کا شرف نہیں بخشا جاتا اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر خاص فضل کر کے اپنی ہستی وقدرت کا مقدرانہ نشانات سے خود ثبوت نہیں دیتا تو ایسے خدا کی ہستی کا کیا ثبوت ہے؟ اور اسلام کی کونسی دلیل ہے جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ یہودیوں کو بچھڑوں کی پوجا پر جھڑکتا ہے اور فرماتا ہے۔ افلا یرون الا یرجع الیھم قول ولا یملک لھم ضراً ولا نفعاً۔ پس کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ان کا معبود ان کی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ہی اس کے ختیار میں ان کا ضرر اور نفع ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر ان لوگوں کی باتوں کو مان لیا جائے تو ہمیں کوئی بتائے کہ اسلام اور دوسرے مذاہب باطلہ میں کون سا مابہ الامتیاز باقی رہ جاتا ہے۔

عملی رنگ میں ہر ایک فرقہ کے لوگوں نے سستی دکھائی ہے، جب اعتقادات بگڑ گئے اور ایمان میں

ضعف آ گیا تو نیک اعمال کس طرح وقوع میں آسکتے ہیں۔ دلیری اور جرأت یہاں تک بڑھی کہ پہلے فقہ کو چھوڑا پھر حدیث پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور چکڑالوی فقہ کا خروج ہوا پھر خود قرآن کریم کی ترمیم شروع ہوئی اور کہا گیا کہ مکی سورتیں کافی ہیں مدنی سورتوں پر عمل کرنے کی ضرورتی نہیں۔ اوراب مدنی سورتیں مسلمانوں کی ترقی کی سرِ راہ ہورہی ہیں۔ بعضوں نے نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ اور دیگر احکام اسلام میں اصلاح کی تجویز پیش کی اور مسلمانوں کی افراط، تفریط حد کو پہنچ گئی۔ بعضوں نے کہا کہ اسلام میں احکام کی ضرورت نہیں۔ روزہ، نماز، حج پرانے زمانے کی باتیں ہیں جو عرب کے وحشیوں ہی کے لئے مفید تھیں اور بعض قیامت اور جنت کے حالات پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ جو لوگ افراط کی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک اسلامی عبادات اور مجاہدات اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے ناکافی ہیں۔ اس لئے ان کو ذکر ارّہ وغیرہ جیسے بدعات کی ضرورت پڑی اور بعض بزرگوں اور نبیوں کی شان میں غلو کرتے کرتے یہاں تک پہنچے کہ ان کو خدا تک پہنچا دیا اور لیتفقھوا فی الدین کی کچھ پروانہ کی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت اور عزت کا مطلق خیال نہ کیا دنیا کی لھو ولعب اپنے من گھڑت وظیفوں اور ضرب بضرب یا انگریزی تعلیم میں ایسے غلطاں ہوئے کہ قرآن شریف کو بالکل فراموش کر دیا، گویا کہ:

اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا ○ (الفرقان آیت 31) کی ندیٰ کا یہی وقت تھا۔

اخلاقی تنزل میں جس میں کہ اس وقت کی تمام قومیں شامل ہیں مسلمان سب سے نیچے گرے ہوئے ہیں۔ گھرانوں میں فساد اور نفاق اور دکھ بڑھ گیا ہے خانگی تعلقات جو سکھ اور تسکین کا باعث ہوتے ہیں عذاب کا موجب ہوگئے ہیں۔ بہت ہی کم باپ ہیں جو اپنی بیٹیوں سے خوش ہوں اور بہت ہی کم بیویاں ہیں جو اپنے خاوندوں سے آرام میں ہوں اور ان کا وقت خوشی اور محبت سے گزرتا ہو۔ بڑوں کا ادب چھوٹوں پر رحم اور ہمسایوں کی دلجوئی کا خیال بالکل اُٹھ گیا ہے۔ اور انسانی تعلقات کے فساد میں اس دنیا ہی میں ایک جہنم پیدا کر دیا ہے پھر جیلخانوں میں دیکھو تو مسلمانوں کی کثرت ،چکلوں میں مسلمانوں کی کثرت ، بھنگ اور چرس خانوں میں مسلمانوں کی کثرت ،گندے ہیں تو مسلمان ، بدکار ہیں تو مسلمان، بازاروں میں اوارہ گردی کے لئے ہیں تو یہی مسلمانوں کے بچے۔ جیسا کہ کالجوں، اسکولوں میں

اور اعلیٰ عہدوں پر ان کی قلت ہے ویسے ہی ادنیٰ اور کمینے کاموں میں ان کی کثرت ہے۔ جب اندر کی یہ حالت تھی اور ادھر دشمن جن کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں باہر سے حملہ کر رہے تھے تو پھر کیا تھا؟ لاکھوں عیسائی ہو گئے مرد اور عورتوں نے آریوں کا مذہب قبول کر لیا۔ ہزاروں برہموں سماج کے ہم خیال ہو گئے اور **ظہر الفساد فی البرّ و بحر** کا نظارہ ہماری آنکھوں کے آگے پھر گیا۔ یہ ادبار اور مصائب ایسے ظاہر اور ہلا دینے والے تھے کہ آخر کار مسلمان ہی جن کی سستی، لاپرواہی ضرب المثل مشہور تھی اپنی خواب غفلت سے جاگے اور ہر ایک شخص اپنے خیال کے مطابق اس قومِ مریض نیم جان کی شناخت مرض اور علاج میں مشہور ہوا۔ کسی نے کالج اور مدرسۃ قائم کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ سوائے یورپ کی پیروی کے اور ان کے علوم حاصل کرنے کے زندگی محال ہے۔ کسی نے رسالے اور اخباریں جاری کیں کسی کے وعظ مقرر کئے اور مولویوں کے مدرسۃ کھلوائے۔ غرض ایسے وقت میں جب کہ ہر ایک فہیم مسلمان اسلام کی فکر میں لگا ہوا تھا اور اپنی من گھڑت تجاویز سے بقدر ہمت اسلام کے بچانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا اور آخر تھک کر اور اپنی کوششوں کو بے سود سمجھ کر بڑی حسرت سے قوم پر فاتحہ پڑھنے کو تیار ہو رہا تھا تو ایسے آڑے وقت میں کب اُمید ہو سکتی تھی کہ السّلام جو اسلام کا غیور اور مقتدر خدا ہے اور جس کے نام پر اسلام کا نام رکھا گیا ہے خاموش بیٹھا رہے اور مسلمانوں کی کچھ بھی مدد نہ کرے اور وہ صادق الوعد اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکرا و انا لہ لحافظون۔ کی کچھ بھی پروانہ کرے آخر اس کے رحم، کرم اور غیرت نے جوش مارا جس کا نتیجہ وہ رحیم کریم اور غیور امام علیہ الصلوٰۃ وسلام تھا جس کے ماتحت ہم لوگوں نے پرورش پائی اور جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک نئے رنگ میں دنیا پر ظاہر ہوا اور اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ اسلام کا حامی اور دنیا کا قادر بادشاہ ہے اور اس بات کا ثبوت دیا کہ تمام برکتیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہیں اور اپنے مسیح کے منہ میں یہ الفاظ ڈال کر:

برتر گمان و وہم سے احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

عیسائیوں کے تمام فخر کو خاک میں ملا دیا۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے تازہ بتازہ کلام اور قادرانہ پیشگوئیوں کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اس بات کو

ثابت کر دیا کہ واقعی سمیع و مجیب خدا موجود ہے اور وہ اپنے پیارے بندوں پر اپنا کلام نازل فرما کر دنیا کو اپنی خوشی اور ناراضگی سے مطلع کرتا ہے اور جب دنیا میں اس کا کلام نازل ہوتا ہے تو زمین و آسمان سورج اور چاند پانی اور ہوا اور قدرت کی تمام چیزیں اس کی تابعداری کے لئے جھک جاتی اور اس کے صدق کی گواہی کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں تا کہ اس بات کا ثبوت ہو کہ وہ واقعی مالک السمٰوت والارض کا کلام ہے ۔اور اس امر میں آپ نے اس قدر بسط کیا ہے کہ اب وحی والہام کا مسئلہ ایک امرِ واقع ہے جس کی صداقت ثابت ہو چکی ہے نہ کہ مسئلہ زیر بحث ۔آپ نے اللہ تعالیٰ سے بہت سی باتیں کیں اور ان دعاؤں کی قبولت سے ثابت کر دیا کہ مسئلہ دعا حق ہے اور دعائیں واقعی قبول ہوتی ہیں اور دعاؤں سے وہ کام ہو سکتے ہیں جن کے کرنے سے انسانی کوشش اور محنت عاجز ہے اور جن لوگوں کو آپ کے قرب کی نعمتیں حاصل ہوئی ان کے دل توکل علی اللہ اور نور ایمان سے بھر گئے اور یہ ان دعاؤں ہی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نصرت اور مدد سے آپ کو دشمنوں کے مقابلہ میں تمام میدانوں میں فتح دی اور آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے معاملہ کرتے وقت تمام سلسلہ علت و معلول کے پردے اُٹھا کر اپنے نورانی چہرے کو دنیا پر ظاہر کیا اور اس نور سے ہر ایک قوم کے دل روشن ہو گئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو آسمانی علوم اور روحانی برکات کا وارث ثابت کر کے اس بات کو ثابت کیا کہ تمام برکات قرآن شریف اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی ہیں اور وہی بابرکت ہے جو ان سے تعلیم حاصل کرے اور وہی زندہ ہے جو ان سے زندگی حاصل کرے کیونکہ باقی تمام مذاہب اس زمانہ میں روحانیت سے خالی اور زندگی سے مبرا ہیں۔

اب میں ان باتوں کو تفصیل وار بیان کرتا ہوں اور ثابت کرتا ہوں کہ جیسا کہ مصلح کامل کے لئے ضروری ہے کہ اندرونی اور بیرونی دونوں قسموں کے فسادوں کی اصلاح کرے ویسا ہی ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا اور ان دونوں قسموں کی اصلاحوں کے لئے عقلی اور نقلی دلائل سے کام لیا ،لیکن ان کے علاوہ آپ کا بڑا حربہ دعا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اللہ تعالیٰ کی تازہ بتازہ وحی تھی کیونکہ عقلی و نقلی دلائل سے دشمن تو ایک حد تک بند ہو سکتا ہے لیکن یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ دعا اور تازہ بتازہ نشانوں کے سوا

راست بازوں اور خدا تعالیٰ کے عاشقوں کی قوم تیار نہیں ہوسکتی جو اس امام یا پیشوا کے سچے وارث ہوں اور نہ ہی دشمن پوری طرح بند ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ایک جلال، رعب اور ہیبت ہوتی ہے جو دوست اور دشمن کے لئے مفید ہوتی ہے اور اس کی اس زمانہ میں بڑی سخت ضرورت تھی۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ روحانی ترقیات کے لئے ضروری اور ہر ایک روحانی زہر کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہے اور یہ خدائی نسخہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ روحانی اور اخلاقی تنزل اور خرابی کے وقت استعمال کرتا رہا ہے اور ہمشیہ مفید ثابت ہوا ہے اس وقت بھی جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ باوجود پادریوں، پنڈتوں، مولویوں اور دوسرے مسلمانوں کی سخت کوشش کے دنیا عرفان الٰہی اور اعلیٰ اخلاق سے دن بدن نیچے گرتی جاتی ہے اور یہ لوگ شیطان کا مقابلہ بالکل نہیں کرسکتے تو اس نے اپنے مسیح کو اپنے ہاتھوں سے معطر اور معتبر کر کے بھیجا، تا کہ وہ اس الٰہی خوشبو سے تمام دنیا کو معطر اور معتبر کردے اور مرتبت او مادہ پرستی کو جڑ سے اکھیڑ دے۔ سب سے پہلے آپ نے ان لوگوں کو بتلایا کہ یہ ان لوگوں کی کم فہمی اور تکبر کی وجہ سے ہے جو اپنے مادی علوم سے اور ظاہری حواس سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے عجائب قدرت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ فلاسفروں کی صرف اس حد تک رسائی ہے جو جو اس ظاہری یا باطنی کے حدود ہیں۔ گمان حواس سے بالاتر ایک اور عالم ہے جو روحانی حواس سے معلوم ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کو کامل طور پر دئے جاتے ہیں اور اس عالم کا انکشاف بجز ذریعہ اُن برگزیدوں کے غیر ممکن ہے جن کو یہ حواس کامل طور پر دئے گئے ہوں اس لئے فلاسفروں کا روحانی امور کی بابت رائے زنی کرنا دخل در معقولات ہے اور ایک ایسے کام کو اپنے ذمہ لینا ہے جس کے وہ بالکل نا اہل ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سننے کے لئے اور حس بنائی ہے اور دیکھنے کے لئے اور حس بنائی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے باطنی علوم اور روحانی امور کے عرفان کے لئے روحانی قویٰ اور روحانی حسن عنائت فرمائے ہیں اور جو شخص ظاہری قویٰ اور مادی علوم سے روحانی علوم حاصل کرنا چاہتا ہے اس کی مثال ایسے بے وقوف کی طرح ہے جو زبان سے دیکھنا، آنکھ سے سننا اور کان سے ایک بڑی فصیح و بلیغ اور پرتاثیر تقریر کرنی چاہتا ہے۔ لہذا جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات کا اس کو صحیح عرفان حاصل ہو اس کو چاہئے کہ اپنے تکبر اور ہمہ دانی کے چولے کو اتار کر بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ

روحانی استادوں کی صحبت میں رہے اور اپنے روحانی قویٰ کو ان کی ہدایات اور تعلیم کے مطابق ترقی دے پھر یا تو اللہ تعالیٰ خود انسان پر ظاہر ہوتا ہے یا ان لوگوں کی صحبت ہی پورے ایمان اور کامل عرفان کے لئے کافی ہو جاتی ہے کیونکہ ان لوگوں کی زندگی اور حالات اللہ تعالیٰ کی کی ہستی کا بڑا ثبوت اور ان کا وجود ایک عظیم الشان معجزہ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی زمین پر خلیفے اور مظہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ایک راستباز کی زندگی زمین اور آسمان سے زیادہ تر خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کسی نے نہیں دیکھا کہ زمین اور آسمان کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہو صرف اس عالم کی پر حکمت صفت کو دیکھ کر اور اس کی ترکیب کو ابلغ اور محکم پا کر عقل سلیم اس بات کی ضرورت سمجھتی ہے کہ ان بے مثل مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہئے، مگر اپنی معرفت میں اس حد تک نہیں پہنچتی کہ فی الواقع وہ صانع موجود بھی ہے، کیونکہ اس نے اس صانع کو بناتے نہیں دیکھا اور عقلی خداشناسی کا تمام مدار صرف ضرورت صانع پر رکھا گیا ہے نہ یہ کہ اللہ کا ہونا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ لیکن راست باز کی معجزانہ زندگی واقعی طور پر اور مشاہدہ کے پیرایہ میں خدا تعالیٰ کی ہستی کو دکھلاتی ہے کیونکہ راست باز اپنی ابتدائی حالت میں ذرہ بے مقدار کی طرح ہوتا ہے یا ایک رائی کے بیج کی طرح جس کو ایک کسان نے بویا اور نہائت ذلیل حالت میں پڑا ہوا ہوتا ہے تب وحی کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ دنیا کو اطلاع دیتا ہے کہ دیکھو میں اس کو بناؤں گا۔ میں ستاروں کی طرح اس میں چمک ڈالوں گا اور آسمان کی طرح اس کو بلند کروں گا اور ایک ذرہ کو ایک پہاڑ کی طرح کر کے دکھاؤں گا۔ پھر بعد اس کے باوجود اس بات کے کہ دنیا کے تمام شریر چاہتے ہیں کہ وہ ارادہ الٰہی معرض التوا میں رہے اور ناخنوں تک زور لگاتے ہیں کہ وہ امر ہونے نہ پائے مگر وہ رک نہیں سکتا جب تک پورا نہ ہو اور خدا کا ہاتھ سب روکوں کو دور کر کے اس کو پورا کرتا ہے وہ ایک گمنام کو اپنی پیشگوئی کے مطابق ایک عظیم الشان بنا دیتا ہے وہ تمام مستعد لوگوں کو اس کی طرف کھینچتا ہے وہ اس گمنام کو ایسی شہرت دیتا ہے کہ کبھی اس کے باپ دادا کو بھی نصیب نہ ہوئی ہو وہ ہر میدان میں اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور ایک جنگ میں اس کو فتح دیتا ہے اور ایک دنیا کو اس کا غلام کر دیتا ہے اور لاکھوں انسانوں کو اس کی طرف کھینچ لاتا ہے اور اس کی تعلیم ان کے دلوں میں بٹھا دیتا ہے اور روح القدس سے ان کی مدد کرتا ہے وہ اس

کے دشمنوں کا دشمن اور دوستوں کا دوست ہو جاتا ہے اور اس کے دشمن سے وہ آپ لڑتا ہے اس لئے میں نے کہا کہ راستباز کی زندگی آسمان وزمین سے زیادہ تر خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ لوگوں نے زمین وآسمان کو بچشم خود خدا کے ہاتھ سے بنتے نہیں دیکھا لیکن وہ بچشم خود دیکھ لیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ راستباز کے اقبال کی عمارت اپنے ہاتھ سے بناتا ہے

وہ ایک زمانہ دراز پہلے خبر دیتا ہے کہ میں ایسا کروں گا اور ایسا اس کو بناؤں گا اور پھر باوجود سخت روکوں اور شدید مزاحمتوں کے جو شریر انسانوں کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ایسا ہی کر کے دکھلا دیتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ ،حضرت عیسیٰؑ ،حضرت نوحؑ اور حضرت یوسفؑ اور باقی انبیاء علیھم السلام اس بات کی صداقت کی مثالیں ہیں لیکن ان سب میں سے اصفیٰ اور اعلیٰ مثال ہمارے سردار نبی کریم محمد ﷺ کی ہے آپ اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم تھے اور آپ کی سوانح عمری پر نظر ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کا صاف ہاتھ نظر آتا ہے آپ کا وجود ایک عظیم الشان معجزہ اور آپ کی سوانح عمری سب سے بڑی خارق عادت ہے آنحضرت ﷺ ایک یتیم لڑکے تھے جن کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا تھا اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر فوت ہوگئی تھی۔ تب وہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا اور مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں اور بجز خدا کے کوئی متکفل نہ تھا اور پچیس برس تک پہنچ کر ہی کسی چچا نے آپ کو لڑکی نہ دی۔ کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا آپ اس لائق نہ تھے کہ خانہ داری کے اخراجات کے متحمل ہوسکیں اور نیز محض امی تھے اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے پھر جب آپ چالیس برس کے سن تک پہنچے تو یک دفعہ آپ کا دل خدا کی طرف کھینچا گیا ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے جس کا نام حرا ہے آپ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے ایک دن اسی غار میں آپ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے تب خدا تعالیٰ آپ پر ظاہر ہوا اور آپ کو حکم ہوا کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے اور زمین گناہ سے آلودہ ہوگئی ہے اس لئے میں تجھے اپنا رسول بنا کر کے بھیجتا ہوں۔ اب تو اور لوگوں کو تنبیہہ کر، کہ وہ عذاب سے پہلے خدا کی طرف رجوع کریں اس حکم کے سننے سے آپ بڑے ڈرے کہ میں ایک اُمیّ آدمی ہوں اور عرض کیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا

تب خدا نے آپ کے سینہ میں تمام روحانی علوم بھر دیئے اور آپ کے دل کو روشن کیا گیا اور سب سے پہلے جو اللہ تعالیٰ کا کلام آپ پر نازل ہوا وہ یہ ہے:۔

اقراء باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرا و ربك الا کرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم ط

پڑھ اپنے پرورش کرنے والے کے نام کے ساتھ وہ جس نے پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے تو پڑھ۔ پرورش کرنے والا تیرا مربی، تیرا سرپرست تیرا محافظ و مددگار الاکرم ہے۔ جس نے انسان کو علم سکھایا قلم سے اور اس کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا اب ایک دانا شخص اس بات کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ ایک مصلح یا ریفارمر کے لئے یہ بات نہائت ضروری ہے کہ اس کا ایک زبردست محافظ اور مددگار ہو جو اس کو تمام مخالفوں اور دشمنوں سے بچائے اور حفاظت کرے کیونکہ اگر اس کی جان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو تو وہ اپنے پیغام کو پوری طرح سے نہیں پہنچا سکتا ہے اس واسطے اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے۔

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (سورۃ المائدہ آیت 68)

اے ہمارے پیارے رسول تو لوگوں کو جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اچھی طرح پہنچا دے اور اپنے مخالف دشمنوں سے کوئی خطرہ محسوس نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ تجھے ان لوگوں سے بچائے گا اور ان کے شر سے محفوظ رکھے گا دوسرے اس کو علم دیا جانا چاہئے جن سے وہ رسول لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور ان کو جہالت سے نکال کر راہ راست پر لائے اس واسطے جب ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہدہ نبوت سپرد ہوا تو آپ کو مشکلات دیکھ کر گھبراہٹ پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے آپ نے اپنی کمزوریوں کا اظہار کر کے حفاظت اور زیادتی علم روحانی کی استدعا کی جو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی اور فرمایا جاؤ دنیا کو ہماری آیات اور احکام پڑھ کر سنا دو تم کو ایسا علم دیا گیا ہے جو کبھی کسی انسان کو نہیں دیا گیا اور تمہاری حفاظت اور پرورش کرنے والا رب الاکرم ہے جو تمام چیزوں کا خالق اور مالک ہے اس کے اذن کے بغیر کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی وہ ذوالجلال والاکرام ہے۔ وہ بڑے رعب وجلال اور عزت والا ہے اور اس کی عنایات اور عطایا لامحدود

ہیں۔ کوئی تمہارا مخالف خواہ انسان ہو یا شیطان تم پر غالب نہیں آسکے گا اور نہ تم کو ضرر دینے پر قادر ہو گا کیونکہ تم نے رب الاکرم کی گود میں پرورش پائی ہے اب جو شخص اس پیشگوئی اور وحی الٰہی کی عظمت کو سمجھنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت کی حالت کو مدنظر رکھے دوسری طرف دشمنوں کی طاقت اور جوش مخالفت کو دیکھے اور پھر اس بات کو دیکھیں کہ یہ وعدہ کس عظمت اور سچائی کے ساتھ پورا ہوا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا باوجود امی ہونے کے آپ کو قرآن شریف جیسی عظیم الشان کتاب عنائت فرمائی گئی جس کی مثال باوجود بار بار کے تقاضے کے دنیا اب تک پیش نہیں کر سکی اور نہ ہی کر سکے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ۪ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ○ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ○ (سورۃ البقرہ آیت 25-24)

اور فرماتا ہے۔

قُلۡ لَّٮِٕنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 89) یعنی ان منکرین کو کہہ دے کہ اگر تمام جن وانس یعنی تمام مخلوقات اس بات پر متفق ہو جائے کہ اس قرآن کی کوئی مثل بنانی چاہئے تو ہرگز اس بات پر قادر نہ ہوں گے کہ ایسی کتاب انہیں ظاہری باطنی خوبیوں کی جامع بنا سکیں۔ اگر وہ ایک دوسرے کی ہی مدد کریں اور پھر دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا فَرَّطۡنَا فِى الۡكِتٰبِ مِنۡ شَىۡءٍ ۔(سورۃ الانعام آیت 39) یعنی اس کتاب قرآن شریف سے کوئی دینی حقیقت باہر نہیں رہی بلکہ جمیع حقائق ومعارف دینیہ پر مشتمل ہے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے

يَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ۝ فِيۡهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ○ (سورۃ البینہ آیت 3،4)

یعنی قرآن شریف میں تمام آسمانی صحیفوں کا مغز اور لب لباب موجود ہے اور ہر ایک جگہ فرماتا ہے۔

لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلۡكَ

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾ (سورۃ الحشر آیت 60)

یعنی یہ قرآن جو تم پر اُتارا گیا اگر کسی پہاڑ پر اُتارا جاتا تو خشوع اور خوف الٰہی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور یہ مثالیں ہم اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تا لوگ کلام الٰہی کی عظمت معلوم کرنے کے لئے غور اور فکر کریں غرض کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے قرآن شریف میں درج نہ ہو کوئی فکر ایسی برہان عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے سے قرآن شریف نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسا قوی اور پر برکت اثر لاکھوں دلوں پر قرآن شریف ڈالتا چلا آیا ہے کوئی کتاب پاک لوگوں کی ایسی جماعت پیش نہیں کر سکتی ہے جیسا کہ قرآن شریف ہر زمانہ میں پیش کرتا چلا آیا ہے اور اب کر رہا ہے۔ وہ بلا شبہ صفات کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہائت مصفا آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہو۔ یہ تو آپ کے علم کا تھوڑا سا بیان ہے اب حمائت و حفاظت الٰہی کو دیکھو، کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی والی بات آپ کے حق میں کیسی پوری ہوئی۔ آپ کے اس بات کی اشاعت کرتے ہی کہ مجھے تمام دنیا کی اصلاح کا حکم دیا گیا ہے اور تمام جہان کی طرف میں اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر کے بھیجا گیا ہوں تمام لوگ آپکے دشمن ہو گئے اور ہر ایک شخص اپنے اپنے رنگ میں آپ کی مخالفت کے درپہ ہو گیا ہے لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپ کے حلقہ اطاعت میں آنے شروع ہو گئے اور شریر، بدمعاش اور بڑے بڑے دنیا دار لوگ اپنی دنیا داری اور وجاہت کے گھمنڈ پر بڑے بڑے جبہ پوش، یہودی اور عیسائی اپنے علم کے گھمنڈ پر آپ کی دشمنی اور تکلیف دینے میں اور بھی بڑھ گئے اور ان لوگوں نے اپنے تمام جاہ چشم اور اپنے تمام مکروہ فریب اور تمام دنیاوی اسباب کے ذریعہ اس بے سروسامان اور کمزور لیکن رب الاکرم کے بندہ پر حملہ کیا لیکن تمام کو زک اٹھانی پڑی اور خائب و خاسر واپس پھر گئے اور آخر وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا تمام عرب لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی آواز سے گونج گیا اور باطل مع اپنی تمام افواج کے فرعون کی طرح عرب کے ریگستان میں غرق ہو گیا اور قوم کے لوگ جو پہلے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح آپ کے خون کے پیاسے تھے آخر کار یہ کہتے ہوئے آپ کے سامنے گر گئے تاللہ لقد اثرک اللہ

علینا وان کنالخاطئین (اللہ کی قسم ضرور ضرور پسند کر لیا ہے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ہم پر اور آپ کا مقابلہ کرنے میں ہم ضرور خطا کار تھے) اور وہ جو کہ مسکین غریب یتیم اور تنہا تنہا تمام دنیا کا سردار کہلا یا اور ایک قلیل عرصہ میں آپ کے پیرو عزت و اکرام فتح کے جھنڈے اڑاتے ہوئے تمام روئے زمین پر پھیل گئے اور قیصر و کسریٰ جیسے بادشاہوں کے ملکوں کے وارث ہوئے اور ان الارض یرثھا عبادی الصالحون کی پیشگوئی ان لوگوں کے حق میں ایسی پوری ہوئی کہ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے حالات اور اللہ تعالیٰ کی ظاہرا تائیدات اور نصرت اور مدد کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ایسا اثر ہوا کہ ان میں تھوڑے ہی دنوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے اور پھر انسان سے مہذب انسان اور پھر مہذب انسان سے باخدا انسان بنے اور آخر خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسے محو ہوئے کہ انہوں نے ایک بے حس عضو کی طرح ہر ایک دکھ کو برداشت کیا وہ انواع واقسام کی تکالیف سے عذاب دئے گئے اور سخت بے دردی سے تازیانوں سے مارے گئے اور جلتی ہوئی ریت میں لٹائے گئے اور قید کئے گئے اور بھوکے اور پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہنچائے گئے مگر انہوں نے ہر مصیبت کے وقت قدم آگے ہی رکھا اور بہتیرے ان میں سے ایسے تھے کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے اور بہترے ایسے تھے کہ وہ بچوں کے سامنے سولی دئے گئے ااور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں اس کا تصور کر کے رونا آتا ہے اگر ان کے دلوں پر یہ خدا کا تصرف اور اس کے نبی کی توجہ کا اثر نہ تھا۔ تو پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا اور ایک فوق العادت تبدیلی پیدا کر کے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی جو بے کس اور مسکین اور بے زری کی حالت میں مکہ کی گلیوں میں اکیلا اور تنہا پھرا کرتا تھا۔ آخر کوئی روحانی طاقت تھی جو ان کو سفلی مقام سے اٹھا کر اوپر کو لے گئی۔ پس اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہیں ہو سکتا کہ کیوں کر ایک غریب اور مفلس اور تنہا بے کس نے ان کے دلوں کو بُرائیوں سے پاک کر کے اپنی طرف کھینچ لیا یہاں تک کہ وہ فخریہ لباس پھینک کر اور ٹاٹ پہن کر خدمت کے لئے حاضر ہو گئے۔

یہ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے ایسا معجزہ ہے کہ اس کے بعد انسان کو کامل رفعت الٰھیہ کے لئے اور کسی

بات کی ضرورت نہیں رہتی اور ہمارے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی آئیتالمابین یدیہا و خلفا کا کام دے سکتی ہے لیکن فترتاً انسانی طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ انسان جلد بھول جاتا ہے اور وہ جو واقعات اس سے پہلے ہو چکے ہیں ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتا اور بعض لوگوں کی سیاہ دلی اور غفلت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ یہ لوگ انبیاء کی معجزانہ زندگی اور حالات سے انکار کر دیتے ہیں اور ظلم اور بے ایمانی سے یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ پرانے لوگوں کے قصے ہیں۔ خدا جانے کہاں تک صحیح ہیں اور اگر خدا تعالیٰ جس طرح بیان کیا جاتا ہے اسی طرح اپنے بندوں پر ظاہر ہوتا ہے اور خود انا لموجود کی آواز سے اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ تو اس ہمارے زمانہ میں ایسا کیوں نہیں کرتا اس واسطے ہمیشہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے خلفاء اور مثیل بھیجتا رہتا ہے تا کہ اس غفلت کا وقتاً فوقتاً علاج ہوتا رہے اور وہ لوگ جو ہدایت پانا چاہتے ہیں ان کے لئے ہر وقت ہدائت کا سامان مہیا رہے ہمارے اس زمانہ میں چونکہ کفر کی آواز بہت بلند ہوگئی تھی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے سے ہر ایک قوم اور ہر ایک، ملت و مذہب کے لوگوں نے انکار کر دیا اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور انہوں نے جس طرح پہلے نبیوں نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دیا تھا اسی طرح وحی و الہام اور اللہ تعالیٰ کی مقتدر کلام سے جو بڑے بڑے عظیم الشان پیشگوئیوں پر مشتمل تھا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دیا اور آپ کے آنے سے جتنے راستباز اللہ کے پیارے اس سے پہلے گذر چکے تھے سب دوبارہ زندہ ہو گئے اور آپ بل جاء بالحق وصدق المرسلین کے مصداق ہوئے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور کے آریوں کے جلسہ میں اپنی معجزانہ زندگی پر اس طرح ریویو فرماتے ہیں۔

”ایسا ہی ایک عظیم الشان نشان خدا کا یہ ہے کہ آج سے ستائیس برس پہلے میں ایک احدٌ من الناس تھا اور ایسا گمنام تھا کہ صرف چند آدمی ہوں گے جو کہ میری صورت کے آشنا ہوں گے اور کسی عزت اور وجاہت کا میں مالک نہیں تھا ان دنوں اسی شہر لاہور میں کئی دفعہ آیا مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے میری وجاہت کے لحاظ سے خود آ کر میری ملاقات کی۔ خاص اس زمانہ میں میں ایسا تھا کہ گویا کچھ بھی نہ تھا اس بات کے گواہ قادیان میں نہ صرف مسلمان ہیں بلکہ آریہ بھی ہیں اسی زمانہ میں خدا نے میرے آئندہ عروج

اور شوکت اور جلال کی خبر دی جو دو سال بعد میری کتاب براہین احمدیہ میں چھپ کر شائع ہوگئی جس کو آج پچیس برس گذرے ہیں اور وہ پیشگوئی یہ ہے ''میں تجھے لوگوں کے لئے امام بناؤں گا۔ یعنی تیرے پیرو ہوں گے اور تو ان کا پیشوا ہوگا وہ ہر ایک دور دراز راہ سے تیرے پاس آئیں گے اور انواع واقسام نقد وجنس تیرے لئے لائیں گے میں ایک جماعت کے دلوں میں الہام کروں گا تا کہ وہ مالی مدد کریں جب خدا کی مدد اور فتح آئے گی اوایک دنیا ہماری طرف رجوع کرے گی تب یہ کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہ تھا جو آج پورا ہوا اور تجھے چاہیئے کہ جب خدا کی مخلوق تیری طرف رجوع کرے تو ان سے بدخلقی نہ کرنا اور نہ ہی کثرت کو دیکھ کر تھکنا۔ میں اپنی طرف سے دلوں میں تیری محبت ڈالوں گا تو میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاوے۔ سو ایسا ہی ہوا اور ایک مدت دراز کے بعد خدا نے میری محبت دلوں میں اس قدر ڈال دی کہ علاوہ مالی مدد کے بعض نے میرے راہ میں مرنا بھی قبول کیا اور سنگسار کئے گئے۔ مگر دم نہ مارا اپنی زندگی میرے لئے چھوڑ دی مگر مجھے نہ چھوڑا اور بعض نے میرے لئے دکھ اُٹھائے اور صدہا کوس سے ہجرت کر کے قادیان میں آگئے اور بعض نے ہزار ہا روپیہ میرے سامنے پیش کیا اور جس قدر لوگ بیعت کے لئے قادیان میں آئے وہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہونگے اور جیسا کہ منی آرڈروں سے ثابت ہوسکتا ہے ایک لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ خرچ آچکا ہے اور اب فقط لنگر خانہ کے خرچ کے لئے قریباً پندرہ سو روپیہ ماہوار آتا ہے اور جیسا کہ خرچ بڑھتا جاتا ہے ایسا ہی آمدن بھی بڑھتی جاتی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ اس کی پیشگوئی کے الفاظ سب کے سب قرآن شریف کی عبارت ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ معجزہ دراصل آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ ہے اور پیشگوئی کے دو پہلو ہیں جو تنقیح طلب ہیں اول یہ کہ آیا یہ صحیح ہے کہ اس زمانہ میں جس پر پچیس برس سے زیادہ مدت گذر چکی ہے ایسا ہی گم نام اور کسمپرسی میں داخل تھا جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے اور دوسرا امر تنقیح طلب ہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ کئی لاکھ آدمیوں نے اب تک بیعت کی ہے اور اکثر ان میں سے قادیان میں آئے ہیں اور کیا یہ سچ ہے کہ ایک لاکھ یا کچھ زیادہ روپیہ اب تک آچکا ہے سو پہلا امر تنقیح طلب بہت صاف ہے کیونکہ اس ضلع اور امرتسر اور لاہور کے علاوہ دوسرے اضلاع میں کوئی شخص دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ اطلاع رکھتا ہے کہ اس ابتدائی زمانہ میں یہ عروج اور شہرت اور مالی فتوحات حاصل تھیں اور خوش نصیبی سے

اس بات کے گواہ قادیان کے آریہ بھی ہیں جس میں سے ایک کا نام شرمپت ہے اور دوسریکا نام لالہ ملاوامل ہے کیونکہ وہ میرے پاس آجاتے تھے اور ان کو میری تنہائی اور گمنامی کا حال خوب معلوم تھا اور جب امرتسر میں میری کتاب براہین احمدیہ چھپتی تھی تو اتفاقاً بعض دفعہ وہ میرے ساتھ امرتسر گئے تھے ایسا ہی قادیان کے تمام باشندے گواہ ہیں اور دوسرا امر تنقیح ایسا ہی بہی اور صاف ہے جس سے گورنمنٹ بھی بیجز نہیں وہ یہ کہ تمام پنجاب اور ہندوستان میں ہماری جماعت پھیلی ہوئی ہے اور ریاست کابل میں ہی ایک کثیر جماعت ہماری ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا مالی فتوحات کے لئے سرکاری ڈاک خانہ کافی گواہ ہے اور یادر ہے کہ یہ پیشگوئی دراصل ستائیس برس کی ہے نہ پچیس برس کی اور پچیس برس صرف براہین احمدیہ کے چھپنے پر گذرے ہیں اور مدت تک یہ مسودہ التوا میں رہا ہے اس شخص کو اس پیشگوئی کا مزہ آئے گا جو ان دونوں تنقیح طلب امور کی اول تحقیق کرے گا اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس قدر عظیم الشان غیب انسانی قدرت میں داخل ہے اگر داخل ہے تو دنیا میں اسکی نظیر کہاں ہے۔''

چونکہ مضمون لمبا ہے ایک بلکہ دو رسالوں میں بھی آتا مشکل ہے اس لئے اس کے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں اس کا دوسرا حصہ انشاء اللہ اگلے رسالہ میں شائع کر دیا جائے گا۔

نوٹ:۔ بعض لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے بعض پیشگوئیوں پر اعتراض کرتے ہیں اور اکثر محکم حصہ کو چھوڑ جاتے ہیں ان کو چاہیئے کہ ملہمین کی زندگی پر وسیع نظر ڈالیں تو ان کو معلوم ہو گا کہ وہ ہمیشہ اپنے اصل مقصد میں کامیاب اور ان کے مخالف ناکام ہوتے ہیں اور آخرت ہمیشہ متقی کے لئے ہوتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خدمت اسلام

اسی طرح منکرین وجود الٰہی و منکرین الہام و وحی پر حجت پوری کر کے آپ عیسائیوں اور آریوں کیطرف متوجہ ہوئے اور عقلی اور نقلی دلائل اور اپنی استمراری کوششوں اور دعاؤں سے ان کا ایسا سر کچلا کہ اب ان دونوں دشمنوں کو بجائے اس کے اسلام پر حملہ آور ہوں خود اپنی ہی فکر پڑ گئی ہے خواہ عام لوگ اس وقت اسبات کو چھپائیں مگر بیدار دلوں نے اس بات کو اچھی طرح محسوس کر لیا ہے کہ یہ دونوں مذاہب ایسے

زخم خوردہ شکار کی طرح ہیں جس کا شکاری اگر تعاقب بھی نہ کرے تو بھی خود بخود اپنے زخموں میں گھل گھل کر مر جائیگا۔ اول ہی اوّل جب ان لوگوں سے بحث شروع ہوئی تو الٰہی کتاب کے بعض معیار ان کے سامنے پیش کئے گئے جن سے نہ تو وہ انکار کر سکتے تھے اور نہ اپنی کتابوں کا منجانب اللہ ہونا ثابت کر سکتے تھے چنانچہ عبداللہ آتھم سے بحث کرتے وقت آپ فرماتے ہیں ’’آسمانی کامل کتاب کا ایک یہ نشان ہے کہ وہ اپنے وعدوں اور دعووں کے دلائل خود پیش کرے تا اس حیّ و قیوم کی کتاب دوسرے کے سہارے کی محتاج نہ ہو اگر وہ کتاب اعلیٰ صداقتیں پیش کرے تو صداقتوں کے دلائل بھی آپ دے اور اگر کسی بطلان کا بیان کرے تو وجوہ بطلان بھی اپنے دلائل نیرہ سے بتاوے‘‘ پھر اپنی تمام بحث میں اسی اصول کو برتا اور قرآنی آیات سے اس بات کا ثبوت دیا کہ قرآن شریف واقعی اس معیار کے مطابق من جانب اللہ ثابت ہوا ہے لیکن مدمقابل ایک لمحہ کے لئے بھی اس معیار کے مطابق نہ چل سکا اور اس میدان کا مرد نہ بن سکا اس نے اپنی کمزوری اور اضطراب سے ظاہر کر دیا کہ وہ آگے بحث چلانے کے بالکل قابل نہ تھا اور نہ کوئی عیسائیوں میں سے عبداللہ آتھم کا خلیفہ پیدا ہوا جو اس سیاہ داغ کو عیسائیت کے منہ پر سے دھو سکے اور نہ آئندہ ہوگا یہ واقعی سچ ہے کہ کوئی کتاب بائبل وید یا کوئی اور اس معیار میں قرآن شریف کے ساتھ پوری نہیں اتر سکتی و الحمد للہ علیٰ ذالک۔ الٰہی کتاب کا دوسرا معیار یہ ٹھہرا کہ اس میں ایک زبردست قوت ہو جو اپنے پیروی کرنیوالوں کو ظنی معرفت سے یقینی معرفت تک پہنچا دے اور وہ اس طرح ہے کہ جب ایک انسان کامل طور پر کلام الٰہی کی پیروی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ایمان بالغیب کے بدلہ میں خود اس کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے اور خدائی تائیدات معجزات کے رنگ میں اس کو دکھائی دیتی ہیں اور خدا تعالیٰ اپنے اسلام کے ذریعہ سے غیبی امور پر اسکو اطلاع دیتا ہے اور پھر آنحضور علیہ السلام نے اپنے وجود کو پیش کر کے ثابت کیا کہ قرآن شریف کس طرح اصل غرض کتاب اللہ کو پورا کرتا ہے اور کتابیں بالکل اس بات سے قاصر ہیں کیونکہ نہ تو وہ اپنی پیروی کرنیوالوں کو ایسا وعدہ دیتی ہیں اور نہ اسلام کے سوائے کسی اور مذہب میں تازہ بتازہ نشان دکھائے جاتے ہیں اور پھر قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء پر ایسی خوبی سے بحث کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت محبت اور خشیت انسان کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اور بے اختیار انسان اللہ تعالیٰ کی طرف کھنچا

جاتا ہے پھر آپ نے عیسائیوں کے مقابلہ میں وفات مسیح کا مسئلہ پیش کیا ہے۔

حضرت مسیح کا بے حد عنصری زمانہ مانا جانا عیسائیوں کے عقیدہ کی بہت بڑی تائید تھی مسیح کو حیّ قیوم خدا کی طرح حیّ و قیوم مانا گیا تھا اس سے پہلے عیسائی بڑے زور سے کہا کرتے تھے کہ تمہارا نبی مٹی میں مل گیا اور ہمارا نبی زندہ ہے ایک یہ مسئلہ اور دوسرا حضرت مسیح کی معصومیت کا مسئلہ یہ دونوں باتیں ایسی تھیں کہ اس سے یہ لوگ مسیح کی خدائی ثابت کیا کرتے تھے اور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی گستاخی کیا کرتے تھے اور بڑی گندی گالیاں دیا کرتے تھے اور مسلمانوں کو ان باتوں کا کوئی جواب نہیں سوجھتا تھا آپ نے یہ ثابت کر کے کہ تمام نبی ایک طرح زندہ ہی ہیں خاص مسیح میں خصوصیت نہیں اور تمام نبی معصوم ہیں مسیح میں کوئی خصوصیت نہیں ہے ہاں اگر ہے تو ہمارے سید و مولیٰ محمد ﷺ میں ہے حضرت مسیح موعودؑ نے اس معاملہ کے متعلق 1890ء میں کاروائی شروع کی آپ نے وہ طریق اختیار کیا جواب تک کسی کو نہیں سوجھا تھا آپ نے معقولی طور پر قوم کے سمجھانے کے لئے مسیح کی وفات کو فلسفیانہ اسلوب اور ڈھنگ پر جدا بیان کیا اور اسبارہ میں ایسی مبسوط بحثیں کیں اور پے در پے متواتر تحریریں لکھیں کہ اس وقت تک اشتہارات اور اوراق کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے اور اس بات کی یہاں تک اشاعت ہوئی کہ ان پڑھ دیہات میں اور متمدن قصبات میں غرض ہر ایک متنفس کی زبان پر چڑھ گیا اور زمین و آسمان تک شور پڑ گیا کہ عیسائیوں کا خدا یسوع مسیح مر گیا اور کسی کے بلانے سے وہ اب جی نہیں سکتا اور اس بات میں یہاں تک بحث کی کہ عام مولوی لوگوں (جن کی بابت مشہور ہے کہ ”مولوی آن باشد کہ بند نہ شو“) کو بھی آخر بڑی حسرت سے کہنا پڑا کہ اچھا ہم نے مانا کہ مسیح مر گیا تم اپنا مسیح موعود ہونے کا ثبوت دو اور اپنے مریدوں میں سے عام طور پر شائع کر دیا کہ مرزا صاحب کے مریدوں سے کوئی وفات مسیح پر بحث نہ کرے بعض لوگ کہتے ہیں کہ سرسید بھی مسئلہ وفات مسیح کے قائل تھے اور انہوں نے بھی اس مسئلہ پر بحث کی ہے لیکن یاد رہے کہ سرسید کے اس مسئلہ پر بحث کرنے اور مسیح موعود کے اس مسئلہ پر بحث کرنے میں وہی فرق ہے جو محمد ﷺ کی توحید اور دوسرے بعض عرب داناؤں کی توحید میں فرق تھا ہر ایک عقلمند شخص اس فرق کو خوب سمجھ سکتا ہے سرسید احمد صاحب نے جہاں اور معجزات کا انکار کیا ٹھیک اسی رنگ میں حیات مسیح سے بھی انکار کر دیا جس کا عام

مسلمانوں پر کوئی اثر نہ تھا، حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم اس بات کو کھول کر یوں بیان فرماتے ہیں، سرسید کا مسئلہ توفی کی نسبت بحث کرنا چونکہ دینی سچی غیرت اور نبیوں اور صالحوں کے سے عزم اور ایک ظلم عظیم کی بیخ کنی کے لئے پوری عقد ہمت اور اسلام کو دین باطل پر غالب کرنے کی بے قرار کر دینے والی غیرت کے تقاضا پر مبنی نہ تھا لہذا انہوں نے عام حکیمانہ رنگ میں اور عام سرسری طور پر اس مسئلہ کو عام قانون قدرت کے ساتھ موافق کرنے کے لئے معقول بحث کر دی اور سید صاحب نے اس بات پر قائم رہنے کے لئے کوئی استقلال نہیں دکھایا اور نہ اس کی اشاعت کی دھت انہیں لگی اور نہ انہوں نے بجز تفسیروں کے محدود دائرہ کے کسی اور وسیع تحریروں کے ذریعہ اس کو شائع کیا اور پھر علاوہ ان نقصوں کے جو سید صاحب کی بحث میں پائے جاتے ہیں یہ ہے کہ انہوں نے مسلمات اسلامیہ کو مدنظر نہیں رکھا اور لغت عرب اور دواویں عرب اور نصوص قرآنیہ اور نصوص حدیثیہ کی بنا پر اسبارہ میں بحث نہیں کی لیکن اپنے خیالات کو صرف فلسفیانہ دائرہ میں محدود رکھا ہے اور بالخصوص بڑا اور نا قابل درگذر نقص یہ ہے کہ مسئلہ توفی کو عام مسلمانوں کے ذہن میں راسخ کرنے اور ان کو کلمہ توحید پر جمانے میں انہوں نے کچھ بھی کوشش نہیں کی جس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو بسبب کوتاہ اندیشی اور ناعاقبت اندیشی کے مہتم بالشان نہیں سمجھا۔ بخلاف اس کے حضرت مرزا صاحب نے اس مسئلہ کے اثبات کے لئے وہ جوش حقانیت دکھایا اور فوق عادت استقلال دکھلایا کہ جس کی نظیر کسی مجدد اور مصلح میں پائی نہیں جاتی اب تک فارسی عربی اور اُردو زبان میں بہت سی کتابیں اور اشتہار اس مسئلہ کے متعلق لکھے کہ شائد کوئی اشتہار ایسا نہیں جس میں وفات مسیح پر بحث نہ کی ہو مخالفین نے دھمکیاں دیں اور منصوبے باندھے گورنمنٹ کو ابھارا فتوے لگائے مگر وہ مرد میدان ذرا نہیں تھکا اور مطلق نہیں ڈرا اور اس بات میں روز بروز ترقی ہی کرتا گیا۔ پس یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اپنے طور کسی اصلاح کا بیڑا اٹھانا اور بات ہے اور خدا کی طرف سے مامور ہو کر آنا جدا بات ہے اور مامور من اللہ ہی دنیا کی ٹھیک ٹھیک اصلاح کر سکتا ہے اور نہ وہ کہ جس کی بنا جذبہ نفسانیت پر یا عادت پر ہو سو میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ اب عیسائیوں کا خدا مر گیا کسی کے زندہ کرنے سے وہ اب زندہ نہیں ہو سکتا صلیب ٹوٹ گئی او کسی کے جوڑنے سے نہیں جڑ سکتی مولوی صاحب مرحوم جو بات فرماتے

ہیں بالکل سچ ہے اور کوئی عقلمند اس بات سے انکار نہیں کر سکتا خود ہماری جماعت کے آدمیوں نے بذریعہ خطوط اور زبانی پادریوں سے پوچھا ہے تو انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ مسیح معمولی آدمیوں کی طرح مر گیا ہے تو ہمارا مذہب بھی ساتھ ہی مر گیا کیونکہ اس سے صلیب کفارہ اور مسیح کی دوبارہ زندگی وغیرہ کے تمام مسائل غلط ثابت ہو جاتے ہیں میں نے خود ایک بڑے پکے مشنری ہیو صاحب کی کتاب میں جہاں وہ عیسائیت کی موجودہ حالت پر ریویو کرتے ہیں پڑھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہم عقلی دلائل سے عیسائیت کے اصولوں کو ثابت نہیں کر سکتے لیکن جب تک محققین تاریخی رنگ میں یہ نہ ثابت کر دیں کہ نہ مسیح صلیب پر مرا نہ پھر زندہ ہو کر بجسد عنصری آسمانوں پر چڑھا تب تک انکا حق نہیں ہے کہ ہمیں عیسائیت کے چھوڑنے پر مجبور کریں اور جب تک یہ بات ثابت نہ ہو جائے ہم عیسائیت کو مانتے رہیں گے ان کی عبارت کا اصل ترجمہ یہ ہے ''اگر وہ واقعات جن کے مطالعہ میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں صحیح واقعات نہیں ہیں اگر مسیح سولی نہیں دیا گیا اور مردوں سے پھر زندہ ہو کر نہیں اٹھا اور خدا باپ کے پاس آسمانوں کو نہیں چڑھ گیا تو پھر کوئی الہام بھی نہیں ہوا۔ اور عیسائیت ان لوگوں کے حملوں کے نیچے یا ان کے بعد آنیوالے لوگوں کے حملوں کے نیچے تمام جھوٹوں کی طرح ضرور بضرور تباہ ہوجائے گی اگر مسیح کی زندگی موت دوبارہ زندگی اور صعود تاریخی رنگ میں ثابت نہ ہوں تو عیسائیت کو جھوٹا سمجھ کر چھوڑ دینا چاہئے'' اب ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیح علیہ السلام کی صرف وفات کو ہی ثابت نہیں کیا بلکہ قرآن شریف انجیل اور تاریخی دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح کی قبر سری نگر محلہ خانیار میں موجود ہے اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ معمولی نبی تھے اور دوسرے نبیوں کی طرح فوت ہوئے اور زمین میں مدفون ہیں تو الوہیت مسیح تثلیث کفارہ وغیرہ تمام باطل ہو گیا اور ان کی وفات کے ثابت ہونے سے عیسائیت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور اس طرح آپ نے معقولی طور پر عیسائیت کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا۔ دوسری راہ جو آپ نے اختیار کی وہ روحانی حملہ ہے اور وہ اس پہلے حملے سے زیادہ سخت اور باطل بیخکنی کے لئے زیادہ موثر ہے اس سے آپ نے ثابت کر دیا کہ روحانی برکات اور آسمانی تائیدات اور اللہ کی نصرت بھی اسلام ہی کے ساتھ ہے اور اسلام ہی میں ہر انسان اللہ تعالیٰ کی سچی محبت اور کامل وفاداری حاصل کر سکتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسی دنیا میں سچا تعلق پیدا کر سکتا ہے اور عیسائی اور عیسائیت اس بات سے بالکل خالی ہیں اور تمام لاف وگذاف نری منہ کی باتیں ہیں۔ان روحانی تاثیرات میں پہلی بات جو قابل توجہ ہے وہ یورپ اور امریکہ میں عیسائیت سے ارتداد اور مذہبی کھلبلی ہے جب محمد ﷺ کے زمانہ میں عربوں کی طبیعت میں خود بخود ہی بت پرستی کے برخلاف سوالات پیدا ہونے لگے تھے اور طبعیتیں بتوں کی پوجا سے بیزار ہو چلی تھیں اسی طرح اس بروز محمد ﷺ کی توجہات اور دعاؤں سے یورپ کے لوگ عیسائیت سے بیزار ہو رہے ہیں اور طبائع میں سچائی کی تلاش کی طرف تحریک ہوری ہے اور وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں سچائی پھیلائی جائے گی دوسری بات ڈپٹی عبداللہ آتھم اور امریکہ کے جھوٹے نبی ڈوئی کی موت ہے جو آپ کے مقابلہ میں آ کر واقع ہوئی جب حضور عبداللہ آتھم کے ساتھ امرتسری میں بحث کر رہے تھے اس وقت عبداللہ آتھم اور اس کے ساتھ والے عیسائی لوگوں نے کہا کہ ہم تو اپنے دین کی سچائی میں کوئی نشان نہیں دکھا سکتے آپ اگر کوئی نشان دکھائیں تو ہم دیکھنے کے لئے تیار ہیں چنانچہ آپ نے ان کی درخواست کے مطابق دعا کی کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے اور سچے میں خود فیصلہ کرے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا کہ اس بحث میں دونوں فریقین میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اب ایک طرف آتھم عیسائیت کا وکیل اور اس بلند دعوے کا حامی عظیم تھا کہ مسیح درحقیقت زندہ اور سچا خدا ہے اور درحقیقت عیسائیت اپنے سارے زور اپنی ساری جان اپنے پورے ہتھیاروں کے ساتھ آتھم کی شکل میں مجسم ہو کر آئی تھی ادھر اسلام اپنی تمام زندہ طاقت حیٔ وقیوم خالق زمین وآسمان ازلی ابدی اور غیر فانی خدا کی یگانہ الوہیت کے سارے زوروں الوہیت مسیح کے بطال اور کسر صلیب کے مناسب حال تیز ہتھیاروں کے ساتھ مرزا غلام احمد (علیہ السلام) کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہ ایسا دنگل تھا جس کی نظیر ان دونوں مذہبوں کے آغاز سے بجز زمانہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی زمانہ میں بھی پائی نہیں جاتی تھی انجام یہ ہوا کہ وہ اسلام کا دشمن عیسوئیت کا مجسم بت نصرانیت کا صنم ظلم عظیم کی مہیب صورت پیشگوئی کے مطابق پندرہ ماہ سخت

ترین عذاب میں مبتلا رہا اور بالآخر خفائے شہادت حقہ کی وجہ سے اسے موت کا تلخ پیالہ منہ سے لگانا پڑا دوسرا شخص جو آپ کے مقابلہ میں آکر ہلاک ہوا امریکہ کا جھوٹا نبی ڈوئی ہے یہ شخص حضرت مسیح کو خدا ماننے والا اور اسلام اور رسول مقبول کا خطرناک دشمن تھا اس کا اعتقاد تھا کہ مسیح ابن اللہ ہے اور ہم صرف اسی کی معرفت اور اسی کی خدائی اور کفارہ وغیرہ پر ایمان لاکر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں اور اس کے خاص فضلوں اور خاص تائیدوں کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں ڈوئی کا دعویٰ تھا کہ وہ الیاس کی طاقت میں آیا ہے اور اس حیثیت سے مسیح جو خداوند خدا ہے اس کے جلالی ظہور کا مظہر اور دنیا پر اس کا خلیفہ ہے اس کا خاص فرض ہے کہ اسلام کو تباہ اور مسلمانوں کو ہلاک کر دے اور اس کا خیال تھا کہ چونکہ وہ مسیح کے جلالی ظہور کا پیش خیمہ ہے جو اس کے مقابل میں آئے گا ہلاک ہو جائیگا اس شخص کو ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چیلنج بھیجا کہ تو مسیح کا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بروز اور خلیفہ ہونے کا مدعی ہوں آؤ ہم دونوں مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ صادق کے سامنے کاذب کی ذلت کرے اور ہلاک کرے اور اس کا کذب ظاہر کر دے اس شخص نے باوجود اتنے بڑے دعوے کے اس مقابلہ سے بچنے کی بہت کوشش کی اور حیلوں بہانوں سے مقابلہ کے ٹالنے کی کوشش کی آخر کار مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکولکھا اور امریکہ میں شائع کرا دیا کہ اگر یہ شخص اپنے دعوے سے دست بردار نہیں ہوگا اور توبہ نہیں کرے گا تو بھی اس سے یہ عذاب نہیں ٹلے گا لیکن یہ بات ڈوئی کی ہلاکت سے بھی زیادہ مشکل تھی اس واسطے وہ اپنے دعویٰ پر قائم رہا لیکن اس کے بعد جلدی ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ دری کر دی اور اس کا کذب ظاہر ہو گیا اور اس کے کذب و مکر زنا کاری اور شرابخوری ظاہر ہوگئی اور اس کا لڑکا اور عورت اور بہت سے مرید باغی ہو گئے پھر بیمار اور ذلیل وخوار اور مجنون ہوکر ہلاک ہو گیا اور اس کا تمام سلسلہ درہم برہم ہو گیا۔

یہ ڈوئی اور عبداللہ آتھم دونوں عیسوئیت کے حامی اور اسلام کے دشمن حضور کے مقابل ہلاک ہوئے اور اپنی ہلاکت سے اس بات پر مہر کر گئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جو اس دنیا کا مقتدر بادشاہ ہے وہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اس کے غلاموں کا دوست اور حامی ہے اور اسکی خاص تائیدات اسلام کے لئے ہی خاص ہیں اور عیسویت اور عیسائیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے فرعون کے تمام

سانپوں کو تلف کر دیا تھا اور اس میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ عیسائیت عنقریب اسلام کے مقابلہ میں ہلاک ہو جائیگی اور اللہ تعالیٰ کی یہ بات لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط (سورۃ الانفال آیت 43) عنقریب واقع ہونے والی ہے۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ج وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ○ (سورۃ العنکبوت آیت 44)

تیسری قوم جو اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہے آریوں کا فرقہ ہے اس قوم کے لئے آپ نے براہین احمدیہ۔ سرمہ چشم آریہ شحنہ حق آریہ دھرم۔

نسیم دعوت۔ قادیان کے آریہ اور ہم اور لاہور کے مختلف لیکچر اور پھر آخر میں کتاب چشمہ معرفت وغیرہ لکھ کر اسلام کو ان کے شر سے محفوظ کیا اور ان کے ہر ایک اصول کی ایسی دھجیاں اڑائی ہیں اور ایسے کھلے طور پر ان کی بیہودگی اور جھوٹا پن ظاہر کیا ہے کہ بچے بھی اب ان کے اصولوں پر مضحکہ اڑاتے ہیں جو شخص چشمۂ معرفت کو بڑے غور سے پڑھے گا اس پر یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ معقولیت کے میدان میں اب یہ قوم ہرگز ہرگز کھڑی نہیں ہوسکتی۔ ان لوگوں کے دو بڑے مسئلے ہیں جن میں یہ اسلام سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ایک تناسخ، دوسرا نیوگ آپ نے ان لوگوں کو بتلایا کہ اگر اواگون کا مسئلہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کو سرب شکتی مان نہیں مان سکتے کیونکہ تناسخ کے مسئلہ کو مان کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ روح اور مادہ پیدا نہیں کرسکتا اور یہ تناسخ مان کر اور ارواح ذرات اجسام کو انادی مان کر اللہ تعالیٰ کی ہستی ماننے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ ارواح وذرات جمع اپنے تمام قویٰ اور خواص کے اگر خود بخود ہیں تو پھر بھی ماننا پڑے گا کہ ان میں طاقت وصال وانفصال بھی خود بخود ہے اور مادہ اور روح خود بخود ہی ملتے اور علیحدہ ہوتے ہیں کسی اور کاریگر کی ضرورت نہیں اور جیسا کہ آریاؤں کا خیال ہے اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اب وحی والہام اور نشانات الہیہ کا دروازہ بھی بند ہے تو سوائے دہریہ پن کے کچھ باقی نہیں رہتا اور ماننا پڑتا ہے کہ ہندوستان میں ناستک مت کے وید ہی بانی مبانی ہیں اور تناسخ کا مسئلہ مان کر یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ خدا کی قدرت کے ساتھ اس کا علم بھی ناقص ہے کیونکہ اس بات کو بالکل معمولی عقل کا انسان سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ حقیقی خالق ہوتا تو اس موجودہ حالت سے اس کی قدرت زیادہ وسیع اور اس کا علم زیادہ گہرا اور لطیف ہوتا

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن شریف میں فرماتا ہے: وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○ (سورۃ الملک آیت 14، 15)

اور چھپاؤ تم اپنی بات کو یا اس کو ظاہر کرو اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے کیا وہ بھی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا وہ تو بڑے لطیف علم والا اور بڑا خبر دار ہے کیونکہ تم اس کی مخلوق اور تمہارے ہر ہر ذرہ کا وہ مالک اور خالق ہے اس واسطے اس کے علم کی لطافت کو کوئی غیر شخص ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

دیکھو اب انسان کے وہم میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک چیز کے خالق سے بڑھ کر بھی اس کا عالم ہو سکتا ہے لیکن آریوں کو تناسخ ماننے سے ایک ایسا خدا ماننا پڑا جس کے علم کے وراءلوراء انسان ایک اور علم تصور میں لاسکتا ہے اور جسکی قدرت اور عظمت کے وراءلوراء ہم اور قدرت اور عظمت تجویز کر سکتے ہیں دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے اور اس کو انسانی عقل سے بھی ادنیٰ درجہ کا مانا گیا ہے کس طرح بہت سی لطیف در لطیف بحثیں آپ نے چشمہ معرفت اور دوسری کتابوں میں کی ہیں اور ان مندرجہ ذیل باتوں کو بڑے قوی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

(1)۔وید نے اپنے پرمیشور کو خالق ہونے سے جواب دے دیا ہے۔

(2)۔اس نے روحوں کو باقی تمام طاقتوں اور قوتوں کے خود بخود مان لیا ہے۔(3)۔اس نے خدا تعالیٰ کی صفت وحی والہام کو ہمشہ کے لئے معطل قرار دیا ہے اور اس طرح اس کے وجود پر کوئی دلیل نہیں چھوڑی اس نے تمام ذرات عالم کو بھی ان کے خواص اور طاقتوں کے پرمیشور کی طرح اپنے وجود کا آپ ہی خدا مان لیا ہے اور اس بات میں انکو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھرایا ہے اور مان کو اس طرح ظاہر کیا ہے کہ ان کو اپنے وجود کے لئے اللہ تعالیٰ کے سہارے یا مدد کی ضرورت نہیں اس طرح اس نے ان تمام دلائل سے انکار کیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا پتہ لگتا ہے (4)۔اس نے اللہ تعالیٰ کو بخیل اور پکش پات اور طرفداری کرنے والا ٹھہرایا ہے جو ہمیشہ آریہ ورت سے ہی تعلق رکھتا ہے اور انہیں پر الہام نازل کرتا ہے، دوسروں سے بے وجہ ناراض ہے گویا اس قوم سے اسکا رشتہ اور تعلق ہے اور گویا کہ دوسرے ملکوں کے لوگ اس کے بندے نہیں ہیں کیونکہ وہ مانتے ہیں کہ ضرور وہ ہی الٰہی کلام ہے اس لئے نیوگ ناپاک طریق کے لئے

تاکیدی حکم دیکر ہزاروں عورتوں کی عفت میں خلل ڈالا جس سے نسل کا اعتبار بالکل اُٹھ گیا (5) اس نے تناسخ کا عقیدہ پیش کر کے آریوں کو کوئی ایسا قاعدہ نہیں بتلایا جس سے سمجھا جاتا کہ مثلاً دوبارہ آنیوالی کوئی لڑکی اس شخص کی ماں یا دادی تو نہیں جسکو وہ اپنی بیوی بناتا ہے۔ (6) اس نے یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ گویا پرمیشور کو ایک ایسا فریب دینے کی عادت ہے کہ مکتی دینے کے وقت پوشیدہ طور پر مکتی یاب کے ذمہ ایک گناہ رکھ لیتا ہے اور پھر گناہ کا الزام لگا کر اس مکتی یاب کو مکتی خانہ سے باہر نکالتا ہے اور اپنے پرمیشور پر بھی نہایت قابل شرم دھبہ لگایا کہ وہ جاودانی مکتی دینے پر قادر نہیں اور بڑا جھوٹ یہ بولا کہ اعمال محدود ہیں اس لئے جزاء بھی محدود ہونی چاہئے، حالانکہ یہ بیان خلاف واقعہ ہے کیونکہ بموجب اصول آریوں کے پرمیشور اس لئے مکتی خانہ سے روح کو باہر کرتا ہے کہ اس کے بغیر تمام روحیں نجات پا جاتیں اور پھر دنیا کا آئندہ کام نہ چلتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مقبول شدہ دعاؤں کو نمونہ کے طور پر پیش کر کے جن کے آریہ لوگ ہی گواہ تھے بتلایا کہ قبولیت دعا کا مسئلہ صحیح ہے۔ اور جو کچھ تم اس کے برخلاف کہتے ہو بالکل بے ثبوت بکواس ہے۔ آپ نے بہت سی پیشگوئیاں اور الہامات آریوں اور دوسرے لوگوں کی بابت شائع کئے اور ان کے پورا ہونے سے اس بات کو ثابت کر دیا کہ وید کا یہ دعویٰ کہ الہام کا دروازہ بند ہے صریح واقعات کے خلاف ہے اور اس قوم کو اللہ تعالیٰ اس پاک انسان کے ذریعہ اپنے رحمت اور قہری نشانوں میں مبتلا کرتا رہا ہے یہاں تک کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور فضلوں کو دیکھ کر مبہوت ہوگئی رحمت کے نشانوں کے گواہ لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت رائے ابھی تک زندہ ہیں ہر ایک حق جو ان کے پاس جا کر اپنی تسلی کرا سکتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قہر کے شکار ہو گئے مثلاً دیانند۔ لیکھرام اور شبھ جنتک والے ان نشانوں کے دیکھنے والے لاکھوں انسان زندہ ہیں اور گواہی دے سکتے ہیں۔ ان تمام واقعات نے آریوں کے دجل اور کمزوری کو ثابت کر دیا ہے اور ان کے مذہب کا ابطال اظہر من الشّمس ہوگیا ہے پھر آپ کی دعاؤں کی تاثیر اور انفاس طیبات نے ایسی کاروائی کی جس کی وجہ سے آریہ قوم میں وہ جوش اور غلبہ نہیں رہا جو پہلے تھا گھروں میں پھوٹ پڑ گئی ہے دلوں میں تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے حوادث زمانہ کمزور کر دیا ہے اور

خود اس فرقہ کے لیڈروں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ آریہ سماج کی موت قریب ہے۔ان لوگوں کے سوا ہمارے ہموطن سکھوں کی قوم ہے اس قوم پر تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد رحم کرنے والا ہے کیونکہ ان لوگوں کے لئے اسلام کی راہ بالکل صاف کر دی گئی ہے اور اب ان لوگوں میں صرف تبلیغ کی ضرورت ہے کیونکہ جب ثابت ہو گیا کہ ڈیرہ بابا نانک میں جو بابا صاحب کا جولہ ہے جو سکھوں نے تبرکاً رکھا ہے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آیت کرسی الحمد شریف قل شریف اور آیات مثل ان الدین عند اللہ الا سلام ماسوائے اسلام کے اللہ تعالیٰ کو اور کوئی مذہب منظور نہیں) وغیرہ لکھی ہوئی ہیں اور وید کا وہاں کوئی ذکر نہیں تو پھر باوا صاحب کے اسلام میں کوئی شک نہیں رہتا اور جب ہم ان انکی اولاد کے گھر میں قرآن شریف تبرکاً دیکھتے ہیں اور ان کا مکہ کا سفر اور حج کے حالات پڑھتے ہیں جو ایک جاٹ بالا صاحب کے لکھے ہوئے ہیں تو بابا صاحب کے اسلام میں جھگڑے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

ڈھا نور محمدی ڈھا بنی رسول
مانک قدرت دیکھ کے خود ہی گئے سب بھول

ان بیرونی دشمنوں کے ذب اور ان پر اسلام کی حجت تمام کرنے کے علاوہ ہمارے سید و مولنا میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے بھی بڑھ کر کام کیا ہے وہ مسلمانوں کی اندرونی اصلاح ہے اور اسلام سے ان نئے اور فاسد عقائد کو دور کرنا ہے جس سے اسلام جیسے نورانی چاند کو گرہن لگ رہا ہے ان قابل غور اور جھوٹے عقائد نے اسلام کی شکل ایسی بری بنا رکھی تھی کہ لوگ دور سے ہی دیکھتے اور نفرت سے واپس ہو جاتے تھے اور اس محبوب میں اب وہ خوشنمائی اور دلربائی نہیں رہی تھی کہ قوموں کی قومیں پہلے کی طرح اس کی طرف کھینچی چلی آتیں۔آپ نے سچے اور حقیقی مصلح کی طرح پہلے تو ان تمام عقائد باطلہ کو معلوم کیا جو اسلام جیسے عظم الشان اور سچے مذہب کو نقصان پہنچا رہے تھے اور پھر ان کی آہستہ آہستہ اصلاح شروع کی افسوس کہ قوم کے اکثر افراد نے اس سچے خیر خواہ کی قدر نہ کی اور اس کی بات کو بغیر سمجھنے کے اس کے برخلاف مخالفت کا جھنڈا بلند کر دیا۔گالیاں دیں کافر و دجال اور مذہب کو بگاڑنے والا نام رکھے آپ کے کفر کو متعدی کفر سمجھا گیا اور آپ کی جان و مال اور عزت کو نقصان پہنچانا داخل ثواب ہیں اس بات پر زیادہ گھبرانا

نہیں چاہئے کیونکہ صادقوں کے ساتھ دنیا داروں نے ہمیشہ اسی طرح سلوک کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ○ (سورۃ سبا آیت 14) يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (سورۃ یٰسین آیت 31)

اور ہر قوم کی ناشکری اور کفر کی تو یہ حالت تھی لیکن آپ نے ایک سچے اور خیر خواہ حکیم کی طرح جو ناسمجھ بیمار کے رونے چلانے اور گالیاں دینے کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور علاج میں لگا رہتا ہے اپنے کام میں لگے رہے اور ذرا بھی سستی نہ دکھائی اور نہ ہی کسی سے ڈرے یہاں تک کہ اپنے کام کو پورا کر دیا اور اصلاح کو تکمیل تک پہنچایا۔ مسلمانوں میں دو قسم کا اعتقادی فساد تھا ایک وہ لوگ جو تفریط کی طرف جھک گئے تھے چنانچہ بعض مسلمانوں میں ہی سے کہتے تھے کہ اسلام میں احکام کوئی نہیں یہ روزہ نماز پرانے زمانہ کی باتیں ہیں جو کہ عرب کے وحشیوں کے لئے مفید ہو سکتی تھیں پھر معجزات قیامت و جنت کے حالات پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے دوم وہ لوگ جو افراط کی طرف گئے تھے اور حضرت مسیح کی شان میں غلو کرتے کرتے یہاں تک پہنچے کہ انہیں خدا تک پہنچا دیا اور ان کو بعض ایسی صفات کا صاحب گردانا جو خاصہ الوہیت ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ بیشک خدا کے مقربین میں سے تھے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی نبوت سے ممتاز تھے لیکن ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ ان سے بہت بڑھ کر تھا اور ان کے لئے کوئی ایسی خصوصیت مقرر کرنا جس سے سید المرسلین کی ہتک ہو جس سے اسلام کو نقصان پہنچے اور جو عیسائیوں کو ان کے دجل میں مدد دے ٹھیک نہیں یہ کہنا کہ کئی صدیوں سے آسمانوں پر بجسد عنصری متمکن ہیں غلط بات ہے اور اسلام کو سخت نقصان دہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کفار نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم ضرور مان لینگے اگر آپ ہمارے سامنے آسمانوں پر چڑھ جائیں اس کا جو جواب دیا گیا وہ یہ تھا۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسول۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے قانون اور وعدے کے خلاف ہے کہ کوئی بشر رسول آسمان پر چڑھ جائے تو پھر جو آسمانوں پر چڑھ گیا اس کو خدا رسول ماننا پڑے گا جب اللہ تعالیٰ نے ابتداء سے ایک قانون مقرر کر دیا فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے خلاف کیوں کرتا ہے اگر عیسیٰ ؑ کے مع جسم آسمانوں پر چڑھ جانیکا عقیدہ اس وقت کے مسلمانوں میں ہوتا تو کافروں کا حق تھا

کہ انہیں یہ کہکر ملزم کریں کہ کیا وجہ ہے کہ ایک نبی کے لئے یہ امر جائز قرار دیتے ہو اور دوسرے کے لئے نہیں حالانکہ تم اس بات کے بھی قائل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں سے افضل اور جامع کمالات نبوت ہیں غرض ان کو بتلایا کہ یہ زندہ آسمانوں پر چڑھ جانے کا مسئلہ قرآن شریف میں کوئی نہیں بلکہ قرآن شریف اس عقیدہ کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے سارہ قرآن شریف اوّل سے آخر تک دیکھ لو عیسیٰؑ کا اب تک زندہ رہنے کا ثبوت نہ پاؤ گئے اگر پاؤ گے تو یہ **فلما توفیتنی**۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب العزت کے حضور عرض کرتے ہیں جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی عیسائیوں کا نگران حال تھا میں دوبارہ واپس نہیں گیا اور عیسائی میرے بعد میں بگڑے ہیں **توفی** کے معنی موت ایسی بدیہی بات ہے کہ اس سے انکار نہیں ہوسکتا یہ لفظ قرآن مجید میں اور انبیاء کے لئے بھی آیا ہے مثلاً حضرت یوسفؑ نے فرمایا ہے **توفنی مسلماً و الحقنی بالصالحین** اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں **اونتوفینك** آیا ہے دونوں باب تفعل سے ہیں کسی عربی لغت کی کتاب میں بھی تم اس کے برخلاف نہ پاؤ گے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی قولی شہادت ہوئی۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فعلی شہادت کی طرف دیکھو جو آپ کی روئیت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے معراج کی رات عیسیٰؑ کو یحیٰ کیساتھ دیکھا اب اس میں تو کسی مسلمان کو شک نہیں کہ یحیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں پس فوت شدہ گروہ میں جو بہشت میں جا چکا ہے کسی کو دیکھنا سوائے اس بات کے اور کیا معنی رکھتا ہے کہ وہ بھی مر چکا ہے غرض یہ دو شہادتیں ہیں ہمارے مخالف انصاف کریں ان سے کیا ثابت ہوتا ہے پس کیا وجہ ہو کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے وہ خصوصیات پیدا کی جائیں جن سے ہمارے نبی کریم کی ہتک ہوتی ہے پادری صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ وہ مردہ زندہ کرتا تھا او مولوی لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ (سورۃ الزمر آیت 43) اب خدا کے کلام میں تناقض نہیں کہ ایک آیت میں کہے کہ مردے دوبارہ دنیا میں نہیں آتے اور دوسری میں کہے کہ مردے زندہ ہوتے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے ہاتھ پر مردے زندہ ہوتے تھے اذا دعی کم لما یحی

کم اور سب کو معلوم ہے کہ اس سے روحانی مردے زندہ کرنا مراد ہے۔ پس جو مسلمان پادریوں کی متابعت میں عیسیٰؑ کے مردہ زندہ کرنے کی قائل تھے غلطی کرتے تھے پھر یہ بیباک اور ظالم طبع لوگ کہتے ہیں کہ جو مس شیطان سے پاک ہے وہ صرف حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ ہی تھیں دیکھو اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس قدر ہتک ہے۔ آپ نے صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں بلکہ تمام انبیاء کی معصومیت کو ثابت کیا اور مسئلہ معصومت انبیاء علیم السلام کو عام طور پر مسلمانوں میں رواج دیا اور تمام نبیوں کو پادریوں اور مولویوں کے جھوٹے الزاموں سے پاک ثابت کیا ایسی ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اور بہت سی خصوصیات کو دور کیا اور مسلمانوں کو لا نفرق بین احدٍ من رسلہ کی آیت پر قائم کیا اور اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ سید الرسل سے کسی کو بڑھ کر بنایا جاوے جو حضرت عیسیٰؑ سے اور مہا افضل اور اعلیٰ تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کے لئے نہ اپنی بڑائی کے لئے یہ شعر پڑھا

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

اللھم صلی علیٰ محمد وآلہ۔ پھر ان مسلمانوں کا ہم سے اس بات میں اختلاف ہے کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کے مکالمات ومخاطبات اس امت کے لوگوں سے قیامت تک جاری ہیں اور یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ یہی تمام اولیاء امت کا مذہب رہا ہے یاد رکھو کہ دین اسلام ایسا دین نہیں جس کے کمالات پیچھے رہ گئے ہیں اور آگے کے لئے اس میں کچھ نہ رہا ہو اگر یہ بات ہے اور اسلام کا دار و مدار بھی قصوں پر ہی ہے تو بتاؤ اس میں اور دوسرے دینوں میں فرق کیا رہ گیا اسلام میں اگر کوئی چیز ما بہ الامتیاز ہے تو یہ کہ اس کے پیرو الٰہی مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں خشک توحید کے قائل اور مذہب بھی ہیں مثلاً یہود پھر برہمو سماج یہ سوال کر سکتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول ہیں کیا فائدہ ہے یہی تو فائدہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور پیروی اور تصدیق رسالت اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور ان انعامات کا وارث جو اگلے انبیاء پر ہوئے اللہ نے اس کا نام فرقان رکھا ہے چنانچہ فرمایا۔ یعنی وہ مسلمانوں کو ایک فرقان دیگا۔ پس دوسرے مذاہب میں اور اسلام میں اس آیت کے مطابق ما بہ الامتیاز اسی جہاں میں

ہونا ضروری ہے اور اسی لئے امام علیہ السلام پر خدا تعالیٰ نے وحی نازل کی اور انہوں نے ملہم ہونے کا دعویٰ کیا تا کہ اسلام کی برتری دوسرے مذاہب پر ثابت ہو اگر اسلام بھی خشک توحید ہی لے کر آیا تھا جیسے کہ یہودی اور برہموسماج تو اتنا بڑا شریعت کا بوجھ ڈالنے کی کیا ضرورتتھی ایک طرف تو مانتے ہیں کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور دوسری طرف اس میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں بتاتے اور جو اس کے کمالات اور خوبیاں ہیں وہ بھی مردوں میں بتلاتے ہیں گویا زندوں کے لئے کچھ نہیں مصنوع سے صانع کی طرف جانا خدا تعالیٰ کی ہستی کا اعلیٰ ثبوت نہیں ہوسکتا بلکہ خدا شناسی کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ وہ خود انا الموجود کہے پچھلے قصے تو دوسرے مذاہب بھی سناتے ہیں لیکن اس کے مقابلہ میں تم بھی دو چار گذشتہ قصے سنا دو تو اس میں بہتری کیا ہوئی اور اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ تو سچ اور جو دوسرا بیان کرتا ہے کہ ہمارے رہنما نے یہ یہ معجزہ دکھلایا وہ غلط ہے دیکھو انجیل میں ایسے معجزات کا بھی ذکر ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دیا گیا تو سب مردے قبروں میں سے نکل آئے ہماری عقل کا تو یہاں خاتمہ ہے کہ ایک شہر میں تمام مردے کس طرح سما گئے اور پھر باوجود ان کے نکلنے کے یہودیوں نے عیسیٰؑ کو کیوں نہ مانا پس ایسے قصوں کے مقابلے میں اگر ہماری طرف سے بھی قصے ہی ہوں تو کسی مخالف پر کیا اثر پڑسکتا ہے خوب یاد رکھو کہ اس زمانہ میں طبیعتں دہریت کی طرف مائل ہو رہی ہیں اور جو دین مکالمات الٰہی اور تازہ بتازہ ثبوتوں سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو منوا سکتا ہے وہی دین باقی رہے گا اگر اس وقت اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق اسلام کے ساتھ ثابت نہ ہوتا تو اسلام کا بھی وہی حال ہوتا جو آجکل عیسائیت وغیرہ دوسرے مذاہب کا ہو رہا ہے اور یہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے خوشی کا مقام ہے کہ اس وقت صرف اسلام ہی میں وہ خدا مل سکتا ہے جو دوسری دنیا سے پوشیدہ ہے یہی اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا محمد ﷺ کی عزت اور شوکت صرف اسی بات میں نہیں کہ انہوں نے دنیا میں توحید قائم کی کیونکہ اس عزت میں تو یہودی بھی شامل ہیں سب سے بڑی بات جس میں آپ کا کوئی شریک بھی نہیں ہے۔ یہ ہے کہ آپ کی یعنی سیدنا محمد ﷺ کی پیروی اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور انسان انبیاء اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں کا وارث ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ہمارے پیارے امام علیہ السلام

نے جتنے برکات کے نزول کا دعویٰ کیا ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اور ان کی صداقت کے اظہار کے لئے کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار زمین کے ایک طرف دعا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور ایک طرف میں اکیلا خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری ہی تائید کرے گا مگر نہ اس لئے کہ سب سے میں ہی بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اس کے رسول پر صدق دل سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اسکی شریعت خاتم الشرایع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اسکی کل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے۔ یعنی اس کا ظل ہے اور اس کے ذریعے سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی کا فیضیاب ہے خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا بلکہ خودکش بننا چاہتا ہے خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستورالعمل قرار دیتا ہے اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء قرار دیتا ہے اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے۔ پس ایسا شخص خدا تعالیٰ کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچتا اور اس کو اپنے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنا نشان ظاہر کرتا ہے جب اس کی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک ظلی نبوت اس کو عطا کرتا ہے جو نبوت محمدیہ کا ظل ہوتی ہے یہ اس لئے ہے کہ اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے نادان آدمی جو دراصل دشمن دین ہے اس بات کو نہیں چاہتا کہ اسلام میں سلسلہ مکالمات ومخاطبات الٰہیہ کا جاری رہے بلکہ چاہتا ہے کہ اسلام بھی اور مردہ مذہبوں کی طرح مردہ مذہب ہو جائے مگر خدا نہیں چاہتا اور مقصد یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی دکھلائی جاوے اور اسی طرح آپ نے اور بہت سی اصلاحیں کی ہیں لیکن ان سب کی نسبت بسط کے ساتھ بیان کرنے کا موقع نہیں ان میں سے ایک جہاد کا مسئلہ بھی ہے یہ مسئلہ بھی اسلام کے نورانی چہرہ پر ایک بدنما دھبہ تھا اگرچہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے لا اکراہ فی الدین اور جابجا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ لوگوں سے نرمی اور نیک برتاؤ سے سلوک کرو اور جہاں تک ہو سکے تمام مخلوق خدا سے

احسان سے پیش آؤ اور صرف ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کی اجازت دی ہے جو دین میں لڑائی کریں لیکن نادان مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ کافروں کو مارنا اور ناحق ان کا مال لوٹنا ثواب کا کام ہے اور اس عقیدہ کو پھیلا کر اور سختی سے اس پر کار بند ہو کر اسلام کو دوسری قوموں میں بدنام کر دیا ہے۔ اگر تم ایک انگریز یا ہندو کو اسلام کی حقانیت کے تمام ثبوت دے دو اور اس کو یقین دلا دو کہ یہ مذہب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور پھر اسکو یہ علم بھی ہو جائے کہ اس مذہب میں لوگوں کو زبردستی مسلمان کرنا اور ہر ایک مکروہ فریب اور جھوٹ سے دوسروں کو قتل کرنا اور ان کا مال و دولت لوٹنا اور ان کے بیوی بچوں کو غلام بنا لینا بڑے ثواب کا کام ہے تو وہ فوراً اسے ڈاکوؤں کا مذہب کہہ کر اسلام سے منہ پھیر لے گا اور خدا جانے اس کے بانی علیہ السلاۃ والسلام کی نسبت ان کے دل میں کیا کیا خیال پیدا ہوں وہ خیال کرے گا کہ یہ لوگ نہایت ہی غدار اور انسانیت کے دشمن ہیں فطرت انسانی کا تقاضا ہے کہ وہ احسان کا بدلہ احسان سے دینا چاہتی ہے اس واسطے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ○۔ (سورۃ رحمٰن آیت 61) یعنی انسانی فطرت کے مطابق احسان کا بدلہ احسان ہے اور کچھ نہیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ انگریز ایک غیر مذہب کے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم پر تسلط دیا ہے لیکن وہ ہمارے ساتھ بحیثیت حاکم ہونے کے بڑی نرمی سے پیش آتے ہیں اور ہمارے مال و جان و عزت کی حفاظت کرتے ہیں مذہب میں پوری آزادی دی ہوئی ہے اب یہ کتنے بڑے افسوس کی بات ہوگی کہ اپنے دل میں ہم اس خیال کو جگہ دیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے تسلط میں آجائیں تو یا تو ان کو زبردستی مسلمان کرلیں گے یا تلوار کا مزا چکھائیں گے جو لوگ ایسا اسلام رکھتے ہیں وہ خوب یاد رکھیں کہ ایسا کرنے میں وہ اسلام کی تعلیم اور ہمارے نبی کریم کے بالکل مخالف کر رہے ہیں کیوں کہ یہ ایک مشہور حدیث ہے کہ ایک دفعہ کسی سفر میں آپ ایک درخت کے نیچے اکیلے سو رہے تھے کہ ایک دشمن برہنہ تلوار لیکر آپ کے سر پر آن کھڑا ہوا اور پوچھا بتاؤ کہ اب تم کو کون مجھ سے بچانیوالا ہے آپ نے فرمایا اللہ آپ کا یہ کہنا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ کی قوت سلب ہوگئی اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور آپ نے وہ تلوار ہاتھ میں لی اور پوچھا کہ اب تو بتا تجھ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے بڑی عاجزی سے کہا کہ آپ ہی مہربانی فرمائیں آپ نے اس کو اس عہد پر چھوڑ دیا کہ اس کے بعد وہ مسلمانوں کا تلوار

کے ساتھ کبھی مقابلہ نہیں کرے گا اس معافی کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہو گیا اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ معافی اور اعلیٰ اخلاق کے برتاؤ سے ہم اسلام کو دنیا میں پھیلا سکتے ہیں دوسرا یہ کہ مسلمان جواب جہاد کرنا چاہتے ہیں وہ رسول اللہ اور اسوۂ حسنہ کے بالکل خلاف کرتے ہیں آپ نے ان دشمنوں کو معاف کیا اور یہ ملاں جو لوگوں کے ساتھ لڑنا چاہتے ہیں اور باوجود اپنی اس ردی حالت کے ہمارے امام علیہ السلام کو جو رسول اللہ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی تاکید کرتے ہیں کفر کا فتویٰ دیتے ہیں تف برایں مسلمانی

بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○۔(سورۃ البقرہ آیت 94) اسی ضمن میں تمام قوموں کے بزرگوں کی عزت کرنا اور ادب سے پیش آنا اور دوزخ کی ابدیت کو جنت کی ابدیت کیطرح نہ ماننا وغیرہ کے مسائل ہیں ان تمام باتوں میں خدمت اسلام ہی ملحوظ خاطر ہے ورنہ خواہ مخواہ کوئی اپنی قوم کو کیوں اپنا دشمن بناتا ہے اسی طرح آپ کا دعویٰ مہدویت اور مسیحیت بھی اسلام کے لئے نہایت مفید اور اسلام کی سچائی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی ایک بڑی بھاری دلیل ہے کیونکہ جو شخص اس دعوے کو مانتا ہے وہ اس بات کو بھی مانتا ہے کہ یہ تمام برکات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی سے آپ کو حاصل ہوئی ہیں اور ساتھ ہی رسول اللہ کی ان پیشگوئیوں پر ایمان لاتا ہے جو ہمارے زمانہ میں ہماری آنکھوں کے سامنے واقعہ ہوئی ہیں اور اس طرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور صداقت کا چشم دید گواہ ہو جاتا ہے اور یہ اس زمانہ کے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ انہوں نے رسول اللہ کی سچائی کے ہزارہا زندہ نشانات دیکھے کاش کہ وہ لوگ اس طرف توجہ کریں پہلی پیشگوئی تو یہی ہے کہ جب عیسائیت کا اسلام پر احملہ ہو گا تو اس وقت مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو مہدی اور مسیح ہو گا اور وہ اس خطرناک دشمن سے مسلمانوں کو نجات دے گا، یہ پیشگوئی ہمارے سامنے پوری ہوئی ہے اور دوست اور دشمن اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ واقعی جو آپ نے عیسائیت پر اعتراض کئے ہیں یا مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کو جواب دیئے ہیں انہوں نے عیسائیت کے طلسم کو بالکل توڑ دیا ہے اور اب تک عیسائی ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دے سکے اور نہ آئندہ دے سکیں گے پھر اس کے ساتھ اور بہت سی پیشگوئیاں تھیں مثلاً

نصاریٰ کا غلبہ یا جوج ماجوج یعنی آگ سے کام لینے والی قوم کا اخراج ایک ایسی سواری کا ایجاد ہونا جس سے اُونٹ بیکار ہو جائیں گے آمد و رفت کی سہولت کتابوں کا بہت شایع ہونا طاعون اور زلازل اور زمین پر مختلف قسم کے عذابوں کا نازل ہونا آسمان پر کسوف وخسوف کا ایک خاص وضع سے واقع ہونا۔ دم دار ستارے کا نکلنا اور بہت سے غضب اور رحمت کے نشان اور پھر ایسے وقت میں ایک ہادی اور حامئ اسلام کا پیدا ہونا یہ تمام پیشگوئیاں جو مخبر صادق صلعم نے فرمائی تھیں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ہم نے محمد صلعم کی پیشگویوں اور معجزات کو اسی طرح واقع ہوتے دیکھا جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا تھا اس طرح ہم کو نبوت محمد یہ کی صداقت پر ویسا ہی مشاہدہ کا ایمان ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تھا اور اسطرح ہم اس پاک جماعت کے مثیل ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (سورۃ الجمعہ آیت 5)

ہمارے دلوں میں سید المرسلین وخاتم النبین علیہ الصلاۃ واسلام کی محبت اور عظمت اور اسلام کے لئے درد اور آپ کی عزت کے لئے غیرت اور آپ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر اس قدر یقین ہے کہ سوائے صحابہ رضی اللہ عنھم کے اور کسی جماعت کے لئے ممکن ہی نہیں لیکن جو لوگ اس ہادی اور مہدی کی صداقت میں شک کرتے ہیں وہ آپ کا ہی انکار نہیں کرتے بلکہ رسول اللہ کی بہت سی پیشگوئیوں کا بھی انکار کرتے ہیں اور آپ کے ہزار ہا ثبوت نبوت کو حقارت اور ناشکری کی نظر سے دیکھتے ہیں اسلام کے یہ نادان دوست اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اس کفر اور طغیان کے زمانہ میں نبوت محمد یہ کو بہت سے نئے اور تازہ ثبوتوں اور نشانوں کی ضرورت تھی سو اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے موافق ٹھیک وقت پر اسلام کی خبر لی اور نبوت محمد یہ کے ثبوتوں کا ایک دریا بہا دیا جس سے کوئی منصف مزاج اور فہیم آدمی انکار نہیں کر سکتا لیکن ہمارے مخالف ضرور یاد رکھیں کہ اس کفر اور ناشکری کی سزا بھی ان کو ضرور ملے گی اور جب آسمان کی طرف تکتے تکتے یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح تھک جائیں گے اور کوئی اوپر سے نازل نہ ہوگا اور نہ کوئی زمین سے نکلے گا اور جب دیکھیں گے کہ رسول اللہ کی پیشگوئی پوری ہوتی نظر نہیں آتی تو خود اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے یہ اس بات کی سزا ہوگی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے نشانوں کی ناشکری اور تحقیر کی اور

ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا یہ جو کچھ میں اوپر بیان کر چکا ہوں ایسے عظیم الشان امور میں اور ان میں اسلام کی اس قدر خدمت کی گئی ہے کہ اگر تمام مسلمان قیامت تک حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ و اسلام پر درود بھیجتے رہیں اور آپ کے لئے دعاؤں میں لگیں رہیں تو ان احسانات کا بدلہ ادا نہیں کر سکتے لیکن آپ نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ایک اور بڑی عظیم الشان خدمت کی ہے جو ان سے سے بڑھ کر ہے اور جس کے بغیر یہ ناتمام اور نامکمل رہ جاتی تھیں وہ ایک پاک اور راستباز وں خدا اور خدا کے رسول کے سچے عاشقوں کی جماعت پیدا کرنا ہے آپ کی پاک صحبت میں رہ کر اور آپ کے پاک اثر کے نیچے پرورش پا کر ان لوگوں کو اس بات کا عرفان حاصل ہوا کہ نماز اور روزہ اور احکام اسلام کی اصل حقیقت کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی عجیب وغریب طاقتوں پر ان کو اطلاع ہوئی اور ان کو اس بات کا علم ہوا کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے قرآن شریف خدا تعالیٰ کی زندہ کتاب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کا زندہ نبی ہے اور اس زمانہ میں آنحضرت سے ہم ایسے ہی فیضیاب ہو سکتے ہیں جیسا کہ آپ کی زندگی میں صحابہ ہوئے تھے آپ نے قرآن شریف کا علم اور اس کے حقائق اور معارف ایسے حسن اور خوبی سے بیان فرمائے کہ اس کتاب پاک کی محبت اور عظمت کو ان کے دلوں میں نقش کر دیا اس بات کی سچائی کی وہی قدر کر سکتا ہے جو آپ کی کتابوں کا مطالعہ کرے یا قادیان میں آئے اور دیکھے کہ ان لوگوں کو قرآن شریف کے سیکھنے اور قرآن شریف کی عظمت اور سچائی کو دنیا پر ظاہر کرنے کی کس قدر دُھن لگی ہوئی ہے میں اس پاک کتاب کے عشق کو جو اس جماعت کے دل میں ہے ظاہر نہیں کر سکتا اور مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ میرے پاس اس کے اظہار کیلئے کافی الفاظ نہیں ہیں اللہ تعالیٰ خود اس کو ظاہر کرے گا کیونکہ یہ عشق اسی نے ہی لگایا ہے آہ کیا ہی وہ پیارا امام تھا جس نے کہا۔

جمال وحسن قرآن نور جانِ ہر مسلمان ہے

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے

آپ کی جماعت نے اپنی تجربہ سے معلوم کر لیا ہے کہ قرآن شریف واقعی نور ہدایت اور شفائٌ لما فی الصدور ہے اور محبوب حقیقی کے چہرہ کے دیکھنے کا ایک ہی شیشہ ہے واللہ اس کتاب کے عشق نے اور تمام

عشق ٹھنڈے کر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ اس پیارے امام کو اپنی رحمت اور برکت اور فضل سے ڈھانپ لے جس نے ہم کو اس مخفی خزانہ کی طرف رہنمائی کی اب میں آپ لوگوں کو اس جماعت کے ایمان کا حال سناتا ہوں ایمان کے چار درجے ہوتے ہیں ایک روائتی ایمان دوسرا جو علیٰ بصیرۃ ہوتا ہے تیسرا ایمان حالی کہلاتا ہے اور چوتھے کو ایمان استغراقی کہتے ہیں روائتی ایمان تو یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کا باپ مسلمان تھا اس کا بیٹا بھی باپ کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور ایمان علیٰ بصیرت یوں ہوتا ہے کہ اس حالت میں انسان عقلی اور نقلی دلائل سے ایک خاص بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور اس کا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا لوگوں کی دیکھا دیکھی نہیں ہوتا بلکہ پکے اور سچے دلائل سے اور پورے اطمینان قلب سے کلمے کے الفاظ منہ پر لاتا ہے تیسرا جو حالی ایمان ہوتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس انسان پر ظاہر ہوتا ہے اپنے وحی اور الہام اور تازہ بتازہ نشانوں سے اور اپنی قدرت کے کرشموں سے اپنے بندے کو بتاتا ہے کہ ٹھیک تو راہ راست پر ہے اور اس کی اپنی حالت اس بات کی گواہ ہوتی ہے کہ اسلام سچا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کا نبی ہے اور خواہ پھر شیطان کتنی ہی کشش کرے اس شخص کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی شک نہیں ڈال سکتا وہ اپنی ہستی کا انکار کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالی کی ہستی اور ان سچائیوں کا جس پر وہ قائم ہے اسکی زبان سے وہ انکار نہیں نکل سکتا اور تمام دنیا مرتد ہو سکتی ہے لیکن اس کے ایمان میں تزلزل واقعہ نہیں ہوتا کیوں کہ اس کی اپنی جان میں اللہ تعالیٰ کی گواہی ہوتی ہے اور دلائل کا محتاج ہونے کی بجائے وہ خود اسلام کی سچائی کی دلیل ہوتا ہے وہ اپنی جان سے علیحدہ ہو سکتا ہے لیکن ایمان سے علیحدہ نہیں ہو سکتا چوتھا وہ مرتبہ ہے جس وقت انسان آیت کریمہ: يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝ (سورۃ الفجر آیت 28 تا 31) کا مصداق ہوتا ہے اب آپ لوگوں کو معلوم ہو کر اس جماعت کے اکثر افراد جو پہلے روائتی ایمان سے بھی گرے ہوئے تھے۔ اب انتہائی معراج تک پہنچ گئے ہیں میں خود اس بات کا گواہ ہوں اور میں ایسے اشخاص کو جانتا ہوں جو پہلے اس بات کے بھی قائل نہ تھے کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کی وحی والہام سے وہ بالکل منکر تھے اور جب ان باتوں کا ان کے پاس

ذکر کیا جائے تو ٹھٹھا اور تمسخر کرتے تھے لیکن جب وہ اس مرد خدا کے حلقہ اطاعت میں داخل ہوئے تو خود ان کی دعائیں قبول ہونے لگیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوئی ان کو بہت سی غیب کی خبریں دی گئیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور ان کو اپنے تجربہ اور اپنی حالت سے یقین ہو گیا کہ واقعی وہ راہ راست پر چل رہے ہیں اور وہ آیت اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (سورة یونس آیت 3) کے مصداق ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی جلد بصیرت سے حالی و پہلے دلائل اور ثبوت کے محتاج تھے خود اللہ تعالیٰ کی ہستی اور نبوت محمدیہ کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی امامت کے زندہ دلائل اور تازہ ثبوت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے راضیۃً مرضیۃً کے مرتبہ کو بھی طے کر گئے ہیں اب ان کے ایمان شیطان سے بالکل محفوظ ہیں خواہ وہ ڈاکٹر عبدالحکیم کے چچا میں ظاہر ہو یا ثناء اللہ کی شکل میں کیونکہ جس بلندی تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے ایمان پہنچ چکے ہیں شیطان کو وہاں تک جانا منع ہے اس کے بعد جو سب سے بری بات ہے وہ اس جماعت کا اسلام کے پھیلانے اور اسکا نورانی چہرہ دنیا پر ظاہر کرنے کا جوش ہو دنیا کے لوگ اس درد کو محسوس نہیں کر سکتے اور نہ ہی لغت میں ایسے الفاظ ہیں جنہیں اس بات کو پوری طرح سے ظاہر کرسکوں میں اس جماعت کے بہت سے افراد سے واقف ہوں اور افراد سے ہی انسان جماعت کا قیاس کر سکتا ہے اور میں جانتا ہوں اور اپنے ذاتی تجربہ سے کہتا ہوں کہ میں نے اسلام کے لئے بچوں کی طرح اللہ کے سامنے روتے اور گڑگڑاتے سنا ہے اور ان کی زندگی ایک بڑے لمبے اور مسلسل خواب کی طرح ہے جس میں وہ سوائے درد اسلام اور اس کی اشاعت کے فکر کے اور کچھ محسوس نہیں کرتے جب وہ سونے کے لئے اپنی چارپائیوں پر لیٹتے ہیں تو آخری خیال جو ان کے دل میں ہوتا ہے وہ اشاعت اسلام کی فکر ہے اور جب وہ نیند سے ہوش میں آتے ہیں تو پہلی بات جو ان کے دلوں کو پکڑتی ہے اور ان کے لبوں پر جاری ہوتی ہے وہ اشاعت اسلام ہے دشمن بھی بہت اس کا نظارہ دیکھ چکا ہے اور انشاء اللہ بہت سا ابھی دیکھے گا انہیں میں سے بہتوں نے اپنا جان و مال اس رستہ میں قربان کر دیا ہے اور بہت سے کسی مناسب موقعہ اور وقت کے منتظر ہیں اور اس آیت کریمہ کے مصداق ہیں۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (سورة الاحزاب آیت 24) پھر یہی نہیں کہ ان میں صرف جوش ہی جوش ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے

علوم بخشے ہیں کہ کوئی باطل کا وکیل ان کے سامنے کھڑا نہیں ہوسکتا اور جب عیسائی یا آریہ کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مقابل میں کوئی احمدی جماعت کا آدمی ہے تو اسکے رعب سے ہوش اڑ جاتے ہیں اور پہلے اس کے کہ وہ کوئی دلیل دے کسی نہ کسی طرح بحث سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا ہے اب جبکہ ہمارے پیارے آقا اور مولا نے تمام مذاہب باطلہ کے بطلان کو ثابت کر دیا اور ان مذہبوں کو دلائل سے ہلاک کر دیا اور پھر اسلام میں جتنے فاسد عقیدے تھے ان سب سے اس کو پاک اور صاف کر دیا اور دنیا کو وہ اسلام دکھلا دیا جس کو محمد صلعم دنیا میں لے کر آئے تھے اور پھر ایک جماعت بھی پیدا کر دی جس کی زندگیوں کی غرض اسلام کو پھیلانا ہے تو آپ کا فرض منصبی پورا ہو گیا اور آپ اپنا کام کر کے وقت پر ''اپنے پیارے اللہ'' سے جا ملے اب کوئی وجہ نہیں کہ اسلام دنیا میں نہ پھیلے باقی تمام مذاہب ایک ہلاک شدہ شکار کی طرح احمدی جماعت کے سامنے پڑے ہیں اور ان کے ذمے اب صرف اتنا ہے کہ اللہ سے توفیق پا کر انہیں اور اس شکار کو اپنے قبضہ میں کر لیں اور یہ تھوڑی سی محنت بھی اللہ تعالیٰ نے اس واسطے باقی رکھی ہے کہ یہ جماعت بھی اپنے امام کیساتھ جہاد کے ثواب میں داخل ہو جائے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسی کام میں ہمارا مددگار رہو اور ہمیں اپنے امام علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق دے او ہماری موت وحیات سب اسلام کے لئے ہو۔ آمین

(جزاکم اللہ احسن الجزاء ایڈیٹر)

اذکروا موتکم بالخیر کے تحت آپ کی دو تحریرات

جب کوئی وفات پا جاتا ہے آپ اس کے محامد کا ذکر فرماتے دو اصحاب کے بارہ میں آپ کے تاثرات ملاحظہ ہوں۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے محامد کا ذکر

آپ نے میر محمد اسحاق صاحب کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

میر صاحب کی وفات قابل رشک ہے وہ میرے بچپن کے ساتھی تھے۔ تقریباً 25 سال ہمیں مل کر کام کرنے کا موقعہ ملا اور کسی شخص کے محاسن جتنے اسکے رفقاء پر ظاہر ہو سکتے ہیں۔ وہ دوسروں پر نہیں ہو سکتے۔

میر صاحب مرحوم نہایت ذکی فہیم اور صاحب الرائے انسان تھے۔ مجھے ان پر اتنا اعتماد تھا کہ جس مجلس میں وہ موجود ہوتے تھے اس میں بے فکر رہتا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ آج ہم جو فیصلہ کریں گے وہ درست ہوگا۔ جس شام کو مرحوم بیمار ہوئے اس روز ساڑھے پانچ بجے تک میرے ساتھ رہے اور جلسہ لدھیانہ کا ذکر رہا۔ آخری بات جو مرحوم نے مجھ سے کی یہ تھی کہ ''ہماری نمازوں کے محفوظ ہونے کا انتظام ضروری ہے۔ اگر ریزروگاڑی کا انتظام ہو جائے تو نماز میں نقص نہیں ہو سکتا۔

آپ کبھی نہ گھبراتے تھے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ساتھیوں سے لڑ پڑتے ہیں اور چڑ چڑا پن دکھاتے ہیں مگر مرحوم ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ اب بھی انکا مسکراتا ہوا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے۔ (الفضل 29 / مارچ 1944ء صفحہ 1)

حضرت چوہدری سیالؓ صاحب مولانا محمدؐ ابراہیم صاحب بقاپوری کا ذکر خیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''سندھ کی تبلیغ میں مولانا صاحب نے نہایت دیانتداری اور جانفشانی سے کام کیا اور علاقہ کی جماعتوں اور افراد کا خود بھی خیال رکھا اور کبھی شکایت نہیں ہوئی کہ فلاں جماعت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ آپ بہت متقی تھے۔''

گھر سے آپ کو اپنی جوان بیٹی کی شدید علالت کی خبر ملتی رہی چونکہ آپ قریب ہی میں قادیان سے گئے تھے اس لئے آپ نے آنے کے لئے اجازت طلب کرنے میں حجاب محسوس کیا۔ جب مرکز کی اجازت سے کراچی تار دیا گیا تو آپ قادیان آئے اس وقت جنازہ گھر سے لایا جا چکا تھا۔ اور صرف ان کا انتظار ہو رہا تھا۔ آپ نے بوجہ علالت رخصت کی درخواست دی تھی۔ آپ سے یہ خواہش کی گئی کہ ایثار کریں اور وہیں علاج کرالیں تو آپ نے تعاون کرتے ہوئے درخواست واپس لے لی آپ نے علاقہ میں خوب رسوخ پیدا کر لیا۔ اب مخالف انجمنیں بھی اپنے خرچ پر ہمارے مبلغوں کو بلانے لگی ہیں اور ایک جلسہ میں انجمن اسلامیہ نے آپ کو صدر بنایا۔

(اصحاب احمد 10 صفحہ 227 بحوالہ الفضل 31/ اگست 1928ء)

چوہدری صاحب کے لیکچروں کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

لنڈن کا مشہور اخبار ایوننگ نیوز 11 جنوری 1915ء میں رقمسطراز ہے کہ چوہدری فتح محمد سیال ایم اے نے دلچسپ اور پر معنی لیکچر تھیوسافیکل سوسائٹی کے مقامی صدر مقام میں کل سہ پہر کو دیا۔ قابل مقرر مسٹر فتح محمد سیال ایم۔اے نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں مذہب کی تعلیم دی۔ وہ کوئی نیا مذہب نہ تھا کیونکہ اسلامی تعلیم خدا تعالیٰ کے قوانین کی اطاعت اور خلق خدا پر شفقت ہے اور یہی ایسی تعلیم ہے جس پر ابتدائے آفرینش سے ہر مذہب دینا چلا آ رہا ہے۔ یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کو انسانوں سے دور رکھتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ نیکی کو غلبہ حاصل ہو۔ اعرندی کی جرھ کاٹی جائے اور اسلام کی تعلیم کی روح ایک پاکباز بدکردار شخص کی نسبت خدا تعالیٰ کے زیادہ نزدیک ہے۔ غربی دنیا کا یہ خیال کہ اسلام عورت کو رومانیت سے خالی تصور کرتا ہے۔ محض بے ہودہ و بے بنیاد ہے۔ اسلام کے رُو سے تو عورت کو روحانیت ہیں مرد کے برابر رکھا گیا ہے اور جائداد میں اسے برابر کے حقوق دئے گئے ہیں۔ جو انگلستان میں نہیں دیئے گئے مزید براں عورت کو بیوی ہونے کی نسبت ماں ہونے کی حیثیت سے زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ موسم کی حالت اچھی نہ تھی۔ تاہم لیکچر گاہ حاضرین سے پُر ہوگئی تھی۔ لیکچر کے اختتام پر حاضرین میں سے بہتوں نے سوال بھی کئے۔

مسٹر خالد شیلڈرک سوالات کے جواب اور چوہدری صاحب کی شخصیت اور لیکچر کے اثر کی نسبت اپنے ایک تازہ خط میں جو کہ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجز قادیان کے نام آیا ہے تحریر فرماتے ہے۔ مسٹر سیال نہایت عمدہ کام کررہے ہیں۔ وہ ایک نیک آدمی ہیں اور مجھے فخر ہے کہ وہ میرے بہترین دوستوں میں سے ہیں۔ ایک لیڈی نے جو میری مسلمان کردہ ہے۔ چوہدری صاحب کے تھیوسافیکل سوسائٹی والے لیکچر کو سنکر مجھ سے مقرر کی لیاقت کا تعریفی الفاظ میں ذکر کیا۔ کہ سوالات کا جواب دیتے وقت وہ خوب عہدہ برآ ہوئے۔ آمین

(الفضل 23 فروری 1915ء)

باب 14
ازدواجی زندگی

پہلی شادی

زندگی وقف ہونے کی وجہ سے تعلیم مکمل ہونے پہ قادیان میں ہی ڈیرا لگانا ضروری تھا۔ دوران تعلیم ہی آپ کی پہلی شادی اپنی چچازاد سے ہوگئی تھی۔ لیکن بوجہ آپکی تعلیم کے وہ جوڑا میں ہی رہائش پذیر تھیں لیکن جب آپ کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد مستقل قادیان رہائش کا مسئلہ سامنے آیا تو ہماری اُن والدہ صاحبہ نے قادیان جانے سے انکار کر دیا۔ ابا جان نے دادا جان محترم کی خدمت میں بیان کر دیا کہ میری بیوی ساتھ جانے کو تیار نہیں ہے لہٰذا میں قادیان جا رہا ہوں۔ قادیان جا کر تھوڑے عرصہ کے بعد آپکو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اپنی نواسی محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ کیلئے چُن لیا اور یوں حضرت خلیفہ اوّل کی دامادی کا شرف حاصل ہوگیا۔ محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ محترم مکرم حکیم مفتی فضل الرحمن صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ آپکی والدہ محترمہ حفصہ بیگم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی صاحبزادی تھیں آپ نے اپنے والد بزرگوار سے قرآن کریم باترجمہ پڑھنے کے علاوہ حدیث شریف اور علم طب پر بھی عبور حاصل کیا ہوا تھا۔ آپ کی شادی 1888ء میں اپنے ماموں زاد حکیم مفتی فضل الرحمن صاحب سے ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اس زمانہ میں کشمیر میں شاہی طبیب تھے۔ بیٹی کو جہیز کے علاوہ ایک صندوق کتابوں سے بھرا ہوا دیا اور رخصت کرتے وقت آپ کی جھولی میں نصائح سے پُر ایک خط رکھ دیا اور فرمایا حفصہ میں تمہارے لئے جہیز لایا ہوں اِس کو اپنے گھر جا کر پڑھنا۔ یہ جہیز پڑھنے کے اور عمل کرنے کے لائق ہے۔ اِس کو میں اِسی نیت سے تحریر کر رہی ہوں۔ تا ہمارے آج کے باپ اور مائیں پڑھیں اور ایسا ہی خوبصورت جہیز اپنی بیٹیوں کو عنایت فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اس خط میں تحریر فرماتے ہیں ''بچہ اپنے مالک رازق اللہ کریم سے ہر وقت ڈرتے رہنا اور اس کی رضامندی کی ہر دم طالب رہنا اور دعا کی عادت رکھنا' نماز اپنے وقت پر اور منزل قرآن کریم کی بقدر امکان بدوں ایام ممانعت شرعیہ ہمیشہ پڑھنا۔ زکوٰۃ' روزہ' حج کا دھیان رکھنا۔

مرزا فتح محمد بیگ صاحب

حضرت مرزا محمود بیگ صاحب

حضرت حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب

حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب

صالح محمد صاحب سیال

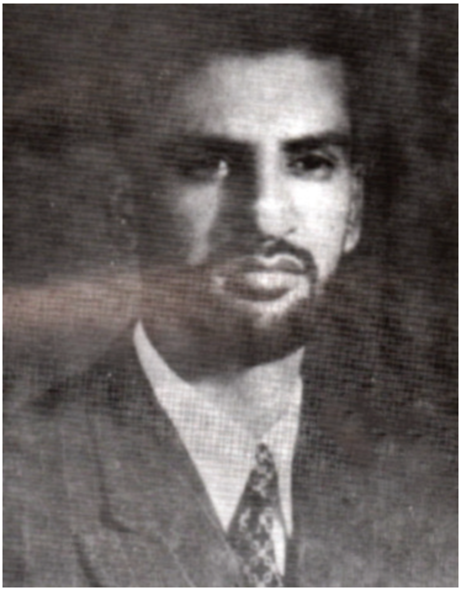

چوہدری ناصر احمد سیال

میجر منصور احمد سیال

مظفر احمد سیال

اور اپنے موقعہ پر عمل درآمد کرتے رہنا۔ گلہ جھوٹ بہتان بیہودہ قصے کہانیاں یہاں کی عورتوں کی عادت ہے اور بے وجہ باتیں شروع کر دیتیں ہیں۔ ایسی عورتوں کی مجلس زہر قاتل ہے۔ ہوشیار خبردار رہنا۔ ہم کو ہمیشہ خط لکھنا علم دولت بے زوال ہے ہمیشہ پڑھنا، چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو قرآن پڑھانا، زبان کو نرم اخلاق کو نیک رکھنا، پردہ بڑی ضروری چیز ہے، قرآن شریف کے بعد ریاحین العابدین کو ہمیشہ پڑھتے رہنا۔ مراۃ العروس اور دوسری کتابیں پڑھو ان پر عمل کرو۔ اللہ تمہارا حافظ و ناصر ہو اور تم کو نیک کاموں میں مدد دیوے۔'' والسلام نورالدین (ماخوذ از حیات جاودانی یعنی سوانح حفصہ قادیانی)

دوسری شادی

چوہدری صاحب اپنی دوسری بیوی ہاجرہ بیگم بنت مفتی فضل الرحمن جو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی نواسی تھیں کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''میری بیوی ہاجرہ بیگم قرآن شریف کی عالم تھیں اور قرآن مجید کم از کم مجھ سے زیادہ جانتی تھیں۔ اس لئے ان کو حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ اور سیدہ امتہ السلام صاحبہ کو ناظرہ قرآن مجید پڑھانے کی خدمت کا موقع ملا۔'' (الفضل 28 رمئی 1952ء)

اللہ تعالیٰ نے میرے ابا جان کی نیکی، تقویٰ اور علم دوستی کو دیکھتے ہوئے ایک اعلیٰ، ارفع مقام پہ قائم خاندان سے رشتہِ زوجیت جوڑ دیا۔ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی علم دوست، نیک، صابرو شاکر نواسی کو رفیق حیات بنا دیا۔ آپ کی تمام زندگی بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے ہوئے گذری عربی پہ اتنا عبور حاصل تھا کہ عربی میں شعر کہا کرتی تھیں۔

آپ نے حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے ساتھ دودھ پیا ہوا تھا اور یوں آپ کو میاں صاحب کی رضاعی بہن ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے چھ بچے عطاء فرمائے۔ اِن بچوں نے اپنے والد گرامی اور اپنی والدہ محترمہ سے ذہانت، علم، نیکی، تقویٰ اور احمدیت کے ساتھ وفاداری کا ورثہ پایا۔ اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک اِن کی نسلوں کو نیکی و پارسائی پہ قائم رکھے۔ ہماری یہ والدہ صاحبہ یعنی آپا ہاجرہ بیگم صاحبہ کی زندگی نے وفا نہ کی اور دسمبر 1927ء کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے بچوں کی تفصیل کچھ یوں ہے

1۔مکرمہ محترمہ آپا آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری عبداللہ خان صاحب (سابق امیر جماعت احمدیہ کراچی اور برادر اصغر جناب عزت مآب چوہدری ظفراللہ خان صاحب)

2- مکرمہ محترمہ آپا عائشہ صدیقہ صاحبہ بیگم جناب کرنل ملک سلطان محمد صاحب کوٹ فتح خان۔

3- مکرم چوہدری صالح محمد صاحب سیال جن کی شادی محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ جو حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نواسی ہیں سے ہوئی۔

4- مکرم چوہدری ناصر محمد صاحب سیال ان کی شادی صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ساتھ ہوئی۔

5- محترمہ سلمیٰ بیگم صاحبہ ان کی شادی ہمارے پھوپھی زاد بھائی چوہدری محمد عمر صاحب سے ہوئی مگر بعد میں بعض وجوہات کی وجہ سے علیحدگی ہوگئی۔

6- محترمہ منیرہ بیگم، بیگم صاحبہ چوہدری مقبول احمد صاحب آف شیخوپورہ۔

تیسری شادی

مکرمہ محترمہ آپا ہاجرہ کی زندگی میں ابا جان دو دفعہ لنڈن تبلیغ دین کیلئے تشریف لے گئے اور چونکہ لمبا عرصہ رہنے کا پروگرام تھا اس لئے نیکی و تقویٰ کی روح کو قائم رکھنے کیلئے وہاں پہ ایک انگریز خاتون جو احمدی ہو چکی تھی شادی کی۔ لیکن جب ابا جان واپس تشریف لائے تو وہ ساتھ نہ آئیں کہ میں انڈیا نہیں رہ سکوں گی۔ (بحوالہ الفضل 5/ مارچ 1960ء مضمون مولانا ابوالعطاء صاحب)

چوتھی شادی

آپ کی چوتھی شادی صادقہ بیگم صاحبہ بنت مرزا محمود بیگ صاحب سے ہوئی۔

حضرت المصلح الموعودؓ کا خطبہ نکاح

چوہدری صاحب کا صادقہ بیگم سے نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خود پڑھایا۔ اور تعزیت بھی کی۔

اور چوہدری صاحب کی دل جوئی بھی کی۔ مرزا محمود بیگ صاحب کی لڑکی صادقہ بیگم صاحبہ کا نکاح چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ سے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے پڑھا اس موقع پر حضور نے جو خطبہ نکاح پڑھا وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

دنیا میں خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرمائے ہیں کہ انسان کی ایک حالت ہمیشہ قائم نہیں رہتی کبھی وہ رنج سے گذرتا ہے اور کبھی خوشی سے مسّرت اندوز ہو رہا ہوتا ہے۔ ایک وقت میں خوشی کے سامان پیدا ہو رہے ہوتے ہیں اور دوسرے وقت میں رنج کے بسا اوقات انسان مجبور ہوتا ہے کہ خوشی پر غالب آئے اور بسا اوقات مجبور ہوتا ہے کہ اپنے رنج پر غالب آئے۔ یہ تمام سامان خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کے ماتحت رکھے ہیں۔ کیونکہ وہ انسان کو ترقی کے راستہ کی طرف لے جاتا ہے اور خوشی و رنج ہمیشہ انسان کو کھڑا کر لیتے ہیں۔

خوشی کہتی ہے ٹھہر جا ذرا میرا مزہ چکھ لے اور رنج کہتا ہے ذرا ٹھہر کر میری لذّت چکھ لے۔ دونوں اپنی طرف کھینچنے والی چیزیں ہیں اسکے لئے اس نے یہ سامان مقرر کر رکھے ہیں کہ خوشی و رنج ساتھ ساتھ دیئے ہیں۔ جو کہ ایک دوسرے کے ساتھ ایسے ملا دیئے ہیں کہ جب خوشی اپنی طرف پورے زور اور طاقت سے کھینچ رہی ہوتی ہے۔ تو رنج پیدا کر کے اسکی طاقت کو کمزور کر دیا جاتا ہے اور جب رنج اپنی طرف کھینچ رہا ہوتا ہے تو خوشی کے ایسے سامان پیدا کر دیئے جاتے ہیں جو رنج کی طاقت کو توڑ دیتے ہیں تب وہ درمیانی رستہ جس کے ذریعے انسان خدا تعالیٰ تک پہنچتا ہے آپ ہی آپ اس کے سامنے آ جاتا ہے۔

میں اس وقت جس نکاح کا اعلان کرنے کیلئے کھڑا ہوا ہوں یہ بھی اس قسم کی حالت کا ایک نمونہ ہے ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک مہینہ بھی نہیں ہوا کہ اچانک چوہدری صاحب کی اہلیہ فوت ہو گئیں۔ ان کی اپنی ذاتی لیاقت اور نیکی کی وجہ سے اور خاندانی شرافت کے باعث (کیونکہ وہ حضرت خلیفہ اوّل کی نواسی تھیں) چوہدری صاحب کو ان کی وفات پر جائز طور پر صدمہ ہونا چاہیے تھا اور ہوا۔ ایسی حالت میں لوگ محسوس کرتے ہیں کہ اس رنج کی حالت کو لمبا ہونا چاہیے اور بسا اوقات لوگ اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں کہ فلاں آدمی کیسا سنگدل ہے کہ بیوی کی وفات کے صدمہ کو اتنا جلد بھول گیا اور اس نے دوسرا نکاح کر لیا۔

خصوصاً عورتیں اس قسم کے اعتراض کیا کرتی ہیں کہ فلاں مرد نے اپنی بیوی کے مرنے کے بعد اتنی جلدی شادی کر لی مگر عورتیں اتنا اتنا عرصہ بیٹھی رہتی ہیں اس حقیقت پر غور کیا جائے جو میں نے بیان کی ہے اور ان ضرورتوں کو دیکھا جائے جو عورتوں کے ہی فائدہ کیے لئے ہوتی ہیں تو بسا اوقات مرد اپنے نفس کو مجبور کر کے اور جذبات کو دبا کر دوسری شادی کے لئے آمادہ ہوتا ہے۔ اسکے احساسات اور جذبات چاہتے ہیں کہ ابھی غم کی حالت کا مزہ چکھے۔ لیکن مرنے والی کے فائدہ اور نفع کیلئے اسکے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے اس غم کے دائرے کو تنگ کر لے بسا اوقات پہلی بیوی کی چھوٹی چھوٹی اولاد ہوتی ہے جس کی پرورش اور تربیت مرد بوجہ دوسرے کاموں کے جو گھر سے باہر اس نے کرنے ہوتے ہیں نہیں کر سکتا لیکن اگر مرد فوت ہو جائے تو عورت بچوں کی نگرانی اور تربیت کر سکتی ہے۔ چونکہ عورت کے فوت ہو جانے کی وجہ سے بچوں کی زندگی ضائع ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے مرد مجبور ہوتا ہے کہ مرحومہ بیوی کی اولاد کی خاطر شادی کرے۔ ایسی شادی بظاہر بے وقوفوں کیلئے قابل اعتراض ہوتی ہے مگر عقل مندوں کے نزدیک ضروری ہوتی ہے۔ اگر اس مرد کو اسکی اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو وہ اتنی جلدی شادی کے لئے تیار نہ ہوتا۔ مگر ان بچوں کی تربیت کیلئے جن کی تربیت مرحومہ کا پہلا اور سب سے ضروری فرض تھا وہ اپنے نفس کو مجبور کر کے اس بات کے لئے تیار ہوتا ہے کہ اپنے گھر میں ایسے انسان کو لائے جو گھر کو آباد رکھنے کی کوشش کرے۔

ہمارے ملک میں چونکہ حقیقت پر غور کرنے کی عادت نہیں ہے اور یہ سارا نتیجہ اس بات کا ہے کہ ان لوگوں میں حکومت نہیں رہی۔ اس لئے ایسی باتوں پر اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں اور ممکن ہے بعض لوگ اس موقع پر بھی اعتراض کریں لیکن یہ شادی جس کا میں اعلان کرنے لگا ہوں چوہدری صاحب کے ارادہ اور خواہش سے نہیں ہو رہی بلکہ اسکا اصل محرک میں خود ہوں۔ ممکن ہے ان ایام میں ان کے ذہن میں دوسری شادی کی تجویز آئی ہو یا نہ آئی ہو۔ مگر مجھے ان کی بیوی کی وفات کے دوسرے تیسرے دن ہی خیال آیا کہ چوہدری صاحب کا سب سے بڑا فرض اپنی مرحومہ بیوی کے متعلق بچوں کی پرورش ہے۔ جن میں سے ایک کی تو عمر اتنے ہی دن کی ہے جتنے دن مرحومہ کو فوت ہوئے گزرے ہیں۔ کیونکہ اسکی پیدائش کے بعد وہ فوت ہو گئیں۔ ایک اور بچہ دو سال کا ہے۔ باقی اس سے زیادہ عمر کے ہیں۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ

چوہدری صاحب کو اپنے نفس کو مار کر جلد سے جلد شادی کر لینی چاہیے۔ اور میں اسی دن سے اس فکر میں تھا کہ کوئی موزوں صورت ہو تو اسکے متعلق تحریک کی جائے تا کہ بچوں کی تربیت اور پرورش ہو سکے اور گھر بھی آباد ہو۔ اب میری تحریک پر چوہدری صاحب نے نکاح پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ مجھے یہ خطبہ اس لئے بیان کرنیکی ضرورت محسوس ہوئی کہ عام طور پر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اتنی جلدی شادی کیوں کی گئی۔ اس طرح وہ خاوند کی مرحومہ بیوی سے محبت اور تعلقات کے متعلق حرف گیری کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو نفس پرست ہوتے ہیں اور انہیں مرنے والی بیوی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی مگر بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مرد کو سچی قربانی اور حقیقی ایثار کر کے شادی کرنے پر امادہ ہونا پڑتا ہے وہ دل میں چاہتا ہے کہ وہ اپنے غم کی گھڑیوں کو لمبا کرے۔ مگر وہ اپنے نفس کو دبا کر اپنی مرنے والی کی خاطر اور اسکی خدمت کے لئے (کیونکہ بچوں کی پرورش اور تربیت اس کی خدمت ہوتی ہے) مجبور ہوتا ہے کہ اس بارے میں انتظام کرے۔ دنیا اس پر اعتراض کرتی ہے۔ مگر وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سچی قربانی کر رہا ہوتا ہے۔

یہ نکاح مرزا محمود بیگ صاحب کی لڑکی صادقہ بیگم سے قرار پایا ہے۔ مرزا صاحب پٹی کے ایک مشہور خاندان اور پرانے احمدی ہیں۔ وہ خاموش طبیعت کے آدمی ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ سے بڑا اخلاص رکھنے والے ہیں۔

میں اعلان کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کی لڑکی صادقہ بیگم کا نکاح چوہدری فتح محمد صاحب سیالؔ سے ایک ہزار روپے حق مہر پر قرار پایا ہے۔ (الفضل 10 رجنوری 1928ء صفحہ 9 فرمودہ 2 رجنوری 1928ء)

صادقہ بیگم سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔

1928ء کے شروع میں آپکی زوجہ محترمہ کے وفات پا جانے اور گھر میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی وجہ سے ازراہ شفقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک رشتہ تجویز فرمایا جو کہ محترم مرزا محمود بیگ آف پٹی کی صاحبزادی کا تھا۔ جن کا نام محترمہ صادقہ بیگم تھا۔ مرزا محمود بیگ صاحب بہت چھوٹی عمر میں احمدی ہوئے خود بھی رفیق تھے اور اُنکی اہلیہ فضل بیگم صاحبہ تھیں۔ یہ بھی قصور اور پٹی کے رہنے والے مغلیہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ محترمہ صادقہ بیگم صاحبہ میری والدہ ہیں۔ میری پرورش میری نانی محترمہ فضل بیگم صاحبہ نے

کی۔ میرے نانا جان محترم اور نانی جان محترمہ صرف 14 سال کی عمر میں قادیان چلے گئے اور دارالمسیح میں ایک لمبا عرصہ رہنے کا موقع ملا۔

غرض میری امی کی پرورش بھی اِسی پاکیزہ ماحول میں ہوئی اور یہی شفقت و محبت آپ نے لوگوں سے روا رکھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ایما پر یہ رشتہ طے ہوا اور میری والدہ محترمہ اپنی زندگی کے سات سال ابا جان کے ساتھ گذار کر ستمبر 1934ء میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اُن کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1- میجر منصور احمد صاحب سیال۔ آپ کی شادی اوکاڑہ کے چوہدری خورشید احمد باجوہ صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈھاکہ کی صاحبزادی محترمہ خالدہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔

2- خاکسارہ امتہ الشافی سیال۔ میری شادی چارسدہ ضلع پشاور کے جناب محمد اکرم خان صاحب درّانی کے بیٹے محمد ہاشم خان درّانی کے ساتھ ہوئی۔

1968ء میں درّانی صاحب کی وفات ہوگئی اور اگست 1975ء میں جناب سید منور حسین ابن سید مہدی حسن صاحب کراچی سے میرا عقد ثانی ہوا۔

3- مظفر احمد صاحب سیال۔ اِن کی شادی ہماری خالہ زاد بہن طیبہ خانم بنت جناب سید کرم شاہ صاحب امیر جماعت احمدیہ گوجرہ ضلع فیصل آباد سے ہوئی۔

4- طاہرہ بیگم صاحبہ۔ وہ امی جان کی وفات کے پندرہ دِن بعد فوت ہوگئی تھی میری امی جان کے متعلق آپا آمنہ بتایا کرتی تھیں کہ تھیں تو میری سوتیلی والدہ مگر ہمیشہ پیار سہلیوں جیسا کیا۔ قادیان کی اُن کے زمانہ کی خواتین سے جب بھی ملاقات ہوتی تو وہ بہت اچھے الفاظ میں ذکر کیا کرتی تھیں ایک دفعہ کراچی میں ابا جان کے ساتھ دفتر میں کام کرنے والے محترم قاضی عبدالرشید صاحب کی بیگم صاحبہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے گلے لگایا بہت پیار کیا اور اتنے موٹے موٹے آنسوؤں سے رونے لگ گئیں اور ساتھ ہی کہنے لگیں کہ تمہاری امی مجھ سے بہت پیار کیا کرتی تھیں۔ یہ واقعہ آپکی وفات کے تقریباً 35 سال بعد ہوا۔

اسی طرح ابھی گذشتہ دنوں صاحبزادی سیدہ امتہ الرشید بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے

ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی آپ کی شفقت مہمان نوازی کا تذکرہ بھرپور الفاظ میں کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ آپا صادقہ میں اپنی ایک مغلیہ شان تھی۔ یہ بیان کرنے سے اپنی والدہ کی خوبیاں بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ابا جان کو خدا تعالیٰ نے کیسے کیسے نادر و نایاب نمونے عطا فرمائے۔ آپ کی پہلی بیگم صاحبہ نے جب ساتھ جانے سے انکار کیا تو اُن کو کیا معلوم تھا کہ اِس شخص کی کہاں کہاں پہ شادیاں ہوں گیں۔ ایک کی بجائے خدا تعالیٰ نے سات بیویاں عطا فرمادیں۔ جو نیک و پارسا' فرمان بردار' سلیقہ شعار دین و دنیا کی ہر خوبی سے مزین تھیں اور یوں اللہ تعالیٰ نے ہر اچھی قوم کے ساتھ آپ کا رشتہ جوڑ دیا۔

پانچویں شادی

1934ء میں میری امی کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے 1935ء میں ابا جان کا ایک اور اعلیٰ و بہتر خاندان میں رشتے کا انتظام فرمادیا جو حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام سکول کی صاحبزادی محترمہ مکرمہ آپا رقیہ بیگم کے ساتھ طے پایا۔ آپ کی پہلی بیوی سیال۔ نمبر 2 قریش خاندان کی معزز خاتون۔ نمبر 3 انگریز خاتون۔ نمبر 4 مغلیہ خاندان کی چشم و چراغ اور نمبر 5 سید خاندان جیسے معزز گھرانے کی صاحبزادی سے ہوئی جو حضرت سیدہ اُم طاہر صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بھتیجی تھیں اور ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح الربع ایدہ اللہ تعالیٰ کی ماموں زاد بہن تھیں۔ آپ بھی آٹھ سال تک زندہ رہیں اور 1942ء میں بقضاالٰہی وفات پاگئیں۔ آپ کے بطن سے ہماری ایک ہی بہن محترمہ امتہ الحی صاحبہ پیدا ہوئیں اور ان کی شادی محترم عبدالرشید احمد صاحب رایٹائرڈ ونگ کمانڈر ابن جناب شیخ عبدالعزیز صاحب کے ساتھ ہوئی۔ آپا رقیہ بیگم صاحبہ کو میں نے خود دیکھا ہے میں کبھی کبھی جایا کرتی تھی مجھ سے بہت پیار کا سلوک کیا کرتی تھیں اُن کی خواہش ہوتی تھی کہ میں اُن کے پاس رہوں۔ میرے چھوٹے بھائی مظفر احمد کے ساتھ بھی بہت پیار کیا کرتی تھیں اور اکثر کہا کرتی تھیں کہ میری آپا صادقہ کے ساتھ بڑی دوستی تھی آپا صادقہ اکثر بچوں کو میرے پاس چھوڑ کر خود حضرت صاحب کے دولت کدہ پہ چلی جایا کرتی تھیں۔

چھٹی شادی

سیدہ رقیہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد ابا جان مرحوم کو ایک اور شادی کرنی پڑی اب کہ آپ نے پشاور

کے امیر صاحب جناب خان شمس الدین صاحب سے رابطہ کیا اور اُن کے بڑے بھائی محترم مسیح الدین خان صاحب کی چھوٹی صاحبزادی محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ آپ نے تقریباً نوسال ابا جان کی زوجیت میں گذارے آپ کے بطن سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے جن میں سے **ایک عزیزہ بشریٰ سیال** ہیں جو ربوہ میں رہائش پذیر ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے خدمت دین میں مصروف رہتی ہیں۔ انکی شادی چوہدری عبدالمنان صاحب سے ہوئی۔

مکرمہ بشریٰ سیال صاحب اور مکرم چوہدری عبدالمنان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے انہیں 4 بیٹیاں اور 5 بیٹے عطا فرمائے۔ بیٹیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں

(1) مکرم عبدالحنان صاحب کینڈا۔ (2) مکرم عبدالحیٔ صاحب حال امریکہ (3) مکرم عبدالقیوم صاحب آف جرمنی (4) مکرم عبدالعظیم صاحب کینڈا۔ (5) مکرم اعجاز احمد صاحب امریکہ

بیٹیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں

(1) مکرمہ امۃ الرشید صاحبہ اہلیہ مکرم سلطان احمد صاحب آف جرمنی

(2) مکرمہ فوزیہ مظفر صاحبہ اہلیہ مکرم مظفر احمد صاحب آف بہاولپور پاکستان

(3) مکرمہ امۃ الحیٔ شاہدہ صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا محمد اقبال باجوہ صاحب۔

مکرم محمد اقبال باجوہ صاحب کو مڈگاسکر اور ماریشس میں دین کی اشاعت کی توفیق ملی ہے۔

(4) مکرمہ بینا امۃ الباسط چوہدری صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا شاہد محمود کاہلوں صاحب

آپ 2024ء سے فن لینڈ میں مشنری انچارج ہیں۔ اس سے قبل 8 سال پہلے روس میں اور 20 سال ناروے میں مبلغ انچارج و نائب امیر کے طور پر خدمت بجا لا چکے ہیں۔ مکرمہ بینا امۃ الباسط چوہدری صاحبہ کو سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بیلا روس کا پہلا صدر لجنہ اماء اللہ مقرر فرمایا ہے۔ الحمدللہ

دوسری امۃ السلام صاحبہ جو کہ کراچی میں رہتی ہیں جن کی شادی ظہر الدین بابر ابن ڈاکٹر گوہر دین صاحب سے ہوئی۔ اُن کو اللہ تعالیٰ نے دو بچے عطا فرمائے ایک بیٹی جس کا نام فوزیہ ہے اور بیٹا گوہر حفیظ ہے۔ عزیزم بابر کی والدہ صاحبہ محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی نواسی تھیں۔ **تیسرے**

عزیزم طاہر عبداللہ صاحب یہ پشاور میں ہی رہائش پذیر ہیں۔

ساتویں شادی

1952ء میں محترمہ آپا کلثوم بیگم صاحبہ بنت حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ سے شادی کی آپ حضرت عبدالرحیم صاحب درد کی ہمشیرہ بھی تھیں۔ آپ کو حضرت ابا جان کے ساتھ آخری وقت تک رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کے بطن سے حضرت ابا جان مرحوم کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ البتہ میری چھوٹی بہنوں عزیزی بشریٰ سیال اور عزیزی امتہ السلام کی پرورش آپ نے ہی کی۔ آپ کے دم سے ہمارے ابا جان کے گھر کا دروازہ کھلا رہا۔ اب کافی عرصہ ہوا آپکی وفات ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا معاملہ کرے اور آپکے درجات کو بلند فرمائے آمین

بیویوں اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک

انسان کے اچھے یا بُرے اخلاق سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والی ہستی اُسکی بیوی ہوتی ہے۔ چونکہ بیوی کی عمر بھر کی رفاقت ہوتی ہے اس لئے یہاں پہ انسان تکلف نہیں برت سکتا۔ گو میرے ابا جان کو سات شادیاں کرنی پڑیں۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ آپکی بیویاں جلد جلد قضا الٰہی سے فوت ہو جاتی رہیں گھر اور بچوں کو سنبھالنے کیلئے بار بار یہ فریضہ ادا کرنا پڑا۔ اِس میں آپکی اپنی ذاتی خواہش کوئی نہ تھی بلکہ اصل غرض و خواہش یہ ہوتی تھی کہ گھر اور بچوں کا بوجھ سنبھالنے والی کوئی ہستی ہو اور میں بے فکر ہو کر دین کی خدمت کر سکوں جو اُنکی زندگی کا اصل، اعلیٰ و ارفع مقصد تھا۔ چنانچہ اِسی غرض سے بار بار شادیاں کرنی پڑیں اور مختلف طبائع کی خواتین نے آپ کے عقد میں آکر آپکے گھر اور بچوں کو سنبھالا۔ مگر کبھی کسی نے نہیں دیکھا نہ کسی نے سنا کہ ابا جان نے اپنی بیویوں کے ساتھ کبھی لڑائی جھگڑا کیا ہو۔ یا کبھی کسی سے ناراض ہوئے ہوں۔ اِس قسم کا کوئی واقعہ مجھے یاد نہیں بلکہ جب بھی اپنوں یا غیروں سے سنا تو یہ ہی سنا کہ چوہدری صاحب اپنی بیویوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ یہ بہت بڑی بات ہے جہاں پہ اتنے زیادہ بچے ہوں عزیز و رشتہ دار بھی اکثر رہائش پذیر رہتے ہوں وہاں کوئی نہ کوئی تلخی ضرور ہو جاتی ہوگی مگر پھر بھی جھگڑے کی صورت کبھی اختیار نہ ہوئی۔ مجھے یہ کہنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں ہو رہا کہ اس وقت ہماری جو مائیں تھیں وہ بھی عظیم تھیں

اور جو بچے اور سسرالی رشتہ دار تھے وہ بھی بڑے صبر والے ہونگے کہ وہ سب اِن حالات میں سے بڑے اچھے اور احسن رنگ میں گزرتے رہے کہ کبھی ہمارے ابا جان کے لئے پریشانی کا موجب نہیں بنے۔ ابا جان کا عجیب قسم کا ادب واحترام تھا کہ آپکی بات کو کوئی نہ ٹالتا تھا۔ آپ جو حکم دیتے اُس کو سرآنکھوں پر قبول کرلیا جاتا۔ سمعنا واطعنا والی کیفیت تھی۔ ہم سب بہن بھائی نیچے صحن میں سو رہے ہوتے آپکے قدموں کی چھاپ سنتے تو سب ہڑ بڑا کر اُٹھ جاتے اور کوئی باتھ روم میں گھس جاتا کوئی کمروں میں گھس جاتے کوئی کچن کی طرف بھاگ جاتا کیونکہ ابا جان کو یہ پسند نہیں تھا کہ بچے صبح کی نماز کے وقت سو رہے ہوں۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی یاد ہے کہ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کے دن ابا جان کی دفتر سے چھٹی ہوتی تھی ابا جان نماز کے بعد گھر آ کر صحن میں تشریف فرما تھے ہم سب صبح کی تلاوت کر کے باہر صحن میں آ کر ابا جان کے قریب بیٹھ گئے تو ابا جان نے فرمایا کہ جمعہ کے دِن صبح سورۃ کہف کی تلاوت کرنی چاہیے۔ یہ سنتے ہی ہم سب جلدی سے اُٹھ کر کمرے میں بھاگ گئے کہ سورۃ کہف کی تلاوت کی جائے ہمارے ساتھ ہماری بھابھی جان صفیہ بیگم صالح محمد سیال بھی تھیں۔ کسی نے نہیں سوچا اور نہ ہی یہ کہا کہ ابھی تو تلاوت قرآن کریم کر کے آئے ہیں اگلے جمعہ کو کرلیں گے اور میں تو مدتوں ابا جان کے اِس فرمان پہ عمل کرتی رہی اب کچھ عرصہ سے سستی ہوگئی ہے اب انشاء اللہ تعالیٰ پھر اس نیک نصیحت پر عمل شروع کردوں گی۔

بات ہو رہی تھی ابا جان کے اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی۔ ابا جان کو اپنی بیویوں کی خاطرِ طبع کا اتنا دھیان رہتا تھا کہ آج کے دور میں یہ بات بڑی دور از قیاس لگتی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ قادیان کے محلہ دارالانوار میں آپ کا اچھا خاصا گھر بمعہ وسیع باغ کے تھا جس کو اُن دنوں قادیان میں کوٹھی کہا جاتا تھا مگر المیہ یہ ہوا کہ اُس گھر کے مکمل طور پر تیار ہونے سے پہلے ہی ہماری والدہ صاحبہ آپا ہاجرہ بیگم وفات پاگئیں یعنی جنھوں نے بڑی محنت کفایت شعاری اور جانفشانی سے وہ گھر بنوایا اُن کو اُس میں ایک رات بھی رہنا نصیب نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ انکو جنت الفردوس میں اِس کے بدلہ میں بہت نفیس موتیوں سے مرصع گھر عطا فرمائے اور اُن کے سب بچوں کو بہترین اجر کا وارث بنائے۔ آمین اُنکی وفات کے بعد میری امی جان صادقہ بیگم مرحومہ اُس گھر میں سات سال رہیں اور وہ بھی وفات پاگئیں پھر تقریباً نو ماہ بعد محترمہ آپا رقیہ بیگم

صاحبہ بنت جناب مکرم سید محمود اللہ شاہ صاحب بیاہ کر اُس گھر میں تشریف لائیں تو کچھ عرصہ بعد انہوں نے ابا جان سے اپنے اِس خوف کا اظہار کیا کہ آپکے اِس گھر میں آپکی دو بیویاں فوت ہوگئیں ہیں کہیں میں بھی مر نہ جاؤں۔ چنانچہ ابا جان نے اُس گھر کے ساتھ ہی اتنا ہی بڑا دو منزلہ گھر اُن کیلئے بنوا دیا۔ وہ اسی نئے والے گھر میں رہیں مگر خدا کی کرنی کو کون ٹال سکتا ہے کچھ ہی عرصہ بعد ہماری وہ والدہ محترمہ اپنی ایک چھوٹی سی تین ماہ کی بیٹی عزیزی امتہ الحی کو چھوڑ کر وفات پا گئیں۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ اِس سے پتہ لگتا ہے کہ آپکو اپنی بیوی کے جذبات و دلجوئی کا کتنا خیال تھا کہ اچھا خاصا مکان ہوتے ہوئے ایک اور مکان بنوا دیا تا ان کو ذہنی سکون حاصل رہے

صلہ رحمی و حسن سلوک

حضرت مسیح موعودؑ کی پاک صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ دین کا کوئی کام ہوتا یا دنیا کا! ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیشہ مدنظر رہتی تھی چنانچہ اپنی والدہ محترمہ اور والد محترم صاحب کے ساتھ بڑے احترام کا بڑی محبت کا سلوک روا رکھتے تھے۔ اکثر پیشتر ہمارے دادا جان، دادی جان محترمہ قادیان تشریف لایا کرتے تھے اور کچھ عرصہ رہائش پذیر بھی رہتے۔ دادا جان کی آخری بیماری کا تو مجھے بھی یاد ہے۔ محترم ڈاکٹر احسان علی صاحب آپکے علاج کیلئے گھر آیا کرتے۔ دادا جان محترم پھر قادیان میں ہی اپنے مولا حقیقی سے جا ملے اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ اس کے علاوہ ابا جان مرحوم کی ایک بات مجھے اکثر متاثر کیا کرتی تھی اور اب بھی مجھ پہ بڑا گہرا اثر ہے وہ یہ کہ اُن کو ہمیشہ اِس بات کا شدید احساس رہتا تھا کہ میرے تمام عزیز اور اُن کے بچے تعلیم حاصل کریں اور اِس سلسلہ میں آپ کی بھرپور کوشش ہوتی کہ تمام پڑھنے والے بچے قادیان آ کر رہیں اور یہاں پہ پڑھیں۔ چنانچہ آپ سب بھائیوں کی اولاد چاہے لڑکے تھے یا لڑکیاں سبکو قادیان لاتے اور سکول میں داخل کرواتے حالانکہ اپنے بھی ماشاءاللہ کافی بچے تھے کوئی اور ہوتا تو شاید سوچتا کہ میرے اپنے اتنے بچے ہیں میں اِن کی ہی نگہداشت کرلوں تو کافی ہے۔ لیکن ابا جان کو یہ فکر ہمیشہ دامن گیر رہتا کہ میرے سارے عزیز پڑھ لکھ جائیں۔ اپنے بھائیوں کی اولاد کے علاوہ اور عزیزوں کی بھی فکر رہتی۔ مجھ سے چوہدری محمد صدیق صاحب بھلر نے بیان کیا کہ میرے والد محترم جناب اللہ بخش

صاحب ابا جان کے بھانجے تھے۔ وہ گھوڑی سے گر کر اچانک وفات پا گئے تو جب ابا جان کو اُنکی وفات کا علم ہوا تو فوراً ہی پوچھا کہ اللہ بخش کا کوئی بیٹا ہے جو پڑھنے والا ہو۔ اُس کو میرے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے ربوہ چلا گیا۔

میں اپنی نانی اماں کے پاس پٹی میں رہی۔ پٹی میں لڑکیوں کا پرائمری تک سکول تھا میں جب سکول سے فارغ ہوئی تو آگے پڑھائی کا مسئلہ تھا پٹی میں آریہ سکول مڈل تک تھا اُس سکول میں ہمارے بعض عزیزوں نے اپنی بیٹیوں کو تعلیم دلوائی تھی لہٰذا میری نانی اماں نے مجھے بھی وہاں داخل کروا دیا۔ مگر میرے ماموں جان مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ لہٰذا میرا اسکول جانا بند کر دیا گیا۔ میں بڑی پریشان تھی کہ میری تعلیم نامکمل رہ جائے گی اچانک ایک دن دیکھا کہ ابا جان تشریف لے آئے۔ ایک رات وہاں پہ رہے میری تعلیم کے بارے میں دریافت فرمایا میرے نانا جان اور نانی جان نے صورت حال سے آگاہ کیا تو فرمایا۔ اِس کو قادیان بھیج دیں میرے نانا جان نانی جان اور خود میرے لئے یہ فیصلہ بہت کٹھن تھا یہاں پہ پلی بڑی تھی اور اپنی شفیق ہستیوں سے جدائی بڑی شاق تھی۔ مگر ابا جان کا حکم تھا اور اپنی پڑھائی نظروں کے سامنے تھی یوں میں پہلی دفعہ 1945ء میں اپنے ابا جان کے گھر آ گئی۔ قادیان میں نصرت گرلز ہائی سکول میں پارٹیشن تک پڑھتی رہی۔

چنانچہ میں نے جو اپنے گھر میں دیکھا وہ یہی کہ ہم سب بہن بھائی جو مختلف ماؤں سے تھے اور تایا زاد چچا زاد اکٹھے پیار و محبت سے شیر وشکر ہی رہتے۔ جیسے ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بھی ہم سب کے درمیان یوں ہی محبت وشفقت کا رشتہ استوار ہے۔ کہیں بھی سوتیلا پن یا یہ کہ یہ ہمارے شریک ہیں یا جائیداد کا کوئی جھگڑا ہوا ہو۔ اگر کہیں کوئی زیادتی بھی ہوئی تو دوسرے نے درگذر اور عفو سے کام لیا۔ یہ بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے خاندان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے محبت و ہمدردی کا جو بیج بویا تھا وہ خوب پھل پھول گیا ہے۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک

محترم چوہدری محمد صدیق صاحب نے ابا جان کا ایک اور واقعہ اِسی سلسلہ میں بیان کیا کہ صدیق صاحب کے دادا جان محترم چوہدری ولی محمد صاحب جو ابا جان کے بہنوئی تھے قادیان گئے اور اِس ارادے

کا اظہار کیا کہ میں وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ وصیت فارم ابھی پُر کئے یا نہ کئے کہ اچانک وفات پا گئے ابا جان بہت پریشان ہوئے کہ وصیت کا ارادہ تھا اور وصیت کر نہ سکے لہٰذا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں عرض کیا تب حضور اقدس نے ازراہِ شفقت محترم چوہدری ولی محمد صاحب کی وصیت منظور فرمالی اور قادیان بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ یہ بھی صلہ رحمی کی ایک زبردست اور زندہ مثال ہے۔

میرے تایازاد بھائی ظفر اللہ سیال بیان کرتے ہیں کہ بڑی عید آتی تو دو بکرے ذبح کرواتے اور ایک گائے کی بھی قربانی دیتے۔ بکروں کا گوشت قادیان میں اپنے دوستوں کے گھروں میں بھجواتے اور گائے کا گوشت ملحقہ گاؤں بھینی کے غریب لوگوں کو بھجواتے۔ میرے بھائی منصور احمد سیال بیان کرتے ہیں چونکہ بھینی کا گاؤں ہمارے بالکل قریب تھا اور گاؤں کے لوگ اکثر باغ سے پھل اور سبزیاں وغیرہ توڑ کر لے جاتے مگر ابا جان نے کبھی اُن کو نہیں ڈانٹا۔ اِسی طرح بچوں سے اگر کوئی غلطی ہو جاتی تو پوچھتے کہ کیا تم نے یہ کام کیا ہے۔ ہم اگر خاموش ہو جاتے تو پھر اصرار نہ فرماتے۔ بچے بہرحال بچے ہی ہوتے ہیں اور جب ہم عمر بہت سے بچے اکٹھے ہوں تو کچھ نہ کچھ شرارتیں اُن کی رنگ لایا ہی کرتی ہیں۔ ایک واقعہ تو میری آنکھوں کے سامنے کا ہے۔ موضع اٹھوال سے ہمارے ایک عزیز ہیں اُن کے چھوٹے بھائی قادیان میں پڑھتے تھے اور ہمارے گھر میں ہی رہتے تھے۔ ایک دن ہمارے باغ کے مالی جس کا نام فضل دین تھا جو کہ ٹھیکیدار بھی تھا اُس کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور اُن صاحب نے اُس مالی صاحب سے بدلہ لینے کیلئے تجویزیں سوچنی شروع کیں اور آخر فیصلہ کیا کہ رات کو اِس باغ کا پھل توڑ کر گھر لے آئیں اور پھر یہ شخص پریشان ہوتا رہے گا چنانچہ اُن صاحب نے (جو کہ منصور بھائی کا ہم عمر تھا) منصور بھائی سے بات کی اور اپنی تجویز بھی بتائی۔ چونکہ وہ تو غصے میں تھے اور غیر تھے مگر منصور بھائی کی سادگی بھی دیکھئے کہ اپنے ہی باغ کے پھل کو تڑوانے پہ رضامند ہو گئے۔ آم کا موسم تھا اور طے یہ پایا کہ رات کو وہ صاحب باغ سے آم توڑیں گے اور ہمارا ایک سکھ نوکر ہوا کرتا تھا وہ آم سر پر اُٹھا کر گھر لائے گا اور گھر میں منصور بھائی اُس سکھ سے آم لیکر بستروں والے بڑے سے بکس میں ڈالتے جائیں گے۔ چنانچہ رات کو جتنے آم وہ توڑ سکتے تھے توڑتے گئے اور وہ سکھ نوکر لا لا کر منصور بھائی کو دیتا گیا۔

منصور بھائی اُس کو بکس میں ڈال کر اور بند کر کے آرام سے سو گئے صبح جب ہم لوگ اُٹھے تو میری بڑی بہن منیرہ کو گھر بھر میں آموں کی پھیلی خوشبو محسوس ہوئی۔ آپکو معلوم ہے کہ اتنے ڈھیر سارے آموں کی خوشبو بھلا چھپ سکتی تھی۔ بہر حال انہوں نے سٹور میں جا کر جھانکا تو منظر یہ تھا کہ بستر بکس سے باہر پڑے ہوئے ہیں اور آموں کی خوشبو سے کمرہ مہک رہا ہے۔ انہوں نے بکس سے ڈھکن اُٹھایا تو پورا بکس آموں سے بھرا ہوا تھا اور اوپر ایک لحاف ڈال کر آموں کو چھپانے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ وہ چپکی ہو رہیں بڑے پر اسرار طریق سے گھر میں گھبرائی گھبرائی پھرتی رہیں اتنے میں ابا جان دفتر جانے کیلئے اوپر سے اترے تو میری بہن منیرہ بیگم ابا جان کو ساتھ لیکر سٹور میں چلی گئیں اور ابا جان کو تمام آم دِکھا دیئے۔ میں بھی وہیں تھی مجھے کچھ نہیں بتایا لیکن مجھے اندازہ ہو گیا کہ کچھ گڑ بڑ ہے۔ ابا جان نے فوراً منصور بھائی کو طلب کیا اور پوچھا تو انہوں نے تمام واقعہ بتا دیا۔ منصور بھائی کی یہ عادت تھی کہ اگر شرارت میں شریک ہوتے تھے تو جب ابا جان پوچھتے تو فوراً بتا بھی دیتے۔ اگر کوئی پوچھتا کہ بھئی تم نے اتنی آسانی سے ابا جان کو سب کچھ بتا دیا تو آگے سے جواب دیتے کہ میں کیا کرتا حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے۔ بہر حال ابا جان سب کچھ معلوم کر کے دفتر چلے گئے۔ 4 بجے دفتر سے واپسی پر پھر منصور بھائی اور ساتھی لڑکے جس کی اصل شرارت تھی طلبی ہوئی اور ابا جان نے اُن دونوں کو بلا کر کہا کہ تم لوگوں نے بڑا غلط کام کیا ہے۔ ٹھیکیدار جس نے ہم کو پوری رقم دے دی ہے اُس کو کتنا نقصان ہوگا۔ اب تم لوگوں کی سزا یہ ہے کہ جس طرح تم یہ آم لائے ہو اِسی طرح واپس باغ میں رکھ کر آؤ۔ چنانچہ اِن تینوں نے پھر سے وہی ڈیوٹی دی اور میرے ابا جان وہ تمام وقت رات کو اپنے گھر کی چھت کے اوپر ٹہلتے رہے۔ اِس واقعہ سے ابا جان کے حوصلہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح حوصلہ اور حکمتِ عملی سے معاملہ کو نمٹایا کوئی اور شخص ہوتا تو اُس لڑکے کی تو وہ شامت آتی کہ ساری زندگی یاد رکھتا اور منصور بھائی کی بھی خاصی شامت آتی مگر آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے معاملہ کو سلجھایا کہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی دوسری طرف بچوں کو نصیحت بھی ہو گئی اور اُن کی عزتِ نفس کو بھی ٹھیس نہ پہنچی۔ اس وقت منصور بھائی شاید میٹرک میں پڑھتے تھے اور وہ دوسرا لڑکا غالباً مڈل میں پڑھتا تھا یعنی یہ نہایت چھوٹی سی عمر کا کارنامہ ہے۔

آپ کا بلند حوصلہ

آپکے بلند حوصلہ کے متعلق عزیزم ادریس نصراللہ نے دو واقعات اور سنائے ہیں جو عرض کئے دیتی ہوں۔عزیزم ادریس نصراللہ بیان کرتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا ایک دفعہ قادیان میں کچے امرود توڑ توڑ کر کھا رہا تھا ابا جان نے دیکھا تو فرمایا میاں اِن کو آگ میں بھون کر کھاؤ تو بہت مزیدار ہو جائیں گے۔ادریس نصراللہ کہتے ہیں کہ میں نے ڈھیر سارے امرود توڑ لئے تا آگ میں ڈال کر بھون لوں۔ابا جان نے اتنے سارے امرود ٹوٹے ہوئے دیکھے مگر کچھ نہ کہا۔اور اسی طرح ایک دفعہ عزیزم حمید نصراللہ نے کیلے کے پودے جو باہر کے بڑے دروازے کے ساتھ لگائے گئے تھے آری لے کر سب کو جڑ کے قریب سے کاٹ دیا۔اتفاق سے ابا جان تشریف لے آئے اور دیکھ کر بس اِتنا فرمایا میاں یہ پھل دار پودے تھے اِس کے علاوہ کوئی بات نہیں کی!

تربیتِ اولاد

مندرجہ بالا واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابا جان کس طرح غیر محسوس طور پر تربیت اولاد کا دھیان رکھا کرتے تھے۔مجھے یاد ہے کہ میں جب قادیان گئی تو ایک جمعہ کے روز میں نے ابا جان سے عرض کی کہ میں نے جمعہ کی نماز پڑھنے جانا ہے اُسوقت کوئی بزرگ خاتون گھر میں نہ تھیں تو ابا جان نے فرمایا کہ جب آمنہ بیگم آئیں گی تو پھر اُن کے ساتھ چلی جانا۔یعنی اکیلی جانے سے روک دیا اسی طرح ایک دفعہ برآمدے میں نعمت خانہ کے اوپر ایک رسالہ پڑا تھا باہر سے تشریف لائے اور رسالہ دیکھا اور خاموشی سے پھاڑ کر پھر وہیں پر رکھ دیا اور کسی کو کچھ بھی نہیں کہا۔اس رسالہ میں افسانے وغیرہ تھے نام یاد نہیں کیونکہ اُس کو ابا جان نے جب پھاڑ دیا تھا تو مجھ میں پھر ہاتھ لگانے کی ہمت نہ تھی۔یہ واقعہ خود میری آنکھوں دیکھا ہے۔

خدمت دین میں حصہ لینے والی
حضرت اباجان چوہدری فتح محمد سیال کی اولاد

آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی درس القرآن کی پہلی طالبات میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ آپ ایک ذہین طالبہ تھیں اور خدا کے فضل سے مولوی فاضل کیا۔ کراچی کی مستورات میں بھی درس قرآن دیتی رہیں۔ قرآن پاک ناظرہ اور باترجمہ بہت عمدہ پڑھایا کرتی تھیں۔

خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے بے حد عقیدت اور جماعت کیلئے بڑی غیرت رکھتی تھیں۔ اس معاملہ میں خواہ کوئی کتنا ہی قریبی رشتہ دار ملوث ہوتا اُس کی پرواہ نہ کرتیں۔ آپ کی پیار کرنے والی شخصیت سے اپنے اور پرائے سب فیض یاب ہوئے۔ بالخصوص اپنے ان سب بہن بھائیوں سے بہت پیار رکھتیں اور خیال کرتیں۔ جن کی مائیں وفات پا چکی تھیں اور ہمیں آپ کی شفقت و محبت میں ماں کا روپ نظر آتا ہے۔

اولاد

(1) بڑے بیٹے محمد نصر اللہ خان امیر جماعت احمدیہ مسقط

(2) حمید نصر اللہ صاحب امیر جماعت لاہور جن کو حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کو بچپن سے دین کا شغف تھا آپ بہترین منتظم اور بہترین مقرر ہیں۔

(3) ادریس نصر اللہ صاحب سیکرٹری امور عامہ قضاء۔ نامور وکیل ہونے کی حیثیت سے جماعت کے قانونی کاموں میں بھی مدد دیتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الربع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہر حکم کو بجا لانے کیلئے ہر دم مستعد اور سلسلہ کی خدمت کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔

(2) آپ کی دوسری بیٹی عائشہ صدیقہ بیگم کرنل سلطان محمد خان صاحب آف کوٹ فتح خاں تھیں۔ آپ بھی خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت کے ساتھ انتہائی اخلاص اور محبت کا جذبہ رکھنے والی تھیں۔ گو کہ آپ کی زندگی کوٹ فتح خان کی روایات کے تحت گذری۔ جہاں عورتیں باہر نہیں نکل سکتیں۔ لیکن آپ نے اپنی اولاد کی دیندارانہ انداز میں پرورش کی۔

اولاد

(1) عزیزم سلطان رشید خان صاحب ضلع اٹک کے امیر جماعت رہے۔ آپ جماعتی کاموں میں پیش پیش نہایت حلیم طبع اور مخلص علم دوست شخصیت ہیں۔ آپ کی لائبریری میں ہر کتاب موجود ملتی ہے۔

(2) عزیزم سلطان ہارون خان صاحب آپ بہترین شاہ سوار حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دور میں گھڑسواری کے مقابلوں میں حصہ لیتے۔ جماعت سے بے حد اخلاص کا تعلق ہے۔ آپ کے بیٹے سلطان محمد خان صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر العزیز کا داماد ہونے کا شرف حاصل ہے اور بہترین گھڑسوار بھی ہیں نوعمری میں ہی ربوہ مقابلوں میں جیتے اور انعامات حاصل کرتے رہے۔

(3) سلطان مامون خان صاحب۔ آپ سلسلہ سے وفا کا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی شادی محترم بھائی ناصر احمد سیال اور صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود کی بیٹی یاسمین سے ہوئی۔

(4) راشدہ بیگم اشرف سیال انتہائی مخلص اور جماعت سے تعلق رکھنے والی شاعرانہ ذوق رکھتی ہیں۔

(5) عزیزی نعیمہ بیگم احمد محمود صاحب جو قاضی فیملی کے چشم و چراغ ہیں جماعت سے عقیدت رکھتی ہیں اور جماعتی کاموں میں حصہ لیتی ہیں۔ ساری اولاد کو خدا تعالیٰ ہمیشہ دین کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

محترم چوہدری صالح محمد سیال صاحب آپ کی شادی محترمہ صفیہ بیگم سے ہوئی۔ جو حضرت مولوی شیر علی صاحب کی نواسی ہیں۔ آپ نے ابا جان کے حکم کے تحت ساری زندگی سندھ کی زمینوں کی دیکھ بھال میں گذاردی مقامی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔

اولاد

عزیزہ ڈاکٹر شاہدہ سیال بیگم چوہدری مشتاق احمد صاحب دونوں جماعتی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں۔

(4) محترم ناصر احمد سیال صاحب واقف زندگی فضل عمر ریسرچ میں کام کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے داماد بنے صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ سے شادی ہوئی۔ حضور کے ارشاد پر امریکہ جا کر

M.Sc کی۔آپ کا جسمانی تعلق حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے بھی ہے۔

(i) عزیزم ظاہر احمد مصطفی جب بھی حضور امریکہ تشریف لاتے ہیں تو آپ حفاظتی دستہ کے افسر اعلیٰ ہونے کی سعادت پاتے ہیں۔آپ کی اہلیہ تزین احمد صاحبہ واشنگٹن کی صدر لجنہ ہیں۔

(ii) عزیزہ یاسمین بیگم سلطان مامون خان ابن کرنل ملک سلطان احمد آف کوٹ فتح خان۔

(iii) عزیزہ سعدیہ بیگم منیر احمد خان ابن محترم بشیر رفیق صاحب سابق امام مسجد لندن۔

(iv) عزیزہ صوفیہ بیگم میاں عبدالصمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب ہیں۔صاحبزادہ میاں عبدالصمد واقف زندگی ہیں۔سیکرٹری مجلس کارپرداز کے اہم عہدہ پر کام کرتے رہے اب ناظر خدمت درویشاں ہیں۔ان سب بچوں کو یہ سعادت خصوصی طور پر حاصل ہے کہ چاروں خلفاء سے جسمانی تعلق بھی رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کو خدمت دین کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔آمین

(v) محترمہ منیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری مقبول احمد صاحب: آپ نے عرصہ دراز تک صدر لجنہ اماء اللہ ضلع شیخوپورہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔خواتین کی تربیت کیلئے دور دراز دیہاتوں کے دورے بڑی ہمت اور بشاشت سے کئے۔خاندان مسیح پاک کے ساتھ بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتیں۔صحت بوجہ شوگر کمزور ہوتی چلی گئی۔آپ موصیہ تھیں۔حال ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون

(vi) محترم میجر منصور احمد سیال آپ کی شادی خالدہ بنت خورشید احمد صاحب باجوہ سابق امیر جماعت ڈھاکہ سے ہوئی۔ان کو خدا تعالیٰ نے قادیان کے پہلے حفاظتی دستہ میں خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونے کی حیثیت سے انڈیا جاکر اسیران راہ مولا کیلئے خوردونوش پہنچانے کی توفیق حاصل ہوئی۔اس کے علاوہ یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ صاحبزادہ میاں رفیع احمد صاحب کے رضاعی بھائی ہیں اور خاکسار کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی۔کہ محترمہ صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کے ساتھ رضاعت کا رشتہ ہے۔الحمد للہ

(vii) محترم مظفر احمد سیال فیصل ٹاؤن لاہور میں جماعتی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔خاموش طبع درویش طبیعت سلسلہ کے ساتھ اخلاص کا تعلق ہے۔دینی غیرت بہت رکھتے ہیں۔آپ کی شادی طیبہ خانم بنت سید کرم شاہ صاحب امیر جماعت احمدیہ گوجرہ ضلع فیصل آباد سے ہوئی۔

(viii) عزیزہ امتہ الحی بیگم عبدالرشید صاحب ریٹائرڈ ان کو بھی خدا تعالیٰ نے دین کی خدمت کی توفیق بخشی۔ انہوں نے شادی کے بعد کوہاٹ جاتے ہی سب سے پہلے لجنہ قائم کی اور جتنا عرصہ وہاں پر قیام پذیر رہیں لجنہ کے کاموں کو آگے بڑھاتی رہیں۔ پھر لیبیا پوسٹنگ ہوگئی تو وہاں پر بھی لجنہ قائم کرنے کی سعادت حاصل کی اور 1982ء تا 1984ء وہاں پر کام کیا۔ پھر 1987ء سے تا حال محلہ دارالصدر ربوہ میں لجنہ اماء اللہ کے کاموں میں مصروف ہیں اور خدمت دین کی سعادت پا رہی ہیں۔ آپ کے شوہر محترم عبدالرشید احمد صاحب لیبیا میں امیر جماعت رہے اور ربوہ میں اصلاحی کمیٹی کے ممبر ہیں۔

اولاد: عزیزم طارق رشید: ان کی شادی عزیزی مبشرہ بنت صاحبزادہ میاں رفیع احمد صاحب سے ہوئی ہے۔ عزیزم طارق رشید نیک طبع اور مخلص احمدی ہیں۔

عزیزم خالد رشید: شارجہ میں خدام الاحمدیہ کے زعیم ہیں اور دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

(xi) محترمہ بشریٰ سیال صاحبہ اہلیہ چوہدری عبدالمنان صاحب سب سے پہلے جنرل سیکرٹری کے عہدہ سے کام شروع کیا۔ پھر نائبہ صدر محلہ دارالصدر شمالی رہیں۔ اس وقت صدر حلقہ دارالصدر غربی اور نگران اصلاحی کمیٹی صدر بلاک کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ الحمد للہ۔ دعوت الی اللہ کے کام کو انتہائی محنت سے کرتی ہیں جس کے نتیجہ میں سو خواتین سلسلہ میں داخل ہو چکی ہیں۔

اولاد: عزیزہ شاہدہ بیگم محمد اقبال صاحب باجوہ مربی سلسلہ پتوکی میں وقف نو کے شعبہ کے ساتھ ساتھ بڑی عمر کی خواتین اور بچیوں کو ترتیل القرآن پڑھانے کا کام بڑی محنت اور لگن سے کر رہی ہیں۔ لجنہ کی فعال ممبر ہیں۔ نائبہ صدر تحصیل چونیاں بھی ہیں۔

عزیزہ امتہ الباسط بینا بیگم شاہد احمد کاہلوں ابن لطیف احمد شاہد کاہلوں حال ہی میں شادی ہو کر روس چلی گئیں۔ بیلاروس کی لجنہ کی صدر منتخب ہو کر خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔

باب 15

ماحاصل

گذشتہ صفحات میں حضرت ابا جان مرحوم چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی زندگی کے حالات قارئین کی نظر سے گذر چکے ہیں۔ ہر آغاز کا ایک انجام ہوتا ہے لہٰذا مورخہ 28ر فروری 1960ء صبح ساڑھے نو بجے وہ بہادر مجاہد وہ فتح نصیب جرنیل حضرت امام مہدی کے تابعدار اور خلفاء کرام کے وفا شعار اپنے مولا حقیقی کی خدمت میں لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے اور بہت سے دِلوں کو دُکھی اور حزین کر گئے۔ سہ پہر ساڑھے بارہ بجے دارالضیافت کے سامنے گھاس کے میدان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں صحابہ کرام، خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد، صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے ناظران و وکلا صاحبان، دفاتر کے کارکنان اور دیگر مقامی احباب ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوئے۔ بعد ازاں جنازہ بہشتی مقبرہ لے جایا گیا۔ حضرت میاں صاحب نے نہ صرف جنازے کو کندھا دیا بلکہ جنازے کے ہمراہ بہشتی مقبرہ تشریف لے گئے اور وہاں قبر کے تیار ہونے پر دُعا کرائی اور یوں تدفین عمل میں آئی۔

آپکے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے دُکھی ہوئے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غم کا اظہار کن الفاظ میں کیا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے آپ کیلئے جو محسوس فرمایا اُن کے وہ جذبات نظم کی شکل میں ڈھل گئے۔

اِسی طرح جماعت احمدیہ میں آپکے رُفقاء کار، آپکے معزز ساتھیوں نے جس طرح آپکو خراج تحسین پیش کیا قارئین اگلے صفحات میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں گے۔ مگر میں ایک بات آپ سے یہاں عرض کرتی چلوں کہ میں ایک بیٹی ہونے کی ناطے یہ سوچا کرتی تھی کہ آپ نے ہم کو وہ پیار نہ دیا جس کے ہم حق دار تھے اور بسا اوقات یہ احساس گلہ کی شکل بھی اختیار کر لیتا لیکن آپ کے حالات زندگی کو پڑھ کر اور تحریر کر کے آپ کی حیات طیبہ کے جو نقوش ابھرنے ہیں انہیں دیکھ کر دِل یہ پکار اُٹھا ہے کہ میرے جیسے

ہزاروں بچے جماعت کے اس فدائی پہ قربان ہو جائیں تو کوئی بات نہیں کوئی اِتنا کام کر جائے تو اُس کی اولاد ہی نہیں بلکہ اُس کی آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے بھی یہ باعث تسکین ہوگی۔ آپکی اِن عظیم خدمتوں کے عوض میرے پاس خراج تحسین پیش کرنے کیلئے کچھ نہیں سوائے بے انتہا آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی دِلی دعاؤں کے۔ آپکے حالات کو درج کرتے ہوئے دِل کئی طرح کی کیفیات سے گذرتا رہا اور آخیر ایک دِن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز کے اس شعر نے تسلی دلائی

اُنکی چاہت مرا مدعا بن گیا' میرا پیارا اُنکی خاطر دعا بن گیا

بالیقین اُنکا ساتھی خدا بن گیا' وہ بنائے گئے آسمان کیلئے

بہر حال اب میں حضرت ابا جان کی وفات پر خراج تحسین کے جس مضامین کا شروع میں میں نے ذکر کیا تھا قارئین کی نذر کرتی ہوں

چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی وفات

رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

چوہدری فتح محمد صاحب سیال فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مسیح موعودؑ اُن سے بہت محبت کرتے تھے۔ رات کے وقت تار دینے کی ضرورت پڑتی تو ان کو ہی بٹالہ بھجوایا کرتے تھے۔ جب خواجہ صاحب کو انگلستان میں مشکلات پیش آئیں تو حضرت خلیفہ اوّل نے ان کو انکی مدد کیلئے بھجوایا تھا۔ ڈاکٹر عبید اللہ صاحب امرتسری نے واپس آ کر ان کی بڑی تعریف کی کہ بہت صالح آدمی ہیں۔

جب میں نے تشحیذ الاذہان جاری کیا تو جن لوگوں نے ابتداء میں میری مدد کی ان میں یہ بھی شامل تھے۔ ملکانہ تحریک ساری انہوں نے چلائی تھی۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد بھی تھے۔ پٹی اور قصور کے بڑے زمیندار خاندان میں سے تھے۔ بچپن سے میرے ساتھ کام کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ وفات کے وقت مجھے پتہ بھی نہ لگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور اس کے فرشتے ان کو لینے کیلئے آگے آئیں اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں ہمیشہ ان پر اور ان کے خاندان پر نازل ہوتی رہیں۔ میری ایک بیٹی بھی ان کی بہو ہے۔ خدا اس کو بھی اپنے خاوند کی خدمت اور اپنے خسر کیلئے دعا کی توفیق دے۔ آمین

جوانی سے چوہدری صاحب نے سلسلہ کی خدمت کی۔ قادیان جہاں سے وہ ہجرت کر کے آئے تھے اللہ تعالیٰ ان کو دائمی طور پر وہیں لے جائے۔ اور جس طرح زندگی میں حضرت مسیح موعودؑ کا ساتھ دیا تھا۔ اب وفات کے بعد دائمی طور پر ان کا قرب نصیب ہو۔ آمین

اسلام کا ایک بہادر مجاہد ہم سے جدا ہو گیا

چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی المناک وفات

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ربوہ

آج (مؤرخہ 28رفروری 1960ء) صبح ساڑھے نو بجے کے قریب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کل شام مغرب کی نماز کے بعد انہیں اچانک دل کا دورہ ہوا اور آج صبح کو اپنے مولا کو پیارے ہو گئے چوہدری صاحب مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق ابن رفیق تھے اور ان کے داماد چوہدری عبداللہ خان صاحب مرحوم بھی گویا پیدائشی لحاظ سے رفیق تھے۔ اس طرح چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے گویا اوپر اور نیچے ہر دو جانب سے برکت کا ورثہ پایا تھا۔

چوہدری صاحب مرحوم کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ جماعت کی طرف سے پہلے مبلغ کے طور پر انگلستان میں تبلیغ اسلام کیلئے بھجوائے گئے اور نہ صرف ایک دفعہ بھجوائے گئے بلکہ انہیں متعدد مرتبہ تبلیغ کی غرض سے باہر جانے کا شرف حاصل ہوا۔ انہیں دراصل تبلیغ کا غیر معمولی عشق تھا۔ اور انہیں خدا نےتبلیغ کا ملکہ بھی ایسا عطا کیا تھا کہ بہت جلد اپنی گفتگو سے دوسرے کا دل صداقت کے حق میں جیت لیتے تھے اور زمینداروں پر تو گویا ان کا جادو چلتا تھا۔ پھر ملکانہ کے علاقہ میں بھی وہ سالہا سال جماعت کی تبلیغی مہم کے نگران اور قائد رہے اور انہوں نے ایک بہت لمبے عرصہ تک مرکزی ناظر دعوۃ وتبلیغ اور ناظر اعلیٰ کے فرائض بھی بڑی کامیابی کے ساتھ ادا کئے اور مقامی تبلیغ کے تو وہ گویا ہیرو تھے جن کے ہاتھ پر بے شمار لوگوں نے صداقت کو قبول کیا۔ چوہدری صاحب بڑے سادہ مزاج اور بہت بے تکلف طبیعت کے بزرگ تھے اور گو وہ کام کی تفصیلات کو بعض اوقات بھول جاتے تھے مگر اصولی امور میں وہ حقیقۃً غیر معمولی ذہانت کے مالک تھے اور

ان امور میں ان کی نظر بعض اوقات اتنی گہری جاتی تھی کہ حیرت ہوتی تھی کہ ایسی سادہ طبیعت کا انسان اصولی امور میں اتنا ذہین اور اتنا دوررس ہے۔ چوہدری صاحب کو ملکی تقسیم کے ایام میں ہندو سیاست کا شکار بن کر قید بھی ہونا پڑا۔ مگر اس قید کا زمانہ بھی انہوں نے کمال صبر اور بشاشت سے برداشت کیا۔ بلکہ جیل خانہ میں بھی کئی لوگوں کو (جن میں بعض کافی مخالف تھے) اپنی مخلصانہ تبلیغ سے رام کرلیا۔

گو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں چوہدری صاحب بالکل نوعمر بلکہ طالبعلم تھے مگر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ انہیں ذاتی تعارف کا شرف حاصل تھا اور حضور ان کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی سفر میں مصاحبت کا سوال تھا تو ساتھ جانے والوں کی فہرست دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ نے خود کہہ کر چوہدری صاحب کا نام لکھایا بلکہ نام لکھنے والوں سے کہا کہ شائد آپ لوگوں نے فتح محمد کا نام اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ تو بہر حال پہنچ ہی جائے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ساتھ بھی چوہدری صاحب کا بچپن کا ساتھ تھا۔ چنانچہ رسالہ تشحیذ الاذہان کے اجراء میں اور پھر مجلس انصار اللہ کے قیام میں وہ شروع سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہے۔ دراصل وہ حضور کے ذاتی دوستوں میں سے تھے اور حضور کے ساتھ بے حد عقیدت رکھتے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے ساتھ تو ان کا جسمانی رشتہ بھی تھا۔ یعنی زوجہ اوّل کے بطن سے حضور کی نواسی (ہاجرہ بیگم مرحومہ) جو میری رضاعی بہن تھیں چوہدری صاحب کے عقد میں آئیں اور چوہدری صاحب کی زیادہ اولاد انہی کے بطن سے ہوئی اور بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی چوہدری صاحب کا رشتہ قائم ہو گیا۔ کیونکہ حضور کی چھوٹی صاحبزادی عزیزہ امتہ الجمیل سلمہا چوہدری صاحب کے فرزند عزیزم ناصر محمد سیال واقف زندگی کے ساتھ بیاہی گئی۔ چوہدری صاحب مرحوم ایک بڑے مجاہد اور نڈر اور بہادر مبلغ ہونے کے علاوہ تہجد گذار اور نوافل کے پابند اور دعاؤں میں بہت شغف رکھنے والے بزرگ تھے اور وہ صاحبِ کشف و رویاء بھی تھے۔ میں جن دوستوں اور بزرگوں کو عموماً دعا کیلئے لکھا کرتا تھا ان میں چوہدری صاحب مرحوم کا نام بھی شامل تھا۔ مجھے ایسے مخلص اور بے ریا اور وفادار بھائی کی وفات کا بڑا صدمہ ہے۔ مگر

بلانے والا ہے سب سے پیارا	اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور جماعت کو ان کا بدل عطا فرمائے اور ان کی اولاد اور بیوی اور دیگر لواحقین کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین

خاکسار مرزا بشیر احمد

28رفروری 1960ء بروز اتوار ربوہ

جو بادہ کش تھے پُرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

ازقلم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالیٰ ربوہ

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی وفات کے متعلق میرا نوٹ الفضل میں چھپ چکا ہے۔ یہ نوٹ میں ایک اور غرض سے لکھ رہا ہوں۔ جو جماعتی ترقی سے تعلق رکھتی ہے۔ کل جب مجھے چوہدری صاحب مرحوم کے جنازہ کی نماز پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی تو مجھے بعض خیالات کے غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے نماز پڑھانی مشکل ہوگئی اور میں بڑی کوشش سے اور طبیعت پر زور دے کر مسنون دعائیں پڑھ سکا کیونکہ بار بار یہ خیال آتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحبت یافتہ لوگ گزرتے جاتے ہیں۔ مگر ان کی جگہ لینے نئے آدمی اس رفتار سے تیار نہیں ہو رہے جیسا کہ ہونے چاہئیں اور پھر جو نئے لوگ تیار ہو رہے ہیں وہ عموماً اس للّٰہیت اور اُس جذبۂ خدمت کے مالک نہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کے لوگوں کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ بیشک بعض بہت قابل رشک نوجوان بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ مگر کثرت وقلت کا فرق اتنا ظاہر وعیاں ہے کہ کوئی سمجھدار شخص اس فرق کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بہرحال میرے دل و دماغ پر اس خیال نے اتنا غلبہ پایا کہ بعض اوقات میں نماز جنازہ میں مسنون دعاؤں کو بھول کر اس دعا میں لگ جاتا تھا کہ خدایا تیری ممیت والی صفت جب زندوں کو مار رہی ہے تو اپنے

فضل وکرم سے اپنی محی والی صفت کے ماتحت مرنے والوں کی جگہ لینے کیلئے ہم میں ساتھ ساتھ زندہ وجود بھی پیدا کرتا چلا جاتا کہ جماعت میں کسی قسم کا خلا یا کمزوری نہ آئے پائے اوراس کا قدم ہر آن ترقی کی طرف اٹھتا چلا جائے۔ جنازہ کے دوران میں بلکہ تجہیز وتدفین کے دوران میں بھی میرا قریباً سارا وقت اسی فکراور اسی دعا میں گزرا۔ چنانچہ جو شعر اس نوٹ کے عنوان میں درج کیا گیا ہے وہ بھی اصولی طور پر اسی لطیف مضمون کا حامل ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ جو لوگ اکٹھے بیٹھ کر شراب طہور پیا کرتے اور مجلس جمایا کرتے تھے وہ اب ایک ایک کر کے اٹھتے جاتے ہیں اور پُرانی مجلس سونی ہوتی جارہی ہے۔ اب اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس مجلس میں بیٹھنے والوں کو کوئی ایسا آب حیات مل جائے جو اُن پر موت کا دروازہ بند کر دے اوراس طرح یہ پاکیزہ مجلس ہمیشہ گرم رہے۔

میں انہی خیالات میں سرگرداں تھا کہ میرے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز اُٹھی کہ اسلام نے یہ آب حیات بھی مہیا کیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

لا تحسبن الذین قُتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یُرزقون ''یعنی جو لوگ خدا کے راستہ میں زندگی گزارتے ہوئے فوت ہوں اور قربانی کی موت حاصل کریں ان کو ہرگز فوت شدہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (اور ہمیشہ زندہ رہیں گے) اور اُن کی زندگی کی علامت یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی خدا کی طرف سے اُن کو رزق مہیا کیا جاتا ہے۔ جو انسانی زندگی کے بقا اورنشوونما کا موجب ہے۔''

اس لطیف آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء کی زندگی نہ صرف اپنی ذات میں کبھی ختم ہوتی بلکہ ہر شہید کی موت بہت سے دوسرے لوگوں کی زندگی کا باعث بن جاتی اور جماعت کی غیر معمولی ترقی کا موجب ہوتی ہے اور جاننا چاہیے کہ جیسا کہ قرآن وحدیث میں صریح اشارات پائے جاتے ہیں کہ شہید سے صرف وہی شخص مراد نہیں جو کسی دینی لڑائی میں مارا جائے بلکہ ہر وہ شخص بھی شہیدوں میں داخل ہے جو (1) خدمت دین میں زندگی گزارتا ہوُا فوت ہو۔ (2) اوراس کا نمونہ بھی ایسا ہو کہ دوسروں کیلئے ترغیب وتحریص اور اقوام فی الدین کا موجب بن جائے مجھے حافظ شیرازی کا یہ شعر بہت پسند ہے کہ

ہر گز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

پس میں جماعت کے نوجوانوں کو بڑے درد دل کے ساتھ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ مرنے والوں کی جگہ لینے کیلئے تیاری کریں اور اپنے دلوں میں ایسا عشق اور خدمت دین کا ایسا ولولہ پیدا کریں کہ نہ صرف جماعت میں کوئی خلا نہ پیدا ہو بلکہ ہمارے آقا محمد مصطفی ﷺ کے قدموں کے طفیل جماعت کی آخرت اس کی اولیٰ سے بھی بہتر ہو۔ یقیناً اگر ہمارے نوجوان ہمت کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مقصد کا حصول ہرگز بعید نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کیساتھ خدا کا یہ وعدہ ہے جو حضور نے ان شاندار لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ ”خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے.......... کہ میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم ومعرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل کی روشنی سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہراک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا اور پھلے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔“

خدا کرے کہ ہم اور ہماری اولادیں اس عظیم الشان بشارت سے حصہ پائیں اور اسلام اور احمدیت کا جھنڈا دنیا میں بلند سے بلند ہوتا چلا جائے۔ یاد رکھو کہ ایسی زندگی چنداں شاندار نہیں سمجھی جاسکتی کہ انسان ایک بلبلے کی طرح اٹھے اور پھر بیٹھ جائے اور ساٹھ ستر سال کی عمر میں اس کی فعال زندگی کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے بلکہ اصل شان اِس میں ہے کہ انسان کی جسمانی موت کے بعد بھی اس کے آثار اس کی اولاد اور اس کے شاگردوں اور اس کے دوستوں اور اس کے عزیزوں اور اس کے علمی اور عملی کارناموں کے ذریعہ روشن جواہرات کی طرح جگمگاتے رہیں۔ قرآن نے کیا خوب فرمایا ہے کہ **والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثواباً و خیر املاً**۔ پس

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

والسلام خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ 29/فروری 1960ء

”اے جنوں کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار“

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالے

چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی اچانک وفات کا صدمہ خواہ کتنا ہی بھاری ہے۔ بہرصورت وہ قدرت کے اٹل قانون کے ماتحت آہستہ آہستہ کم ہوتا جائے گا۔ کیونکہ ہر مومن یہ جانتا اور یقین رکھتا ہے کہ انسانی زندگی بہرحال محدود ہے اور ہر مومن یہ بھی جانتا ہے کہ ہمارے آسمانی آقا کو مصائب پر صبر کرنا پسند ہے لیکن جو چیز ہر آن بڑھتی جارہی ہے اور بظاہر اسکے جلدی کم ہونے کی کوئی امید نہیں وہ یہ احساس ہے کہ مخلص اور جانثار اور دیانت دار اور خدمت دین کی دھن رکھنے والے جنونی ٹائپ کے کارکن کہاں سے آئیں گے جو اپنا سب کچھ خدا کے قدموں میں عشق رسول کے جذبہ میں مخمور ہو کر قربان کرنے کیلئے تیار ہوں۔ میں نے ”جنونی ٹائپ“ کے الفاظ دانستہ لکھے ہیں مگر ان سے نعوذ باللہ بیماری والا جنون مراد نہیں جس کے نتیجہ میں عقل پر پردہ پڑتا اور انسان دوسروں کے قتل و غارت کیلئے تیار ہو جاتا ہے بلکہ اس سے وہ جنون مراد ہے جس میں انسان اپنی مجبوریوں اور حد بندیوں اور طاقتوں کو گویا نظر انداز کرتے ہوئے اپنے نیک مقاصد کے حصول کی طرف دیوانہ وار بڑھتا چلا جاتا ہے اور کسی روک کو خیال میں نہیں لاتا۔ یہ وہی جنون ہے جس کا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس شعر میں ذکر کیا ہے کہ

کشتی اسلام بے لطف خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے مجنوں انسان کا یہ خاصہ ہوتا یہ کہ وہ اپنی طاقت کا اندازہ کر کے کوئی کام نہیں کیا کرتا بلکہ جو خیال بھی اسے آجائے اس کی طرف ہر روک کو نظر انداز کرتے ہوئے اور ہر حد بندی کو توڑتے ہوئے بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کے سامنے صرف ایک ہی خیال ہوتا ہے کہ میں نے یہ کام بہرحال کرنا

ہے۔اسے خرچ کی پروانہیں ہوتی۔اسے اپنی طاقت کی محدودیت کا احساس نہیں ہوتا اسے اپنے آرام وآسائش کا خیال نہیں ہوتا بلکہ صرف ایک ہی لگن اور ایک ہی دھن ہوتی ہے کہ خواہ کچھ ہومیں نے بہر حال یہ کام کرنا ہے یہ وہی مقدس جنون ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس شعر میں جواوپر لکھا گیا

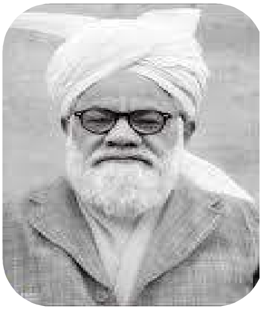

ہے اشارہ کیا ہے اور یہی وہ ''جنون'' ہے جس کے مطابق دشمن لوگ اپنی ناسمجھی سے نبیوں اور رسولوں کو مجنون کا نام دیتے چلے آئے ہیں۔

ہمارے مرحوم بھائی چوہدری فتح محمد صاحب سیال نے بھی اس جنون سے کافی حصہ پایا تھا۔انہوں نے میرے پاس آکر کئی دفعہ دوستانہ رنگ میں دُکھ بھرے دل کے ساتھ گلہ کیا کہ انجمن مجھے میرے کام کیلئے ضروری روپیہ نہیں دیتی اور اپنی ضابطہ پرستی کے طریق کے مطابق کام میں عملاً روکیں ڈالتی ہے۔ورنہ دنیا صداقت کی پیاسی ہے اور ساز تشنۂ مضراب ہے۔ان کی ان دوستانہ شکایتوں کا میرے دل پر گہرا اثر ہوتا تھا مگر میں جانتا تھا کہ جہاں چوہدری صاحب اپنے تبلیغی جنون میں مجبور ہیں وہاں بے چاری انجمن بھی اپنے مالی حالات اور قواعد کی چاردیواری میں مقید ومحصور ہے یہ کشمکش عرصہ سے چل رہی تھی اور آخر چوہدری صاحب کی المناک وفات سے اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔اصل بات جو میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مجھے اب جماعت میں عموماً اور سلسلہ کے کارکنوں میں خصوصاً کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا (دالشاز کالمعدوم) جو تبلیغ کے میدان میں اس دھن اور اس جنون کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو جو مرحوم چوہدری صاحب کو حاصل تھی اور گو میں خلاؤں کا زیادہ قائل نہیں (کیونکہ قدرت اپنے ازلی قانون کے ماتحت ہر خلا کو پُر کرتی رہتی ہے) مگر اس وقت بظاہر ضرور اس میدان میں ایک وقتی سا خلا نظر آتا ہے۔کوئی عمر کی مجبوری کی وجہ سے کوئی اپنی صحت کی کمزوری کی وجہ سے کوئی شوق اور جذبہ کی کمی کی وجہ سے اور کوئی اپنے طریق کار کی خامی کی وجہ سے اور کوئی ضابطہ پرستی کی شدت کی وجہ سے اِس مجنونانہ صلاحیت سے محروم ہے۔جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے

اے جنون کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار

بیشک انسان اپنی مجبوریوں اور حد بندیوں سے کلی طور پر آزاد نہیں ہوسکتا مگر ان میں بالکل محصور اور قید ہوکر رہ جانا بھی ہرگز دانشمندی کا طریق نہیں اور صحیح طریق یہی ہے کہ انسان اپنی مجبوریوں کا غلام نہ بنے بلکہ اپنے کام کے حصول اور اپنے مقصد میں کامیابی کو اصل غرض و غایت قرار دے۔ دنیا بھر کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ قواعد کام میں سہولت اور بہتری پیدا کرنے کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ روکیں ڈالنے کیلئے الغرض جب سے محترم چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی وفات ہوئی ہے میرا دل ہر لحظہ اور ہر آن اس فکروغم کا شکار رہورہا ہے کہ چوہدری صاحب کی موت کو تو ہم بالاخر رو رو کر بھلا دیں گے مگر اس خلا کو کس طرح پورا کیا جائے کہ ان کے بعد تبلیغ کے میدان میں اس وقت ملک کے اندر بظاہر اس دھن اور اس لگن کا کوئی آدمی نظر نہیں آتا جو خدا کے فضل سے چوہدری صاحب کو گویا ''جنون'' کی حد تک حاصل تھی ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً۔ پس میں جماعت کے نوجوانوں کی خدمت میں بڑے دردمند دل کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پہچانیں اور اپنے اندر اشاعت اسلام کا وہ جذبہ پیدا کریں

جسے دُنیا جنون قرار دیتی ہے مگر خدا کی نظر میں اس سے بڑھ کر کوئی فرزانگی نہیں۔ بالاخر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ ڈرا دینے والا شعر یاد رکھو کہ

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ

6/ مارچ 1960ء

ایک مجاہد کی جُدائی پر
رقم فرمودہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحب مدظلہا العالی
بنت سیدنا حضرت مسیح موعودؑ

اِسی گزشتہ جلسہ سالانہ کے قریب ایک صبح آنکھ کھلتے کھلتے یہ مصرع میری زبان پر تھا

''غلامے از غلامانِ محمدؐ''

اس سے پہلے کوئی خواب دیکھا ہو تو وہ فراموش ہو چکا تھا۔ بظاہر اس میں کوئی قابل تشویش پہلو محسوس ہونا ضروری نہ تھا۔ تاہم میرے دل پر اچھا اثر نہ تھا۔ وہم آتے رہے۔ دُعا کی مگر خیال سا لگا رہا۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال مرحوم کی اچانک وفات کی خبر پر اسی خواب والے مصرعہ پر چند اشعار اس صدمہ کی حالت میں آخر صورت پذیر ہو گئے جو درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے کسی کا بچہ وفات پا جاتا ہے تو دعا دی جاتی ہے کہ خدا نعم البدل دے۔ مگر میرے خیال میں ان بیش قیمت خدام دین کی وفات پر اس سے بھی بڑھ کر تڑپ کے ساتھ ہر احمدی کے دل سے یہ دعا نکلنی چاہیے کہ الٰہی ہم کو نعم البدل دے۔ ایک نہیں بلکہ ایک کے عوض ہزاروں۔ آمین

''غلامے از غلامانِ محمدؐ'' جواں مردے زِ مردان محمدؐ
یکے از جان نثارانِ محمدؐ یکے از عاشقانِ روئے احمد
نبھا کر عہد و پیمانِ محمدؐ سنا ہے آج رخصت ہو گیا ہے
مجاہد طیر پرانِ محمدؐ بسرعت سوئے جنت اڑ گیا ہے
ہُوا کی جان قربانِ محمدؐ رہا کوشاں پئے فتح محمدؐ
علمبردار ذی شانِ محمدؐ وہ چل دیتا جدھر کرتے اشارہ

اسی کوشش میں ساری عمر گزری   پھلے پھولے گلستانِ محمدؐ
بشر تھا پھرتے پھرتے تھک گیا تھا   پنہ لی زیرِ دامانِ محمدؐ
مبارک ہے یہ انجامِ مبارک
زہے قسمت محبانِ محمد

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے

از عبدالقادر صاحب

جہاں بھی پہنچا قدم نصرتوں نے چوم لئے
چراغ فتح محمد جلا دیا تو نے
مسیحِ وقت سے کسبِ ضیا کیا اور پھر
دلوں میں نور محبت بسا دیا تو نے
ترِا کلام کلام امام کا مظہر
جہاں میں گھوم کے درس وفا دیا تو نے
ضیائے حُسن حقیقی سے فیضیاب ہوُا
دُوئی کے پردوں کو جونہی اٹھا دیا تو نے
امیرِ قافلہ بن کر گیا تھا ملکانہ
وہاں پہونچ کے تہلکہ مچا دیا تو نے
تیرے پیام سے دیہات میں جلے دیپک

مشام جاں کو معطر بنا دیا تو نے

گذشتہ صفحات میں چند مقتدر ہستیوں کے دِلی جذبات پیش کرنے کے بعد خاکسار اب آپ کے بعض رفقائے کار جو خود بھی جماعت کی عظیم خدمتوں میں مصروف رہے ہیں کے خیالات آپ تک پہنچانے کی کوشش کرتی ہے ان بزرگوں میں سے مکرم ومحترم حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس مرحوم اور مکرم و محترم مولانا ابولعطا صاحب مرحوم، مکرم ومحترم مولوی احمد خان صاحب نسیم مرحوم مربی سلسلہ، مکرم ومحترم شیخ محمد الدین صاحب مرحوم سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ اور مکرم ومحترم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب اور آپ کے ڈرائیور احمد خان صاحب کے مضامین آئندہ صفحات میں آپ کی نظر سے گذریں گے۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابا جان کی زندگی ہر احمدی کیلئے قابل رشک ہے۔

اب میں درمیان میں سے ہٹ کر آپ کو اُن تمام مضامین کی طرف لئے چلتی ہوں جو وجد آفرین بھی ہیں سبق اموز بھی۔

امیر المجاہدین حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

از محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس

مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اصلاح وارشاد کی اچانک وفات یقینا ساری جماعت کیلئے حزن وملال کا باعث ہوئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے وفات پا جانے سے جماعت ایک مخلص اور وفادار خادم سلسلہ سے محروم ہوگئی ہے۔ آپ نے بچپن سے قادیان کے ماحول میں تربیت پائی ایم۔اے پاس کیا تو آپکو 1913ء میں برائے تبلیغ انگلستان بھیجا گیا جہاں آپ نے 1914ء میں خلافت ثانیہ سے دامن وابستہ کر کے لنڈن میں احمدیہ مشن کی بنیاد رکھی۔ اس وقت سے لے کر تا دمِ وصال آپ تبلیغ حق میں مصروف رہے۔ 1922ء میں جب آریوں نے ملکانوں کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں شدھ کر کے آریہ بنانا شروع کیا تو ارتداد کی تیز وتند رَو کو روکنے کیلئے جو جماعت احمدیہ نے عظیم الشان کام کیا وہ مخالف وموافق سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس

زمانے کے تمام مسلم اخبارات نے جماعت احمدیہ کے کارہائے نمایاں کی جذبات تشکر و امتنان کے ساتھ تعریف کی۔ احمدی مجاہدین جو سینکڑوں کی تعداد میں ارتداد زدہ علاقہ میں کام کرتے تھے۔ اُن سب کے امیر ہمارے مرحوم و مغفور حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال تھے۔ امیر مجاہدین کا کیمپ آگرہ میں تھا جو مجاہدین ارتداد میں کام کرنے کیلئے جاتے وہ پہلے آگرہ پہنچتے پھر مرحوم و مغفور امیر المجاہدین سے ہدایت حاصل کر کے مختلف مقامات پر چلے جاتے۔ میں نے بھی اڑھائی سال تک کام کیا اور میں آپ کے ہمراہ آگرہ میں رہتا تھا۔ اور جہاں کہیں مناظرہ یا جلسہ ہوتا آپ کی ہدایت کے ماتحت میں وہاں چلا جاتا۔ اس تمام عرصہ میں مجھے یاد نہیں کہ کبھی آپ کی طرف سے مجھے شکایت کا موقعہ ملا ہو۔ نہایت فراخ دل وسیع الحوصلہ تھے اور اپنے رفقاء کار سے محبت کا سلوک کرتے تھے۔ 1924ء میں جب آپ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت حضور کی معیت میں لنڈن تشریف لے گئے تو میں حضور کے ارشاد کے ماتحت قادیان آ گیا تھا۔ 1925ء میں جب میں دمشق پہنچا تو میں نے وہاں سے آپ کو خط لکھا اور اس میں قیام آگرہ کا ذکر کرتے ہوئے مذکورہ بالا قسم کے خیالات کا اظہار کیا تو آپ نے جواباً لکھا کہ مجھے آپ کے خط سے بہت خوشی ہوئی ہے اور بعض پیغامیوں کا ذکر کیا کہ ان میں یہی خرابی تھی

کہ وہ اپنے ماتحت کام کرنے والوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے تھے۔ طبیعت میں سادگی تھی۔ پیچ در پیچ طبیعت رکھنے والوں سے سخت متنفر تھے۔ صاف گو تھے۔ جو بات حق خیال کرتے وہ برملا کہہ دیتے۔ بلند عزائم رکھتے سلسلہ کے وقار کیلئے غیرت رکھتے تھے۔ افسوس ہے کہ اب ہم ایک مخلص رفیق کار سے محروم ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کی اولاد اور باقی رشتہ داروں کو صبر جمیل بخشے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ واکرم نزلہ وادخلہ الجنۃ۔ آمین

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی زندگی کا ایک ورق

بیرونی ممالک میں جانے والے مبلغین کیلئے زرین نصائح

از مکرم مولانا ابوالعطا صاحب فاضل

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے کی وفات ایک جماعتی صدمہ ہے۔ آپ ہمہ تن تبلیغ دین تھے۔ ساری زندگی آپ نے اسی راہ میں صرف کی ہے۔ اعلاء کلمہ اسلام کا خیال آپ کے جملہ تصورات پر غالب تھا اور زندگی کے ہر موڑ پر آپ نے اس فرض کو ادا فرمایا کہ بھولے بھٹکے انسانوں کی رہنمائی کی جائے اور انہیں راہ حق پر گامزن کیا جائے۔ حضرت چوہدری صاحب کے شمائل وخصائل کے متعلق لکھا گیا ہے اور آئندہ بھی لکھا جائے گا میں جب 1931ء میں تبلیغ اسلام کیلئے بلاد عربیہ کی طرف بھیجا گیا تو میں نے نوٹ بک پیش کرتے ہوئے چند بزرگوں سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی قیمتی نصائح تحریر فرمادیں۔ ایک محفوظ نوٹ بک میں استاذی المکرم حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب' حضرت میر قاسم علی صاحب' ایڈیٹر فاروق چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی تحریرات اس وقت بھی میرے سامنے ہیں موقع کی مناسبت سے میں اس جگہ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب مرحوم کی تحریر درج ذیل کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ بیرونی ملکوں میں جانے والے نوجوان مبلغین کیلئے کس قسم کی متقیانہ زندگی اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس تحریر سے حضرت چوہدری صاحب کی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ بہرحال آپ کی زریں نصیحت حسب ذیل الفاظ میں ہے۔ **الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** میرا یہ تجربہ ہے کہ جب انسان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی مغفرت حاصل کرنے کیلئے اپنے وطن اور اہل وعیال کو ترک کرکے اور دنیا کی تمام خوشیوں اور لذتوں سے علیحدہ ہو کر تبلیغ اسلام کی غرض سے اللہ تعالیٰ کے راستہ پر گامزن ہوتا ہے اور دور دراز کے ممالک کا سفر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بہت قریب ہو جاتا ہے اور اس پر علم وعرفان الٰہی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کا محض اپنے فضل وکرم سے اس طرح ظاہر طور پر حامی وناصر ہوتا ہے کہ انسان کو حیرت ہوتی ہے۔ اور ہر ایک کام میں اللہ تعالیٰ کا

طاقتور ہاتھ اس کی امداد کرتا ہوُا اصاف طور پر نظر آتا ہے جس سے انسان کا رسمی ایمان کامل اطمینان اور مکمل یقین سے بدل جاتا ہے۔ اور یہ ایسا موقعہ ہوتا ہے کہ اگر انسان اس عظیم الشان کام کے آداب کو ملحوظ رکھے تو رضوان اللہ کا مرتبہ حاصل کرنا بہت ہی آسان ہے اور قریب ہو جاتا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے ایسا موقع ہاتھ آیا ہے اس سے پورا فائدہ روحانی اٹھانے کی کوشش کریں آپ میرے لئے دعا کریں کیونکہ میرے دل میں سخت حسرت ہے کہ اس قسم کا موقعہ اب شاید مجھے نہ ملے۔ اگر کسی اور رنگ میں اللہ تعالیٰ پھر اپنے افضال کی بارش برسائے تو اس کی رحمت سے یہ بات بعید نہیں ہے۔ ہم اس امید پر زندہ ہیں۔

دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ایک نوجوان آدمی کیلئے یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے کہ اپنے اہل و عیال سے علیحدہ رہ کر اپنی عفت کو صحیح معنوں میں قائم رکھ سکے یہ کافی نہیں ہے کہ انسان صرف ارتکاب زنا سے محفوظ رہے بلکہ اس کے دل کے خیالات' اس کی نظر' اس کے ہاتھ و پاؤں بلکہ تمام اعضاء اس قسم کے تاثرات سے محفوظ رہنے ضروری ہیں۔ اوّالاً کامیابی ناممکن ہو جاتی ہے۔ میں چونکہ ایک ایسے ملک میں جارہا تھا جہاں رباحت کا دریا بہتا ہے اس لئے مجھے لوگوں نے اس قسم کے ابتلاء سے سخت ڈرایا۔ اس سے مجھے سخت فکر لاحق ہوئی تو مجھے بذریعہ القاء اُبتلایا گیا کہ سورہ یوسف کو بار بار پڑھنا چاہیے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے گھبراہٹ کو دور فرما دیا اور مجھے اطمینان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس قسم کے ابتلاء سے محفوظ رکھے گا بلکہ میں نے اپنے اندر اس قسم کی طاقت محسوس کی جس سے میرا تمام ڈر اور گھبراہٹ دور ہوگئی۔ دوسری دفعہ انگلستان میں جا کر میں نے شادی کی لیکن وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی اجازت سے اس احساس کے ماتحت تھی کہ میری پہلی بیوی کی صحت کمزور ہے اور مجھے ان کے ساتھ اکیلا رہنے سے ان کی زندگی ضائع ہو جانے کا خطرہ تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ اس عورت کی مدد سے کام میں سہولت پیدا ہوگی۔ والاّ کسی جسمانی جذبہ کے ماتحت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

وہ بہت ہی وسیع القلب اور اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں کی تکلیف سے انہیں

سخت صدمہ ہوتا تھا مگر سلسلہ اور دین کیلئے مجسم غیرت تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت چوہدری صاحب کو اپنے خاص فضلوں سے نوازے اور ان کے پسماندگان پر بھی رحمت کی بارش برسائے۔ آمین ثم آمین

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

محترم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کل وفات پا گئے۔ آج ان کے ہم سے رخصت ہو جانے پر ایک دن گذر بھی گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ میری ان سے سب سے پہلی ملاقات 1908ء میں ہوئی تھی جبکہ وہ کالج میں تعلیم پا رہے تھے اور آخری ملاقات گذشتہ جلسہ سالانہ سے صرف دو روز قبل ہوئی تھی۔ جو بات مجھے ان کی آخری ملاقات میں بھی نمایاں نظر آئی وہ آپ کا تبلیغ کے سلسلے میں لامتناہی جوش تھا۔ اِسی طرح کا جوش وعزم ان میں 1908ء میں بھی موجود تھا۔ پھر اس قدر لمبے زمانہ میں جو نصف صدی سے زیادہ ہوتا ہے آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ آپ واقعی سلسلہ کے بہادر سپاہی اور جرنیل تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لنڈن کے سب سے پہلے مبلغ بنے۔ جبکہ آپ نے نہایت صبر واستقلال کے ساتھ تھوڑے سے خرچ میں گذارہ کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب کی کہ آپ نے مسجد فضل لنڈن کیلئے وہ مکان اور جگہ خریدی جس جگہ سبز گنبد والی مسجد دور سے اپنی امتیازی اسلامی شان کے ساتھ نظر آتی ہے۔

یہ جگہ آپ نے 1920ء میں خریدی تھی اور اس کی اطلاع آپ نے بذریعہ تار حضرت خلیفہ الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ العزیز کو دی تھی جب کہ حضور ڈلہوزی میں مقیم تھے۔ حضور نے اس خبر کو سن کر غیر معمولی طور پر از حد خوشی کا اظہار فرمایا اور اس خوشی میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خدام کو ڈلہوزی کے ایک نہایت پُرفزا مقام ڈبا نکنڈ میں دعوت چائے دی اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ حاضرین میں سے ہر ایک کوئی نہ کوئی شعر اس خوشخبری کے تعلق میں کہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی نظم ارشاد فرمائی جو شائع ہو

چکی ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی نظمیں بھی بہت پسند کی گئیں۔ ماتحت کام کرنے والے تو کام کرنے والی جماعتوں میں بہت ہوتے ہیں لیکن جرنیلوں کا ملنا مشکل ہوتا ہے اور فتح نصیب جرنیل تو اور بھی مشکل سے ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحب کو اسم بامسمیٰ بنایا تھا یہ الٰہی تصرف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نام بھی فتح محمد رکھا گیا اور میدان ہائے کارزار میں بھی فتح مندی کا سہرا آپ کو نصیب ہوا۔

پیارے مرحوم بھائی! آپ کا جینا نہایت مبارک آپ کی زندگی نہایت مبارک اور آپ کی وفات نہایت مبارک ہے۔ گو ہماری آنکھیں آپ کی جدائی سے اشکبار ہیں۔ مگر ہمیں اپنے پیارے مولیٰ کے فیصلوں کے ساتھ اتفاق ہے۔ آپ نے اسلام کی خاطر اپنے پیارے آقا حضرت مسیح موعودؑ اور اپنے پیارے آقا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انتھک محنت کی۔ آپ کے جسم کا ذرہ ذرہ تھک چکا تھا۔ مولا کریم نے آپ کو اپنی آغوش میں بلا لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کو اپنے سب سے بڑے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے قرب میں جگہ دے۔ آمین

(خاکسار حشمت اللہ خان صاحب سلسلہ کا ادنیٰ خادم مؤرخہ 29رفروری 1960ء)

آہ! حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

محترم شیخ محمد الدین صاحب سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے سلسلہ کے ان ممتاز فدائی اور صاحبِ اخلاق خدام میں سے تھے جن کو حضرت مسیح موعودؑ سے دوالہانہ عشق تھا۔ مجھے چوہدری صاحب کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ سفر وحضر میں ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کی جانب سے جو مختار نامہ 1930ء میں خاکسار کو تفویض کیا گیا تھا وہ مکرمی چوہدری صاحب کی طرف سے ہی تھا۔ چوہدری صاحب موصوف ظاہری لحاظ سے بہت بڑے زمیندار تھے۔ مشہور خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کی زراعتی معلومات کافی وسیع تھیں۔

ثقافتی وعلمی لحاظ سے وہ ایم اے تھے۔ سلسلہ میں ناظر اعلیٰ رہے تھے۔ لنڈن کے پہلے مبلغ اسلام تھے۔ مگر باوجود ان خصوصیات کے آپ انتہائی متواضع تھے۔ ان کے ساتھ جملہ کام کرنے والے کارکنان ان کی اس نمایاں خوبی کے معترف ہیں۔ یہ خوبی دراصل ان کو فطرتاً ملی تھی۔ یہ تواضع کی ہی برکت تھی کہ باوجود زمیندارہ ثروت اور علم وفضل کے نیز دنیاوی وجاہت کے انہوں نے اپنی قیمتی زندگی خدمت اسلام کیلئے وقف کی اور ان کو خدمت اسلام کیلئے خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عظیم الشان مختلف تبلیغی مواقع بہم پہنچائے۔ میں اس امر کا عینی گواہ ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت مبارکہ اور سلسلہ کے ساتھ فدائیت نے ان پر ایک خاص روحانیت۔ غیرت اور ولولہ کا رنگ پیدا کر دیا تھا۔ آریوں کی طرف سے جن عزائم کے ساتھ ملکانہ میں شدھی کی تحریک چلائی گئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا ملکانہ اسلام سے ارتداد اختیار کر لے گا اور اس کے اثرات جلد دوسرے علاقوں میں بھی پھیل جائیں گے۔ اس موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی روحانی بصیرت اور دوربین نگاہوں نے مکرم چوہدری صاحب کو امیر المجاہدین بنا کر اس علاقہ ملکانہ میں روانہ فرمایا۔ آپ نے اس علاقہ میں پہنچتے ہی دشمنانِ اسلام کا اس دلیری اور جرأت سے مقابلہ کیا کہ دشمن کے کیمپ میں کھلبلی اور گھبراہٹ کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے۔

خاکسار قادیان سے جو دوسرا وفد برائے ملکانہ روانہ ہؤا تھا اس میں بھیجا گیا تھا۔ مجھے چوہدری صاحب موصوف نے ملکانہ میں پہنچتے ہی فرمایا کہ تم سکرارہ متصل فتح پور سیکری میں چلے جاؤ۔ وہاں شدھی کی تاریخ مقرر کر دی گئی تھی آپ کی ہدایات کے مطابق وہاں کام کیا اور وہاں شدھی نہ صرف کلیۃً رُک گئی بلکہ وہاں سے مسلمان باشندوں نے محسوس کیا کہ ہمارے بھی دنیا میں کوئی ہمدرد ہیں یہ ایک عظیم الشان اسلامی محاذ تھا جس کا کامیاب جرنیل ''فتح محمد سیال'' تھا؟

''جاء الحق وزھق الباطل''

کا ایمان افروز منظر تھا۔ جس کی فتح کا سہرا اسم بامسمیٰ (فتح محمد) پر تھا۔ ملکانہ کا علاقہ آب وہوا کے لحاظ سے کوئی اچھا نہیں ہے۔ چوہدری صاحب نے وہاں نہ تمازتِ آفتاب کا خیال کیا اور نہ ہی پیدل چلنے کی کوفت کو محسوس کیا ان کو وہاں صرف ایک ہی دھن تھی کہ اس علاقہ کے فرزندان توحید اور اسلام کے نام لیوا اگر آغوش اسلام سے نکل گئے تو اس کی کلیۃً ذمہ داری فرزندان احمدیت پر ہوگی۔ دشمن محسوس کرتا تھا اور اس نے قلماً ولساناً اعتراف کیا کہ احمدیت کے مجاہدین نے ہمیں شکست دی اور شدھی کی تحریک کو ناکام کر دیا ۔ دشمنان اسلام کا طلسم دھواں کی طرح اُڑا کر رکھ دیا اور ''ان الباطل کان زھوقا'' کا منظر ہر آنکھ نے دیکھا۔ متعدد مسلم زعماء نے اس موقع پر احمدیوں کے اس جذبہ کو سراھتے ہوئے کہا کہ یہ صرف دینی غیرت اور مذہبی ولولہ ہی تھا جس کا اظہار احمدیوں کی طرف سے ہؤا اس نے شدھی کی تحریک کو ناکام کر کے بتا دیا کہ اسلام اب بھی ایک زندہ طاقت ہے۔

چوہدری صاحب نے چونکہ اپنی زندگی زمانہ طالب علمی سے ہی خدمت اسلام کیلئے وقف کر دی تھی اور ان کی عملی زندگی شروع سے ہی سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہوگئی تھی اس لئے آپ سلسلہ کے جملہ خدام کو انتہائی عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے آپ کا سینہ صاف اور کشادہ تھا۔ وہ خدام سلسلہ کی زندگی کے اتار چڑھاؤ کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ اس لئے ان کے جذبات واحساسات کا خیال رکھا کرتے وہ سب کو یکساں ملتے وہ ظاہری تکلفات اور ٹیپ وٹاپ سے کلیۃً عاری تھے۔ اس وجہ سے آپ انتہائی محبوب اور مقبول تھے۔ ان سے مل کر ہر ایک کو خوشی حاصل ہؤا کرتی تھی۔

چوہدری صاحب کی وفات سے دودن پہلے میری ملاقات ہوئی اور ہم دونوں مسجد مبارک میں ظہر کی نماز کے بعد مختلف امور پر تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ان کو میں نے آخری وقت میں بھی تبلیغ کے جذبہ میں سرشار پایا۔

آہ! سلسلہ کا وفادار جرنیل متواضع بلند اخلاق کا حامل غیور فرزند ہم سے جدا ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آپ کی وفات سے ایک خلاء واقع ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کو پُر کرے اور انہیں اپنے قربِ خاص سے نوازے

(شیخ محمد دین سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ)

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

مکرم مولوی احمد خان صاحب نسیم مربی سلسلہ احمدیہ ربوہ

میں جب برما میں پانچ سال فریضہ تبلیغ ادا کر کے دسمبر 1939ء میں واپس قادیان آیا تو اغلباً جنوری 1940ء میں حضرت مولوی عبدالمغنی خان صاحب اس وقت ناظر دعوة وتبلیغ تھے مجھے حضرت چوہدری صاحب موصوف کی زیر نگرانی مقامی تبلیغ میں کام کرنے کا ارشاد فرمایا اس وقت سے لے کر اب تک میری زندگی کے ایام عام طور پر حضرت چوہدری صاحب موصوف کے ساتھ مل کر کام کرنے میں گذرے ہیں۔ چند سال ایسے بھی ہیں کہ مقامی تبلیغ سے میرا تبادلہ کراچی اور ڈیرہ غازی خاں میں ہوا۔ مگر اس عرصہ میں بھی مکرم چوہدری صاحب کے ساتھ تعلق اور ان کی ہدایات اس طرح جاری رہیں جس طرح اس سے قبل یا اس سے بعد تھیں۔ ضلع گورداسپور کی دو تحصیلیں مقامی تبلیغ کے زیر انتظام تھیں (تحصیل بٹالہ و تحصیل گورداسپور) ان ہر دو تحصیلوں میں 1947ء تک کام جاری رہا۔ حضرت چوہدری صاحب محترم 12/ستمبر 1947ء تک کام کرتے رہے اور اس کے بعد ہندوستان گورنمنٹ نے آپ کو گرفتار کر لیا۔

ضلع گورداسپور کے زمینداروں کے ساتھ خواہ مسلمان ہوں یا سکھ چوہدری صاحب موصوف کے بہت گہرے مراسم تھے اور ہر مظلوم چوہدری صاحب موصوف کو اپنا ہمدرد و غمگسار سمجھتا تھا اور چوہدری صاحب کا مکان اور دفتر مظلوموں کی پناہ گاہ ہوتے تھے اور ہر مظلوم اور دکھیا آپ کے پاس آ کر تسکین و تسلی پاتا تھا۔ یہ نصیحت چوہدری صاحب اپنے کارکنان کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے بذریعہ الہام یہ فرمایا تھا کہ لا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ حضور تو آئے اور خدا تعالیٰ کے پاس چلے گئے۔ ان الہامات کے مخاطب حضور کے بعد ہم لوگ ہیں اس لئے ہر آنے والے کو خوش خلقی اور فراخ دلی سے ملو اور ہر آنے والا تم سے مل کر خوش ہو اس کا دل تسلی پائے اگر آپ کو کسی مہمان کی کسی تکلیف کا علم ہو جاتا تو آپ کو بہت دُکھ ہوتا اور مہمان کی دلجوئی خود فرماتے۔ اکثر دفعہ اپنی جیب خاص سے مہمانوں کی مہمان نوازی فرماتے۔

آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ کام جس وقت آ جائے اگر اس وقت تم اس کام کے کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ گے تو وہ کام ہو جائے گا اگر تم نے اس وقت وہ کام نہ کیا تو اکثر وہ کام تم سے نہیں ہو سکے گا۔ تبلیغی کام جب کسی کارکن کو بتاتے کہ فلاں کام تم جا کر کر آؤ تو اس کی طرف سے عذر کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ ایسے وقت میں بعض دفعہ ناراضگی کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ اگر کوئی دوسرا کارکن پاس کھڑا ہوتا تو فرماتے جاؤ میاں تم یہ کام کر آؤ۔ تبلیغی کاموں میں صرف مبلغین پر انحصار نہیں فرماتے تھے بلکہ خود ہر وقت تیار رہتے تھے اور ہر مبلغ کے حلقے میں خود پہنچتے تھے اور موقعہ پر حالات دیکھ کر ہدایات دیتے تھے۔ ضلع گورداسپور میں تو احمدی زمینداروں کے ساتھ آپ کا پروگرام ہمیشہ طے رہتا تھا کہ ہر احمدی زمیندار سے دریافت فرماتے رہتے تھے کہ تمہاری کس کس گاؤں میں رشتہ داری ہے پھر ان کو فرماتے کہ تم میرے ساتھ میری موٹر میں بیٹھ جاؤ۔ اس کو اپنی موٹر میں بیٹھا کر اس کے رشتہ داروں کے پاس پہنچ جاتے پھر ان کو پیغام حق پہنچاتے۔ اس طور پر ایسی مؤثر تبلیغ ان کو ہو جاتی کہ بعض دفعہ ایک ملاقات میں اور بعض دفعہ ایک سے زائد ملاقاتوں میں وہ لوگ احمدی ہو جاتے۔

پھر جن دیہات میں احمدیت میں شامل ہونے والے احباب اکثریت میں ہو جاتے وہاں یہ کوشش فرماتے کہ اس گاؤں میں ایک بھی دوست ایسا نہ رہ جائے جو جماعت میں شامل نہ ہو۔ اس کی مثال جماعت احمدیہ اٹھوال اور جماعت احمدیہ سٹھیالی ہے اور بعض دوسرے گاؤں بھی ہیں۔ ایک دفعہ مجھے کلو سوہل بھجوایا گیا اور فرمایا کہ ایسے رنگ میں کام کرو کہ گاؤں کے سب لوگ جماعت میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے کلو سوہل میں کام کیا اور 122 افراد کی بیعت ایک دن میں ہوئی تو بہت ہی خوش ہوئے۔

مظلوم کی امداد ایسے رنگ میں فرماتے تھے کہ مظلوم کا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہو۔ بعض دفعہ ہندو یا بعض سکھ اپنے گاؤں کے کمیوں یا غریب لوگوں پر ظلم کرتے تھے تو خود ان لوگوں کے پاس جاتے اور ان کو روکتے کہ یہ طریق پسندیدہ نہیں کہ آپ غریبوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اکثر دفعہ وہ ہندو یا سکھ زمیندار آپ کی بات مان لیتے تھے۔ لیکن اگر وہ باز نہ آتے تو آپ پورے زور سے غرباء کی امداد فرماتے اور بعض دفعہ دن رات ایک کر دیتے۔ اس امداد میں مذہب وغیرہ کی کوئی قید نہ ہوتی تھی۔ صرف مظلوم کی امداد آپ کی غرض ہوتی

تھی خواہ وہ مظلوم کسی ہی مذہب کا کیوں نہ ہو۔

اپنے کارکنوں کا ہر طرح خیال رکھنا آپ کا ایک خاص وصف تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب سخت گرمی کا موسم ہوتا تو آپ فرماتے کہ تمام مبلغین کو لکھو کہ دس بجے سے چار بجے تک سفر نہ کریں۔ اگر کسی کے متعلق علم ہو گیا کہ اس نے ان اوقات میں سفر کیا ہے تو اس سے باز پرس ہوگی۔ اُس سے آپ کی غرض یہی تھی کہ سخت گرمی کے اوقات میں سفر کرنے سے مبلغ بیمار نہ ہو جائے۔ آپ کے اندر بدظنی کا مادہ بالکل نہیں تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ مجھے آ کر دھوکہ دے جاتے ہیں جس طرح اگر کوئی مجھ سے بات کرتا ہے میں اس پر یقین کر لیتا ہوں کہ یہ شخص ٹھیک ہی کہتا ہوگا۔ میرا خیال اس طرف جاتا ہی نہیں کہ یہ شخص غلط بیانی بھی کر سکتا ہے۔

حضرت چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت بہادر دل عطا فرمایا ہوا تھا۔ 1947ء کے شروع میں ہی بعض جگہوں میں فسادات شروع ہو گئے تھے۔ آپ نے اپنے علاقے میں دورے کر کے تمام مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ حالات جلد جلد بدل رہے ہیں تم لوگ تیاری کر لو تا آخر وقت میں نقصان نہ اٹھائیں۔ خطرناک سے خطرناک مقامات میں جانے سے آپ دریغ نہ فرماتے تھے۔

ایک واقع آپ نے مجھ سے کئی دفعہ بیان کیا فرمایا کہ میں چوہدری والے کی طرف سے آ رہا تھا تو پنج گرائیں میں ایک قافلہ مسلمانوں کا جو موضع کوہال کی طرف سے آ رہا تھا اور اُس پر سکھوں نے حملہ کر دیا اس وقت ادھر سے میں عین موقعہ پر پہنچ گیا۔ میری کار دیکھ کر حملہ آور بھاگ گئے۔ قافلہ والے مسلمان میرے ارد گرد جمع ہو گئے۔ میں نے ان کو تسلی دی۔ ایک آدمی نے مجھے آ کر کہا کہ ہماری ایک لڑکی کو کچھ سکھ ٹانگے میں بیٹھا کر ہم سے زبردستی چھین کر لے گئے ہیں۔ انہوں نے مجھے سمت بتائی میں نے ڈرائیور کو کہا کہ موٹر کو ان کے پیچھے جلد دوڑاؤ۔ جب ہم گاؤں سے نکلے تو وہ تانگہ ہم نے دیکھ لیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں ہم نے ان کو جا لیا۔ وہ لڑکی کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ لڑکی لا کر اس کے والدین کے سپرد کر دی اور خود اس قافلہ کے ساتھ بٹالہ تک گیا۔ اور ان کو کیمپ میں چھوڑ کر واپس آیا۔

12 ستمبر کو جناب چوہدری صاحب اور 13 ستمبر کو مکرم شاہ صاحب محترم گرفتار ہوئے اور آپ کے بعد

29 ستمبر کو میں اور مولوی عبدالعزیز صاحب بھامڑی گرفتار ہوئے تھے۔ ہمیں پندرہ دن تک پولیس نے دھاری وال کی حوالات میں رکھا تھا۔

جب ہمیں پولیس گورداسپور جیل میں لے گئے تو دوسرے دن چوہدری صاحب ملے مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ چند دن ہوئے مجھے الہام ہوا ہے کہ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (سورۃ آل عمران آیت 124) فرمانے لگے یہ الہام مبشر ہے۔ میں قادیان کی حفاظت کیلئے دُعا کر رہا تھا۔ بعد میں جب ہمیں علم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے قادیان میں درویشان کی تعداد 313 مقرر فرمائی ہے تو بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا حضور کو میرے الہام کا تو علم نہیں تھا آپ نے جو 313 آدمی قادیان میں رہائش کیلئے مقرر فرمائے ہیں اس میں کوئی الٰہی منشاء ہے۔

ایک دفعہ جیل میں محکمہ جیل کا سب سے بڑا افسر آیا وہ ہمارے پاس بھی آیا۔ اُس نے باتوں ہی باتوں میں چوہدری صاحب سے کہا کہ اگر آپ مجھے ایک درخواست لکھ کر دیں تو میں آپ کیلئے اے کلاس کی سفارش کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں حکومت کے سامنے کوئی درخواست کرنے کو تیار نہیں۔ کیا میں اپنی تاریخ خراب کرلوں۔ ہمارے ساتھیوں میں سے بعض نے کہا کیا حرج تھا۔ اگر درخواست دے دی جاتی مگر چوہدری صاحب نے فرمایا کہ جس حکومت کو خود خیال نہیں اس کے آگے درخواست کرنا میں تو اپنی غیرت کے خلاف سمجھتا ہوں۔

جیل میں بھی آپ کو ہر آن یہ خیال رہتا تھا کہ ہم فارغ نہ بیٹھیں۔ بلکہ تبلیغ کا کوئی راستہ نکالنا چاہیے۔ چنانچہ انفرادی طور پر تبلیغ شروع کر دی گئی۔ تبلیغ کے متعلق جیل کے دو واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک دفعہ ایک آدمی کے متعلق ہم سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ وہ چونکہ ہر موقعہ پر کوئی نہ کوئی شرارت ہمارے خلاف کھڑی کرتا رہتا ہے اس کو چھوڑ دو اس کو کوئی بھی منہ نہ لگائے۔

مکرم چوہدری صاحب نے ہم سب کو فرمایا کہ ایک کام تم سب اپنے ذمہ لے لو یا تم دعا کرو اور میں اس کو تبلیغ کرتا ہوں یا تم اس کو تبلیغ کرو میں اس کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اس طرح اس کو چھوڑ دینا ٹھیک نہیں اس پر اتمام حجت کر کے اس کو چھوڑ و۔

عصر کی نماز کے بعد جیل میں کچھ وقت ٹہلنے کیلئے مل جاتا تھا۔ میں اور برادرم مکرم میجر شریف احمد صاحب باجوہ دونوں مل کر ٹہل رہے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ چوہدری صاحب محترم چند قیدیوں کے ایک ٹولہ کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں جیل کے اندر تیس چالیس افراد خارش کی وجہ سے بیمار تھے۔ ان کو ایک علیحدہ بیرک میں رکھا ہوا تھا ان کے ساتھ کسی کو ملنے کی اجازت نہ تھی۔ تا یہ متعدی بیماری اور قیدیوں میں نہ پھیل جائے۔

باجوہ صاحب نے جب چوہدری صاحب کو ان میں بیٹھا ہوا دیکھا تو فرمانے لگے چوہدری صاحب کیا غضب کر رہے ہیں کہ ان متعدی بیماری والوں کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو روکنا چاہیے۔ جب چوہدری صاحب وہاں سے اُٹھ کر واپس تشریف لائے تو ہم نے چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ یہ لوگ خارش کی وجہ سے بیمار ہیں۔ آپ وہاں نہ جایا کریں۔ چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ یہ لوگ بہت تکلیف میں ہیں۔ ان بیچاروں کو کوئی بھی اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ ایسے وقت میں آدمی کا دل نرم ہوتا ہے۔ میں ان کے پاس گیا تھا تا میں اس سے فائدہ اٹھا کر ان کو تبلیغ کروں ممکن ہے کہ کسی کا دل احمدیت کی طرف مائل ہو جائے۔

اللھم صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمدٍ

سبحان اللہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس صحابی کو کس قدر تبلیغ کی اپنے دل میں لگن تھی اور کوئی موقع بھی تبلیغ کا ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ ہمیں مسکرا کر فرمانے لگے کہ میں تو اس نیت سے ان کے اندر جا کر بیٹھا تھا کہ ممکن ہے کوئی مسیح پاک پر ایمان لے آئے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ مجھے اس بیماری میں مبتلا کر دے گا۔ یہ ناممکن ہے۔ آپ لوگ بےفکر رہیں۔

جیل میں قیام کے دوران تقریباً پچاس اور ساٹھ کے درمیان دوست جماعت میں شامل ہوئے اور اس کام کے مکرم چوہدری صاحب موصوف روح رواں تھے۔ جب کسی کو تبلیغ شروع فرماتے تو ہم سب کو اکٹھا کر کے فرماتے کہ میں فلاں آدمی کو تبلیغ کرنے لگا ہوں۔ تم سب مل کر اس کیلئے دعا کرو۔ میں بھی دعا کر رہا ہوں۔

بٹالے کے ایک دوست جیل میں تھے۔ انہوں نے چوہدری صاحب سے ایک دفعہ پوچھا کہ آپ اس

قدر مطمئن کس طرح ہیں۔ آپ پر اس قید اور مصیبت کا ذرا بھی اثر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی دفعہ بشارت دی ہے کہ تم بخیر و عافیت جیل سے رہا ہو کر چلے جاؤ گے۔ کہ اب مجھے یہ دعا کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اب مزید اپنی رہائی کی دعا کروں۔ اس نے کہا آپ میری رہائی کے لئے بھی دعا فرمادیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں آپ کے لئے دعا کروں۔ اگر آپ احمدی ہو جائیں تو آپ کیلئے دعا کروں گا۔ اس دوست نے فرمایا کہ جس طرح آپ کو خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آپ رہا ہو جائیں گے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی کوئی ایسا اطمینان بخش نظارہ دکھادے تا میں بھی مطمئن ہو جاؤں۔ آپ نے یہ وعدہ فرمالیا کہ میں یہ دعا کروں گا۔ چنانچہ چند دن کے بعد ہی اس دوست نے بھی ایک واضح رویاء دیکھی۔ جس میں اس نے دیکھا کہ ہم پاکستان چلے گئے ہیں اور جیل کے دروازے کھل گئے ہیں اور ہم کو اپنے اپنے رشتہ دار لینے کیلئے آئے ہوئے ہیں اور مٹھائیاں تقسیم ہو رہی ہیں وغیرہ۔ اس کے بعد وہ دوست بھی جماعت میں شامل ہو گئے۔ یہ دوست غلام محمد صاحب عرف گاماں پہلوان صاحب ابھی زندہ ہیں اور شیخوپورہ میں موجود ہیں۔

مکرم چوہدری صاحب عام طور پر باوضو رہتے تھے۔ جب قضائے حاجت وغیرہ کیلئے جاتے تو اس کے بعد وضو فرمالیتے۔ چاہے نماز کا وقت ہو یا نہ ہو۔

ایک دفعہ جیل کے زمانے میں کسی نے ریٹھے کی بنی ہوئی تسبیح آپ کو دی تو آپ نے اس کو لے لیا اور فرمایا میں اس پر درُود شریف پڑھا کروں گا۔ اس طریق سے میں زیادہ دفعہ درود شریف پڑھ لیتا ہوں۔ میری غرض تسبیح لینے سے یہ ہے کہ میں کثرت سے درود پڑھ سکوں ورنہ میں تسبیح کو ایسا پسند نہیں کرتا۔

اگر کوئی قیدی بیمار ہو جاتا تو ہمیشہ ہمیں فرماتے کہ اس کو چائے وغیرہ بنا کر دو۔ ڈاکٹر سے خود ملتے یا ہمیں فرماتے کہ جا کر ڈاکٹر کو ملو۔ اس کو دوائی لے دو۔ اس کیلئے دودھ وغیرہ کا بندوبست کرا دو۔ چوہدری صاحب موصوف غذا زبان کے چسکے کے طور پر نہ کھاتے تھے اور نہ اچھی اچھی غذائیں کھانے کا شوق تھا۔ میں نے جیل کے زمانے میں ایک دفعہ دیکھا کہ روٹی پر سرسوں کا کڑوا تیل لگا کر کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کڑوا نہیں لگتا فرمانے لگے کہ میں ذیابیطس کی وجہ سے بیمار ہوں۔ اگر میں دہنیت والی کوئی شئ بھی استعمال

نہ کروں تو میں بہت جلد کمزور ہو جاؤں گا۔ یہ بدمزا تو ہے مگر میں تو اس کو بیماری کیلئے ضروری سمجھتا ہوں۔ غذا تو پیٹ بھرنے اور زندگی کے دن گذارنے کیلئے کھائی جاتی ہے۔ زبان کے چسکے کیلئے نہیں اور جب تک جیل میں گھی اور دودھ وغیرہ کا انتظام نہ ہوا ہمیشہ ڈاکٹر سے مل کر سرسوں کا تیل لیتے اور روٹی پر مَل کر استعمال فرماتے۔

باقی حالات کسی وقت پھر عرض خدمت کروں گا۔ انشاء اللہ

حضرت ابا جان کی سادگی و بے نیازی

مکرم لطیف احمد صاحب کاہلوں سابق ناظم تشخیص جائیداد تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب مکرم چوہدری قائم الدین صاحب موضع بھینی قادیان کے رہنے والے تھے۔ بھینی حضرت چوہدری صاحب کے گھر سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر تھا۔ میرے والد صاحب چوہدری صاحب مرحوم کے ساتھ بہت ادب واحترام اور پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ وہی جذبہ انہوں نے ہمارے دِلوں میں بھی پیدا کیا ہوا تھا۔ کیونکہ ہمیشہ ہی پیار سے ذکر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ جذبہ ابھی تک قائم ہے۔ ایک مرتبہ میں نے زمانہ طالبعلمی میں دیکھا کہ حضرت چوہدری صاحب دنیا ومافیہا سے بے نیاز مسجد مبارک نماز پڑھنے جا رہے تھے نظریں نیچی تھیں ایک کندھے پر چھوٹا کوٹ ڈالا ہوا تھا شلوار یا پاجامہ کا ایک پائنچہ اونچا تھا۔ عشق خدا میں سرتا پاڈوبا ہوا وہ وجود میرے دل میں ہمیشہ کیلئے سما گیا اور یہ محض مولا پاک کا احسان ہے کہ اب میرے بیٹے عزیزم شاہد محمود کاہلوں مربی سلسلہ کی شادی آپ کی نواسی امتہ الباسط بینا سے ہوگئی۔ اس طرح چوہدری صاحب سے رشتہ داری کا تعلق بن گیا۔ الحمد اللہ

باب 17

جماعت ہائے برطانیہ کے
قیام پر سو سال پورے ہونے پر
مبارک صد مبارک

مسجد فضل لندن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

In the Name of Allah, Most Gracious, Ever Merciful

Ahmadiyya Muslim Association UK

(Established 1913) Registered Charity No. 299081

2 Oct,2013

مکرم ومحترم صفدر نذیر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے آپ بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہوں گے۔آپ کا جلسہ سالانہ کی مبارک باد، اور دُعاؤں سے پُر خط موصول ہُوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

یہ محض خُدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ مُجھے اور میرے رُفقاء کو سلسلہ کی خدمت کرنے کی توفیق مِل رہی ہے۔

الحمدللہ

آپ سے دُعا کی درخواست ہے کہ دُعا کریں خُدا تعالیٰ ہماری مساعی اور خدمات کو قبول فرمائے اور ہمیشہ مقبول خدمات بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ نے حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کی سیرت پر کتاب لکھی ہے۔ میرے لئے یہ بُہت خوشی کی بات ہے

خُدا تعالیٰ آپ کو جزاء عطا فرمائے اور آپ کی اس کاوش کو جماعت یو کے لئے بے حد مفید بنائے۔ آمین

خاکسار اور احباب جماعت احمدیہ یو کے کو اپنی دُعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اور آپکی فیملی کا ہر آن حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

منصور شاہ

سید منصور احمد شاہ

قائمقام امیر جماعت احمدیہ یو کے

Head Office:
The London Mosque
16 Gressenhall Road
London SW18 5QL, UK
T: +44 (0) 20 8874 5836
F: +44 (0) 20 8874 4779

Loyalty Freedom Equality Respect Peace

www.LoveforAllHatredforNone.org

E: amauk@ahmadiyya.org.uk

Administrative Office:
Baitul Futuh Mosque
181 London Road
Morden, Surrey, SM4 5PT
T: +44 (0) 20 8687 7800
F: +44 (0) 20 8687 7899

10 2013 16:08 FAX 02088744779 amir.uk 0001/0001

جماعت احمدیہ برطانیہ کی جوبلی پر

25 جولائی 2013ء

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن

آج سے سو سال پہلے بیج جو بویا گیا
رفتہ رفتہ اک شجر بن کر وہ ہر سُو چھا گیا
آیا تھا فتح محمد بن کے فتح کا نشان
کامیابی نے قدم چومے ہوا وہ کامراں
رات کی تاریکیوں میں سجدہ گاہ کو تر کیا
اُس کی آہوں کو خدا نے آسمان پر سُن لیا
مہدی موعود کے احباب بھی آتے رہے
مرکزِ تثلیث میں توحید پھیلاتے رہے
ان ستاروں کی ضیاء سے روشنی ہونے لگی
اہلِ مغرب سے جدا سب تیرگی ہونے لگی
شہر لندن میں جو راشد اوّلیں (معبد) بنی
رہتی دُنیا تک رہے گی بن کے عنوانِ جلی
عورتوں نے دے کر زیور باب اک نادر لکھا
جگمگائے گا جبینوں پر یہ اک جھومر سدا

از مکرم رانا عبدالرزاق خان صاحب

بسلسلہ صد سالہ جوبلی جماعت احمدیہ برطانیہ

مسجد فضل لندن کا سنگ بنیاد اور افتتاح

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول نے جب انگلستان میں احمدیت کی اشاعت کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے مربیان بھجنے کی خواہش ظاہر فرمائی تو حضرت مولوی محمد الدین صاحب بی اے اور حضرت چوہدری فتح محمد سیال نے سب سے پہلے اپنے نام پیش کئے۔ جن میں سے حضرت چوہدری محمد سیال کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس طرح حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال 25 جولائی 1913ء میں انگلستان تشریف لائے۔ چند دن قیام کے بعد آپ 11 اگست 1913ء کو ووکنگ میں خوجہ کمال الدین صاحب کے پاس پہنچے۔ چونکہ خواجہ کمال الدین صاحب کھلے عام احمدیت کی اشاعت کے حق میں نہ تھے۔ لہٰذا حضرت چوہدری صاحب اکیلے ہی لنڈن کے مختلف مقامات پر جا کر دعوت اللہ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

مارچ 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین صاحب نے خلیفہ منتخب ہوئے تو خواجہ کمال الدین صاحب نے خلیفہء وقت کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ تب حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب، مئی 1914ء میں ووکنگ سے لندن تشریف لے آئے اور یہاں آ کر آپ نے دعوت الیٰ اللہ یعنی احمدیت کی دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی دعوت الی اللہ سے 12 انگریزوں نے احمدیت قبول کی۔

1915ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت قاضی عبداللہ صاحب ایم اے بی ٹی کو بھی دعوت الیٰ اللہ کے فریضہ کے لئے روانہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کے چار ماہ بعد حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب ہندوستان واپس تشریف لے گئے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپریل 1917ء سے جنوری 1920ء تک انگلستان میں قیام فرمایا اس کے بعد آپ کو امریکہ جانے کا حکم صادر ہوا۔ اگست 1920ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دوبارہ حضرت چوہدری فتح محمد

سیال صاحب کو مولوی عبدالرحیم نیر صاحب کے ساتھ انگلستان بھیجنے کا ارشاد فرمایا۔

حضور نے چوہدری فتح محمد سیال صاحب اور مولوی عبدالرحیم نیر صاحب کو لندن میں مسجد مبارک کی تعمیر کے لئے جگہ تلاش کر کے خریدنے کی تلقین فرمائی اس کے لئے باقاعدہ چندہ کی وصولی کی تحریک بھی شروع کر دی گئی۔

لہٰذا حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب نے بہت کوشش اور تگ ودو کے بعد پٹنی میں ایک قطعہ بمعہ مکان کے 2223 پونڈ کے عوض ایک یہودی سے خریدا جس کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت اقدس میں دے دی گئی چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس غرض کے لئے قادیان میں مشورہ کی مجلس منعقد کی۔ جہاں پر پاس کیا گیا کہ خلیفۃ المسیح بنفس نفیس جا کر مسجد کا سنگ بنیاد رکھیں۔ اس غرض کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے ساتھ ان مندرجہ ذیل احباب کو افتتاح کے موقعہ پر حاضر ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چوہدری فتح محمد سیال صاحب، خان ذوالفقار علی خان صاحب، حافظ روشن علی صاحب، مولوی عبدالرحمن مصری صاحب، مولوی عبدالرحیم درد صاحب، ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب، شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب، بھائی شیخ عبدالرحمن صاحب، چوہدری علی محمد صاحب، میاں رحم دین صاحب باورچی۔ ان کے علاوہ صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب اور چوہدری محمد شریف صاحب وکیل نے اپنے طور پر اس قافلہ میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔ لطف کی بات ہے کہ جن احباب کو حضور انور نے اپنے ساتھ لے جانے کا حکم فرمایا ان کے لئے باقاعدہ سبز پگڑیاں، کالے کوٹ اور پاجامے بھی تجویز کئے گئے تا کہ مسجد کی بنیاد رکھتے وقت اپنا قومی لباس پہن کر حصہ لیں۔ حضور معہ قافلہ مصر سے ہوتے ہوئے اٹلی،

سوئٹزرلینڈ اور فرانس کے راستہ انگلستان میں 22 اگست 1924ء کو پہنچے۔ اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنی ایک رویا میں دیکھا تھا کہ آپ سمندر کے کنارے ایک مقام پر اترے ہیں ایک لکڑی کے کنڈے پر پاؤں رکھ کر ایک کامیاب جرنیل کی طرح چاروں طرف نظر دوڑا رہے ہیں۔ کہ آواز آئی ہے کہ ''ولیم دی کنگر اسی طرح روحانی فتح اس دورہ انگلستان کے ساتھ مقدر تھی۔ جو اس مسجد کی بنیاد کی صورت

میں ظہور میں آئی۔

مسجد کی بنیاد اینٹ رکھنے سے قبل جب انگلستان میں اس پہلی مسجد کے لئے جماعت سے چندہ وصول کرنے کی تحریک شروع ہوئی تو جس جوش وخروش اور جذبہ واخلاص سے احمدی مرد، عورتوں اور بچے بچیوں نے چندہ جات دینے کے وعدہ جات کے ساتھ ادائیگی شروع کی اس کے بارے میں حضور نے ایک خطبہ میں اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:۔

''اس غریب جماعت سے اس قدر چندہ کی وصولی تائید الٰہی کے بغیر نہیں ہوسکتی تھی اور میں سمجھتا ہوکہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اس چندہ کے ساتھ شامل ہے۔ان دنوں میں قادیان کے لوگوں کا جوش وخروش دیکھنے کے قابل تھا۔اس کا وہی لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں جنہوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔مرد ،عورت اور بچے سب ایک خاص نشہ محبت میں چور نظر آتے تھے۔کئی عورتوں نے اپنے زیور اتار دیئے۔اور بہتوں نے ایک دفعہ چندہ دیکر پھر دوبارہ جوش آنے پر اپنے بچوں کیطرف سے چندہ دینا شروع کیا۔پھر بھی جوش کو دبتا نہ دیکھ کر اپنے وفات یافتہ رشتے داروں کے نام سے چندہ دیا........کیونکہ جوش کا یہ حال تھا کہ ایک بچے نے جو ایک غریب اور محنتی آدمی کا بیٹا ہے مجھے ساڑھے تیرہ روپے بھیجے کہ مجھے جو پیسے خرچ کے لئے ملتے تھے ان کو میں جمع کرتا رہتا تھا۔وہ سب کے سب اس چندے کے لئے دیتا ہوں۔نامعلوم کن امنگوں کے ماتحت اس بچے نے وہ پیسے جمع کیے ہوں گے۔لیکن اس کے مذہبی جوش نے خدا کی راہ میں ان پیسوں کے ساتھ ان امنگوں کو بھی قربان کردیا۔مدرسہ احمدیہ کے غریب طالبعلموں نے جو ایک سو سے بھی کم ہیں اور اکثر ان میں سے وظیفہ خوار ہیں۔ساڑھے تین سو روپیہ لکھوایا۔ان کی مالی حالت کو مدنظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کئی ماہ کے لئے اپنی اشد ضروریات کے پورا کرنے سے محرومی اختیار کر لی.....بڑی تعداد ایسے آدمیوں کی تھی جنہوں نے اپنی ماہوار آمدنیوں سے زیادہ چندہ لکھوایا۔جن میں سے ایک معقول تعداد ان لوگوں کی تھی جنہوں نے تین تین چار چار گنا چندہ لکھوایا......ایک صاحب نے جو بوجہ غربت زیادہ رقم چندہ میں داخل نہیں کر سکتے تھے۔نہایت حسرت سے مجھے لکھا کہ میرے پاس اور تو کچھ نہیں میری دکان کو نیلام کر کے چندہ میں دے دیا جائے۔لوگوں نے بجائے آہستہ آہستہ ادا کرنے کے

زیورات وغیرہ فروخت کر کے اپنے وعدے ادا کر دیئے''۔

(مسجد کی تحریک 7 تا 11 جنوری 1920ء بحوالہ تاریخ مسجد فضل مرتبہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل دسمبر 1927ء صفحہ 21)

سنگ بنیاد کی تقریب

19 اکتوبر 1924ء تک مسجد لندن کے لئے ایک لاکھ روپیہ مختلف صورتوں سے اکٹھا کیا گیا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس مسجد کی بنیادی اینٹ رکھنے کے لئے ساؤتھ فیلڈ میں تشریف لائے تو ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی جب کہ موسم والوں کی پیش گوئی تھی کہ دھوپ نکلے گی۔ اس بارے میں حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بارش اس لئے ہو رہی ہے کہ جن لوگوں میں اخلاص ہوگا وہی تشریف لائیں گے۔ مہمانوں کی سہولت کے لئے ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس مبارک تقریب کے انتظامات اور مہمانوں کو بروقت اطلاع دینے میں بھی تاخیر ہوگئی مگر اس کے برعکس مہمانوں کی تعداد امید سے بڑھ کر رہی۔ مہمانوں میں مختلف حکومتوں کے نمائندے اور سفیر تھے جن میں انگریز، جاپانی، جرمن، سربین، لیتھونین، مصری، اٹالین، امریکن انڈینز اور افریقن شامل تھے۔ نیز تمام مذاہب کے لوگ بھی شامل تھے انگلستان کے پرائم منسٹر ریمزے میکڈونلڈ خود تو نہیں آسکیں مگر انہوں نے اپنے پیغام میں اس مبارک تقریب میں وقت پر شامل نہ ہو سکنے کی معذرت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تین بجے خیمہ میں داخل ہوئے اور نیر صاحب نے اعلان کیا جس سے تمام مہمان تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور حضور نے پھر تمام مہمانوں سے مصافحہ فرمایا۔ پھر مولانا عبدالرحیم درد صاحب جو کہ اس وقت کے امام مسجد لندن تھے نے تمام حاضرین کا خیر مقدم کیا اور اعلان کیا کہ تمام حاضرین 3:35 بجے مسجد فضل کے سنگ بنیاد رکھنے کے مقام پر پہنچ جائیں۔ حضرت مصلح موعود نے محراب کی جگہ پر مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے سے قبل حافظ روشن علی صاحب کو تلاوت قرآن کریم کا ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد حضور انور نے انگلش میں ایڈریس پڑھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایمان افروز تقریر کی۔

مسجد فضل کی تعمیر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہندوستان واپس تشریف لے جانے کے بعد 29 ستمبر 1925ء بوقت 11 بجے دن مسجد کی بنیادوں کی کھدائی شروع ہوئی۔اس وقت اخبارات کے نمائندے بھی حاضر تھے انہوں نے اس موقع پر شمولیت پر خوشی کا اظہار کیا اور فوٹوز بھی لئے۔حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے زیر نگرانی تعمیر کا کام شروع ہوا۔اس کا ٹھیکہ میسرز رونی اینڈ سنز کو دیا گیا ۔اس موقع پر جن خوش نصیب احباب نے حصہ لیا ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

مکرم شیخ یعقوب علی عرفانی ،مکرم سید وزارت حسین صاحب ،مکرم شیخ ظفرحق خان صاحب ،مکرم ملک محمد اسماعیل صاحب ،مکرم خان عبدالرحیم خان خالد صاحب ،مکرم جبریل مارٹن صاحب ،مکرم شرف الدین صاحب ،مکرم عزیز الدین صاحب ،محترمہ امتہ السلام صاحبہ،مسٹر ہنری ہنٹن صاحب مکرم عبدالعزیز صاحب پسر عبداللہ مالک ہوٹل لندن ،مکرم مسٹر کندن لال صاحب ،مکرم ملک غلام فرید صاحب اور حضر مولانا عبدالرحیم درد صاحب۔

(بحوالہ تاریخ مسجد فضل لندن مرتبہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل اسسٹنٹ سرجن دسمبر 1927ء ص39)

تعمیر کا سلسلہ 1926 تک جاری رہا۔اس کی تعمیر اور اختتام کے بارہ کئی اور اخبارات کے علاوہ ٹائمز آف لندن کی اشاعت میں یوں بیان کیا گیا:

”لندن کی اس پہلی مسجد کی تعمیر کے لئے بنیادیں کھودی جانے کا کام شروع کیا گیا جو احمدی مسلم ساؤتھ فیلڈ میں تعمیر کرنے لگے ہیں۔یہ ایک مکان کے ملحقہ باغیچہ میں بننی تجویز ہوئی ہے جو کہ عرصہ سے احمدیوں کے قبضہ وملکیت میں ہے اور جہاں وہ مدت سے نمازیں پڑھ رہے ہیں۔اس مسجد کا سنگ بنیاد پچھلے موسم خزاں میں ہز ہائی نس دی حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے دست مبارک سے رکھا تھا۔مولانا اے آر درد کی قیادت میں جو کہ احمدیہ مشن کے انچارچ ہیں ۔ہندوستانی احمدیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت اکٹھی ہوئی۔مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے عربی زبان میں ان آیات کی تلاوت کی.....جماعت احمدیہ کے مرکز

میں اطلاع دینے کے ماسوا ہندوستان، امریکہ، سیریا اور فلسطین وغیرہ تمام ان ممالک میں جہاں اس سلسلہ کے افراد ہیں نے کام شروع کرنے سے پہلے ہی برقی پیغامات ارسال کر دیئے تھے جس میں اس وقت کی اطلاع دی گئی تھی جس وقت کہ لندن میں تعمیر مسجد کا کام شروع کیا جانا تھا، تا کہ شرق اور غرب، شمال، جنوب سے چہار اطراف سے ایک ہی وقت میں ایک ہی مقصد کے لئے ایک خدا کے لئے دعائیں کی جائیں۔''

(ٹائمز آف لنڈن 29 ستمبر 1926) افتتاح

3 اکتوبر 1926 بروز اتوار دن کے تین بجے دوپہر مسجد کا باقاعدہ افتتاح عمل میں لایا گیا ہزار ہا لوگ جمع تھے۔ سڑکوں پر بھی تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ ہر مذہب اور ہر ملک کے لوگ اس مبارک تقریب میں شامل تھے مسجد کو جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا اور مہمانوں کے لئے کھانے کا باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا احاطہ کے اندر ہزار سے زائد لوگ موجود تھے اور اس طرح باہر سڑکوں پر بھی لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا اور نظم و نسق کے لئے حکومت کی طرف سے پولیس تعینات کی گئی اس مبارک تقریب میں حصہ لینے والوں میں لارڈز، مہاراجہ، ممبران پارلیمنٹ، اخباروں کے نمائندے، ملکوں کے سفیر، ہر طبقہ کے لوگ اس میں شامل تھے۔ جب مسجد کا افتتاح شروع ہوا تو محترم عبدالرحیم درد صاحب مشنری انچارج انگلستان شیخ عبدالقادر صاحب کو ساتھ لیکر مسجد میں داخل ہوئے اور درد صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی جس سے سامعین پر اس کا بہت اثر ہوا۔ اس کے بعد درد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ اس پیغام میں حضور انور نے سب سے پہلے شیخ عبدالقادر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور دوسرے تمام حاضرین کا جو اس تقریب میں شامل تھے۔ آپ نے اپنے پیغام میں فرمایا؛

''........یہ خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلاتی ہے۔ اس خدا کی طرف جس نے ہمیں اور ہمارے باپ دادوں کو پیدا کیا جو ہماری اور ہمارے باپ دادوں کی پرورش کر رہا ہے۔ اور جس کی طرف ہمارے باپ دادے لوٹ کر جائیں گے۔ وہ اکیلا خدا ہے آسمان میں بھی اور زمین میں بھی۔ اوپر بلندیوں میں بھی اور نیچے پاتال میں بھی اس کی بادشاہت ہے۔ سب محبت کرنے والوں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے ۔ سب محسنوں سے زیادہ محسن جس کا رحم تو رحم ہے ہی لیکن جس کی سزا بھی محبت سے پُر اور شفقت سے لبریز

ہوتی ہے۔ ہماری روح اس کے فضلوں کو دیکھ کر اس کے آستانہ پر گرتی ہے اور کہتی ہے اے قدوس! تیری بڑائی ہو تیرا نام انسانوں کے دلوں میں بھی اسی طرح بلند ہو جس طرح تیری وسیع قدرت کے مناظر میں بلند ہے..... ہم لوگوں کا مقصد اس مرکز توحید میں بیٹھ کر محبت اور اخلاص کے ساتھ واحد خدا کی پرستش کا رائج کرنا اور اس کی محبت کو قائم کرنا ہوگا۔ ہم مذاہب سے منافرت اور تباغض کو دور کر کے تحقیق کی سچی روح کو پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اخلاق کی درستی اور ظلم کے مٹانے کی سعی کریں گے آقا اور نوکر گورے اور کالے، مشرقی اور مغربی کے درمیان تعلقات اخلاص اور حقیقی مساوات جس میں جائز فوقیتوں کا تسلیم کرنا شامل ہوگا۔ ہمارا مقصد ہوگا۔ اور ہم اس موقع پر مسیحی دنیا سے بھی التجا کرتے ہیں کہ وہ (اسلام) کو تعصب کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ بلکہ اس کے عیب نکالنے کی بجائے اس کی خوبیوں کی جستجو کرے۔ کیونکہ سچائی دوسرے کے عیوب نکالنے پر ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی فوقیت ثابت کرنے سے ظاہر ہوتی ہے..... اے خدا! تیرا اجلال دنیا میں ظاہر ہو اور یہ (مسجد) تیرے نام کو بلند کرنے اور تیرے بندوں کے دلوں میں محبت اور اخلاص پیدا کرنے کا بڑا مرکز ہو۔ آمین۔

مرزا محمود احمد۔ امام جماعت احمدیہ۔''

اس کے بعد محترم عبدالرحیم درد صاحب نے مسجد کی چاندی کی چابی خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب کے ہاتھ میں تھما دی اور انہوں نے قفل کھولتے وقت بلند آواز سے یہ الفاظ کہے۔

''خدائے رحیم و رحمان کے نام پر میں اس عبادت گاہ کا افتتاح کرتا ہوں'' آپ نے فرمایا کہ جب میں لندن میں تعلیم حاصل کر رہا تھا مجھے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان (مسلمانوں) کے لئے جو لندن میں سکونت رکھتے یا بغرض سیاحت آتے ہیں ایک (مسجد) ہونی چاہئے۔ مجھے طبعاً اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ میرا وہ خواب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور ان کی جماعت کی کوششوں سے عملی صورت میں نمودار رہوا۔ آپ نے تمام مہمانوں اور ان کی حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کیا۔

(حوالہ تاریخ مسجد فضل لندن مرتبہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن دسمبر 1927ء)

خان بہادر صاحب کی تقریر کے بعد اور معززین کی بھی تقاریر ہوئیں۔ بعد اس کے عصر کی نماز کا وقت

ہو گیا۔نماز کی امامت مولوی عبدالرحیم درد صاحب نے کی جس میں شیخ عبدالقادر صاحب کے علاوہ بہت سے مہمانوں نے اس میں شرکت کی۔تقریباً 100 کے قریب لوگوں نے شرکت کی ۔اس دوران ایک انگریز ہمسایہ نمازیوں کو دیکھ کر رہ نہ سکا اور اپنے بوٹ اتار کر صفوں میں جا داخل ہو گیا۔اس نے بعد میں بتایا کہ میں ایک صف میں کھڑا تھا اور آنکھیں بند کر کے دعا کر رہا تھا تھوڑی دیر بعد جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہو ں کہ اکیلا کھڑا ہوں باقی سجدے میں تھے۔میں شرمندہ سا ہو گیا مگر خیر دعا تو ہو گی میں خوش بھی تھا۔جہاں تک لوگوں کی تعداد کا تعلق ہے کہا جاتا ہے کہ ایک جم غفیر تھا اور ہر ملت کے افراد اس میں خوشی خوشی شریک تھے۔اخباروں کے نمائندے،فوٹو گرافر اور مصور ہر زاویہ سے مسجد کی تصویر لے رہے تھے۔انگلش اخبار ڈیلی ایکسپریس مورخہ 24 ستمبر 1926ء نے مسجد فضل کے بارہ ایسے خبر لگائی۔

لندن کی عمارات میں ایک مزید اضافہ ساؤتھ فیلڈ کی مسجد ہے۔اس کی بنیاد فرقہ احمدیہ نے ڈالی ہے یہ عمارت جو جزائر برطانیہ میں اپنی قسم کی ایک ہی عمارت ہے۔175 آدمیوں کے لئے گنجائش رکھتی ہے ۔مسجد ایک سفید عمارت ہے جس پر سیمنٹ کی لپائی کی ہوئی ہے۔اس میں ایک گنبد اور چار منارے ہیں ۔میناروں سے مومنین کو اذان دی جائے گی۔اس میں اور ایشائی بیوت میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں لمبی اور تنگ کھڑکیاں رکھی گئی ہیں۔

دروازہ پر خاص قسم کے سیمنٹ کا بنایا ہوا ایک کتبہ ہے۔جس پر کلمہ لکھا گیا ہے۔اس کو ایک انگریز نقاش نے ایک بڑی کی ہوئی تصویر سے کندہ کیا ہے....مسجد فضل کے ایک کارکن نے کل ڈیلی ایکسپریس کے ایک خاص نمائندہ کو کہا کہ اس ملک میں (دین حق) کی کافی (اشاعت) ہوتی ہے۔

(حوالہ تاریخ فضل لندن مرتبہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن،صفحہ 85 دسمبر 1927ء)

اس مندرجہ بالا خبر کے علاوہ انگلستان میں ہر چھپنے والے اخبار نے اپنے اپنے طور پر مسجد کے افتتاح اور اس پر سرخیاں لگائیں اور اس مسجد فضل کی خوب تشہیر کی۔

(الفضل 19 ستمبر 2013ء)

پہلے ایڈیشن کی اشاعت پر مالی معاونت کرنے والے عزیز و اقرباء	
	محترمہ منیرہ بیگم چوہدری مقبول احمد صاحب باجوہ
	محترمہ صفیہ صالح سیال بمعہ اہل وعیال
	محترم حمید نصر اللہ خان صاحب امیر جماعت ضلع لاہور
	محترم ادریس نصر اللہ خان اور انکی بیگم نعیمہ ادریس صاحبہ
	میجر منصور احمد سیال
	محترم ناصر احمد سیال
	محترم محمد نصر اللہ خان صاحب
	محترم مظفر احمد سیال
	محترمہ امتہ الحی بیگم جناب عبدالرشید احمد صاحب
	محترمہ بشریٰ بیگم چوہدری عبدالمنان صاحب
	محترمہ عزیزی صوفیہ احمد صاحبہ بیگم عزیزم میاں عبدالصمد صاحب
	محترم ملک سلطان رشید خان صاحب
	محترمہ عزیزی نائلہ منصور صاحب
	محترمہ عزیزی نائمہ منصور
	محترم ضیا اللہ سیال صاحب
	محترمہ عطیہ سلیم صاحبہ
	محترمہ عالیہ حمید اللہ سیال صاحبہ
	عزیزہ سعدیہ کلیم اللہ خان
	محترمہ سائرہ بیگم عبدالواحد خان
	عزیزی امتہ الحی شاہدہ بیگم چوہدری محمد اقبال باجوہ مربی سلسلہ
	عزیزہ صفیہ مجیب صاحبہ
	عزیزی راشدہ بیگم محمد اشرف سیال

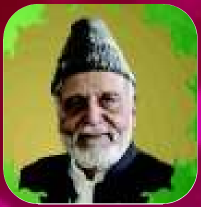

محترم مولانا چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی (واقفِ زندگی) آف کینیڈا کی ادبی خدمات

از۔ادارہ قندیل پبلشر لندن

شائع شدہ تصانیف: (1) پتیاں گلاب کی جلد 1 (2) پتیاں گلاب کی جلد 2 (800 صفحات (3) رب ارحمھما (4) مجددین امت محمدیہ اور ان کے تجدیدی کارنامے (یہ آن لائن alislam پر ہے) (5) سیرت وسوانح حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب (6) چراغ راہ (7) موتیوں کی مالا (8) اندازِ بیان (9) ہمارا چاند قرآن ہے (چار مرتبہ شائع ہو چکی ہے) (10) بیعت عقبیٰ اولیٰ تا عالمی بیعت (11) برکات خلافت (12) ہجرت (13) برکات خلافت اور ہماری ذمہ داریاں (14) فرانسیسی اردو ڈکشنری (15) علم کی روشنی (فرانسیسی سیکھیئے) زیر اشاعت (1) دل کی کتھا (2) انڈونیشیا میں جماعت احمدیہ مشن کے 100 سال (3) ان صلوتك سكن لهم (خلفاء کرام کی طرف سے آمدہ 400 دعائیہ خطوط (4) احکامات خداوندی (فرانسیسی) (5) مطالعہ کتب کی اہمیت (6) انصار اللہ کے 75 سال (انعامی مقالہ) (7) انڈیکس ماہنامہ انصار اللہ ربوہ (550 صفحات) (8) لوائے فتح (400 صفحات) (9) خلافت احمدیہ (900 صفحات قلمی نسخہ 3 جلدوں پر مشتمل) ہزاروں صفحات کی پروف ریڈنگ کر چکے ہیں، کام جاری ہے۔ 3 سال ماہنامہ انصار اللہ ربوہ کے نائب ایڈیٹر بھی رہے۔ قندیل حق کے ایڈیٹوریل سٹاف کا ممبر ہونے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اور ان کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ الحمد زدفر دوبارك فى عمره

BIOGRAPHY
HAZRAT FATEH MUHAMMAD SIAL[ra]

سوانحی خاکہ

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ؓ ابن حضرت چوہدری نظام الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ موضع جوڑا تحصیل و ضلع قصور کے رہنے والے تھے۔ 1887ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور پھر 1907ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی زندگی وقف کرنے کا خط لکھا۔ جو ''منظور ہے'' کے متبرک الفاظ سے قبول و منظور ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ پر بھرپور اعتماد تھا۔ مختلف کتب میں چوہدری صاحب کا ذکر کیا۔ آپ کو برطانیہ میں پہلا باقاعدہ احمدی مبلغ ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس خوش نصیب جرنیل نے عمر بھر سعادت اور خوش بختی کی لازوال تاریخ رقم کی اور عاجزی و انکساری کے پیکر نے صحیح سلطان القلم، سلطان النصیر بن کر اپنے وقف کو تادمِ واپسی نبھایا۔ اور 28 فروری 1960ء کو دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ رات کے وقت تار دینے کی ضرورت پڑتی تو ان کو ہی بٹالہ بھجوایا کرتے تھے...... جب میں نے تشحیذ الاذھان جاری کیا تو جن لوگوں نے ابتداء میں میری مدد کی ان میں یہ بھی شامل تھے۔ جس طرح زندگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ اب وفات کے بعد دائمی طور پر قرب نصیب ہو۔ آمین

COMPILED BY :

AMTUL SHAFI SIAL

DAUGHTER OF HAZRAT FATEH MUHAMMAD SIAL[ra]

SAFDAR NAZEER JAVED GOLEKI (WAQIF-E-ZINDAGI)